بطفیل عاطفت سراج السالکین حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ حسنی جہانگیری مدنی

قدس اللہ سرہ العزیز

سوانح حیات

سلطان الاولیاء حضرت الحاج صوفی خواجہ محمد حسن شاہ قدس اللہ سرہ العزیز

مرشد نگر (بھینسوڑی شریف) تحصیل ملک، ضلع رامپور، یوپی، انڈیا

نگارِ یزداں

اشاعت باجازت :۔ محبوب الاولیاء حضرت خواجہ صوفی لیاقت حسین عرف منے میاں قبلہ

سجادہ نشین درگاہ حسنی عزیزی مرشد نگر

پیش کش :۔ صوفی سلطان احمد شاہ قبلہ سجادہ نشین سراج السالکین حضرت صوفی میاں احمد حسن شاہ مدنی

تالیف :۔ مولانا صوفی ظہیر احمد شاہ جہانگیری سہسپوری

معاون :۔ مولانا صوفی قمر شاہ جہانگیری سیوہاروی

ناشر

مکتبہ جہانگیریہ، ڈی سیکٹر، ایکس لائن، چیتا کیمپ، ٹرامبے، ممبئی ۸۸

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ———— نگارِ یزداں

پیشکش ———— صوفی سلطان احمد شاہ

مؤلف ———— مولانا ظہیر احمد قریشی سہسپوری

مشیرِ خاص ———— مولانا قمر سیوہاروی

نظرِ ثانی ———— حضرت صوفی سید محمد زکریا غلام صابر قبلہ حسنی بمبئی
حضرت مولانا قاری صوفی محمد نور الحسن لیاقتی پیلی بھیتی
حضرت مولانا صوفی محمد قاسم رضا پیلی بھیتی۔

معاونین خاص ———— صوفی مختار احمد شاہ ٭ صوفی مشتاق احمد شاہ

ناشر ———— مکتبہ جہانگیریہ۔ ڈی سیکٹر، چیتا کیمپ بمبئی ۸۸

کتابت ———— محمد سلیم و شفیع الدین

ھدیہ ———— ایک سو پچیس روپئے 125/00

تاریخ اشاعت ———— ۱۹۹۶ء

کتاب ملنے کا پتہ :۔ ۱۱۴ شیخ برہان قمر الدین اسٹریٹ (عالمگیر ہوٹل) بمبئی ۳ ۰۰۰ ۴۰

انتساب

دربارِ عالیہ سلطان الاولیاء و عزیز الاولیاء کے مسند نشین
شہزادہ گرامی محبوب الاولیاء حضرت خواجہ صوفی لیاقت حسین
شاہ صاحب قبلہ عرف منّے میاں کی خدمتِ عالیہ میں بصد خلوص:

بمسرت سایہ فگن فیضانِ ربِ ذوالمنن
برحمت افزائے تشنبانِ رنگِ پنج تن
اولیا را ابنِ تو ولی محبوب اے جانِ عزیز
من بتو منسوب گردم گلشنِ خواجہ حسن

ملتجیہ احمد سہسپوری

ایک شخصیت، ایک انجمن، ایک پیرِ طریقت
ایک چراغِ ہدایت

آفتابِ جہانگیر، سلطان الاولیاء، الحاج، صوفی خواجہ محمد حسن شاہ قبلہ قدس اللہ سرہٗ العزیز

از من مپرس کیفیتِ مژدۂ بہار
ظاہر زہر شگوفہ نوائے حسن شدہ

نیاز مند
ظہیر احمد قریشی

اعتراف

نغمہ کجا و من کجا، سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

نیاز کیش
ظہیر احمد سہسپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

مختصر • تعارف

اے کہ در کاشانۂ تو دین و دنیا را فروغ
می شود روشن چراغ معرفت از روئے تو

• •

• قطبِ عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی..... بشارت
• شہنشاہِ قلندراں حضرت مستان شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کی..... فراست
• سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کا..... انتظار
• سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کا..... افتخار

اِن چار پاک عناصر کا مجموعہ تھی ایک ذاتِ بابرکات، جس کو کاتبِ تقدیر نے آسمانِ ولایت پر آفتابِ جہانگیر حضرت الحاج صوفی خواجہ محمد حسن شاہ صاحب کے عنوان سے سنہرے حروف میں رقم فرما کر "سلطان الاولیاء" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اور عالمِ اِمکان میں اس آفتاب عالم تاب کی نورانی شعاعوں کو "نگارِ یزداں" کے پُر نور کاغذی پیرہن کے ذریعہ عوام و خواص سے متعارف کرانے کا امتیازی تاج آقائی و مرشدی حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ زیدت فیوضھم کے سرِ مبارک پر رکھا

فللہ الحمد علیٰ ذالک

اس پیش منظر کا پس منظر کچھ اس طرح ہے:

حکیم[1] حضرت سید سکندر شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ "سیرت فخر العارفین" میں اس طرح رقمطراز ہیں:

---

[1] حکیم صاحب، حضرت قطب عالم، فخر العارفین مولانا سید عبدالحی شاہ صاحب قدس سرہٗ چاٹگامی کے جلیل القدر خلیفہ ہیں۔ مرشد گرامی کے سوانح بنام "سیرت فخر العارفین" نہایت مستند انداز میں تحریر فرما کر سلسلہ ابو العلائیہ جہانگیریہ سے وابستہ حضرات پر آپ نے عظیم احسان فرمایا ہے۔

"حضرت قطبِ عالم، فخر العارفین قبلہ قدس سرّہٗ نے ارشاد فرمایا" ہماری طبیعت چاہتی ہے کہ رامپور کے کچھ لوگ مرید ہوتے، اندازے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کے قلب میں کچھ گرمی اور اہلِ طریقت کے ساتھ محبت پیدا ہوگئی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ استنبول وغیرہ کے، نیز ترکستان کے لوگ بھی اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہوں گے دیکھیں یہ خدمت ہم سے کیونکر ادا ہوتی ہے، ہم تو بالکل خانہ نشین ہوگئے ہیں، معلوم نہیں کس ذریعہ سے یہ خدمت ادا ہوگی۔"

★۔ سیرت فخر العارفین میں صفحہ ۲۹۹، ۳۰۰ پر ایک عنوان "نئی شان کا ظہور" ہے۔ اس مضمون کے مفہوم میں سولہ[16] مقامات پر ہندستان کا ذکر ہے۔ آخر میں تمام ہندستان سے رامپور کا انتخاب، حضرت فخر العارفین کی بصیرت کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ کیونکہ چالیس[40] برس کے بعد حضرت فخر العارفین قبلہ کی بشارت اور پیش گوئی حضرت الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ کی ذات گرامی پر لفظ بہ لفظ مکمل ہوگئی۔ آج ہندستان اور بیرون ہند میں لاکھوں کی تعداد میں مرید اور ڈھائی سو کے قریب خلفاء کرام سلطان الاولیا حضرت الحاج صوفی خواجہ محمد حسن شاہ صاحب قدس سرّہٗ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں داخل ہیں اور سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی روز افزوں مقبولیت اور وسعت اس پیش گوئی کا مکمل ترین ثبوت پیش کر رہی ہے اس طرح ہمارے حضرت قبلہ، "بشارتِ فخر العارفین کا نورانی تاج لئے ہوئے اس عالمِ ناسوت میں جلوہ گر ہوئے۔"

★۔ اوائلِ عمر سے حضرت قبلہ کو فقراء اور بزرگوں کی ہم نشینی کی سعادت حاصل رہی ہے۔ آپ کے یہاں اہلِ شریعت واہلِ طریقت کی تشریف آوری کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ جلوہ فرما ہونے والے بزرگوں میں ایک صاحب رنگیلے شاہ کے نام سے موسوم تھے جو سلسلۂ قلندریہ میں شہنشاہِ قلندراں حضرت مستان شاہ صاحب کے مرید تھے۔ رنگیلے شاہ کی تحریک پر حضرت قبلہ حضرت مستان شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں بہ ارادت و عقیدت حاضر ہوئے، حضرت مستان شاہ صاحب نے بہ یک نظر آپ کی خداداد بصیرت کو پہچان لیا اور اپنے سایۂ عاطفت میں لے کر سینۂ مبارک سے لگا کر ایک ہی لمحہ میں نسبتِ قلندریہ حضرت قبلہ کے قلب میں منتقل کردی، اس تعلق، محبت اور نسبتِ قلندریہ کا یہ اثر ہوا کہ حضرت قبلہ اس کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے کہ

ہم کو چاروں طرف مستان شاہ ہی نظر آتے تھے ، اٹھتے بیٹھتے ، چلتے پھرتے ، سوتے جاگتے مرشد کا تصور دل و دماغ پر اور ذکرِ مرشد زبان پر جاری رہتا تھا ؛

حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کے بارے میں حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا :

قلندریہ سلسلہ کے صاحب نسبت بزرگ تھے ، قلندرانہ فراست میں بے مثال تھے ، نہایت عمدہ اور نفیس لباس زیب تن فرماتے تھے ، ظاہری و باطنی جمال و جلال آپ کی گفتار اور کردار سے عیاں تھا۔ قیام زیادہ تر کیمری میں رہتا تھا ، ہم بھی وہیں پر آپ سے مرید ہوئے تھے۔" (قصبہ کیمری ، مرشد نگر کے قریب ہی ہے)

● اس نسبت قلندریہ کے فیضان سے جو قلندرانہ فراست آپ کو عطا کی گئی تھی اس کی پرچھائیاں تمام عمر آپ کے ساتھ رہیں ۔ لیکن اس نسبت سے کسی وجہ سے حضرت قبلہ کی مراجعت ہو گئی تھی ؛"

قسامِ ازل نے تاجِ جہانگیری کے لئے آپ کو ازل میں منتخب فرمالیا تھا ، اس لئے نسبت قلندریہ نسبتِ جہانگیریہ میں ضم ہو گئی ، مرشد نگر میں دربارِ جہانگیریہ کا بدرِ کامل جلوہ فگن تھا ، جب ایک خواب کے ذریعہ آپ کو نسبت جہانگیریہ کا منظر دکھلایا گیا تو مرشد کے دیدار کا شوق قلب مبارک میں پیدا ہوا ، نگاہیں اس خواب کی تعبیر تلاش کرنے لگیں ، قصبہ کیمری سے واپسی پر مرشد نگر کی مسجد میں وہی نورانی صورت سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کی شکل میں نظر آئی ۔ حاضرِ خدمت ہو کر شرف قدم بوسی حاصل کیا اور معرفت کی دولتِ بے بہا سے دامنِ مراد بھر لیا ، بیعت کے وقت سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ " آؤ میاں صاحبزادے ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے ،، اس طرح آپ اس "مبارک انتظار" کے اعزاز سے سرفراز ہوئے ۔

● سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کے دامنِ عاطفت میں جس شفقت و محبت ، خلوص اور توجہ کے ساتھ آپ کی باطنی تربیت ہو رہی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ معرفت و طریقت کا آفتاب عالم تاب نرالی شان کے ساتھ آسمانِ ولایت پر بہت جلد طلوع ہونے والا ہے ۔ ابھی یہ مرحلہ مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ اسدِ جہانگیر حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کا وصال ہو گیا محبتِ شیخ کی آتشِ فروزاں

نے ایک بار پھر خرمن ہستی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، مختلف مقامات پر حاضری کے باوجود حضرت قبلہ حضرت فخر العارفین قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت اقدس میں دربار عالیہ مرزا کھل شریف بھی دو مرتبہ حاضر ہوئے۔ مشیتِ ایزدی نے اس مرحلہ کی تکمیل کے لئے سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کو منتخب فرمایا تھا اور پروالوں کی جانب سے بھی اس انتخاب کی تائید ہوئی ، اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ نے مرشد نگر میں چلہ کیا تو چلے کی تکمیل کے بعد آپ نے سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کو سینہ مبارک سے لگا کر فرمایا کہ ہمارے پاس جو امانت تھی تم کو سپرد کر دی۔ نیز سلطان العارفین کے خلفاء کرام نے سجادگی کے سلسلے میں دربار عالیہ جہانگیریہ کی طرف سے اشارہ کا اعلان فرمایا اور حضرت صوفی محمد حسن شاہ قبلہ کو بیعت کیلئے پیش کر دیا۔ اس طرح باطنی تربیت کی ڈور منجانب اللہ بہتر انداز پر پھر جڑ گئی بلکہ اس مضبوطی اور خوبی کے ساتھ کہ شیخ نے مُرید کو داخل سلسلہ کرتے وقت ارشاد فرمایا:

"ہم کو اور سلسلۂ ابو العلائیہ جہانگیریہ کو صوفی جی کے داخلِ سلسلہ ہونے پر افتخار ہے۔

اور صوفی جی آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی عالمگیر توسیع ہو گی۔"

ارشادِ شیخ کے مطابق سلطان الاولیا، حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ کی ذات گرامی سلسلہ عالیہ ابو العلائیہ جہانگیریہ کے لئے باعث صد افتخار ثابت ہوئی اور آپ ہی کے ذریعہ سلسلہ جہانگیریہ کی عالمگیر توسیع ہوئی دنیا نے کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا اور یقین کر لیا کہ:

- **قطبِ عالم فخر العارفین حضرت مولانا سیّد عبد الحیٔ شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ..... بشارت**
- **شہنشاہِ قلندران حضرت مستان شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ..... فراست**
- **اسدِ جہانگیر، سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کا ..... انتظار**
- **ماہتاب صبر و تسلیم و رضا سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کا ..... افتخار**

آفتابِ جہانگیر سلطان الاولیاء حضرت الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ کی بے مثال صورت میں ہزاروں رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ آج اس کا ذکر ہر محفل میں، اس کا تذکرہ ہر زبان پر اس کے نقوش ہر قلب میں موجود ہیں۔ اہلِ بصیرت نے اس حقیقت کا مشاہدہ بھی کر لیا کہ آفتاب جہانگیر، سلطان الاولیاء قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز نے

خلوص و عقیدت اور جان و مال کا نذرانہ مرشد گرامی کی خدمت اقدس میں پیش کرکے فنافی الشیخ کا وہ مقام حاصل کرلیا جس کی بدولت فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی منازل آسان ہوگئیں۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ مکمل طور پر اس شعر کی عملی تشریح تھی ؎

یک نفس منشیں غنی غافل ز دامن گیریش ؛ تانہ گردی خاک، ہرگز برنہ خیز از کوئے دوست

(اے غنی ایک لمحے کے لئے بھی شیخ کے دامن کی گرفت سے غافل ہو کر نہ بیٹھنا۔ جب تک مکمل فنائیت حاصل نہ ہو جائے تو اُس وقت تک کوچۂ جاناں سے ہرگز نہ اُٹھنا

تمام عمر کوچۂ جاناں میں گذار کر جب اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تو دار البقاء میں بھی کوئے دوست میں زیرِ پائیں رہائش اختیار کی، اور اب مرشد نگر میں شیخ اور اُن کا لاڈلا مُرید، نہیں بلکہ مُراد آرام فرما اور مرجع خلائق ہیں۔"

شہیدِ ملّت عزیز الاولیاء حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ قبلہ
قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی حیاتِ مبارکہ میں سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کا قافلہ بڑے انوکھے انداز میں منزل کی طرف رواں دواں تھا، اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ سالارِ کارواں اُولوالعزم اور فہم و فراست، دانش و حکمت میں یکتا، جذبۂ عمل سے معمور، اعلیٰ درجے کا معلّمِ اَخلاق، ایثار و قربانی کا پیکر، اور شفقت و محبت کا بحرِ بیکراں ہو، ایسے رہبر کے متوسلین بھی سرشار و سرمست تھے دنیا و مافیہا سے بے خبر صرف ایک ہی ذاتِ گرامی کو قلب و نظر میں سموئے ہوئے تھے، کہ کارکنانِ قضا و قدر نے ایک اَن دیکھا پُل تیار کیا، ایسا پُل جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے، عاشقوں کی اصطلاح میں اسکو پُل (برزخ) کہا جاتا ہے، عوام النّاس اس کو "موت" کہتے ہیں اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت ایسا پُل ہے جو دوست کو دوست تک پہونچاتا ہے۔ خالق و مولا کی طرف سے پیغامِ وصال آیا، اور سلطان الاولیاء قبلہ نے مکمل بندگی کے ساتھ نذرانۂ جان، جاں آفریں کی بارگاہِ بے مثال لازوال میں پیش کر دیا۔ (بیشک ہم سب اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے (قرآن حکیم)

اب کیا ہوگا؟ کون اس عظیم منصب کی ذمہ داری کو پورا کرے گا، سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت، تنظیم و ترتیب، ترقی اور توسیع کے لئے اس وادیٔ پُرخار میں کون قدم آگے بڑھائے گا۔؟ ندائے ہاتف سے قلوب سرشار ہوگئے، روشنی کی کرنیں دل و دماغ کو منوّر کرنے لگیں، سب کی زبانوں پر ایک ہی نام آنے لگا، اور وہ مبارک

نام تھا حضرت سلطان الاولیاء کے ہمشیر زادہ صوفی عبدالعزیز شاہ قبلہ کا، جو بعد میں عزیز الاولیاء کے لقب اور شہیدِ ملت کے خطاب سے سرفراز ہوئے حضرت عزیز الاولیاء قبلہ کو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اپنی حیات ہی میں اپنا سجادہ نشین نامزد کر کے تمام اہلِ سلسلہ اور متعلقین کے سامنے اعلان بھی فرما دیا تھا۔

حضرت عزیز الاولیاء قبلہ کی ولادت باسعادت مرشد نگر میں سنہ ۱۹۲۰ء میں ہوئی۔ دینی اور دنیوی تعلیم کا تعلق تو مدرسہ عربیہ اور اسکول سے رہا، لیکن روحانی تعلیم و تربیت حضرت سلطان الاولیاء کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں محترم حاجی صوفی محمد ظہور احمد حسنی کے دولتکدہ پر بمقام قصبہ گہلوئیا ضلع پیلی بھیت میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے آپ کو سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں باقاعدہ داخل فرمایا[۱] اور سنہ ۱۹۵۵ء میں سرکارِ آگرہ حضرت سیدنا ابوالعلیٰ کے عرس مبارک کے موقع پر اپنے خلفاء کرام اور مریدین و معتقدین کی موجودگی میں اپنی جانشینی کا اعزاز عطا فرمایا، اور اسی مبارک موقع پر آپ کی سجادگی کا اعلانِ عام بھی کیا۔ سنہ ۱۹۵۹ء میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے وصال کے چالیس دن بعد حضرت قبلہ کے چہلم کے موقع پر آپ کی سجادہ نشینی عمل میں آئی۔ مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہونے کے بعد سلسلۂ عالیہ کی ترتیب و تنظیم میں ذرا سا بھی فرق نہ آنے دیا، اور اس شان کے ساتھ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کی کہ سلسلہ کا دائرہ روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ فللّٰہ الحمد علیٰ ذالک۔

اخلاقِ حسنہ کے ساتھ ایثار و خلوص اور خدمت کا جذبہ آپ کو وراثت میں ملا تھا امیری غریبی اور مذہب و ملت کی تفریق کے بغیر آپ کی محبت و اخوت اور شفقت سب کے لئے یکساں تھی۔ آپ کی عطا و بخشش اور جود و سخا کا چرچا حضرت

---

[۱] بمقام فرید پور، ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۹۵۵ء کو خلافت عطا فرمائی۔

سلطان الاولیا، قبلہ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ہو چکا تھا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بابتاب صبر و تسلیم و رضا حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے سالانہ عرس مبارک کا وقت آگیا۔ مصارفِ عرس کا کما حقہٗ انتظام نہ ہو سکا۔ آپ نے اپنی شریک حیات کے زیور فروخت کر کے عرس مبارک کے انتظامات کئے۔ آپ کی ذات گرامی سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوتا رہا، لیکن ایک خاص بات یہ دیکھی گئی کہ آپ کے دَور کے بڑے بڑے مشائخ اور سجادگان بھی آپ کے فیضِ صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ اجمیر شریف، مہرولی شریف، کلیر شریف، گُلبرگہ شریف، گنگوہ شریف کے آستانوں پر آپ کی حاضری ہوتی تھی وہاں کے سجادگان حضرات آپ کے ساتھ نہایت شفقت و احترام کا معاملہ فرماتے تھے۔ شیخ العالم سیدنا احمد عبدالحق ردولوی قدس سرّہ العزیز کے عرس مبارک کے موقع پر محفلِ سماع میں آپ کو کیفیت ہوگئی اور وجد و حال طاری ہوگیا، آپ کے وجد و حال پر بڑی بڑی درگاہوں کے مشائخ نے احتراماً کھڑے ہو کر سماع سُنا جبکہ یہاں کے مشائخ ایسا نہیں کرتے تھے۔

حضرت سلطان الاولیا، قبلہ کے وصال کے بعد حضرت قبلہ کے تمام خلفاء کرام کے ساتھ آپ تعظیم و شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے حضرت سلطان الاولیا، قبلہ کے بہت سے زیرِ تعلیم و تربیت مریدوں کو بصیرتِ باطنی اور اوپر والوں کی توجہ اور بشارت سے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ بحمداللہ تعالیٰ آج ایسے بہت سے حضرات مسند نشین ہو کر سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں شب و روز مصروف ہیں، اور ان حضرات سے سلسلۂ عالیہ کی خوب خوب اشاعت ہو رہی ہے۔ اس بات سے حضرت عزیز الاولیا، قبلہ کی بصیرتِ باطنی اور گوہر شناسی کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کس مقام پر فائز تھے اور کیونکر نہ ہوتے۔ جبکہ خود حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں آپ کو اس عظیم الشان منصب کے لئے منتخب فرما لیا تھا۔ آپ کے زمانے میں سلسلہ

عالیہ کی ہمہ گیر توسیع ہوئی۔ یوپی، بہار، ایم پی، راجستھان، گجرات، مہاراشٹر کے اضلاع اور قصبات میں ایک لاکھ سے زائد افراد آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ نینی تال اور نیپال کے پہاڑی علاقوں میں بھی آپ کے مریدوں کی کافی تعداد ہے۔ پاکستان، لاہور، کراچی، ملتان کے علاقے بھی آپ کے فیضان سے فیضیاب ہوتے۔ پچاس سے زائد حضرات کو آپ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ بارہ برس تک سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں شب وروز منہمک رہنے کے بعد، ۲ شوال ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۷۱ء بروز شنبہ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے عرس مبارک کے ایک دن بعد آپ واصل بحق ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے وصال کی خبر تمام اہلِ سلسلہ کے لئے ایک حادثۂ عظیم تھا۔ کون سی آنکھ تھی جو اشکبار نہ ہوئی ہو، کونسا فرد تھا جس کے دل سے آہ نہ نکلی ہو۔ لیکن مالکِ حقیقی کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہی پڑتا ہے۔ آپ کی تجہیز وتدفین کے بعد آپ کے چہلم کے موقع پر آپ کے نورِ نظر محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف منّے میاں قبلہ کو اتفاق رائے سے مسندِ سجادگی سپرد کی گئی۔ بحمد اللہ تعالیٰ موصوف بھی اوپر والوں کی بہترین روایات کو نہایت عمدگی کے ساتھ قائم رکھتے ہوئے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی توسیع واشاعت میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے فیضان کو زیادہ سے زیادہ وسیع فرمائے۔ آمین۔

محبوب الاولیاء شہزادۂ گرامی قدر حضرت صوفی

خواجہ یافت حسین شاہ قبلہ مدظلہ

عرف مُنّے میاں دامت برکاتہم سجادہ نشین درگاہ عالیہ حنفیہ عزیزیہ مرشد نگر۔

پہلی رات کا چاند اپنے وجود کی حیثیت سے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا لیکن ظہور کے اعتبار سے اس ننھے مُنّے جسم کی ایک خاص اہمیت ہے لاکھوں کروڑوں نظریں اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے آسمان کی طرف لگی رہتی ہیں اور جب یہ باریک سا چاند آسمان پر ظاہر ہوتا ہے تو پھر ایک نئی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔ زندگی کے خاکوں میں نئے رنگ بھرے جاتے ہیں، آسمانِ طریقت پر حضرت مُنّے میاں قبلہ کی صورت میں جب یہ چاند طلوع ہوا تو قیافہ شناس نظروں نے اُسی وقت یہ اندازہ کر لیا تھا کہ آج طلوع ہونے والا یہ چاند، ایک دن بدرِ کامل بن کر ایک عالم کو منور کرے گا، آج اس بدرِ کامل کی جانب لاکھوں افراد کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں، اور جہانگیری قافلہ آپ کی سربراہی میں ایک جہان کو، ایک عالم کو اپنے آغوش میں سمیٹے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے مرشد نگر میں حضرت سلطان الاولیا رقبلہ کے دربارِ گہر بار، اور شہیدِ ملت عزیز الاولیا رقبلہ کی بارگاہ میں مسندِ سجادگی پر فقیرانہ، قلندرانہ اور شاہانہ انداز میں آپ رونق افروز ہیں۔

یکم فروری ۱۹۴۴ء کو مرشد نگر میں عزیز الاولیا حضرت عبدالعزیز شاہ قبلہ سجادہ نشین حضرت سلطان الاولیا رقبلہ کے بزم خانہ میں ایک شمع روشن ہوئی۔ اس

مولودِ مسعود کے کانوں میں سب سے پہلے جو بابرکت آواز پہونچی ، وہ آواز تھی حضرت سلطان الاولیا، قبلہ کی اور الفاظ تھے اللّٰہُ اکبر اللّٰہُ اکبر یعنی حضرت سلطان الاولیار قبلہ نے اذان اور تکبیر کے بابرکت الفاظ سے کانوں کو روشناس کرادیا؛ گھر کا اور باہر کا ماحول توحید و رسالت کے انوار سے معمور تھا۔ والدِ گرامی کا سایہ ہوتے ہوئے بھی اصل سایہ حضرت سلطان الاولیار قبلہ کا تھا، آپ ہی کے سایۂ عاطفت میں دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی میں دینی تعلیم حاصل کی نیز رُوحانی تربیت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ شفقتِ خاص کی وجہ سے حضرت سلطان الاولیار قبلہ حضرت مُنّے میاں قبلہ کو کم عمری کے باوجود سفر میں بھی اپنے ساتھ اکثر مقامات پرلے جاتے تھے ١٩٥٦ء میں مُنّے میاں قبلہ، حضرت سلطان الاولیار قبلہ کے ہمراہ موضع کریلی ضلع بریلی تشریف لائے، حضرت قبلہ نے محمد صدیق، محمد رضا، محمود، اور نتھّو مستری کو حضرت مُنّے میاں سے بیعت کرایا۔ محمد صدیق نے (بروایت حضرت صوفی حالی شاہ) آٹھ آنے (پچاس پیسے) حضرت قبلہ کی نذر کئے۔ آپ نے چار آنے (٢٥ پیسے) خود رکھ لئے اور چار آنے مُنّے میاں قبلہ کو دے دیئے۔ اس طرح حضرت سلطان الاولیار قبلہ نے ١٥ برس پہلے آپ کی مسند نشینی کا اظہار کردیا تھا، اور اسکو عملی حیثیت عطا کردی تھی کیونکہ عزیز الاولیار قبلہ کے وصال کے بعد ١٩٧٠ء میں باقاعدہ طور پر حضرت مُنّے میاں قبلہ کی سجّادہ نشینی عمل میں آئی تھی۔

”ہونہار بِروا کے چکنے چکنے پات“ حضرت مُنّے میاں قبلہ کے بارے میں یہ مقولہ حضرت سلطان الاولیار کے عظیم المرتبت خلیفہ حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ صاحب قبلہ کا ہے۔ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ دربارِ حسنی کے قریب ایک تالاب میں حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ قبلہ غسل فرمارہے تھے۔ انھوں نے اپنے مصنوعی دانتوں کی بتیسی کنارے پر رکھ دی تھی، اتفاق سے وہ

تالاب میں گر گئی، انھوں نے اور دوسرے لوگوں نے بہت تلاش کی لیکن بتیسی نہ مل سکی، اسی دوران مُنّے میاں قبلہ ادھر تشریف لائے، لوگ اسی بات کا چرچا کر رہے تھے اور تلاش بھی کر رہے تھے، آپ نے معلوم کیا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کیا۔ حضرت مُنّے میاں قبلہ نے فرمایا کہ آپ سب لوگ تالاب سے باہر آجائیں، پھر آپ نے پانی میں ایک مرتبہ غوطہ لگایا اور تالاب سے بتیسی اسطرح سے نکال کر لے آئے گویا وہ تالاب میں پانی کے اندر نہ ہو بلکہ صاف ستھری جگہ پر سامنے ہی رکھی ہوئی، اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات رونما ہوتے رہے۔

۱۹۵۹ء میں حضرت سلطان الاولیار قبلہ کے وصال کے بعد عزیز الاولیار حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ قبلہ مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہوئے ۱۹۶۴ء میں مُنّے میاں قبلہ نے والد گرامی حضرت عزیز الاولیار قبلہ کے دست مبارک پر جے پور میں بیعت کی سن ۱۹۷۲ء میں حضرت عزیز الاولیار قبلہ کے وصال کے بعد مسندِ سجادگی کے لئے انتخاب کا مسئلہ سامنے آیا۔ حضرت سلطان الاولیار قبلہ کے معتبر اور مستند خلفار کرام اور حضرت عزیز الاولیار قبلہ کے خلفار کرام نے متفقہ طور پر خواجہ حسن کے لاڈلے اور عزیز الاولیار کے دُلارے حضرت صوفی لیاقت حسین عرف مُنّے میاں قبلہ کو منتخب فرمایا۔ اس انتخاب میں مرشد گرامی حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ اور دیگر حضرات نے نہایت دُور اندیشی کے ساتھ پیش قدمی کی، اور سلسلۂ عالیہ کی ترتیب و تنظیم کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو نہایت خلوص کے ساتھ پُورا کیا، اتفاق کی بات حضرت عزیز الاولیار قبلہ کی ایک تحریر بھی دستیاب ہوئی۔ جسمیں حضرت عزیز الاولیار قبلہ نے اپنے معتبر خلیفہ صوفی اقبال حسن صابری صاحب کو یہ تحریر فرمایا تھا

مرید صادق میاں اقبال حسن صابری سلمہٗ۔ سلام مسنون!

بعد دعا ر کے واضح ہو کہ ایک ماہ سے آپ کا خیریت نامہ نہیں آیا معلوم کرایا تو پتہ چلا کہ آپ باہر گئے ہوئے تھے میں آپ سے ایک ضروری کام میں مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ آپ کو تو ہمارے برادران طریقت کے حالات معلوم ہی ہیں۔۔۔۔ ۔۔۔۔ میرے بعد جانشینی کے لئے صوفی لیاقت حسین سلمہٗ جو ایک نیک، بے لوث، بے غرض، ایماندار، پُرخلوص شخص ہے، اس کو میں نے خدمتی اور سلسلہ وخانقاہ سے دلچسپی رکھنے والا شخص پایا ہے، وہ مدت سے رُوحانی ریاضت بھی کر رہا ہے، جسمیں وہ کامیاب ہے، اس کی ذات سے سلسلہ وخانقاہ کو ترقی ہو گی، انشاء اللہ۔

وہ سجادہ نشینی کا اہل ہے۔ میں نے یہ جانتے ہوئے کہ آئندہ میرے بعد میری جانشینی وتولیت کے بارے میں کوئی نزاع نہ ہو، میں نے برخوردار صوفی لیاقت حسین سلمہٗ کو اپنے بعد اپنا سجادہ نشین ومتولی خانقاہ حسنی بھینسوڑی شریف نامزد کر دیا ہے۔ آپ میرے عظیم خلفاء میں سے ہو۔ آپ کا فرض ہے کہ میرے بعد برخوردار صوفی لیاقت حسین سلمہٗ کے بارے میں اِس نامزدگی پر عمل کرنا اور کرانا"

جواب بواپسی ڈاک دو۔ اپنی خیریت سے مطلع کرو اور تحریر کرو کہ میرا یہ خط آپ کو مل گیا ہے۔ فقط۔ والسلام۔ المرقوم ۲۸ر نومبر ۱۹۷۸ء "عبدالعزیز"

اور پھر اہل بصیرت نے اس امر کا مشاہدہ کر لیا کہ حضرت محبوب الاولیاء قبلہ مسند سجادگی کی تمامتر ذمہ داریاں مستقل مزاجی، تدبّر اور فہم وفراست کے ساتھ انجام دینے میں مصروف ہو گئے۔ منتخبہ افراد کو اجازت وخلافت عطا فرما کر سلسلۂ عالیہ کی اشاعت پر مامور فرمایا، یہ تمام اُمور مثلاً حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا زمانۂ طفلی میں چار افراد کو حضرت محبوب الاولیاء

سے مُرید کرانا، اور حضرت عزیزالاولیا رقبلہ کا آپ کی سجّادگی کے سلسلہ میں تحریری طور پر اپنے ایک خلیفہ کو مطلع کرنا، اور عزیزالاولیا رقبلہ کے وصال کے بعد حضرت سلطان الاولیا رقبلہ و حضرت عزیزالاولیا رقبلہ کے خلفاء کرام کا متفقہ طور پر حضرت مُنّے میاں قبلہ کو سجّادہ نشین تسلیم کرلینا، یہ تمام اُمور ظاہری معاملات سے متعلق نہیں، بلکہ ان کو طریقت میں راز کہا جاتا ہے۔ ایسے راز کو صرف خصوصی افراد جانتے ہیں عمومی طور پر ایسے رازوں کا انکشاف اپنے وقت پر کیا جاتا ہے حضرت مُنّے میاں قبلہ کی ذاتِ گرامی سے متعلق یہ راز، عیاں ہوگیا ہے کہ مسندِ سجّادگی کے لئے آپ کی ذات گرامی سے بہتر اور کون ہوسکتا تھا۔ مسندِ سجّادگی پر آپ کی جلوہ فرمائی فقیرانہ، قلندرانہ اور شاہانہ انداز کی ہے۔ حضرت عزیزالاولیا رقبلہ نے اپنی تحریر میں حضرت مُنّے میاں قبلہ کے بارے میں جن صفات کی نشان دہی فرمائی تھی وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی، نیک طینت، جذبۂ خدمت، پُرکشش شخصیت، اس کے ساتھ ساتھ رُوحانی بصیرت، سخاوت، تواضع، اور سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں انتھک جدوجہد، یہ تمام خصوصیات حضرت مُنّے میاں قبلہ کی ذاتِ بابرکات کو مسندِ سجّادگی کے لئے بہترین انتخاب ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ محفلِ سجّادگان میں بھی اس جہانگیری شہزادے کو امتیازی شان حاصل ہے۔

ہندوستان ہی نہیں بلکہ ہندوستان سے باہر دیگر ممالک میں آپ کے ذریعے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کا کام نہایت شاندار طریقے سے ہورہا ہے۔ لاکھوں افراد آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ کے فیضان سے فیضیاب ہورہے ہیں۔ موجودہ دور میں آپ کی ذات بابرکات اہلِ سلسلہ کی مرکزِ نظر ہے۔ جہاں بھی آپ تشریف لے جاتے ہیں وہاں کے لوگ قلب و نظر فرش راہ کئے

آپ کا استقبال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ معاملات دیکھ کر کوئی بھی صاحب نظر اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ سرکاروں کی توجہ آپ کی طرف ہمہ وقت ہے۔ ایک جانب لاکھوں افراد آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہیں تو دوسری طرف سیکڑوں خلفائے کرام سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

سلسلۂ عالیہ کی اشاعت اور منظم طریقے سے ذکر و فکر کے لئے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ اور حضرت عزیز الاولیاء قبلہ کی تعمیر کردہ خانقاہوں کی نگرانی کے علاوہ متعدد مقامات پر آپ نے بھی خانقاہوں کی تعمیر کرائی۔ مثلاً احمد آباد، کان پور شہر، پورن پور اور بھکاری پور (ضلع پیلی بھیت) بھیرا (ضلع کھیری) کلیر شریف میں دربارِ صابری کے احاطہ میں خانقاہِ جہانگیری کی تعمیرِ جدید، اور بمبئی شہر میں چھوٹا سوناپور میں محفلِ جہاں گیری کی جدید زیب و زینت، یہ تمام امور محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں قبلہ کی توجہ کا نتیجہ ہیں۔

اسکے علاوہ سلسلۂ عالیہ کے بزرگوں سے رابطہ قائم کرنے کے لئے اُن کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے، ایصالِ ثواب کے لئے متعدد مقامات پر سالانہ فاتحہ قائم کرنا، ذکر و فکر کی مجالس کرنا، اور اپنے بزرگوں کے طریقے کے مطابق پابندی کے ساتھ وقتِ مقررہ پر شریک ہونا انتظام و اہتمام کی نگرانی کرنا شہزادۂ گرامی محترم سجادہ نشین حضرت مُنّے میاں قبلہ کے معمولات میں شامل ہے۔

بہر حال اس منصبِ عظیم کی عظیم ذمہ داریوں کو حُسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے میں حضرت مُنّے میاں قبلہ اپنی مثال آپ ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں دعا ہے کہ:-

انھیں نصیب ہو آغوشِ منزلِ مقصود۔ جو کشتیاں ہیں رواں تیری ناخدائی میں

فہرست مضامین

نذرانۂ خلوص و عقیدت

بارگاہِ عالیہ مرشدِ گرامی حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن حنفی جہانگیری مدنی

قدس سرہ العزیز — وصال ۳ محرم الحرام ۱۴۱۰ ہجری مطابق ۶ اگست ۱۹۸۹ء، آرام گاہ: جنت البقیع مدینہ منورہ

مصدرِ فیضِ الٰہی لا کلام
شمعِ محفل در سایۂ خیر الانام
تو مکمل آئینہ دارِ حسن
اے متاعِ نورِ ایماں السلام

نیاز کیش: ——— فقیر سیوہاروی

وجہ تالیف

ہاتھ کانپتا ہے، دل لرزاں ہے، آنکھیں اشکبار ہیں کہ کس طرح رُوحی فداہٗ آقائی و مولائی و مرشدی سلطان الاولیا حضرت الحاج صوفی خواجہ محمد حسن شاہ نوّر اللہ مرقدہٗ کے حالات و واقعات دائرہ تحریر میں لانے کی جرأت کروں۔

۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۹ء تک حضرت سلطان الاولیا رقبلہ کی بارگاہ عالیہ میں حاضری کی سعادت میسر رہی، غلامی کا شرف حاصل رہا، اور اب بھی ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ آخری سانس تک رہے گا، بلکہ جہانِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد جہانِ غیر فانی میں بھی حاصل رہے گا۔ ہم تو بس اتنا جانتے اور مانتے ہیں کہ ہمارے حضرت قبلہ نے ہم کو یہ سبق یاد کرا دیا۔ ؎

مر جائیں گے پر ساتھ نہ چھوڑیں گے ترا ہم
عاشق ہیں تو بن جائیں گے نقشِ کفِ پا ہم
ہم تیرے شناسا ہیں، ہمیں غیر سے کیا کام
آگاہ کسی سے بھی نہیں تیرے سوا ہم

اس سے زیادہ نہ ہمیں معلوم اور نہ ضرورت۔ "آٹھ، نو ۹ برس کے اس طویل عرصہ میں حضرت قبلہ کی ذاتِ گرامی میں انہماک کا یہ حال تھا کہ حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہ آئی کہ ہمارے حضرت ہم لوگوں کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اور انہماک کی کیفیت صرف ہماری ہی نہیں تھی، بلکہ پیر بھائیوں میں عموماً اور حضرت قبلہ کے قریبی خادموں میں مشترک طور پر تھی یہی وجہ تھی کہ کبھی سنجیدگی کے ساتھ اس معاملہ پر غور و فکر کا موقع ہی نہیں ملا۔

اب جبکہ حضرت قبلہ جسمانی اعتبار سے رشتۂ ظاہری منقطع فرما کر جوارِ رحمت میں آرام فرما ہو گئے۔ اور ہمارے درمیان آپ کے اقوال کی روشنی اور اعمال کا نورانی پیکر رہ گیا تو بہت سے اہلِ بصیرت حضرات

کو اس بات کا احساس ہوا کہ حضرت قبلہ کے فیضان کو عوامی اور دوامی بنانے کے لئے ایک مرقعٔ سیرت تیار کیا جائے، چنانچہ حضرت قبلہ کے اہل علم و دانش خلفاء کرام کے درمیان گاہ بہ گاہ سوانح حیات کا موضوع چھڑنے لگا، تالیف و تحریر ہمارا میدان نہیں تھا، اس لئے کبھی اس موضوع پر غور و فکر کی ضرورت پیش نہ آئی۔ ہمارے پیر بھائیوں میں جو گفتگو ہوتی تھی اس کو دلچسپی سے سنتے تھے، دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگی تھی کہ ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔

کچھ دنوں کے بعد ہم نے ایک خواب دیکھا کہ "ہم ایک بڑی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں، دستک کی آواز سن کر میانہ قد، اکہرے اور چھریرے بدن والے نورانی شکل کے ایک بزرگ اندر سے تشریف لائے اور ہم سے دریافت فرمایا "صاحبزادے کیسے آنا ہوا؟ ہم نے عرض کیا، حضور! سیرت فخر العارفین کی دوسری جلد لینے آئے ہیں، ہمارا جواب سننے کے بعد وہ بزرگ گھر میں تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد بہت خوبصورت جلد بندی والی "کلید اعجاز شرح مثنوی گنج راز" جیسی ضخامت کی کتاب لاکر عنایت فرمائی، کتاب لے کر ہم نے آنکھوں سے لگائی، سر پر رکھی اور خوشی خوشی واپس ہو رہے تھے کہ ہماری آنکھ کھل گئی، آس پاس میں دیکھا، تو کوئی کتاب نظر نہ آئی، تعجب میں پڑ گئے، الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ بہت دنوں تک اس خواب کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور سوچتے رہے کہ آخر یہ خواب ہم کو کیوں دکھلایا گیا ہے، اور یہ بزرگ کون ہیں۔

حضرت قبلہ کے پانچویں عرس مبارک کے موقع پر مرشد نگر میں ہزاروں کی تعداد میں مریدین و معتقدین اور خلفاء کرام جمع تھے، کچھ حضرات کے درمیان پھر سوانح حیات کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی، ہم کو اپنا خواب یاد آیا، حضرت قبلہ کے عظیم المرتبت اور صاحب علم و قلم خلیفہ حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ قبلہ سے ہم نے اس خواب کا ذکر کیا، بہت غور و فکر کے بعد انہوں نے فرمایا، "بھائی صاحب! یہ اشارہ ہمارے حضرت قبلہ کے سوانح حیات کی ترتیب و اشاعت کے لئے ہے۔ اور یہ سعادت اوپر والوں کی طرف سے آپ کے لئے مخصوص کی گئی ہے: ان کے اس

دوسرے جملے پر ہم چونک پڑے کہ "بھائی صاحب" آپ بڑی قسمت والے ہیں کہ اتنے پیر بھائیوں کے درمیان آپ کا انتخاب کیا گیا ہے حالانکہ حضرت قبلہ کے مریدین اور خلفاء میں اہل علم اور صاحبانِ بصیرت حضرات موجود ہیں، لیکن یہ خدمت آپ کے سپرد کی گئی ہے۔ درحقیقت یہ اشارۂ حکم ہے بس اب اس کام کے لئے کمربستہ ہو جایئے۔

حضرت قبلہ کے عرس مبارک کے بعد ہم بمبئی واپس آگئے۔ ایک دن ہماری نظر دیوار پر چسپاں ایک پوسٹر پر پڑی جس میں سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے ایک بزرگ حکیم سید سکندر شاہ قبلہ کے عرس مبارک کی تقریبات کا اعلان کیا گیا تھا۔ یہ پوسٹر سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ سے متعلق "ماہم شریف" میں مقیم حضرات کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ حکیم سید سکندر شاہ قبلہ نے قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ قبلہ چاٹگامی کے سوانح حیات "سیرت فخر العارفین" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کئے ہیں۔ اہلِ سلسلہ کے لئے خصوصاً اور راہِ سلوک کے طالبان کے لئے عموماً یہ کتاب ایک مستند راہبر ہے۔ ہمارے دل میں یہ بات آئی کہ ماہم شریف حاضر ہو کر حکیم صاحب قبلہ کے بارے میں معلومات کی جائے۔ جب اُن لوگوں نے حکیم صاحب کی وضع قطع اور حُلیہ بیان کیا تو سب کچھ اُن بزرگ کے مطابق تھا جن کو ہم نے خواب میں دیکھا تھا۔ اب ہم کو یقین ہو گیا کہ "سیرت فخر العارفین کی دوسری جلد" کا مطلب صاف طریقہ پر یہی ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے سوانح حیات کی اشاعت کے لئے اوپر والوں نے یہ سعادت ہمارے لئے منتخب فرمائی ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں سجدۂ شکر ادا کیا، اور دُعا مانگی کہ اس اہم کام کو ہمارے لئے آسان بنادے ہم تو اس قابل نہیں ہیں مگر تیرے لئے کسی کو قابل بنا دینا نہایت آسان ہے۔ تو اگر چاہے تنکے سے پہاڑ کا کام لے لے اور قطرہ کو سمندر کر دے۔

اب تک ہم لوگوں کا دھیان اس طرف گیا ہی نہیں تھا، حضرت قبلہ کی حیات مبارکہ میں تو ہمیں اپنا ہوش بھی نہ تھا، اور حضرت قبلہ کی ذاتِ گرامی میں اس قدر انہماک رہا کہ ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ خیال نہ گذرا کہ حضرت قبلہ کے حالات و واقعات تحریری شکل میں جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کئے جائیں گے۔ بہر حال حضرت قبلہ کی ذات گرامی سے متعلق ایک سوالنامہ مرتب کر کے پیر بھائیوں کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا، بہت سے حضرات نے جوابات بھیجے اور یہ تحریر فرمایا کہ حاجی صاحب آپ کی تحریر نے تو ہمیں ایک مبارک خدمت کا موقع دیدیا۔

ہمارے شکریئے کے استحقاق کے علاوہ، سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی طرف سے ان حضرات پر یہ ذمہ داری بھی تھی کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی بے مثال شخصیت سے متعلق گفتار و کردار کی پُر نور شعاعوں کو اس طرح جمع کیا جائے کہ وہ آفتاب طریقت بن کر جہانگیری انوار سے تاریک دلوں کو منور کر دے اور فیضانِ جہانگیری کو عوامی و دوامی کیفیت عطا کر دے شریعت و طریقت پر ثابت قدمی کا حوصلہ دلوں میں پیدا ہو جائے، اور وابستگانِ دامنِ مرشد نفس کی شرانگیزیوں اور تباہ کاریوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جائیں، اور دوسروں میں بھی یہی جذبہ یہی حوصلہ پیدا ہو جائے۔

ایک برس کی محنتِ شاقہ کے بعد جب ہمارا یہ کام مکمل ہو گیا تو تمام کاغذات حضرت سلطان الاولیاء کے چھٹے عرس مبارک کے موقع پر حضرت مولانا صوفی عبد الرزاق شاہ قبلہ کے سپرد کر دیئے، انہوں نے کام شروع کر دیا فہرستِ مضامین تیار کی، اور کچھ مضامین بھی ترتیب دیئے، سلسلہ کی اشاعت کیلئے مختلف مقامات پر ان کو جانا ہوتا تھا، مریدین کی اصلاح و تربیت میں بھی ان کی بے پناہ مصروفیت رہتی تھی، تقاضائے عمر کی بنا پر ضعف کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ انہی تمام عوارضات کی وجہ سے ترتیب کا تسلسل قائم نہ رہ سکا، پھر آپ وصال سے ستر دن قبل صاحبِ فراش ہو گئے،

آخر ایک دن وہ ہم سب کو چھوڑ کر آغوشِ رحمت میں چلے گئے۔ ہمارے جمع کردہ کاغذات کی بازیابی بھی نہ ہو سکی، صبر کیا، اور پھر ہمت کی، ایک مرتبہ محنت رائیگاں جانے کے بعد باز آبادکاری کے لئے عزم کرنا کس قدر دشوار ہوتا ہے۔ مشیت ایزدی یہی تھی، پھر از سر نو مضامین جمع کرنے کا کام شروع

کیا، مضامین جمع کرنے کا کام تقریباً مکمل ہو گیا تھا، بمبئی میں بارش اتنی شدید ہوئی کہ پانی گھروں کے اندر تک آ گیا تھا، آفس میں کتابوں کی الماری کے نیچے والے خانے میں مسودہ رکھا ہوا تھا بارش کے پانی نے تمام مسودہ کو غسل دیدیا۔ صرف چپکے ہوئے کاغذات دستیاب ہوئے یہ حادثۂ جانکاہ ایک ہی رات میں رونما ہوا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اور پرواؤں کی توجہات سے حوصلہ پست نہ ہوا۔ آقائی و مرشدی کے کرم سے ہم نے اپنے دل میں بس یہی دعا کی "ہم امتحان کے لائق نہیں ہیں" اے اللہ ہمیں حوصلہ عطا کر دے، چنانچہ حوادث جس قدر ہمت شکن تھے جنوں کا حوصلہ ان سے کہیں زیادہ بلند رہا۔

تیسری مرتبہ مسودہ کو جمع کر کے اہتمام کے ساتھ رکھا گیا۔ چند حضرات سے اس سلسلہ میں گفتگو بھی کی لیکن تسلی نہ ہو سکی کسی مرتب کی تلاش برابر کرتے رہے۔ ایک صاحب سے بات چیت کر کے معاملہ ٹھیک کر لیا، کام شروع کر دیا گیا موصوف نے تین ماہ کی کاوش کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل مسودہ ہم کو دیا، ہم نے پڑھا، اس تمام مسودہ میں حقیقت سماع اور فلسفۂ تصوف پر مختلف بزرگوں کے اقوال و احوال کو جمع کیا گیا تھا، اپنی جگہ یہ موضوع اہم ہو سکتا ہے" لیکن سوانح میں ان واقعات کا اس قدر تفصیل کے ساتھ ذکر کرنا سمجھ سے بالاتر تھا، مجبوراً ہم نے معذرت خواہی کی، ایک برس اور انتظار میں گذر گیا، پھر ایک اور صاحب سے ملاقات ہوئی اپنا مقصد ان کے سامنے رکھا۔ انھوں نے ہماری گذارش کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے سوانح کی ترتیب کا کام شروع کر دیا، بیس پچیس صفحات ہم کو دکھائے، کام اطمینان بخش تھا، ہمارے دل کو سکون مل گیا، کہ چلو اب کام ٹھیک طریقے پر ہو رہا ہے، اس کے بعد ہم کو ایک کام کے سلسلے میں بمبئی سے باہر جانا پڑا، تقریباً ڈیڑھ ماہ میں سفر سے واپسی ہوئی۔ مزید مسودہ دیکھا تو حیرت ہوئی، کہ حضرت قبلہ کے سوانح حیات ہیں، یا نثر میں "عقیدت نامہ" ہے یہ بھی ہماری سمجھ میں نہ آیا پھر ان صاحب سے بھی معذرت کے ساتھ مسودہ واپس لے لیا۔ اور خاموش ہو کر بیٹھ رہے، اور ہم نے سوچ لیا کہ یہ کام ہماری خواہش کے ماتحت ہونے والا نہیں، وہ جب چاہیں گے اور

جس کے ذریعہ چاہیں گے، خودبخود ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے،

جنوری ۱۹۶۴ء میں مرشدی و مولائی حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی عنایت کردہ فارسی زبان میں "مثنوی گنج راز" کا ترجمہ اور تشریح "کلید اعجاز" کے نام سے شائع ہو کر مقبولیت خاص حاصل کر چکی تھی اس کتاب کے مترجم اور شارح مولانا صوفی ظہیر احمد اس کام سے فارغ ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے۔ ایک برس کا عرصہ گذر گیا، حضرت قبلہ کے عرس مبارک کے سلسلہ میں مرشد نگر حاضری کی سعادت میسر ہوئی۔ بمبئی کے بہت سے مریدین کے ساتھ مولانا صوفی قمر سیوہاروی بھی ہمارے ساتھ عرس کی تقریبات میں شرکت کے لئے مرشد نگر حاضر ہوئے، درگاہِ عالیہ جہانگیریہ چشتیہ مرشد نگر میں سوانح حیات کا تذکرہ بھی آ گیا، مولانا قمر سیوہاروی نے بصد التماس ہم سے کہا حضور اس سلسلہ میں اگر مولانا ظہیر کو بھی دیکھ لیا جائے تو اچھا ہوگا" ہم نے کہا "ابھی وہ سلسلہ طریقت میں نووارد ہیں، اتنے عظیم الشان کام کو وقار اور سلیقہ کے ساتھ کیسے سنبھال پائیں گے؟ انہوں نے کہا "حضور! حقیقت تو یہی ہے کہ یہ کام وہی شخص انجام دے سکتا ہے جسکو اوپر والوں کی طرف سے منظوری ہوگی، لیکن جب یہ معلوم نہیں کہ منظوری کس کے لئے ہے، تو پھر دیکھنے میں کیا حرج ہے، ہم ان سے اس موضوع سے متعلق کچھ لکھوا کر دیکھیں گے، اگر معیار کے مطابق ہُوا تو ٹھیک ہے۔

چنانچہ مولانا ظہیر کو مرشد نگر بُلوایا گیا، اور اس سلسلہ میں بات کی گئی۔ انھوں نے کہا کہ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ اتنا اہم کام مجھ سے لیا جائے، ہم نے تمام نشیب و فراز سمجھاتے ہوئے ان سے کہا کہ حضرت قبلہ کے سوانح حیات کی اہمیت اور ضرورت، نیز مقصد سوانح پر کچھ لکھ کر پہلے ہم کو دکھاؤ۔ انھوں نے "مقدمۃ الکتاب" کے عنوان سے خاص انداز میں مضمون لکھ کر ہم کو سنایا۔ دل خوش ہو گیا اور بے اختیار دل سے دُعا نکلی" اے پروردگار اس کام کو آسان فرما کر پایہ تکمیل تک پہونچا دے۔ بفضلہ تعالیٰ اور اوپر والوں کی توجہات سے حضرت قبلہ کے سوانح حیات "نگار یزداں" ("اللہ تعالیٰ کا معشوق") کے نام مبارک کے ساتھ آپ حضرات

کی خدمت میں حاضر ہے، اللہ تعالیٰ اس مبارک تالیف کو اہلِ سلسلہ کے لئے خصوصاً اور دیگر حضرات کے لئے عموماً مفید بنائے، قارئین کرام میرے لئے بھی دُعائے خیر فرمائیں کہ اطاعت خداوندی، اتباعِ رسول، محبتِ اولیاء، و مرشد کامل سلطان الاولیاء قبلہ کی غلامی کی سعادت میسر ہو، آمین، بجاہ رحمۃ للعالمین و آلہٖ و اصحابہ و اولیائہٖ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

خادم بارگاہ عالیہ حضرت سلطانُ الاولیاء قبلہ

احمد حسن حسنی جہانگیری

بمبئی ۳۔

عرضِ مُرتّب

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے اعلیٰ منصب "خلیفۃ اللہ فی الارض" سے سرفراز فرما کر دنیا میں بھیجا، آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، اور بیشمار مخلوقات کو انسان کے لیے پیدا کیا۔ لیکن اس منصب کو برقرار رکھنے کے لئے انسان کے سپرد کچھ ذمہ داریاں بھی کیں۔ اگر انسان ان ذمہ داریوں کو پہچاننے کے بعد پوری توجہ کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر کائنات کی حقیقت اسکے نزدیک ایک تنکے سے زیادہ نہ ہوگی اگر ایسا نہیں کیا تو وہ اس منصب کے شرف سے محروم ہوگیا، اور پھر اس کی حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہیں ہو سکتی، جسکو ہوا کا ایک معمولی سا جھونکا کہاں سے کہاں اُڑائے جاتا ہے اور نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد رفتہ رفتہ وہ ایک بھولی بسری داستان بن جاتا ہے خوش نصیب ہیں وہ انسان جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے جاں آفریں کی بارگاہ ناز میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ انھیں خوش بخت افراد میں سے ایک بے مثال شخصیت کی زندگی کا ہلکا سا خاکہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی، جس کے لئے بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر اور بارگاہِ مرشدی میں ہدیۂ تشکر پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں اس لائق ہرگز نہ تھا کہ اس گوہر نایاب کو پرکھ کر اسکی خصوصیات آپ حضرات کے سامنے پیش کر سکتا۔ یہ صرف رحمتِ خداوندی اور شفقتِ مرشدی کا ثمرہ ہے کہ مجھ جیسے نااہل کو اس عظیم الشان کام کا اہل سمجھا گیا۔ "الامر فوق الادب" (حکم کا درجہ ادب سے برتر ہے) کے تحت فرمانِ مرشد کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے "السعی منی والاتمام من اللہ" (کوشش کرنا میرا کام تکمیل اللہ کے اختیار میں) کام شروع کر دیا گیا۔ جس قدر مسودہ ترتیب کے مرحلے سے گذر جاتا، مرشد گرامی کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا جاتا۔ تراش خراش کے آخری فیصلے

کے بعد کتابت کے لئے دیدیا جاتا۔ تقریباً ایک سو نوے صفحات کتابت شدہ آقائی و مرشدی نے مزید اطمینان کے لئے بغور ملاحظہ فرمائے۔ کتابت کا سلسلہ جاری تھا کہ اچانک آقائی و مرشدی کا ارادہ حجِ بیت اللہ کے لئے ہوگیا۔ اس سے پیشتر دو مرتبہ حج بیت اللہ اور روضۂ اطہر کی زیارت سے فیوض حاصل کرنے کے بعد یہ تیسرا سفر تھا۔ سفر کی تیاری شروع کردی گئی لیکن اس انوکھے انداز میں کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی آقائی و مرشدی کے تعمیر کردہ محفل خانہ جہانگیر یہ چیتا کیمپ (ٹرامبے) بمبئی نمبر ۸۸ میں ہفتہ کے دن اتوار کی شب میں حلقۂ ذکر کا معمول ہے۔ آقائی و مرشدی حسبِ معمول سابق بمبئی شہر کے مکان سے محفل خانہ میں تشریف فرما ہوئے اور وہیں دس دن تک مقیم رہ کر ارادۂ سفر کرلیا۔ اتفاقاً اس مبارک سفر کی خبر کچھ مخصوص لوگوں تک پہونچ گئی۔ سفر کے بارے میں معلوم کرنے پر آقائی و مرشدی نے فرمایا "ہمارا یہ سفر ایک راز ہے" یہ سننے کے بعد اہلِ محفل کے ہونٹوں پر مُہرِ سکوت لگ گئی، دس دن یہاں قیام کرنے کے بعد خاموشی اور نہایت سکون کے ساتھ محفل خانہ سے احرام باندھ کر بمبئی سے بذریعہ ہوائی جہاز روانگی ہوئی۔ مکہ معظمہ خیریت کے ساتھ پہونچ کر ارکانِ حج کی ادائیگی ہوئی، دستور کے مطابق آٹھ دن کے بعد مکہ معظّمہ سے مدینہ منوّرہ کے لئے روانگی ہونی چاہیئے تھی، مگر آقائی و مرشدی کو روضۂ اطہر کی زیارت کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ تین دن قبل مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ مدینہ منوّرہ میں قیام کے دوران جنت البقیع میں حاضری کے وقت ایک خادم سے فرمایا "یہ جگہ ہم کو بہت پسند ہے۔" ۱۱ راگست ۱۹۸۹ء کو ہندوستان واپس ہونا تھا۔ ۵ راگست کو طبیعت ناساز ہوئی پھر اچانک دکھوں کا موسم آگیا، غم کی گھٹائیں چھاگئیں، مصائب کی برسات شروع ہوگئی اور چھ ۶ راگست ۱۹۸۹ء مطابق ۳ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ کو واصل بہ حق ہوگئے ٹیلی فون سے اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع ملی۔ یہاں کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس طرح ہمارے پیر و مرشد ہم لوگوں کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ کون سی آنکھ تھی جو آپ کی جدائی میں اشک بار نہ ہوئی ہو، کونسا دل تھا جو خبر سن کر تڑپ نہ اٹھا ہو، غم کے طوفان نے اپنوں اور غیروں

کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، ہماری سب سے بڑی بدنصیبی یہ کہ ہم مرشد گرامی کے آخری سفر کے دیدار سے بھی محروم رہے اور مرشد گرامی کی کس قدر خوش قسمتی کہ جنت البقیع میں، اپنی پسندیدہ پاک سرزمین میں، اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے قریب آغوشِ رحمت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام فرما ہو گئے۔ بیشک ع پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

اس جگر پاش سانحہ کے بعد قلم اٹھانے کی ہمت نہ ہو سکی --- جب غموں کی آندھی اتنی تیز ہو جائے کہ الفاظ کا چراغ ہی نہ جل سکے تو دل کے تہ بہ تہ پردوں میں چھپے ہوئے جذبات کو بیان کرنا نہایت مشکل ہے مگر کچھ نہ کچھ تو کہنا ہے، پیر و مرشد کے فرمان کی تعمیل کے لئے، قارئینِ کرام سے رابطہ کے لئے اور جی کے ہلکا کرنے کے لئے، بہرحال پیر و مرشد کی دعاؤں سے آنسوؤں کو زبان مل گئی اور یہ سوچ کر کہ قانونِ قدرت کے آگے انسان لاکھ مجبور سہی مگر خالق کائنات نے انسان کو تھوڑی بہت قدرت بھی عطا کی ہے، مجبوری کے مقام سے صبر و رضا کے ساتھ گذرتے ہوئے عزم و ہمت کے ساتھ منزل کی طرف قدم بڑھانے میں ہی بندگی کی معراج ہے۔ آقائی و مرشدی آج ہمارے درمیان بظاہر نہیں رہے لیکن ہمارے دلوں میں ان کے پیار کی شمع روشن ہے۔ رُوح سے روح کی وابستگی برقرار ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ عزم سفر اور بھی جواں ہو، تاکہ آپ کی روشن کی ہوئی شمع کی روشنی دور تک پھیلے اور دیر تک پھیلتی رہے۔ اس تقاضے کے تحت ہم سب پر یہ فرض ہوتا ہے کہ آپ کے نقطۂ نظر کی گہرائیوں، فکری اور عملی نمونوں کو عمدہ سے عمدہ انداز میں اپنی زندگی کے پروگرام میں شامل کریں، خود عمل کریں اور دوسروں کو فکر و عمل کی دعوت دیں۔

آقائی و مرشدی نفسِ مطمئنہ کی رہبری میں برضا و رغبت ہنسی خوشی اپنے رب کے حضور میں حاضر ہو گئے، ہم سب کو بھی اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے، ہمارے دلوں سے ہماری رُوح کی سچی خوشی کا رشتہ اسی وقت مضبوطی کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے کہ جب بزرگوں کے سایۂ عاطفت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ تلاش کریں اور اپنے فکر و عمل کا نذرانہ اس پاک بے نیاز کی بارگاہ میں بہ ہزار نیازمندی پیش کریں، تب ہی نسبت مرشد قائم ہو سکتی ہے اور دربار

رسالت میں سُرخروئی حاصل ہو سکتی ہے، اور یہی علامت ہے بارگاہِ ذوالجلال میں پسندیدگی اور کامرانی کی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے محبوب پاک کے صدقہ میں، آل و اصحاب کے طفیل میں اولیاءِ عظام کے واسطے میں ہم سب کو توفیقِ خیر عطا فرمائے کہ دونوں جہان میں کام آئے۔

صوفی ظہیر احمد سہسپوری

صوفی مولانا قمر سیوہاروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رحمۃ للعلمین والہ واصحابہ اجمعین

اسلام میں شخصیت، فردِ واحد کا نام نہیں بلکہ اس انجمن کا ہے جو ایک ذات میں سمٹ کر اپنی نیرنگی سے ایک دنیا کو متاثر کرتی ہے۔ ایسے منفرد وجود کے حالات وصفات سے خود مستفید ہونا اور دُنیا کو استفادے کا موقع دینا اس لئے ضروری ہے کہ اس شخصیت کے کردار و گفتار سے ابھرنے والی نور کی شعاعیں دوسروں کی تاریک زندگی میں اُجالا کر سکیں۔"

زیرِ نظر سوانح ایک ایسی ذاتِ گرامی سے تعلق رکھتے ہیں جن کی بے مثال شخصیت ایک انجمن ہی نہ تھی بلکہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی انجمنوں کی مرکزِ نظر تھی۔ مرشدی وآقائی صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے جب اپنے مرشدِ گرامی سلطان الاولیار حضرت الحاج صوفی خواجہ محمد حسن شاہ قدس سرّہٗ العزیز کی حیاتِ مبارکہ کے حالات وواقعات تحریر میں لانے کے لئے مجھے مامور کیا تو اُس وقت میری صرف دو آنکھیں تھیں۔ لیکن جب حقائق کی تحقیق کیلئے مجھے سفر کی اجازت ملی اور سلطان الاولیار قبلہ کے دامنِ فیض میں تربیت یافتہ حضرات سے براہ راست گفتگو کا موقع ملا تو میری آنکھوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، سفر سے واپسی پر ہزاروں آنکھوں کا قافلہ میرے ساتھ تھا، وہ آنکھیں جنھوں نے کھُلے بندوں حضرت سلطان الاولیار قبلہ کی زندگی میں رچے بسے شریعت وطریقت کے کردار و گفتار کا ملاپ دیکھا تھا، اور اُس نکہت و نور سے معمور فضا میں قلب و روح کے سکون کا شعور حاصل کر لیا تھا۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بزرگوں کی دعاؤں کے سائے میں اس کاروانِ جہانگیری کے بیشتر افراد ان گنت رعنائیوں کے ساتھ مشعلِ رشد وہدایت روشن کئے طالبانِ حق کی رہبری کا

فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

انسان کا یہ مزاج عمومی ہے کہ جب وہ کسی فرد کو قلب و نظر کی گہرائیوں میں سمولیتا ہے تو اپنے تخییل، تصور اور رُوح کے تمام رنگ اُس غیر معمولی شخصیت کی طرف منسوب کرکے اس کو اپنی زندگی کا آئینہ بنانے کی کوشش بھی کرتا ہے، اپنے خلوص و عقیدت کے ہر زاویہ کو اُس مرکزی نقطے سے شروع کرنے میں کوشاں ہوجاتا ہے۔ چاہت کے اِس رنگ میں خلوص و عقیدت اور حقیقت کی بنیاد پر تحت الشعور میں یہ جذبہ بھی بیدار ہونا شروع ہوجاتا ہے کہ نور و نکہت کا یہ دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو، موجودہ اور آئندہ نسلوں تک اس کا تسلسل برقرار رہے، اس کی فیض رسانی کا سلسلہ دائم قائم رہے، اِسی جذبے سے سرشار ہوکر قدم بے اختیار اس طرف اُٹھنے لگتے ہیں کہ اب واقعات و حقائق کے انمول خزانے کو سینوں سے نکال کر سفینوں کے سُپرد کردیا جائے تاکہ کاروانِ حیات کے مسافر کو زندگی کے ہر موڑ پر اُس شخصیت کی فکری و عملی روشنی ملتی رہے۔ اجمالی طور پر ان اسباب و عوامل کی بنیاد پر واقعات و حالات کی قلم بندی اور سوانح حیات کی ترتیب و اشاعت عمل میں آتی ہے۔

تمنا کرنا آسان، مگر حصولِ تمنا کے لئے کاوش و جستجو کرنا آسان کام نہیں، سوانح نگاری کا مسئلہ کچھ ایسا ہی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مرحلہ جس قدر نازک ہے اُس سے کہیں زیادہ اہم بھی ہے کہ جس ذات سے عقیدت ہوتی ہے، نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جو ذات عقیدت و احترام کے لائق ہوتی ہے، "تحریر سے پہلے اُس ذات سے متعلق واقعات و حقائق کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہیئے اور احترام و عقیدت کی حدود میں رہتے ہوئے جذبات سے الگ ہوکر نہایت سنجیدگی، دُور بینی اور دُور اندیشی، فہم و تدبر کے پہلو بہ پہلو چل کر راستہ طے کرنا ضروری ہے خلوص و عقیدت کی رفعتوں میں پرواز کرتے ہوئے عقیدت و حقیقت کا توازن رکھنا بھی ضروری ہے۔ اندیشہ اس بات کا رہتا ہے کہ عقیدت کا بوجھ کاندھوں پر اتنا زیادہ نہ ہوجائے کہ حقیقت چھپ جائے۔ اور ایسا بھی نہ ہو کہ فلسفہ و منطق کی وہ رَوِش اختیار کی جائے جس سے قدم قدم پر دلائل کی بھرمار کی وجہ سے عبارت ہی بوجھل ہوجائے۔

روحانی بزرگوں کے حالات کی ترتیب میں جہاں اور بہت سے عنوانات کی فہرست ہوتی ہے وہاں ایک عنوان "کرامات" سے بھی متعلق ہوتا ہے۔ معجزاتِ انبیار کی طرح کراماتِ اولیار بھی برحق ہیں، چونکہ دونوں ہی بارگاہِ خداوندی کی طرف سے عطیہ ہیں، اختیاری نہیں ہیں، ذات پاک جسکو چاہے جس قدر چاہے، جب چاہے، عطا کردے۔ سب کچھ اُسی کی عنایت پر موقوف ہے؛ دونوں میں یہ فرق ضرور ہے کہ معجزات کا اظہار ثبوتِ نبوت کے لئے ضروری ہے، برخلاف کرامت کے، کہ اس کا ظہور ضروری نہیں، اور نہ یہ لازمۂ ولایت ہیں۔ پھر بھی کراماتِ اولیار کے سلسلہ میں ظہورِ کرامات کے باوجود یہ گوشہ قابلِ توجہ ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت ابھی مکمل نہ ہوئی ہو کرامت کے واقعہ کو پڑھ کر بعض حالات میں حیرت اور شک میں اُس کا مبتلا ہوجانا خارج ازامکان نہیں۔ کیونکہ جس شخص نے کرامت کا خود مشاہدہ کیا ہے اُس کے نزدیک تو یہ ایک حقیقت ہے۔ معترضین کچھ بھی کہیں، لیکن اس شخص کے ذہن اور قلب سے وہ نقوش مٹ جائیں، مشکل ہے۔ البتہ جس شخص کا تعلق کرامت کے ظہور کے بارے میں سماعی ہو وہ اس حقیقت کو افسانہ بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے حالات کے بیان اور ترتیب میں اس عنوان پر لکھتے وقت قلم کو سنبھال کر چلانے کی ضرورت ہے۔

اِس امر کا مشاہدہ بھی ہر ذی شعور اور صاحب علم کرسکتا ہے کہ اولیار کرام کے حالات سے متعلق کتابوں میں اس ضمن میں جو بے احتیاطی نہایت بے باکی کے ساتھ چلتی پھرتی نظر آتی ہے اس کی علمی تعبیر کرنے میں خواہ وہ کسی بھی انداز اور پہلو سے ہو، مجھ جیسے بے مایہ و گنہگار کو گریز کرنا چاہیئے اور اسی میں عافیت دارین ہے۔ بایں ہمہ اس المیہ پر افسوس کرنے کی اجازت معذرت کیساتھ چاہونگا۔ اور یہ کہوں گا کہ اس قسم کے بیان کی اشاعت سے پہلے اگر رموزاتِ صوفیار کا مفہوم اچھی طرح خود سمجھ کر عوام و خواص میں متعارف کرادیا جاتا اور بارگاہِ خداوندی میں جواب دہی کا ہلکا سا تصور بھی قائم رہتا تو یہ المیہ اتنی کثرت کے ساتھ ظہور پذیر نہ ہوتا۔ اگر ہوتا بھی تو خال خال، مگر اکثر مطبوعات میں ایسا نہ ہوسکا۔

موجودہ دور سائنٹفک اور علمی دور ہے، ہر موضوع پر مستند اور غیر مستند کتابوں کی اشاعت خوب سے خوب تر انداز میں ہورہی ہے۔ تربیتِ روحانی سے محروم افراد، خصوصًا نوجوان طبقہ تقابلی

مطالعہ کے بعد اس قسم کی مسلسل کراماتی عبارتوں کو پڑھ کر کس حد تک اپنے قلب کو مطمئن کر سکتا ہے اس کا اندازہ لگانا کوئی دشوار نہیں ؛

چلیئے! اس صورت حال سے بھی خوف زدہ ہونے کی چنداں ضرورت نہیں، مگر پھر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ حالات کی اشاعت کا مقصد کیا ہے ؟ اگر مقصد حالات کو اُن حضرات کے سامنے پیش کرنا ہے جنھوں نے اس شخصیت کو قریب سے دیکھا، پرکھا، اور کھلی آنکھوں حقائق کا مشاہدہ کیا تھا تو اُن کے لئے یہ تحریر تحصیل حاصل کے مترادف ہے، یا زیادہ سے زیادہ ایک یادگار علمی دستاویز کا درجہ حاصل کر سکتی ہے، مگر ایسے افراد کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود چند دہائیوں میں رحلت فرما ہو جاتے ہیں۔ کیا سوانح کے پیشکش کی یہی منزل تھی ؟۔ اس فقیر کے خیال میں کسی بھی سوانح نگار کے سامنے یہ منزل نہیں رہی۔ بلکہ لاشعوری طور پر وہ ایسے افراد کی روایات سے متاثر ہو کر انھیں اُن نسلوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے جو ابھی مستقبل میں ہیں، اور وہ جب دنیا میں آنکھیں کھولیں گی تو نئی دریافتوں اور نئی معقولات سے اُن کا مزاج اتنا بدل چکا ہوگا کہ آج کی باتیں بھی اُن کی سمجھ میں نہ آئیں گی، گذری ہوئی کل کی باتوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اس لئے سوانح میں زیرِ عنوان مضامین کو ایسے اسلوب میں پیش کرنا چاہیئے جو زمانہ آئندہ کی تعلیم یافتہ اور ذہین نسلوں کے لئے نہ صرف قابل قبول ہو بلکہ اُن کو متاثر کر سکے اور ان کے مزاج کو حق پسندی کے سانچے میں ڈھال سکے۔

ہمارے سامنے مذکورہ مقصد کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ جن حضرات نے اس ذات والاصفات کو نہیں دیکھا جس کے یہ حالات ہیں بلکہ ان کے ظلِ عاطفت میں تربیت یافتہ حضرات سے وابستگی رکھتے ہیں ان قارئین کو بلکہ اس کے بعد کی نسلوں کے افراد سے بھی اس شخصیت کا تعارف مقصود ہے، اس لئے واقعات و حالات کی چوحدی کو مضبوط کرنے کے لئے اس شخصیت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ضرورت کا احساس ضروری ہے۔ اور محض نظر اٹھانا ہی نہیں، ان کی حرکات و سکنات، عادات و اطوار، کرامات و مکشفات کی رُوح تک پہونچ کر تمام گوشوں کا بغور جائزہ لینے کی امکانی کوشش بھی لازمی تھی تاکہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی گفتار میں حکمت آمیز دانائی کے ساتھ نصیحت

کے عناصر کس حد تک کارفرما تھے، کردار میں سید الانبیاء سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ مُطہرہ کا رچاؤ کتنا تھا۔ اسلاف کی حکمتِ عملی اور مفید اصلاحات کا فہم کس درجہ تھا، مریدین و متعلقین کی تربیت کا انداز کیا تھا۔ عبادت و ریاضت کا طریقۂ کار، ظاہر و باطن میں یکسانیت، ایک نظر دیکھنے سے قلب میں بہتر تبدیلی کا احساس پیدا ہونا، اور اسی قسم کے دیگر امور آپ کے معمولات میں کیونکر شامل تھے۔

یہ ایک اجمالی خاکہ تھا جس میں مشاہداتی رنگ بھرنے کے بعد کسی بھی شخصیت کے خدوخال مکمل طور پر نہ سہی اس حد تک تو ضرور اُبھر آئیں گے جن کے ذریعہ وہ شخصیت آنکھوں سے اوجھل ہونے کے باوجود نگاہِ تصوّر کے سامنے چلتی پھرتی نظر آنے لگے گی۔

اس میں شک نہیں کہ یہ ایک ایسی صراط مستقیم ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ یہاں پر ذراسی لغزش سے کچھ اور ہو یا نہ ہو، حقائق کا خون تو ضرور ہو جاتا ہے، خواہ اِفراط کا پلڑا بھاری رہے یا تفریط کا۔ حالانکہ حقیقت کا ایک لفظ ہزاروں بے معنی الفاظ پر بھاری ہوتا ہے۔ حقائق کی روشنی میں جو بات زبان سے بیان کی جاتی ہے یا نوکِ قلم سے صفحۂ قرطاس پر رقم کی جاتی ہے اس کی شعاعیں رُوح کی گہرائیوں تک پہونچ کر یقیناً مُفید اور مثبت اثرات مرتب کرتی ہیں۔ جبکہ بعض سوانح نگار حضرات کے یہاں یہ دعویٰ بھی زینتِ سطور نظر آتا ہے کہ اُن کی یہ کاوشِ قلم تحقیق کی چھلنی میں چھاننے کے بعد پیشِ خدمت ہے، لیکن اس ستم ظریفی کا کیا علاج کہ چھلنی کے سوراخ ہی اتنے بڑے ہوں کہ اصل اور نقل دونوں گڈمڈ ہو کر نکل جائیں: اب قصور کس کا ہے، چھلنی کا، یا چھاننے والے کا، اس کا فیصلہ تو قارئین ذی فہم ہی کر سکتے ہیں۔

آقائی و مرشدی کی دُعاؤں کی بدولت اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جہاں تک میری رہنمائی کی ہے اُس سے یہ احساس یقین کے پیکر میں ڈھل گیا کہ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کی تصویرِ حیات کے دو کنارے تھے جن کی آغوش میں دریائے معرفت موجزن تھا، ایک فکری، دوسرا عملی۔

فکر کے اعتبار سے آپ نے اپنی حیات مبارکہ کے نقشے پر ایک ایسا خط مستقیم کھینچا تھا جس کا ایک سِرا

خود شناسی اور دوسرا خداشناسی تھا۔ آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ حضرات پر جب ایک طائرانہ نظر ڈالئے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ آپ نے خود آگہی اور خود شناسی کے فلسفہ کو شعور کی گہرائیوں تک بہت ہی سیدھے سادے انداز میں پیوست کر دیا تھا، اور خود شناسی کو خداشناسی کی بنیاد قرار دیتے ہوئے سفرِ درِ باطن کا سبق دانائی، دُور اندیشی اور موعظت بالحکمت کے ساتھ دیا تھا۔ ظاہر و باطن، قلب و نظر، ارادہ و گمان کو پاک رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے، اغراض سے بے نیاز ہو کر فرائض کی ادائگی پر زور دیا تھا۔ اس تصور کو مرکزیت عطا کرنے میں آپ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ:

"ایک لمحے کے لئے بھی اس حقیقت سے تمہارا ذہن اور فکر الگ نہ ہو کہ تمہارے ہر قول و عمل اور فکر و خیال کی نگراں سب سے اعلیٰ و ارفع ذات پاک ہے۔ سب کچھ اُس پر روشن ہے اور سب کچھ اُسی کی مدد سے ہوتا ہے۔ اس لئے تمہارا ہر ایک کام صرف اُسی کی رضا جوئی کے لئے ہونا چاہیئے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے قول و عمل کی جواب دہی اُس کے حضور کرنی ہے۔"

یہ خود آگہی کے لئے ایک بے مثال لائحہ عمل ہے۔ اس شعور کے ساتھ باطن میں سفر کرنے سے جو تبدیلی رُونما ہوگی، اُس کے مفید اور مثبت اثرات ظاہری حالات کو سنوارنے میں مثالی کردار ادا کریں گے۔ جس کا لازمی اثر باطن پر بھی ہوگا۔ بلکہ باطن کی پاکیزگی لاشعور کو بھی صاف شفّاف آئینہ کی طرح بنا دے گی۔ کیونکہ باطنی کثافت رُوحانی بلندی تک پہونچنے میں زبردست رُکاوٹ ہے۔ کوئی بھی فرد اپنے اندر کی آواز کو اُس وقت تک نہیں سُن سکتا، اور نہ رُوح کی چاہت کا صحیح طور پر احساس کر سکتا ہے، جب تک کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کو صاف نہ کرلے۔ کثافتوں سے آلودہ بدن تو ایسے ٹھوس لوہے کی طرح ہے جو رُوحانیت کے سمندر میں رُوح کے عمل کو بھی لے ڈوبتا ہے۔"

شعور میں تبدیلی اپنی ذات کے اندر سفر کرنے سے شروع ہوتی ہے۔ جس کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ نفس کی پاکیزہ طاقت میں کس حد تک اضافہ ہوا ہے کیونکہ نفس امّارہ کی گرفت سے آزاد ہو کر نفس لوّامہ کے دوش بدوش چل کر نفسِ مُطمئنہ تک رسائی ہو جانے پر کامیابی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔ اس نہج پر تبدیلی لانے کے لئے آپ نے فکری، وجدانی، جذباتی اور احساسی رُجحان کی ہم کابی میں

"محاسبۂ عمل" کی تلقین فرمائی، کہ

"تمام تر فرائض و ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کرنے کے بعد تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر یہ غور و فکر ضرور بالضرور کرو کہ آج تم نے کیا کھویا، کیا پایا۔ فکر و عمل کے اعتبار سے دینی و دنیوی اُمور میں فائدہ کا پلڑا بھاری رہا، یا نقصان کا، نیک کام زیادہ کیئے یا بُرائیاں، اچھے خیالات غالب رہے یا مغلوب۔"

اس طرح سے آپ نے علم نفسیات کی کوئی اصطلاح استعمال کیئے بغیر سیدھی سادی زبان میں سفرِ باطن کی راہ دکھلائی۔

اپنے وجود کے اندر سفر کرنا کوئی آسان کام نہیں، اس سفر میں مسافر کو اپنے اندر کے متضاد اور بکھرے ہوئے خیالات و افکار سے سابقہ پڑتا ہے، اس نازک مرحلہ پر اگر مثبت اور تعمیری انداز اختیار نہ کیا گیا، اور اپنی صلاحیت کے بل بوتے پر یا کسی دوسرے کی نگرانی میں شعوری رہنمائی حاصل نہ ہو سکی تو اس تضاد اور مختلف اقسام کی دلدل میں پھنس کر مسافر کی شخصیت کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا لازمی عمل ہوگا۔ پھر مقصدِ تخلیق اور مقصدِ زیست سے بھی بہت دُوری ہو جائے گی۔ "آدمی جب اندر سے اُجڑ جاتا ہے تو باہر کی ساری دنیا بھی ویران ہو جاتی ہے۔" آج کے ترقیاتی دور میں ہی شعورِ خود آگہی مفقود ہو جانے کی وجہ سے انسان مقصدِ تخلیق اور مقصدِ زیست سے بچھڑ گیا ہے۔ عہدِ حاضر کا سب سے بڑا المیہ غالباً یہی ہے۔

انسان کی زندگی میں بننے اور بگڑنے کے چند لمحات ضرور آتے ہیں۔ ان لمحات کو فہم و دانش کی گرفت میں سمیٹ کر سمتِ سفر اور منزل کا تعین کرنا بہت مشکل کام ہے۔ وہی افراد خوش بخت کہلاتے ہیں جو اس دوراہے پر کھڑے ہو کر بصیرتِ باطنی سے صحیح راستہ پہ گامزن ہو جاتے ہیں ایسے ہی افراد دنیا و دین میں کامیاب و بامُراد ہو کر مقصدِ تخلیق و مقصدِ زیست کو پا لیتے ہیں۔ اور وہ افراد جو اندرونی انتشار کی بنا پر بصیرتِ باطنی، شعورِ خود آگہی سے بے خبر ہوتے ہیں وہ بظاہر کتنے ہی خوش و خرم اور پُر سکون، باوقار شخصیت کے حامل نظر آئیں، لیکن اُن کے وجود میں اندھیروں کی حکمرانی ہوتی ہے،

وجود کے ان اندھیروں میں اُن کو یہ احساس ہی نہیں ہو پاتا کہ قدرت نے یہ "گنجِ مخفی" ان کے اندر کہاں رکھ چھوڑا ہے، حضرت قبلہ نے اِس چھُپے ہوئے خزانے کی نشان دہی اور نقاب کشائی کے لئے اپنی حکمت وبصیرت سے وہ انداز اختیار فرمایا کہ روحانیت کے لامحدود ذرائع بالکل سلجھے سلجھائے طریقہ پر ظہورپذیر ہوکر افراد کی زندگیوں میں مثبت اور بہتر تبدیلیاں ہوگئیں، حضرت قبلہ کی توجہ، نصیحت اور صحبت سے "مشعلِ خود آگہی" خود بخود روشن ہوگئی۔ اور پھر یہی خود آگہی اور خود شناسی، خداشناسی کا ذریعہ بن گئی،

حضرت سلطان الاولیا قدس سرُّہٗ کی حیات مبارکہ کا دوسرا پہلو "عملی" تھا جس کے خاکے میں آپ نے اس طرح رنگ بھرا کہ اس کی بنیاد خداترسی اور خداپرستی تھی خداترسی کے بعد ہی خداپرستی کی صحیح چاشنی کی پرکھ ہوتی ہے، بندگی کی حقیقی لذت اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب مالکِ حقیقی کے دائرۂ اختیار کا تعارف ہو، آدابِ غلامی کا لحاظ غلام، آقا کی حیثیت سے واقفیت کے اعتبار سے کریگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "علماء صالحین ہی اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں" یہ ارشاد باری تعالیٰ اس حقیقت کی صداقت کا سچا ترجمان ہے، حضرت قبلہ نے شعورِ خود آگہی وخود شناسی کے ذریعہ خداشناسی کا راستہ دِکھلاکر خداترسی کی طرف دعوت دی اور پھر خداترسی کے ذریعہ خداپرستی کی لذّت سے قلوب کو آشنائی اور رعنائی بخش دی۔

اس کے ساتھ ہی انسانیت کی وہ قدریں جن کا تعلق سماج، اخلاق، معیشت اور معاشرت سے ہے حضرت قبلہ کی نظر سے کبھی اوجھل نہ ہوسکیں، لوگ کچھ بھی کہیں، چاہے جیسا اعتقاد رکھیں، لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو کم سے کمتر بناکر پیش کیا، اور یہ انکساری وتواضع ملمع سازی نہیں تھی بلکہ روح کی پاکیزگی کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھی، سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کہیں پر بھی کسی قسم کی امتیازی شان کی چاہت کی جھلک بھی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ البتہ ان تمام امور میں ایک ٹھہراؤ، وقار، سنجیدگی، خلوص، پاکیزگی اور خود آگہی کا فکری وعملی رنگ قدرتی طور پر شان یکتائی ضرور پیدا کر دیتا تھا۔ گویا یہی ایک خطِ فاصل تھا مرشد اور مریدین کے درمیان۔

دُنیوی امور میں زندگی کے کسی موڑ پر آپ نے حالات کا سامنا کرنے سے گریز نہیں کیا۔ کتنے ہی

ناموافق حالات ہوں آپ نے کبھی اُن سے رُخ نہیں پھیرا۔ بلکہ اپنی مسلسل کوشش اور حکمتِ عملی سے حالات کے رُخ کو اپنی موافقت میں کر لیتے تھے رضائے الٰہی کی منزل ہمہ وقت سامنے رہتی تھی۔ ترکِ دنیا یا رہبانیت کی کبھی ہمت افزائی نہیں کی، ترکِ دنیا کا مفہوم آپ نے اس طرح واضح فرمایا۔ "تم دنیا کے اندر رہو لیکن دنیا تمہارے اندر نہ رہے"۔ جس طرح دریا کا کنارہ پانی سے برابر ہم آغوش رہتا ہے، لہریں آتی ہیں اور کنارے کو سرشار کر جاتی ہیں، جب آتی ہیں تو کنارہ ان کو اپنے سینے سے لگا لیتا ہے اور جاتی ہیں تو اُن کا تعاقب یا تاسّف نہیں کرتا۔"

البتہ اُس دُنیا سے لاتعلقی خود بھی اپنائی اور دوسروں کو بھی اس کی راہ دکھلائی، جو حرص و ہَوا کی زمین پر مکاری، گمراہی گناہ و معصیت کی فضا میں آباد ہے۔ جب کوئی ایسی دُنیا سے کنارہ کش ہو جائے گا تو یقیناً محسوس کرے گا کہ اصلی زندگی اِن اُمور سے کنارہ کشی کرنے میں ہے، پاکیزگی کے ماحول میں اُس کی رُوح زندہ ہے، ضمیر مطمئن ہے، اُس کا اختیار اپنا اختیار ہے وہ جس طرف بھی دیکھے گا اپنے ہی کو پائیگا۔ یہی مقام ہے خودی کی کھوج کا اور سُراغ زندگی پانے کا، یہ زندگی روحانی زندگی ہوگی اور فنا سے بے خطر ہوگی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن دماغوں تک خدا ترسی کے شعور کی روشنی نہیں پہونچی ہوتی، گناہ و ثواب کا موہوم سا تصور کبھی اُن کے ذہن میں آتا بھی ہے تو ضرورت کی دُھول سے دماغ کے گوشے بند ہو جاتے ہیں، اور بُرائی کو اچھائی مان کر قبول کر لینے میں اُن کو کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت قبلہ کا ارشاد مبارک اس ضمن میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

"بھائی امن اگر پاپی ہو جائے تو تن کو پاپ کرتے دیر نہیں لگتی۔"

اور یہ صورت حال تب ہی پیش آتی ہے جب خدا ترسی کا مفہوم ذہن میں واضح طور پر راسخ نہ ہو۔"

خدا ترسی کے نتیجہ میں خدا پرستی کا جذبہ جب بیدار ہو جاتا ہے تو حالات سے شکست کھایا ہوا، اندھیروں کی آغوش میں پلا ہوا انسان، حالات کو سمجھنے کے قابل بن جاتا ہے بلکہ حالات کو شکست دینے کی طاقت بھی اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے، روشنی اور اندھیرے میں امتیاز کی صلاحیت اُس کے

اندر پیدا ہو جاتی ہے اور اندھیروں کا دامن چاک کرکے ابدی اور لازوال روشنی سے دامنِ مراد بھر لینے کا توصلہ پالیتا ہے، مایوسیوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا دل، محبت اور اپنائیت کے ایک نئے جذبے کے ساتھ دھڑکنے لگتا ہے۔ پھر اُس شخص میں سب کچھ پالینے اور سب کچھ نچھاور کرنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ راہ خدا میں قدم رکھنے کے بعد منزل تک پہونچنے کی آرزو اُس کے اندر ایسا عزم و استقلال پیدا کر دیتی ہے کہ اس راہ میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور مصائب اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

المختصر آپ کی دُنیائے معرفت خود شناسی، خدا شناسی، خدا ترسی، خدا پرستی کی حُدودِ اربعہ میں آباد تھی۔ جو مسافر بھی اس بستی میں داخل ہو گیا، اُس کی کایا کلپ ہو گئی۔ اور پھر وہ گمنام فرد تاجِ جہانگیری اپنے سر پر سجائے مسندِ طریقت پر اس شان سے جلوہ گر ہوتا جس طرح تاروں کے جھرمٹ میں چاند۔ اس حقیقت کا اعتراف اپنوں ہی نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی کیا ہے۔ آج بھی متعدد شخصیتیں اس دعوے کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

حضرت قبلہ کی حیات مبارکہ کے بارے میں ایک تیسرا منظر یہ بھی سامنے آیا، جو پہلے دو مناظر سے زیادہ اہم اور دُور رس نتائج کا حامل ہے وہ یہ، کہ قرآن پاک کی ایک آیت مبارکہ جس کا مفہوم کچھ ایسا ہے:

”جس نے کسی ایک فرد کو قتل کر دیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے کسی ایک فرد کو حیات بخش دی گویا اُس نے تمام انسانوں کو حیات بخش دی۔“

کیونکہ اگر وہ فرد باحیات رہتا تو قانونِ فطرت کے مطابق اس کی نسل در نسل سے ایک دنیا آباد ہو جاتی یہ بالکل سامنے کی بات ہے، اس کا مشاہدہ ہر صاحب فکر و عقل کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ حضرت قبلہ نے زندگی عطا کرنے والے فارمولے کو اپناتے ہوئے نہ معلوم کتنے افراد کو حیات بخشی اور کتنی دنیائیں آباد کیں، اور زندگی کے کسی بھی لمحہ میں اس شغل سے آزاد نہیں رہے۔ آپ کی خدمت میں ایک بدعمل، مجرم، قابلِ سزا حاضر ہوتا ہے، حضرت قبلہ اپنی بصیرت و حکمت سے اُس مجرم کے اندر چھپے ہوئے نیک انسان کو اندر کی قید سے رہائی دلا کر باہر کی آزاد فضا میں لے آتے تھے اور باہر کے خراب انسان کو

نیکیوں کی قید میں اس طرح مُقیّد کردیتے کہ تمام عمر وہ نیکیوں کی قید سے چھٹکارا حاصل نہ کرپاتا۔ آپ کا ارشادِ گرامی تھا:

"بھائی ہر بُرے آدمی میں کچھ نہ کچھ اچھائی بھی ہوتی ہے، ہر بُرے انسان میں اچھا انسان چھپا ہوا ہوتا ہے۔ ہمارا کام اندر کے اچھے انسان کو سچائی اور سلامتی کے راستہ پر لگا دینا ہے۔"

دیکھنے والے یہ منظر دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ ایک ایسے شخص پر عنایت و نوازش کی بارش ہورہی ہے جس نے اپنی زندگی کی ڈکشنری سے وہ تمام الفاظ نکال پھینکے تھے جن کے معنی نیکیوں کی سرحد سے ملتے ہوں۔" حضرت قبلہ کے اس معاملہ میں کسی کو مجالِ دم زدن تو تھی نہیں۔ متعلقین مجسمۂ حیرت بنے ہوئے خموشی کے ساتھ یہ تمام کارروائی دیکھتے رہتے تھے، اور حضرت قبلہ تمام نگاہوں میں چھپے ہوئے سوالوں سے بے نیاز اپنے معاملہ میں مشغول رہتے۔ حضرت قبلہ کی بصیرت کا راز اُس وقت ظاہر ہوتا تھا جب وہی شخص کچھ دنوں کے بعد نیک لوگوں کا لباس زیبِ تن کیے ہوئے اور نیکی کی دعوت دینے والا بن کر بھری محفل میں حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر قدم بوسی کا شرف حاصل کرتا ہوا نظر آتا۔ حضرت قبلہ کے لبہائے مبارک پر ایک نورانی مسکراہٹ اُبھرتی اور دستِ شفقت اُس کی پشت پر پھیرتے ہوئے فرماتے:۔

"بیٹے اس میں ہمارا کیا ہے، ہم تو کاسب ہیں، محنت کرنا ہمارا کام ہے۔ قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالٰی کے اختیار میں ہے، جاؤ مخلوقِ خدا کی خدمت کرو اور خالق سے رابطہ مضبوط کرو۔ اِن شاء اللہ تعالٰی کامیاب رہوگے۔"

اب موازنہ کیجیے کہ اگر وہ شخص اپنی پُرانی زندگی کو سینے سے لگائے رکھتا تو نہ معلوم کتنے افراد اس کے ہاتھوں خانماں برباد ہوتے، زندگی سے محروم ہوتے اور کیا کیا بُرائیاں اُس کے وجود سے جنم لیتیں۔ حضرت قبلہ نے ایک ہی نظر میں اَن گنت افراد

کو قتل اور برباد ہونے سے بچا کر زندگی کی دولت سے مالا مال کر دیا، یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ راہزن میں راہبر کی خصوصیات پیدا کر دی جائیں ــــــ چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ ہمارے حضرت قبلہ سلطان الاولیاء قُدِّسَ سِرُّہٗ تو ایسے روشن چراغ تھے جس کی بدولت ان گنت انجمنوں میں بیشمار چراغ روشن ہوئے، اُن چراغوں میں سے ایک چراغ سے روشنی کی ایک کرن لے کر، ایسے جامع صفات شخصیت کا ہلکا سا پرتو آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت مجھ جیسے بے مایہ کو حاصل ہو رہی ہے یہ بھی ان ہی کی نظرِ کرم کا فیضان ہے۔ خداوند قدوس کی بارگاہ میں التجا ہے کہ یہ شعاعِ نور آپ تک پہونچ کر قلب و روح کو مُنوّر کرے اور آپ کے ساتھ مجھے بھی اس آفتاب کی نورانی شعاع سے فیضیابی کی سعادت عطا ہو۔ آمین

خاکپائے صوفیاء: ظہیر احمد قریشی

سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کا نقشِ اوّلین

سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے تعارف سے پہلے، ضروری ہے کہ اس شجرۂ مبارکہ کا تعارف کرادیا جائے جس کی پاک شاخ یہ سلسلہ ہے، سلسلہ عالیہ جہانگیریہ، سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ کی ایک جامع شکل ہے۔

برصغیر ہندوپاک میں تصوف کے چار سلسلے عوام وخواص کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ۔ قادریہ سلسلہ پیرانِ پیر حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی طرف منسوب ہے۔

چشتیہ سلسلہ کا عروج سلطان الہند، غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری قدس سرہٗ کے زمانۂ مبارک سے ہوا، حالانکہ سرزمینِ چشت سے متعلق چار بزرگ حضرت خواجہ ابواحمد ابدال چشتی، حضرت خواجہ ابومحمد محترم چشتی، حضرت خواجہ ناصرالدین ابویوسف چشتی، حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہم اسی سلسلہ میں ہوئے ہیں۔ مگر سلسلہ چشتیہ کو عالمگیر مقبولیت سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کی ذات گرامی سے ہوئی ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی ذات گرامی کی طرف منسوب ہے۔

سلسلہ سہروردیہ حضرت خواجہ ابوالنجیب سہروردی قدس سرہٗ کے بعد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے زمانہ مبارک سے عروج پذیر ہوا۔

باقی موجودہ سلسلے عام طور پر ان سلاسل اربعہ کی پاک شاخیں ہیں۔ سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء[1] احراری قدس سرہٗ کی ذات گرامی کی طرف منسوب ہے۔ آپ بنیادی طور پر نقشبندی ہیں، کیونکہ آپ اپنے محترم چچا حضرت امیر عبداللہ احرار کے دست مبارک پر سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل ہوکر اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

---

[1] حضرت سیدنا امیر ابوالعلا قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت قصبہ نریلہ میں جو دہلی سے کچھ دور واقع ہے ۹۹۰ھ میں ہوئی۔ ۹ صفر المظفر ۱۰۶۱ھ میں بعد نماز فجر وصال ہوا۔ علوم ظاہری و باطنی کے علاوہ فنون سپہ گری اور تیر اندازی میں بے مثل تھے۔ آپکے نانا خواجہ محمد فیض المعروف خواجہ فیضی شہنشاہ اکبر کی فوج میں ملازم تھے، انکے وصال کے بعد آپ فوج میں صاحب منصب ہوئے کچھ دن ملازمت کے بعد مستعفی ہوکر اصلاح باطن کیطرف متوجہ ہوئے اور سلسلہ ابوالعلائیہ کے سپہ سالار اعظم قرار پائے۔ آگرہ میں جمنا کنارہ آپ کا مزار مبارک ہے۔

اس لحاظ سے آپ کو نسبت صدیقیہ حاصل ہوئی۔ اسی کے ساتھ ایک مبارک خواب کے ذریعہ آپ کو سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دربار عالیہ اجمیر شریف میں حاضری کی سعادت میسر ہوئی اور سلسلہ چشتیہ کا فیضان نسبتِ اُویسیہ کے ذریعہ حاصل ہوا۔ اسی وجہ سے آپ کی ذاتِ بابرکات مجمع البحرین تھی۔ آپ کی ذات گرامی میں نقشبندی شان اور چشتی رنگ ڈھنگ نمایاں تھا۔ حضرت منعم[۱] پاکباز قدس سرہٗ (المتوفی ۱۱۸۵ھ) کے ذریعہ سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ میں قادری فیضان کا آغاز ہوا۔ آپ کے بعد پانچ واسطوں کے فرق سے حضرت شیخ العارفین مولانا مخلص الرحمٰن چاٹگامی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے مرشد گرامی حضرت شاہ امداد علی بھاگل پوری قدس سرہٗ نے شیخ العارفین قبلہ کو "جہانگیر" کے خطاب سے نوازا، تو پھر یہی سلسلہ ابوالعلائیہ "سلسلہ جہانگیریہ" کے نام سے عوام و خواص میں متعارف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس شانِ رحمت پر قربان جائیے کہ اِس سلسلہ کے بانی حضرت سیدنا امیر ابوالعلاء قدس سرہٗ نے اللہ تعالیٰ کے لئے شہنشاہ جہانگیر کی ملازمت سے استعفیٰ دیا تھا۔ آج رحمت خداوندی نے اس سلسلہ کو جہانگیریہ سلسلہ کی حیثیت سے قبول عام بخشا، اب اس سلسلہ کا ہر فرد جہانگیری اور شیخ العارفین حضرت مولانا مخلص الرحمٰن قبلہ "شہنشاہِ جہانگیر" اور سیدنا سرکار ابوالعلیٰ قبلہ شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں۔ بلاشبہ اُس پاک ذات کے لئے جو ایثار کرتا ہے اُس کا ثمرہ آخرت میں تو اُسی شہنشاہِ مطلق کے علم میں ہے لیکن دُنیائے فانی میں بھی اُس کو دولتِ لازوال سے نوازا جاتا ہے ؎

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

آج مغلیہ شہنشاہ جہانگیر کا تذکرہ صرف تاریخ کی کتابوں میں ہے۔ اور سلسلہ عالیہ جہانگیریہ، اپنی شانِ جہانگیریت کے ساتھ روز افزوں ہے۔ دنیائے تصوف کی ہر عظیم محفل میں کوئی نہ کوئی جہانگیری فرد ضرور جلوہ فگن نظر آئے گا۔ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ؕ

[۱] حضرت منعم پاکباز حضرت شاہ خلیل الدین قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید ہوئے، لیکن مرشد کے وصال کے بعد آپ کو سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ سے فیضان ہوا، اب یہ سلسلہ نقشبندیہ، چشتیہ اور قادریہ کا مجموعہ ہے۔ حضرت منعم پاکباز قدس سرہٗ کا مزار خانقاہ منعمیہ قمریہ میتن گھاٹ، پٹنہ میں مرجع عوام و خواص ہے۔

ہوتا ہے جادہ پیما اب کارواں ہمارا

سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ

کی جادہ پیمائی کا مختصر

تعارفی پس منظر

سالارِ قافلۂ جہانگیریہ سیدنا و مرشدنا شیخ العارفین حضرت مولانا سید مخلص الرحمٰن شاہ صاحب قبلہ چاٹگامی قدس سرہٗ کو آپ کے مرشد گرامی حضرت امداد علی شاہ صاحب قبلہ بھاگل پوری (بہار) کی بارگاہِ عالیہ سے ''جہانگیر'' کا لقب مرحمت ہوا تھا۔ جس کے بارے میں حضرت شیخ العارفین قبلہ اپنے بعض خاص مریدوں اور عقیدت مندوں سے فرمایا کرتے تھے۔

''ہمارے پیر و مرشد نے ''جہانگیر'' کا جو لقب ہم کو عطا کیا ہے اس کی بنیاد تو ہم نے قائم کردی ہے اس کی تکمیل چھوٹے میاں (قطبِ عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ صاحب قبلہ) کے ہاتھوں سے ہوگی۔''

چنانچہ حضرت جہانگیر قبلہ کے وصال (۱۳۰۲ہجری) کے بعد چوتھائی صدی گذرنے پر حضرت فخر العارفین قبلہ کی حیات مبارکہ میں سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی تکمیل کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ علماء و صلحاء، صاحبانِ فہم و فراست کا مرجع و مرکز حضرت فخر العارفین قبلہ کی ذات گرامی بن گئی تھی، سلسلۂ ابوالعلائیہ، قادریہ اب سلسلۂ جہانگیریہ کی صورت میں روز بروز وسیع ہونا شروع ہو گیا تھا، حضرت فخر العارفین قبلہ کے وصال (۱۳۳۹ہجری) تک سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی تکمیلی صورت بھی منظرِ عام پر آگئی وابستگانِ سلسلہ اس کا بیّن ثبوت ہیں اور حضرت شیخ العارفین قبلہ کی پیش گوئی کی شہادت بھی۔

حضرت شیخ العارفین مولانا سید مخلص الرحمٰن جہانگیر قبلہ کو یہ دولتِ بے بہا ہندستان سے ملی تھی جس کا اظہار بھی آپ نے متعدد مواقع پر فرمایا، اس لئے ہندستانیوں کا اس سے لگاؤ فطری بات تھی، لیکن آپ کے دامنِ ارادت سے ہندستانیوں کی وابستگی کی تفصیل نہیں ملتی، چونکہ آپ کے جانشین

فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٰ شاہ صاحب قبلہ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی تکمیل ہونا تھی، ساکنانِ بنگال کے علاوہ دیگر مقامات کے طالبانِ حق انفرادی واجتماعی طور پر داخلِ سلسلۂ جہانگیریہ ہوئے، ساکنانِ ہند بھی نکہت و نور کی اس بارانِ رحمت سے سیراب ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ متعدد معتبر حضرات اجازت وخلافت کی خلعت فاخرہ سے بھی نوازے گئے۔ حضرت فخر العارفین قبلہ نے علوم ظاہری کی تکمیل ہندستان میں کی تھی، لکھنؤ اور دیگر مقامات پر علوم کی تحصیل کرتے ہوئے حدیث پاک کی تکمیلی سند حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے ہندوستان ہی میں قیام کیا اور مدرسہ چشمۂ رحمت غازیپور میں صدر المدرسین کی مسند آپ کو پیش کی گئی۔ مثالی اندازِ تدریس کے ساتھ برسوں تک فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ ریاضت ومجاہدہ کا سلسلہ بھی قائم رہا۔ تمام دن احکامِ خداوندی اور ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت میں گذرتا تھا اور رات کے مخصوص اوقات میں خالقِ کائنات کے حضور سجدہ ریزی اور راز و نیاز کا سلسلہ جاری رہتا۔ اِن اعمال واشغال میں حضرت فخر العارفین قبلہ اِخفار کا بہت اہتمام فرماتے تھے مگر عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے، قدرتِ خداوندی کی طرف سے حضرت فخر العارفین قبلہ کی ذات گرامی سے متعلق کچھ ایسے اُمور کا ظہور ہوا جن کو اصطلاح میں کرامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دورانِ تدریس مقامی حضرات کا رجوع ایک نیک فال اور آنے والے زمانہ کی تابناکی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ باقاعدہ طور پر روحانی تربیت اور رشد و ہدایت کا سلسلہ اُسوقت شروع ہوا جب حضرت فخر العارفین قبلہ نے ۱۳۱۲ھ ہجری مطابق ۱۳ جنوری ۱۸۹۵ء میں تدریسی فرائض سے سبکدوشی اختیار کرکے وطنِ مالوف مراجعت فرمائی۔ وطن کی واپسی پر اہلِ وطن جوق در جوق روحانی تشنگی کی سیرابی کے لئے دربارِ عالیہ جہانگیریہ مرزاکھل شریف چاٹگام خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ اطراف وجوانب سے گذرتی ہوئی مشک بار ہواؤں کا جھونکا ہندستان کی طرف بھی آنے لگا۔ ہندستان (غازی پور) میں قیام کے دوران طالبانِ حق کو یک گونہ روحانی مناسبت تو حضرت قبلہ کی ذات گرامی سے ہو گئی تھی۔ اور حضرت قبلہ کا بھی بعض علاقوں سے روحانی رابطہ ہو چکا تھا۔ لیکن تمام ہندستان سے علاقہ رامپور کا انتخاب اور چاہت ایک ایسا معاملہ ہے جس کی کوئی عقلی توجیہ نہیں کی جاسکتی آپ کا ارشاد گرامی سیرت فخر العارفین میں ص ۲۹۹۔۳۰۰ پر نئی شان کا ظہور کے

عنوان سے درج ہے جس کا مختصر مفہوم اس طرح ہے:

"ہماری طبیعت چاہتی ہے کہ ریاست رامپور کے کچھ لوگ مرید ہوتے، اندازے[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کے قلب میں کچھ گرمی اور اہلِ طریقت کے ساتھ کچھ محبت پیدا ہو گئی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دکن، کابل، اور کچھ لوگ استنبول وغیرہ کے، نیز ترکستان کے لوگ اِس سلسلہ عالیہ میں داخل ہوں گے، دیکھیں یہ خدمت ہم سے کیونکر ادا ہوتی ہے، ہم تو بالکل خانہ نشین ہو گئے ہیں۔ معلوم نہیں کس ذریعہ سے یہ خدمت ادا ہو گی۔"

حضرت فخر العارفین قبلہ کے مذکورہ بالا ارشاد گرامی کی حقیقت اور تمام ہندستان سے ضلع رامپور کی تخصیص کی نوعیت اُس وقت واضح ہوئی جب سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا صاحب قبلہ حضرت فخر العارفین قبلہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہوئے۔ اس وابستگی کی خصوصیت بھی ملاحظہ فرمائیے، زہے نصیب کہ مُراد بن کر شیخ کے دامنِ عاطفت میں گئے۔ حضرت فخر العارفین قبلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

جب ہمارا کلکتہ میں قیام ہوا تو دوسرے روز تہجد کے بعد ہم کو یہ معلوم ہوا کہ سارا مکان جنبش میں ہے۔ (حضرت فخر العارفین قبلہ کا قیام ایک ہوٹل کی بالائی منزل پر تھا)۔ دریافت سے پتہ چلا کہ ہماری قیام گاہ کی برابر دوسرے کمرے میں ایک صاحب (حضرت محمد نبی رضا خاں صاحب) ورزش کر رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ منزلہ مکان جنبش کر رہا ہے۔ ہم نے خدا سے التجا کی کہ ان کو ہمیں بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دُعا قبول فرمائی اور اُسی روز شام کو حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب بکمالِ آرزو و محبت آئے اور مُرید ہو گئے۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ رات کو اُن کو غیبی توجہ ہوئی اور وہ بہت دیر تک کمرے میں بے چینی اور بے قراری سے تڑپتے رہے، خدا نے اُن کے حال پر بہت کرم کیا اور نواز دیا، ہم نے بھی ان کو ضروری تعلیم و تلقین کر کے سپردِ خدا کر دیا۔ بعد ازاں ہم سفرِ ہندستان کے لئے بنارس کو روانہ ہوئے۔[2]

---

[1] حضرت فخر العارفین قبلہ کا ایک خاص طرزِ تکلم تھا۔ تصنّع، بناوٹ سے طبیعت کو تنفر تھا، عاجزی و انکساری، وقار اور کم گوئی مرغوب تھی، کسی امر کا انکشاف فرماتے تھے تو اس طرح پر "کہ اندازے سے معلوم ہوتا ہے"، یا "اندازہ ایسا ہے" یہ نہ فرماتے تھے کہ ہم کو ایسا بتلایا گیا ہے" یا ایسا معلوم ہوا ہے۔

[2] اسدِ جہانگیر حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کی حیاتِ مبارک کے حالات آپ کے جانشین و برادر خورد حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ نے اعجاز جہانگیری کے نام سے ترتیب دیکر شائع کر دیے تھے۔ تفصیل کے متمنی حضرات "اعجاز جہانگیری" کا مطالعہ فرمائیں۔ (مرتب)

مرید ہونے کے بعد حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کا انہماک مکمل طور پر تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تجلیۂ روح کی جانب ہو گیا۔ قدرت کی طرف سے خوبروئی، صحتِ مثالی، گداز قلبی، عزم محکم کا تحفہ عطا ہوا تھا، شیخ کامل کی تعلیم و تربیت اور صحبت نے عمل پیہم اور یقینِ کامل کی استعداد میں چار چاند لگا دیئے۔ منصب "مرتاض" پر فائز ہوئے، "اسد جہانگیر" کا خطاب مرحمت ہوا اور ان تمام امور کے بعد ۱۹۰۴ء میں اجازت و خلافت کے تاجِ جہانگیری سے سرفراز ہو کر لکھنؤ میں قیام کا حکم ہوا۔ مرشد کامل کے حکم کے مطابق آپ نے لکھنؤ ہی میں قیام فرمایا اور سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت و توسیع میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے شہر لکھنؤ، خصوصاً صدر بازار وغیرہ میں انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ ان ایام میں حضرت قبلہ کی آمد و رفت اپنے دولت کدہ مرشد نگر دبھینسوڑی شریف) بھی رہی، اور اجازت و خلافت کے بعد دربارِ عالیہ جہانگیریہ مرزاکھل شریف چاٹگام سے واپسی پر جب آپ مرشد نگر تشریف فرما ہوئے تو سب سے پہلے بیعت کا شرف حضرت قبلہ کے برادر خورد حضرت عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کو حاصل ہوا۔ اس کے بعد دیگر افراد بھی بکثرت دامنِ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ لیکن رشد و ہدایت کا مستقل مرکز لکھنؤ شریف ہی رہا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی ارادت و مقبولیت کے دائرے میں یوپی، راجستھان، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، پنجاب وغیرہ کی سرحدیں قدم بوس ہو گئیں، ابھی آپ قافلۂ جہانگیریہ کی شاہراہ کی تعمیر کے لئے نشانِ راہ بنانے میں مصروف تھے کہ مشیتِ ایزدی نے ۱۹۱۱ء میں اپنی جوارِ رحمت میں آپ کو بلا لیا۔ ارشادِ شیخ کی تعمیل میں لکھنؤ کو نہ صرف عارضی قیام گاہ ہی بنایا بلکہ مستقل آرام گاہ بھی یہیں بنائی۔ وصال کے بعد سے لکھنؤ صدر بازار قبرستان میں آپ کا مزارِ مبارک مرجع خاص و عام ہے۔

سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب کے وصال کے بعد ضلع رامپور کے انتخاب سے متعلق حضرت فخر العارفین کے ارشاد گرامی کا مفہوم ایکبارپھر مسئلہ لاینحل بن گیا، سرکار حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ نے حضر اور سفر میں جس انداز سے سلسلہ کے دائرۂ کار کو وسعت بخشی تھی اس سے یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ حضرت فخر العارفین کے ارشاد مبارک کا مرکز آپ کی ذات گرامی ہو سکتی ہے۔ وصال کے بعد روشنی کی لہروں میں دھیمے پن کا احساس ہونے لگا۔ نگاہیں اس ارشاد گرامی کے مفہوم کی تعبیر میں چہار جانب

اُٹھنے لگیں، غموں کی رات کے بعد طلوعِ سحر نے مژدۂ جانفزا سنایا اور آفتاب کی پہلی کرن ماہتابِ صبر و تسلیم و رضا حضرت محمد عنایت حسن شاہ کے نامِ مبارک کے ساتھ قلوب کو روشن کرنے لگی موصوف کو حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کے برادرِ خورد ہونے کے علاوہ سلطان العارفین قبلہ سے بیعت کا شرفِ اوّلین بھی حاصل تھا اور حضرت قبلہ نے چاٹگام سے واپسی کے بعد مرشد نگر میں چلّے کے بعد سینۂ مبارک سے لگا کر دولتِ روحانی بھی عطا فرمائی۔ طبیعت میں قناعت، کام میں مستعدی، معاملات میں ایمانداری، مزاج میں انکساری، اعزا و متعلقین کے ساتھ تواضع، اہلِ سلسلہ و طالبانِ حق کے ساتھ شفقت و عنایت، فرائض و واجبات، اَوراد و اشغال کی پابندی میں اہتمام، باطن انوارِ طریقت سے آراستہ، ظاہر پیراہنِ شریعت سے پیراستہ، آپ کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ وصالِ مرشد کے بعد دیگر داخلی و خارجی ذمہ داریاں بھی آپ سے متعلق ہو گئیں تو ملازمت پر نظرِ ثانی کا مرحلہ سامنے آیا متعلقین اور اہلِ سلسلہ کے مشورے پر ظاہری رہنمائی کے لئے دربارِ عالیہ جہانگیریہ کی حاضری اور رابطہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

اب سے پون صدی پہلے رامپور سے چاٹگام اور چاٹگام سے مرزا کھل شریف تک سفر کرنا کوئی آسان کام نہ تھا خصوصاً جبکہ سفر کے تمام مراحل سے مکمل طور پر اجنبیت ہو۔ طریقِ سفر سے ناآشنائی، تہذیب و معاشرت سے ناواقفیت، بنگلہ زبان سے عدمِ مناسبت، ان حالات میں اس قدر دُور دراز کا سفر کرنا بظاہر خارج از امکان نظر آتا تھا۔ مگر قدرتِ خداوندی کو جب کسی فرد سے کام لینا منظور ہوتا ہے تو ذرّے کو آفتاب کی تاب و توانائی عطا کر دی جاتی ہے۔ سلسلہ کی مرکزیت کے استحکام کے لئے اوپر والوں سے رجوع کی سبیل مشیّتِ ایزدی نے اس طرح ظاہر کی کہ آپ کے قصبہ مرشد نگر (بھینسوڑی شریف) میں ایک صاحبِ نسبت شخصیت صوفی محمد حسن صاحب کی تھی۔ جو سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قدس سرّہٗ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ اس مریدِ صادق کو اپنے مرشدِ گرامی سے خصوصی ربط تھا، وصالِ شیخ سے دل کی دنیا اُجڑ گئی تھی، اس خلاء کو پُر کرنے کے لئے اطراف و جوانب میں بہت چھان پھٹک کی، گوہرِ مراد ہاتھ نہ آیا، جوش نے اُکسایا، ہوش نے رہبری کی اور صوفی محمد حسن صاحب نے بھی تلاشِ منزل کے لئے

دربارِ عالیہ جہانگیریہ مرزا کھل شریف کی طرف رختِ سفر باندھا اور سفر کی مشکلات سے بے نیاز ہو کر ان دونوں حضرات نے ۱۳۲۹ہجری میں راہِ منزل میں قدم رکھ دیا، اور دربارِ عالیہ کی حاضری سے بہرہ ور ہوئے اُس وقت دربارِ عالیہ جہانگیریہ مرزا کھل شریف میں قطبِ عالم، فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ صاحب قُدِسَ سِرُّہٗ مسندِ جہانگیری پر جلوہ افروز تھے۔ شرف باریابی اور سعادت قدم بوسی کے بعد پُرسشِ احوال ہوئی گذارش احوالِ واقعی کے دوران حضرت خواجہ محمد حسن صاحب کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوگئی۔ ہچکیوں نے سلسلۂ گفتگو موقوف کر دیا، اشک آلود آنکھیں غمزدہ دل کی ترجمانی کر رہی تھیں ایک طرف شدتِ غم، دوسری طرف پاسِ ادب، قطب عالم کے چہیتے خلیفہ اور اپنے مرشد گرامی کے وصال کی خبر کس انداز سے اور کون سے الفاظ سے سُنائیں، مافی الضمیر کی ادائیگی کے لئے جگر کہاں سے لائیں۔ بے ربط الفاظ کے ساتھ جب یہ اندوہناک خبر سُنائی گئی تو اہل مجلس ہی نہیں بلکہ میر مجلس کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کا سیلاب اُمڈتا ہوا نظر آیا۔ مگر قربان جائیے قطب عالم کے صبر و تحمل اور راضی برضا رہنے کی اس شان پر، ارشاد فرمایا:

بھائی ہماری جان ہی نہیں بلکہ ہر ایک چیز امانت ہے۔ نبی رضا بھی ہمارے پاس امانت کے طور پر تھے، اُس ذاتِ پاک نے جب چاہا اپنی امانت واپس لے لی، اِس میں ہمارا یا کسی اور کا کیا اختیار۔ ہماری سعادت اور بندگی یہی ہے کہ اُس شہنشاہِ مطلق کے ہر ایک حکم پر سرِ تسلیم خم کر لیں اور اُس کی سمجھ میں نہ آنے والی مصلحت کو دل کی خوشی کے ساتھ قبول کر لیں

قطبِ عالم کی زبان مبارک سے صداقت اور پاکیزگی سے بھرپور ان الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہی غم کا طوفان تھم گیا، ضبطِ غم کا حوصلہ پیدا ہو گیا اور قلبِ مُضطر کو قرار آ گیا تو دونوں حضرات نے بکمال ارادت و عقیدت دامنِ عاطفت میں پناہ کی درخواست پیش کی۔ قطب عالم نے سکوت فرمایا، کیونکہ دربارِ عالیہ جہانگیریہ کا ایک دستور یہ تھا جس کے متعلق حضرت قطبِ عالم فخر العارفین قبلہ کا ارشادِ گرامی "سیرت فخر العارفین" میں کافی وضاحت کے ساتھ موجود ہے، اس کا مفہوم یہ ہے:

دربارِ عالیہ جہانگیریہ کے کسی بھی خلیفہ کا مرید ہمارا مُرید کہلائے گا، اس کی نگرانی کا تعلق

ہم سے ہوگا، احکام شریعت اور اعمالِ طریقت کی پابندی ہر حال میں ضروری ہے اس کے بعد ہی نسبتِ جہانگیریہ کا فیضان ہو سکتا ہے، ہم بہت ڈرنے والے آدمی ہیں، کوئی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتے۔''

دونوں حضرات کی گذارشِ بیعت پر قطب عالم کے سکوت پر دوبارہ اظہارِ مدعا کی جرأت نہ ہو سکی، ڈیڑھ ماہ تک دربار عالیہ جہانگیریہ میں قیام کی سعادت نصیب ہوئی. حضرت فخرالعارفین قبلہ کی شفقت وعنایت سے دامنِ مراد بھر کر وطن مراجعت فرمائی، اور مرشد نگر آکر دونوں حضرات کو ذمہ داریوں کا احساس برابر رہا۔ سلسلہ کی ترتیب وتنظیم کا کام لکھنؤ شریف ہی میں نہیں بلکہ دیگر مقامات پر بھی قطب عالم فخرالعارفین حضرت مولانا شاہ سید عبدالحیٰ قبلہ کی روحانی توجہات کے زیرِ سایہ انجام پذیر ہوتا رہا۔ یہ آپ کی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کے وصال کے بعد ہندستان میں پھیلے ہوئے وسیع سلسلہ کی تنظیم جس طرح خلفائے کرام نے فرمائی، یہ مقبول بارگاہ ہونے کا کھلا ہوا ثبوت ہے. سلسلہ کی وسعت میں اور مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا تھا اس کے لئے کسی مرکزی شخصیت کی ضرورت کا احساس بھی شدت سے بڑھتا جارہا تھا، ان حالات کو دیکھتے ہوئے ذمہ دار و اہلِ بصیرت سلسلہ والوں کی نظرِ انتخاب مرشد گرامی کے برادر خورد حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب پر مرکوز تھی، لیکن اس کے لئے اوپر والوں کا انتخاب اور اجازت امر ضروری تھا. اصحاب الرائے اور معتبر حضرات کے مشورے سے حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب اور حضرت صوفی محمد حسن شاہ صاحب و دیگر چند افراد پر مشتمل یہ قافلہ ۱۳۳۹ھ ہجری میں دوبارہ دربارِ عالیہ جہانگیریہ میں حاضری کے لئے عازم سفر ہو کر قطب عالم فخرالعارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٰ شاہ صاحب قبلہ کی خدمت اقدس میں قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔۔۔ دلوں کی بات نگاہوں کے درمیان پہونچ چکی تھی، لیکن الفاظ کے سانچے میں نہ ڈھل سکی. البتہ قطب عالم کے سکوت سے کسی آنے والے انقلاب کی نشاندہی کا احساس اہلِ بصیرت کر رہے تھے. جس کا آغاز اس طرح ہوا کہ اب کی مرتبہ دربار عالیہ جہانگیریہ میں حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کو سجادگان کی اقامت گاہ عطا کی گئی اور دیگر رفیقان سفر کو مریدین کی اقامت گاہ میں ٹھہرایا گیا۔ دربار عالیہ جہانگیریہ کا دستور یہ تھا کہ خلفاء کرام اور سجادہ نشین حضرات کو عام مریدین سے علیحدہ قیام گاہ

عطا کی جاتی ہے اور حسبِ مراتب معمولات و اشغال بھی جدا جدا ہوتے ہیں۔ قیام، طعام، گفتگو اجازتِ خلوت، اور دیگر امور میں حسبِ منصب فرقِ مراتب کا دستوری عمل آج بھی جاری ہے۔

خواجہ صوفی محمد حسن صاحب نے دامنِ عاطفت میں پناہ کی درخواست پیش کی تو حضرت فخر العارفین قبلہ نے ارشاد فرمایا:

"صوفی جی تمہارے معاملے میں ہم خموش ہیں، تمہارا ایک وقت آئے گا۔"

حضرت فخر العارفین قبلہ کی اس بشارت کے بعد کسی قسم کی مزید گفتگو کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد رخصت کی اجازت مرحمت فرمائی گئی، واپسی پر سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے ذمہ دار حضرات سے ملاقات ہوئی، حالات کی تفصیل معلوم ہونے پر ان حضرات کی خداداد بصیرت نے آنے والے دور کا مدوجزر پڑھ لیا، سالار کارواں کا انتخاب سجادہ نشینی کی صورت میں اوپر والوں کی اجازت سے عمل میں آچکا تھا۔ لیکن جن شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے ان کی تکمیل ابھی باقی تھی یہ کام بازیچۂ اطفال تو نہ تھا، بلکہ ہندستان میں سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں ایک نئی شان کا آغاز ہونے جا رہا ہے۔ اہلِ سلسلہ نے نہایت خلوص و احترام کے ساتھ مہمان نوازی کی، اس مبارک سفر کے بعد یہ قافلہ مرشد نگر آگیا۔ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کی ظاہری اور باطنی کیفیت میں بھی نمایاں تبدیلی ہوگئی۔ مزاج میں بھی اب دوسرا رنگ جھلکنے لگا۔ سلسلہ کی وسعت بھی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کر رہی تھی، اس احساس میں مزید شدت اُس وقت پیدا ہوگئی جب تمام اہل سلسلہ کے سامنے سب سے بڑا المیہ پیش آیا کہ ۱۳۳۹ھ ہجری میں قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ اب ملازمت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا مشکل نظر آیا تو آپ نے ترک ملازمت کر دی حالانکہ ملازمت کے علاوہ کوئی اور مستقل ذریعہ معاش نہ تھا، اگرچہ زمینداری بھی تھی، لیکن کسانوں کے ساتھ مروجہ زمیندارانہ برتاؤ نہ آپ نے کبھی کیا اور نہ پسند فرمایا۔ اس لیے زمینداری سے آمدنی نہ ہونے کی برابر تھی، چنانچہ ترکِ ملازمت پر اہل خانہ کو تعجب اور حیرت ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"لو بھئی ہم تو آ گئے ہیں، پہلے لنک کلاتھ اور بوسکی پہنتے تھے، اب کھدر پہن لیا کریں گے
پہلے عمدہ قسم کا کھاتے تھے، اب دال روٹی پر گذر بسر کرلیں گے، سب اللہ مالک ہے"
اگرچہ ان حالات میں ترکِ ملازمت بظاہر کوئی دانشمندانہ اقدام نہ تھا، لیکن "رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند"

ترک ملازمت کے بعد کچھ عرصہ مرشد نگر قیام رہا، اب سلسلۂ عالیہ کی اشاعت، ترتیب اور تنظیم کے لئے غور و فکر اور عملی قدم اُٹھانے کے سلسلہ میں سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کی سعادت میسر ہوئی۔ مرشد گرامی کے عزیز القدر بھائی کی تشریف آوری پر حضرت سلطان العارفین قبلہ کے مُریدوں نے بہت اہتمام کیا، اوپر والوں کی جانب سے جو منصب عطا ہوا تھا اس کی تکمیل میں نہایت خلوص اور توجہ کے ساتھ منہمک ہو گئے۔ سلسلہ جہانگیریہ کے تمام افراد کی نگاہیں آپ کی طرف لگی ہوئی تھیں اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اس امانت کی سپردگی کا عام اعلان کیا جائے اور تاج جہانگیری سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن صاحب قبلہ کے سرِ مبارک کی زینت بنے ۱۳۴۳ ہجری میں سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے معتبر اور مستند حضرات کے پُر نور مجمع روحانی میں سلطان العارفین قبلہ کی رُوحانی توجہ کے مطابق آپ کی سجادہ نشینی کا اعلان کیا گیا اور نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا تمام حاضرین مجلس نے قلبی مسرت اور خلوص کے ساتھ اس کی تائید کی اور نذریں گذاریں۔ اس روحانی فضا میں ایک دل ایسا بھی تھا جو منزل کی تلاش میں برسوں سے تڑپ رہا تھا، جس نے تلاشِ منزل میں قرب و جوار اور دُور دراز کے سفر کئے، کہاں کہاں کی جھلکیاں دیکھیں۔ منزل نہ ملی، اور نہ منزل ملنے کی کوئی صورت نظر آئی۔ بالآخر اس صدائے غیبی کی طرف آپ متوجہ ہوئے
"صوفی محمد حسن صاحب آپ کی منزل تو آپ کے بالکل قریب ہے، آپ کہاں منزل تلاش کر رہے ہیں، قدم آگے بڑھائیے اور اس سعادت سے دامنِ مراد بھر لیجئے، عرض کیا گیا کہ "حضور میں تو پہلے ہی سے بندۂ بے دام ہوں"، صاحب سجادہ کے مبارک لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، ارشاد فرمایا۔

"صوفی جی آپ کی ضرورت ہے، آپ سے سلسلہ کا بہت کام ہوگا، آپ کا داخلِ سلسلہ ہونا باعثِ افتخار ہے۔" آپ نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے قدم بوسی کی اور سب سے پہلے حضرت شاہ محمد عنایت حسن صاحب قبلہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اور اسی وقت اجازت و خلافت کی سعادت سے بھی سرفراز ہوئے۔ قطبِ عالم حضرت فخر العارفین قبلہ کی خموشی کا راز آج ظاہر ہوگیا۔ لیکن آپ کے ارشاد مبارک کا دوسرا حصہ کہ "تمہارا ایک وقت آئے گا۔" ابھی تک پردۂ راز میں تھا۔ ۱۳۶۰ھ ہجری میں سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ نے رحلت فرمائی اور مرشد نگر میں آپ کی ابدی آرام گاہ قرار پائی۔ آپ کے وصال کے بعد صاحبزادۂ محترم حضرت راحت میاں قبلہ نے مسند سجادگی کو زینت بخشی، لیکن آپ پر استغراقی یا جذبی کیفیت کا غلبہ تھا، اس لیے مرشد نگر و قرب و جوار میں سلسلہ کی تنظیم اور توسیع سے متعلق امور قدرتی طور پر سلطان الاولیاء حضرت صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ کی ذاتِ مبارک سے متعلق ہو گئے۔ آپ نے اپنی لگن، خلوص، مسلسل جدوجہد، اور فہم و دانش کے ساتھ سلسلہ کی توسیع اس طرح فرمائی کہ ایک طرف تو قطبِ عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبد الحی شاہ صاحب قبلہ کی عالی بیانے پر سلسلہ کی توسیع کی پیشگوئی کا اہلِ جہان نے مشاہدہ کرلیا، دوسری طرف آپ کی بشارت کی تعبیر سلطان الاولیاء کی ذاتِ گرامی کی صورت میں جلوہ نما ہوئی، کہ لاکھوں کی تعداد میں ہندستان اور بیرونِ ہند کے افراد سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں آپ کے توسط سے داخل ہوئے۔ زیرِ نظر کتاب کی ترتیب تک اکیسو پچاس سے زیادہ خلفاء کرام کے اسمِ گرامی معلوم ہو سکے۔ جبکہ ۲۵۰ خوش بخت افراد ہوں گے جن کو اجازت و خلافت عطا کی گئی اور موجودہ فہرست میں ان کا نام شامل نہ ہو سکا۔ ۱۳۷۹ھ ہجری میں چھتیس ۳۶ برس تک بندگانِ حق کی روحانی اور اخلاقی رہنمائی فرماتے ہوئے سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ محمد حسن شاہ صاحب قبلہ نے رحلت فرمائی۔ آپ کے وصال کے بعد ہمشیرہ زادہ عزیز الاولیاء حضرت صوفی عبد العزیز شاہ صاحب قبلہ مسند سجادگی پر جلوہ آرا ہوئے۔ بارہ ۱۲ برس تک سلسلہ کی توسیع میں آپ نے بھرپور کوشش فرمائی، ۱۳۹۱ھ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے نورِ چشم محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف منے میاں قبلہ مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہیں۔ ....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ ریاست رامپور

ملک ہندستان میں صوبہ یوپی (اترپردیش) کے نقشہ پر ضلع مرادآباد، بریلی، بدایوں، پیلی بھیت، اور نینی تال کے درمیان قلب کی حیثیت سے نمایاں مقام "ضلع رامپور" کہلاتا ہے۔ دو ہزار تین سو تیئیس مربع کیلومیٹر پر مشتمل یہ ضلع آبادی، رقبہ اور جغرافیائی اعتبار سے زیادہ مشہور نہ ہونے کے باوجود مردم خیزی اور مردم پروری کی خصوصیات کی بنا پر ایک انفرادیت بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سرزمین کی آغوش میں کاملانِ علم وفن، صاحبانِ شریعت و طریقت اور روالیان سریر سلطنت نے آنکھیں کھولیں، پرورش پائی، اور تاریخ نویسی نہیں بلکہ تاریخ سازی کی، قلم اور تلوار، علم اور اخلاق، شجاعت اور سخاوت کا یہ علاقہ سنگم رہا ہے۔ یہاں ایسے افراد عرصۂ ہستی پر نمودار ہوئے جن کے تاریخی کارناموں کی وجہ سے نہ صرف رامپور ہی کو شہرت اور ناموری حاصل ہوئی بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی زندگی کے راستوں پر یہ افراد چراغ روشن کر گئے۔ قدرتی طور پر بھی یہاں کی زمین نرم، زرخیز اور پیداواری صلاحیت سے بھرپور ہے۔

چراغوں کی لو ذرا اور بڑھا کر ماضی کے جھروکوں میں جھانکنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اگر رزم گاہوں سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں، تلواروں کی جھنکار، بندوق اور توپ کے گولوں کے دل دہلانے والے دھماکے سنائی پڑیں گے تو بزم گاہوں میں سخن آفرینی اور سخن فہمی کی ترنم ریزیاں بھی تھیں، صوفیاء کرام کی مجالس حقیقت و معرفت کی قندیلوں سے روشن تھیں، محبت اور عداوت، لہجہ کی سختی اور قلب کی نرمی، وفاداری اور بیوفائی، آن کے لئے جان قربان کر دینا اس خطّہ کی روایات میں سے ہے، قلم اور تلوار میں ربط کے لئے یہ ریاست اپنی مثال آپ ہے۔

یہ علاقہ نہ صرف مردم خیز رہا بلکہ مردم شناس اور مردم پرور بھی رہا ہے۔ باہر سے آئے ہوئے ان گنت افراد کا اس سرزمین نے شایانِ شان خیر مقدم کیا، قدر شناسی کی اور حسبِ مراتب عزت افزائی کی، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ سقوط اودھ اور دہلی کے بعد یہ ریاست اہل علم و فن کا ایسا مرکز بن گئی تھی کہ اس کی روشنی سے اطراف و جوانب کے علاقے بھی روشن ہو گئے۔ محترم حکیم نجم الغنی صاحب نے "تاریخ رامپور" میں ان شہ پاروں کو جمع کرکے اک یادگاری دستاویز ہمارے لئے چھوڑی ہے اور اب محترم حکیم محمد حسین صاحب شفا نے "تذکرہ کاملان رامپور" رقم فرما کر تعارفی خاکہ میں حسین رنگ بھرے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس خطہ کی کھوج قدیم تاریخ پانچال پردیش کی چھان بین سے ہونی چاہیئے تھی۔ متعدد مقامات کی کھدائی میں قدیم تہذیب کے آثار ملے ہیں۔ تاریخ نویسی میرا موضوع نہیں، بلکہ مرشد نگر (بھینسوڑی شریف) بھی اسی خطہ کا ایک جزو ہے، جہاں ہمارے حضرت قبلہ الحاج خواجہ محمد حسن شاہ سلطان الاولیاء آرام فرما ہیں، اس لئے ربطِ موضوع کی بنا پر ریاست رامپور کی تاریخ تاسیس اور ہلکا سا پس منظر پیشِ خدمت ہے۔

قدیم ہندستان کے پڑوسی ملک افغانستان میں ایک علاقہ "روہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اس نام کی مناسبت سے یہاں کے رہنے والوں کو "روہیلہ" کہا جاتا ہے۔ اسی علاقہ میں "داؤد خاں" نامی ایک لڑکا رہتا تھا۔ بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، یتیمی کے سائے اور بھی گہرے ہو گئے جب کچھ دنوں کے بعد آغوشِ مادری سے بھی یہ محروم ہو گیا۔ ایک نیک دل اور صاحب ثروت پڑوسی "شاہ عالم" نے اس یتیم کو بیٹا بنا کر محبت و خلوص کے ساتھ اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت شروع کردی۔ داؤد بھی اپنے محسن اور کرم فرما کی خدمت و حکم بجا آوری میں دل و جان سے لگا رہتا تھا۔ اس کی ذہانت اور فہم و جذبۂ اطاعت کی وجہ سے شاہ عالم اس یتیم کی محبت اپنی سگی اولاد سے بھی زیادہ کرتا تھا۔ اس گھر میں آکر داؤد کو اپنے اکیلے پن اور بے چارگی کا احساس نہ ہُوا۔ مگر جوں جوں اس کا شعور پختہ ہو رہا تھا اُس کو یہ احساس ستانے لگا کہ اس پیار بھرے ماحول میں دو آنکھیں ایسی بھی ہیں جو اُس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیتی رہتی ہیں اور شاہ عالم

کی شفقت و مہربانی کا رویہ ان آنکھوں کو ایک نظر نہیں بھاتا، یہ تھی شاہ عالم کی بیوی! اس کے رویے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اگر میرے شوہر کی توجہ اسی طرح اِس یتیم لڑکے کی طرف رہی تو وہ دن دُور نہیں کہ راج پاٹ کا مالک یہی بن جائے گا۔ اس کی تیکھی نظریں جب اس یتیم سے برداشت نہ ہو سکیں تو ایک دن اُس نے اپنے محسن اور کرم فرما شاہ عالم کی خدمت میں گذارش کی کہ ہمارے پڑوسی ملک ہندستان کے علاقۂ ہری دوار کے میلے میں عمدہ قسم کے گھوڑے فروخت ہوتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں گھوڑوں کی تجارت شروع کر دوں داؤد کی اس گذارش کو شاہ عالم نے قبول کر لیا۔ اور اچھی خاصی رقم اس کے حوالے کر کے ہندستان روانہ کر دیا۔

داؤد خاں نے کچھ اور لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال بنا کر آمادۂ سفر کر لیا۔ اور ایک مختصر سا قافلہ بنا کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ۱۷۰۷ء کے لگ بھگ افغانستان سے ہندستان میں اترپردیش کے علاقۂ کٹھیر میں آ گیا۔ یہی علاقہ بعد کو روہیل کھنڈ کہلایا۔ روہیل کھنڈ کا یہ علاقہ پیلی بھیت، بریلی، بدایوں، رامپور، سنبھل، مراد آباد وغیرہ پر مشتمل تھا۔

اتفاق کی بات کہ اُسی برس مغلیہ سلطنت کے حکمراں اورنگ زیب عالمگیر نے انتقال کیا، وارثین حصولِ سلطنت کے لئے آپس ہی میں دست و گریباں ہونے لگے، سلطنتِ مغلیہ کی مرکزیت کمزور ہونے لگی، عوام کے سروں پر لاقانونیت کے بادل منڈلانے لگے شاہراہِ حیات پر مشکلات کا پہرہ لگ گیا، اور طاقت کا نام قانون بن گیا۔ اس افراتفری اور شہر آشوبی کے دَور میں پردیس سے آئے ہوئے نوجوان کی نظریں بہت دُور تک دیکھنے لگیں، اپنی طاقت کو بڑھانے اور مستحکم کرنے کے لئے کچھ گھڑ سواروں کی ایک مختصر سی فوج بنالی، اور کمایوں کے علاقہ میں پڑاؤ کر لیا۔ پھر رفتہ رفتہ اس مختصر نفری میں اسّی سوار، اور تین سو پیادہ جوان شامل ہو گئے، انھوں نے بدایوں کے زمیندار شری دُرگا سہائے اور لکشمن سنگھ کے یہاں نوکری کر لی۔ ایک مرتبہ رتن گڈھ کے زمیندار کنچن سنگھ کو بہیڑی کے زمیندار کھیم کرن نے لوٹ لیا، کنچن سنگھ داؤد خاں کا دوست اور لکشمن کا ملنے والا تھا، لکشمن سنگھ نے داؤد

خاں کو کھیم کرن سے بدلہ لینے کے لئے آمادہ کرلیا۔ داؤد خان نے کھیم کرن کے علاقہ بہیڑی پر (جو اب بریلی کی ایک تحصیل ہے) حملہ کرکے بہت سے سازو سامان کے ہمراہ فتحیابی حاصل کی، اس لڑائی کے بعد واپسی پر موضع باکولی میں داؤد کو لاوارث لڑکا پڑا ہوا ملا۔ ذہن میں بچپن کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ اس نے لاوارث بچّے کو اُٹھا کر اپنا بچّہ بنالیا، اور اولاد کی طرح اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت شروع کردی اور علی محمد اس کا نام رکھا۔

تاریخ کس طرح اپنے آپ کو دُہراتی اور قدرتِ خداوندی کی جلوہ گری کس طرح ہوتی ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا، یہی لاوارث لڑکا جس کا نام داؤد خان نے علی محمد رکھا تھا، بالکل اپنے محسن اور مربّی داؤد خاں کی طرح ذہین، ہوشیار اور منتظم تھا۔ شجاعت اور فراست میں بھی اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھا۔ اس لڑکے کی یہ تمام خوبیاں دیکھ کر داؤد خاں کو یقین ہوگیا کہ علی محمد خان ہی میرا صحیح جانشین ہوگا، حالانکہ داؤد خاں کا بیٹا محمد خان بھی تھا۔ مگر قدرتی طور پر جو اعلیٰ صلاحیتیں اس لاوارث کو عطا کی گئی تھیں اس کی سگی اولاد میں مفقود تھیں۔ داؤد خاں کی شجاعت، حُسنِ سلوک اور بہتر انتظام کی وجہ سے اس کی شہرت روز بروز بڑھتی گئی، اور اس کی فوج میں بھی نمایاں اضافہ ہوگیا۔ ایک بار دہلی کی طرف سے مرہٹوں نے بھی حملہ کیا، لیکن ان جنگوں میں کامیابی داؤد خان کے حصّے میں آئی۔ اس کی بہترین کارکردگی اور شجاعت کے صِلے میں دلّی کی حکومت کی جانب سے داؤد خاں کو انعام و اکرام سے نوازا گیا اور بدایوں و بریلی کا کچھ علاقہ عطا کیا گیا، مگر آس پاس کے زمینداروں نے داؤد خاں کی بڑھتی ہوئی شہرت، روز افزوں طاقت کو اپنے لئے خطرہ محسوس کیا، ایک معاہدہ کے تحت کمایوں کے راجہ دیوی چند نے داؤد خاں کو اپنے یہاں نوکری دیدی اور پھر موقع پا کر ۱۷۲۶ء میں داؤد خاں کو قتل کرادیا۔ داؤد خاں کے قتل کے بعد روہیلوں کا شیرازہ منتشر ہوگیا، اور افغانی فوج مرادآباد کے ضلع میں پھیل گئی، وہیں بود و باش اختیار کرکے حالات

کے اعتدال پر آجانے کے بعد بیس برس کی عمر میں روہیلہ خانوادہ کے معزز افراد نے اُسی لاوارث لڑکے علی محمدؔ خان کو اپنا سردار منتخب کر لیا۔ علی محمدؔ خان نے اپنے محسن اور مربیّ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تجارت شروع کر دی اور علاقہ شاہ آباد کے راجہ کے یہاں ملازمت بھی کر لی۔ اُسی زمانہ میں آنولہ کے زمیندار دُرجن سنگھ سے علی محمدؔ خان کی جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں دُرجن سنگھ مارا گیا اور ۱۷۳۰ء میں علی محمدؔ خان نے آنولہ کو مرکز بنا لیا اور اپنی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔ ۱۷۴۴ء میں کمایوں کے راجہ دیوی چندر سے اپنے محسن و مربیّ کا بدلہ لیا اور اس کی ریاست الموڑہ پر قبضہ کر لیا۔ اس فتح سے روہیلہ سردار علی محمدؔ خان کی شہرت تمام علاقوں میں پھیل گئی، علی محمدؔ خان میں فہم و فراست، سخاوت و شجاعت کے ساتھ ساتھ حکومت کے نظم و نسق کا سلیقہ بھی بدرجۂ اتم موجود تھا، اُس نے اپنے مقبوضہ علاقہ آنولہ کو ہندستان کا ایک محفوظ اور مضبوط ترین قلعہ بنا لیا۔ چہار جانب حفاظتی انتظامات عمدہ پیمانے پر کر دیئے گئے۔

اسی اثنار میں افغانستان سے داؤد خاں کے محسن اور کرم فرما مربیّ شاہ عالم کا لڑکا حافظ رحمت علی خان اپنے خاندان اور دیگر افراد کے ساتھ علی محمد خان کے پاس آگیا، اب روہیلوں کی زیادہ تعداد ہونے کی وجہ طاقت میں بھی نمایاں اضافہ ہو گیا۔ مغلیہ سلطنت کے حکمراں محمد شاہ نے دلّی سے اور نواب اودھ نے کئی مرتبہ روہیلوں کی طاقت کو ختم کرنا چاہا لیکن اُن کو کامیابی نصیب نہ ہوئی، دلّی کے بادشاہ محمد شاہ نے تین بار حملہ کی ناکامی کے بعد آخر کار علی محمد خان کے ساتھ مصالحت کر لی اور اس کے بعد فوجی کارروائی کا مشیر خاص بنا کر پنجاب کے علاقہ سرہند میں گورنر کے درجہ پر آپ کا تقرر کر دیا۔ وہاں جا کر آپ نے اپنی حکمت عملی سے سلطنت مغلیہ سے بغاوت کرنے والوں پر مکمل فتح حاصل کر لی، چاروں طرف امن و امان کا دور دورہ ہو گیا۔ اڑھائی برس تک وہاں رہنے کے بعد آپ اپنے علاقہ میں واپس آگئے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ علاقہ بریلی، رامپور، مراد آباد، سنبھل وغیرہ پر مشتمل تھا، اور ان علاقوں پر آپ نے اپنی گرفت مضبوط کر کے آنولہ کو صدر مقام بنا لیا تھا۔ اُس زمانے میں آنولہ بہت خوشحال، متمدّن،

ترقی یافتہ اور زرخیز علاقہ مانا جاتا تھا دیگر خصوصیات سے قطع نظر آنولہ میں سیکڑوں مدارس اور نستّرہ[1] سو مساجد تھیں، جس کی وجہ سے اس علاقہ کو "بخارا رہند" کہا جاتا تھا۔ اس زمانے میں علی محمد خاں کی حکومت کمایوں پہاڑ کے دامن سے گنگا کے کنارے تک پھیلی ہوئی تھی، اس تمام علاقہ میں آپ کا سکہ چلتا تھا، مورخین اور شعراء نے علی محمد خاں کے دورِ زرین کا تذکرہ بہت عمدہ انداز میں کیا ہے۔ لکھا گیا ہے کہ ان کے دَورِ حکومت میں انصاف پروری، مساوات اور قومی یک جہتی، تعلیمی و تہذیبی ترقی، امن و امان، آپس میں بھائی چارگی عام تھی۔ عوامی زندگی سے حکومت کی سطح تک مسلمانوں کے شانہ بشانہ، قدم بقدم غیر مسلم بھی نظر آتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے با اعتماد وزیر داخلہ جے سنگھ رائے تھے، ان ہی کے ذریعہ ۱۷۴۰ء میں سلطنتِ مغلیہ کے ساتھ جنگی اور دفاعی معاہدہ کیا گیا تھا۔

اس عظیم المرتبت فرماں روا کا جب آخری وقت آیا، تو آپ نے عوام میں منادی کردی کہ "جس کسی کا کوئی حق مجھ پر ہو، وہ آکر مجھ سے وصول کرلے"۔ اس کے بعد آپ نے اپنے تمام ملازمین کی تنخواہ ادا کی، بلکہ پچیس ۲۵ لاکھ روپیہ تنخواہ سے زائد تقسیم کرایا، آپ کی حکومت کی وسعت کے لئے "از سنگ تا گنگ" کا مقولہ زبان زد عوام تھا۔ کیونکہ آپ کی حکومت کی حدود کمایوں پہاڑ سے گنگا کے کنارے پھیلی ہوئی تھیں۔ ان حدود میں آپ کے نام کا سکہ چلتا تھا، اور آپ کا ڈنکا بجتا تھا۔ بیلی میں ٹکسال تھی۔ ان تمام امور سلطنت اور عوام کے فلاحی کاموں کے علاوہ تعمیرات پر بھی علی محمد خاں نے کافی توجہ کی۔ آنولہ اور دیگر مقامات پر آثار قدیمہ آج بھی زمانہ قدیم کی تاریخ سُنا رہے ہیں، آپ کی گیارہ اولادیں تھیں، نواب عبداللہ خاں، نواب فیض اللہ سعد اللہ خاں، محمد یار خاں[1] امیر اللہ یار خاں، مرتضیٰ خاں، شاہ بیگم، نیازی بیگم، معصوم[2] بیگم، عنایت بیگم، اور ایک لڑکی کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا۔

---

[1] یہ اپنے وقت کے بہت بلند پایہ شاعر رہے ہیں۔

[2] معصوم بیگم عبدالقادر روہیلے کی ماں تھی، یہ عبدالقادر وہی ہے جس نے دہلی کے بادشاہ شاہ عالم کی آنکھیں نکال لی تھیں۔

نواب علی محمد خاں کے انتقال کے بعد حافظ رحمت علی خاں پسر شاہ عالم نے جو روہیلہ فوج کے سپہ سالار تھے، روہیلکھنڈ کو نواب علی محمد خاں کی اولاد اور روہیلہ سرداروں میں بانٹ دیا۔ اس تقسیم میں حافظ رحمت علی خاں کے حصہ میں بریلی اور پیلی بھیت کی نوابی آئی، اس بٹوارے کے نتیجہ میں روہیلوں کی طاقت میں اکائی نہ رہی، نظم ونسق پر گرفت ڈھیلی پڑ جانے کی وجہ سے موقع کو غنیمت جان کر انگریز، اودھ کے نواب، مرہٹوں اور فرخ آباد کے نوابوں نے حملے شروع کر دیئے اور روہیلکھنڈ کے کافی علاقے ہاتھ سے نکل گئے، صرف وہ حصہ جو نواب فیض اللہ خاں کے تحت تھا باقی رہا۔ نواب علی محمد خاں کے انتقال کے وقت اُن کے بڑے صاحبزادے عبداللہ خاں اور فیض اللہ افغانستان میں تھے، اس لئے تیسرے صاحبزادے سعداللہ خاں کے سپرد امور سلطنت کر دیئے گئے۔ جب دونوں بھائی افغانستان سے واپس آئے تو زمام حکومت عبداللہ خاں کو سونپ دی گئی ان کے بعد نواب سعداللہ خاں بر سر اقتدار آئے تو ان کو نو عمر اور نا تجربہ کار سمجھ کر ۱۷۴۸ء میں اودھ کے نواب کے اشارے پر نواب قائم خاں بنگش (والی ریاست فرخ آباد) نے روہیل کھنڈ پر حملہ کر دیا۔ لیکن نواب سعداللہ خاں نے ۲۲ نومبر ۱۷۴۸ء میں نواب قائم خاں بنگش کو شکست دے کر اپنے علاقہ کی مزید توسیع کر لی۔ نواب سعداللہ خاں تلوار کے دھنی اور باتدبیر شخصیت کے مالک تھے، ان کے مشیران خاص اور خصوصی معاونین میں حافظ رحمت خاں، ملا محسن خاں، کاظم خاں شیدا، سید احمد خاں گیلانی، حکیم فیض محمد، سید محمد معصوم وغیرہ شامل تھے، آپ کے چھوٹے بھائی محمد یار خاں امیر کو شاعری اور سنگیت سے بہت لگاؤ تھا، قائم چاند پوری، فدوی لاہوری، محمد نعیم پروانہ، علی شاہ شاعر، حکیم اکبر علی کبیر، میاں عشرت، اور مصحفی وغیرہ کے وظائف آپ کی جانب سے مقرر تھے۔ نواب سعداللہ خاں کے بعد عبداللہ خاں تھوڑے وقفہ کے لئے بر سر اقتدار آئے، طبیعت کا میلان امور سلطنت کی طرف نہ ہونے کی وجہ اس ذمہ داری سے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ جانور پالنے کا شوق تھا، سانپ اور شیر زیادہ پالتے تھے، ان کی موت بھی ایک پالتو سانپ کے کاٹنے سے

واقع ہوئی، فارسی کے بہترین شاعر تھے، آپ فارسی کا استعمال مادری زبان کی طرح کرتے تھے، جو غزل کہتے، کسی کو دیدیتے، احباب کے اصرار پر انتقال سے ڈیڑھ برس بیشتر آپ نے اپنے کہے ہوئے دوہے میر فیض علی پسر میر حسن دہلوی کے سپرد کرکے ترتیب کے لئے فرمایا، انھوں نے آپ کے تمام کلام کو جمع کردیا، جو آج بھی رضا لائبریری رامپور کی زینت ہے۔ آسی مبتلا اور آزاد تخلص فرماتے تھے۔

مُصطفےٰ آباد (رامپور) کا سنگ بُنیاد

نواب عبداللہ خاں اسی کے بعد ۱۷۷۴ء میں جب نواب فیض اللہ خاں سریر سلطنت پر رونق افروز ہوئے تو انھوں نے ۱۷۷۵ء میں رام پور کا نام بدل کر مصطفےٰ آباد رکھا، جس کی مختصر روداد اس طرح ہے۔ "تاریخ بتلاتی ہے کہ نواب علی محمد خاں کی اولاد میں نواب فیض اللہ خاں سب سے زیادہ سمجھدار اور سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے تھے، والد صاحب بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے، سلطنت مغلیہ کے حکمراں شاہ عالم سے سمجھوتے کے بعد جب پنجاب کے علاقۂ سرہند کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا، اُس وقت بھی فیض اللہ خاں اپنے والد کے ہمراہ گئے تھے، نواب علی محمد خاں تو اڑھائی برس وہاں رہ کر نظم ونسق درست کرکے اپنے علاقہ آنولہ واپس آ گئے تھے مگر فیض اللہ خاں پنجاب کے قلعہ میں رہنے لگے۔ مارچ ۱۷۴۸ء میں افغانستان کے شہنشاہ احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کردیا، واپسی پر دیگر ساز وسامان کے ساتھ فیض اللہ خاں اور عبداللہ خاں کو بھی احمد شاہ اپنے ہمراہ افغانستان لے گیا۔ یہ اپنے والد نواب علی محمد خاں کے انتقال (۱۴ ستمبر ۱۷۴۹ء) کے تین سال بعد روہیل کھنڈ کے صدر مقام (آنولہ) واپس آئے اس درمیان میں آپ کے چھوٹے بھائی سعد اللہ خاں امور حکمرانی انجام دیتے رہے، افغانستان سے واپسی پر تمام علاقے کا انتظام آپ کے سپرد کردیا گیا، ۱۷۵۱ء میں آپ کو نواب بنا دیا گیا، لیکن آپس میں جھگڑے شروع ہوگئے، ۱۷۵۳ء میں نواب علی محمد خان کی اولاد اور روہیلہ سرداروں

نے روہیل کھنڈ کو چھوٹے چھوٹے حصّوں میں بانٹ لیا، اس بٹوارے میں رام پور اور شاہ آباد کا علاقہ نواب فیض اللہ کے حصّہ میں آیا۔ ۱۷۷۴ء میں انگریزوں اور اودھ کے نواب شجاع الدولہ نے روہیل کھنڈ پر حملہ کر دیا، جس میں بہت سے روہیلہ سردار مارے گئے مگر نواب فیض اللہ آخر وقت تک بہادری کے ساتھ لڑتے رہے، اس شجاعت کی بناء پر انگریز اور نواب شجاع الدولہ نے ان کی جاگیر کو باقی رکھا اور ایک سمجھوتے کے تحت ان کو نواب مان کر ایک فرمان جاری کیا، یہ سمجھوتہ ۷ ؍اکتوبر ۱۷۷۴ء کو شجاع الدولہ، کرنل چمپئن اور نواب فیض اللہ خاں کے درمیان ہوا۔ ابتداء میں نواب فیض اللہ خاں شاہ آباد رہے، اور نئے مرکز کے لئے اپنے بھتیجے مصطفےٰ خاں کی صدارت میں ایک کمیٹی قائم کی، پھر کچھ ماہ کے بعد ۱۷۷۵ء میں رام پور کو مرکز بنا کر اس کا نام مصطفےٰ آباد تجویز کیا گیا۔ نواب فیض اللہ خاں نے مصطفےٰ آباد کے چاروں طرف بانس کا جنگل لگوایا، اور دس دروازے بنائے، قلب شہر میں پڑھے لکھے خاندان، مسلم اور غیر مسلم ملازمین کو آباد کیا گیا، اور شہر کے چاروں طرف فوجی قبائل کو آباد کیا، آج بھی شہر کے اطراف میں متعدد محلّے ان قبائل کے نام کے ساتھ منسوب ہیں۔

بانیٔ مصطفےٰ آباد نواب فیض اللہ خان کے بعد ان کے صاحبزادے محمد علی خاں نواب بنائے گئے، آپ اپنی فوج کو اپنے اعتماد میں نہ لے سکے، اس بنا پر ایسی افراتفری اور ہنگامہ آرائی ہوئی کہ آپ کو ترک وطن کر کے کچھ عرصہ کے لئے اودھ کے نواب آصف الدولہ کے یہاں قیام کرنا پڑا، آصف الدولہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا، اور یہ بھی شیعہ ہو گئے، روہیلہ خاندان میں آپ پہلے شیعہ ہوئے، لکھنؤ سے واپسی پر مصطفےٰ آباد میں آپ نے آصف الدولہ کے طریقوں کو رائج کرنا چاہا، جس پر عوام الناس نے ان کے خلاف آواز اٹھائی ہنگامہ ہوا، اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ اس شورش میں آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے، اس اختلافی لہر میں ان کے بھائی غلام محمد خاں نے عوام الناس کا ساتھ دیا تھا، اس لئے نواب محمد علی خاں کے قتل کے بعد غلام محمد خاں نواب بنائے گئے، ۱۷۹۴ء میں فوجی مشیر کاروں کی رائے سے آپ گدّی پر بیٹھے، بہت بہادر اور

عقل مند تھے، آپ کی مقبولیت اور طاقت سے خوفزدہ ہو کر انگریزوں اور نواب آصف الدولہ نے روہیل کھنڈ پر حملہ کر دیا، یہ لڑائی "جنگ دو جوڑا" کے نام سے یاد کی جاتی ہے جو ۲۳ر اکتوبر ۱۷۹۴ء کو فتح گنج ضلع بریلی میں لڑی گئی، اپنوں کی غداری کی وجہ سے آپ کو شکست ہوگئی، جس کی وجہ سے آپ کو ترک وطن کرنا پڑا، آپ کے بعد آپ کے بڑے بھائی مقتول نواب محمد علی خاں کے صاحبزادے احمد علی خاں کو ۲۹ر نومبر ۱۷۹۴ء میں نواب بنایا گیا، صوفی منش تھے بزرگوں اور صوفیوں کی بہت عزت کرتے تھے، شاعری سے لگاؤ تھا، رند تخلص تھا، عمارتیں بنوانے کے ساتھ ساتھ تعلیمی ترقی پر بھی کافی توجہ دی، سرکاری لائبریری کو کافی ترقی دی، سنسکرت اور مختلف ہندستانی کتابوں کے اردو میں تراجم کا اہتمام کیا، نواب احمد علی خاں کو رامپور کا اکبر کہا جاتا ہے، مصطفےٰ آباد کے بانی نواب فیض اللہ خاں جس حویلی میں رہتے تھے اس کو بہت عالی شان عمارت میں بدل کر ۱۸۱۵ء میں "خورشید منزل" کے نام سے آباد کیا۔ چار برس کے مختصر عرصہ میں آپ نے ریاست اور عوام کی فلاح کے بہت سے کام انجام دیئے۔ ۲۶ر جولائی ۱۸۴۰ء میں سفر آخرت فرمایا۔ ان کے بعد نواب غلام محمد خاں کے صاحبزادے محمد سعید خاں ۲۰ر اگست ۱۸۴۰ء میں نواب بنائے گئے، تعلیم کے زیور سے آراستہ اور اہل علم کے قدردان تھے، تعلیم واستعداد کے مطابق افراد کو عہدوں پر مقرر کرنا آپ کا اصول تھا، علامہ فضل حق خیر آبادی (امام منطق اور مشہور فلسفی)، حکیم احمد خاں فاخر، مہدی علی خاں ذکی آپ کے دربار سے منسلک تھے۔ تعمیر سے بہت شوق تھا، امام باڑہ موتی مسجد کے علاوہ سرکاری کتب خانے کے لئے بھی آپ نے الگ عمارت بنوائی۔ اکہتر برس کی عمر میں یکم اپریل ۱۸۵۵ء کو انتقال ہوا۔ اسی تاریخ میں آپ کے صاحبزادے یوسف علی خاں ناظم جانشین ہوئے، صاحب علم اور اہل فن کے قدر شناس تھے، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا غیاث الدین عزت، مفتی صدر الدین آزردہ اور غالب سے سلسلہ تلمذ تھا، شاعری میں حکیم مومن خاں مومن، غالب اور امیر لکھنوی سے استفادہ کرتے تھے، آپ کا دربار علم وفضل کا گہوارہ تھا، ہندستان کے کاملانِ علم وفن کافی تعداد میں دربار گہربار

کے وظیفہ یاب تھے۔ غالب کے ہونہار شاگرد تھے، کلیاتِ ناظم آپ کا دیوان ہے دس برس حکومت کرنے کے بعد اکیاون برس کی عمر میں ۲۱؍اپریل ۱۸۶۵ء کو وصال فرمایا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادے کلب علی خاں نواب ہوئے، آپ بہت ہی مذہبی قسم کے آدمی تھے، علم سے خصوصی لگاؤ تھا، بہترین اصولوں کے دل دادہ تھے، عربی، فارسی، اُردو میں خاص مقام تھا، شاعری میں نواب تخلص رکھتے تھے۔ حج کی حاضری کے موقع پر سعودی عربیہ میں نہر زبیدہ کی مرمت کے لئے تین لاکھ روپئے کا عطیہ مرحمت فرمایا، ترکی اور روس کی لڑائی میں حکومت ترکی کی گرانقدر مالی امداد کی، ۱۸۷۴ء میں غیر منقسم بنگال میں قحط کے موقع پر آپ نے دل کھول کر مدد کی، دہلی کی جامع مسجد کی مرمت کے لئے بھی آپ نے کئی لاکھ روپئے دیئے۔ عوامی ملاقاتوں کے علاوہ جمعہ کے دن اہلِ علم وفضل سے خصوصی ملاقات فرماتے، ملکی اور غیر ملکی صاحبانِ علم وفضل کو آپ کے دربار سے انعام واکرام سے نوازا جاتا تھا۔ فارسی اور اُردو میں متعدد تصانیف آپ کی موجود ہیں، مروجہ تعلیم کے علاوہ سنسکرت، عربی اور مذہبی مدارس کا قیام بھی آپ کا کارنامہ ہے۔ مصطفےٰ آباد کی تاسیس کے ایام میں نواب فیض اللہ خاں نے جامع مسجد تعمیر کی تھی، آپ نے اس مسجد کی از سرِ نو تعمیر کی، سرکاری عمارت اصطبل، فیل خانہ، گاؤ خانہ، فراش خانہ اور بہت سے بازار تعمیر کرائے، سب سے پہلی نمائش بے نظیر باغ میں ۱۸۶۶ء کو آپ نے شروع کی، قدم شریف کی عمارت اور خسرو باغ (جو اب رضا پوسٹ گریجویٹ کالج ہے) آپ کی یادگار ہے، ۲۳؍مارچ ۱۸۸۷ء کو آپ کا انتقال ہوا، اور آپ کے صاحبزادے مشتاق علی خاں نواب بنائے گئے، دو برس حکمراں رہے، دائم المریض ہونے کی وجہ سے آپ کوئی قابل ذکر کام نہ کر سکے، صاحب علم تھے اور اہل علم کے قدر شناس بھی، مدرسہ عالیہ میں تعلیمی معیار بلند کیا، عمدہ کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا، آپ کے ذاتی کتب خانے میں تین سو نایاب کتابیں موجود تھیں مزدوروں اور غریبوں کی امدادِ عام کا طریقہ بھی آپ ہی نے رائج کیا، دردِ جگر کے مریض تھے، اِسی مرض میں ۲۶؍فروری ۱۸۸۹ء میں انتقال ہوا۔ آپ کے دور میں جمہوریت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ جنرل عظیم الدین خاں نے ان کے دور میں ۱۸؍اپریل ۱۸۸۸ء کو ایک

اسٹیٹ کونسل قائم کرکے عوامی راج کا نفاذ کیا عوامی نمائندے منتخب کیے گئے، مذہبی معاملات میں مساوات رعایت کے لئے غیر مسلم افراد کو بھی اعلیٰ عہدے سپرد کیے گئے تھے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حامد علی خاں راج سنگھاسن پر بیٹھے مصطفےٰ آباد کے قیام سے ریاستوں کے اختتام تک یہ واحد نواب تھے جنھوں نے چالیس برس سلطنت کو رونق بخشی، انگریزی تہذیب و تعلیم سے آراستہ اور روراثتی قواعد و قانون سے مزین یہ شخصیت بیدار ذہن کی بھی مالک تھی۔ انگریزی تعلیم ٹیلیگراف ٹیلی فون اور ریل گاڑی کے اجراء کی طرف آپ نے خاص توجہ فرمائی، تعمیرات سے خصوصی شغف تھا، رنگ محل خسرو باغ، قلعہ حامد منزل، اور جامع مسجد کی تیسری بار تعمیر بھی آپ کی یادگار ہے، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی شیعہ کالج لکھنؤ اور بنارس ہندو یونیورسٹی کی گرانقدر اعانت کی، شاعری اور سنگیت کا شوق تھا، ان کی شاعری میں زندگی کی رنگینیوں کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے، اسی رنگین مزاجی کی وجہ سے یہاں کچھ ایسی کتابیں بھی لکھی گئیں جس کی وجہ سے ریاست کی علمی، سیاسی، اور سماجی ساکھ کو نقصان بھی ہوا، پچپن ۵۵ برس کی عمر میں ۳۰ جون ۱۹۳۰ء کو انتقال ہوا تو آپ کے صاحبزادے رضا علی خاں نواب ہوئے، آپ کے دور اقتدار سے پیشتر ہی جدید تعلیم کا چرچا شروع ہوگیا، آپ نے بھی رضا ڈگری کالج، خورشید انٹر کالج، ٹریننگ کالج، اسپتال، یونانی دواخانہ اور رضا لائبریری کی طرف خاص توجہ دی، آزادی سے پہلے دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں یہاں کی صورت حال بہت عمدہ تھی، سنگیت ساگر، گانے وغیرہ کا رواج عام تھا، آپ کی خواہش تھی کہ ریاست میں عوامی راج ہو، اس کے پیش نظر آپ نے عوامی نمائندوں کا انتخاب کرکے امور سلطنت میں شریک کیا، آخر میں آپ نے ایک فرمان جاری کیا جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ "ہم نے حکومت ہند سے وفاداری اور اپنے عوام کی ترقی کے پیش نظر ریاست رامپور کو یکم جولائی ۱۹۴۹ء سے مرکزی حکومت میں شامل ہونا منظور کرلیا۔" مصطفےٰ آباد (رامپور) کے آخری نواب سید مرتضیٰ علی خاں پسر سید رضا علی خاں تھے، جن کی رسم تاجپوشی صدر جمہوریہ ہند کے فرمان کے مطابق ۷ رمارچ ۱۹۶۶ء کو ہوئی اور دسمبر ۱۹۷۲ء کو صدر جمہوریہ کے فرمان ہی سے نوابی کا خاتمہ ہی کردیا گیا۔ آپ کا دور حکمرانی ۶ برس رہا۔ جدید تعلیم شملہ اور انگلینڈ میں حاصل کی،

اُردو، فارسی، عربی کی تعلیم میاں الماس، میاں امانت ایرانی، آغا مہدی اور مولوی ذوالفقار حسین کی نگرانی میں حاصل کی، ۱۹۴۲ء میں بی۔ اے کرنے کے بعد ایران، عراق اور دیگر ممالک کا سفر کیا، مقامی سیاسی معاملات میں بھی آپ کی کارکردگی نمایاں رہی، ۵۹ برس کی عمر میں ۷ فروری ۱۹۸۲ء میں انتقال ہوا۔

اس طرح داؤد خاں روہیلہ سے شروع ہو کر نواب عبداللہ خاں آسی تک روہیلہ ریاست رہی اور اس کے بعد نواب فیض اللہ خاں سے نواب مرتضیٰ علی خاں تک ریاست مصطفےٰ آباد قائم رہی، اور دس حکمرانوں نے سریر سلطنت کو رونق بخشی، نواب فیض اللہ خاں کے دور میں اس ریاست کا نام رامپور کے بجائے مصطفےٰ آباد رکھا گیا تھا لیکن یہ نام زبان زد عوام نہ ہو سکا مشہور رام پور ہی رہا۔

اولیاءِ عظام مصطفےٰ آباد (رامپور)

رامپور کا علاقہ بہادر حکمرانوں، صاحبانِ علم، کاملانِ فن کا گہوارہ ہونے کی وجہ سے مشہور ہوا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہاں پر خدا رسیدہ حضرات کی تشریف آوری کا ذکر بھی تاریخ اور تذکرہ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے نبیرۂ محترم کی سب سے پہلے یہاں تشریف آوری ہوئی، آپ کے علاوہ رامپور شہر میں جو حضرات مدفون ہیں، ان کے مقدس مزارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس چھوٹے سے شہر کا قلب کس قدر عظیم اور قابل قدر ہستیوں کی نورانیت سے منور ہے

"رام پور بلحاظ علم وفضل وغیرہ اس صوبہ میں منتخب شہر ہے۔ رام پور میں عموماً افغانوں کی آبادی ہے۔ جو نہایت غیور، شجاع، ہمدرد، پابند مذہب، نیکوکار، سچے اور پختہ مسلمان ہیں۔ صدہا اولیاء عظام اس شہر میں آسودہ ہیں، مثلاً حضرت حافظ جمال اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ درگاہی محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبداللہ بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید محمد مشتاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ،

حضرت سید شاہ جمال صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں رنگیلے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت میاں مستان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید پیارے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید سدن شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ حبیب اللہ صاحب ابو العلائی
رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں سبحان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا جمال الدین صاحب
رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیر شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر برخوردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نواب کلب علی خاں
صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نواب احمد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پادشاہ
میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت
مولانا سلامت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں ٹاٹ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ،
حضرت میاں چپ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ،

ان حضرات کے علاوہ اور بھی بزرگوں و اولیائے عظام کے مزارات ہیں۔

سلطان الاولیاء کا مولد و مسکن

سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قدس سرہ کی ولادت باسعادت کا شرف مرشد نگر کو حاصل ہے، مرشد نگر، تحصیل ملک، ضلع رامپور، یوپی، ہندستان میں رامپور بریلی روڈ پر واقع ایک قصبہ ہے۔ رامپور سے بذریعہ سڑک بریلی جاتے ہوئے تیس۳۰ کیلومیٹر اور بریلی سے رامپور آتے ہوئے ۳۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں رامپور اور بریلی کی سرحدیں آپس میں گلے ملتی ہیں۔ ٹرین کے ذریعہ رامپور سے بریلی جاتے ہوئے ضلع رامپور کے آخری اسٹیشن "ملک" سے گوشہ شمال مشرق میں تین کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع موضع دھنیلی پوربی سے ایک کیلومیٹر جانب شمال واقع ہے۔ اس خطۂ مبارک کے بارے میں جہاں اب سلطان الاولیاء کا دربارِ عالیہ صوفیاء اور طالبانِ حق کا مرکزِ نظر ہے،

ماہتابِ صبر و تسلیم و رضا حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ "اعجازِ جہانگیری" میں اس طرح رقمطراز ہیں۔

"قصبہ بھینسوڑی شریف ڈاکخانہ خاص ریلوے اسٹیشن ملک، ریاست رامپور (یوپی)۔ یہ قصبہ نہایت وسیع پیمانے پر آباد ہے۔ تقریباً نصف ہنود، مابقی مسلمان آباد ہیں۔ مسلمان عام طور پر سُنّی، حنفی پابند صوم وصلوٰۃ، عقائد کے اچھے، اکثر صوفی منش اور عشق اللہ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالے ہیں۔ زمانۂ سابقہ میں بھی عالم وفاضل، درویش، عالی مرتبہ بزرگ اس بستی میں ہوئے ہیں جس میں سے چند بزرگوں کے اسمائے گرامی تبرکاً تحریر کئے جاتے ہیں۔ مثلاً میاں حُبّ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت رسالدار محمد الف خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جدِّ امجد حضرت اسدِ جہانگیر قبلہ وحضرت مولوی محمد حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ والد بزرگوار حضرت اسدِ جہانگیر قبلہ، حضرت مولوی ضامن شاہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولوی کلّن خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شاہ جی نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت شیخ غلام غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وحضرت حاجی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت حافظ حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت محمد عبدالعزیز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وحضرت محمد واصل صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم، موجودہ کشمکش کے زمانے میں بھی یہ قصبہ فرقہ بندی سے محفوظ ہے اور سب مسلمان ایک ہی خیال اور عقیدے پر قائم ہیں اور بستی کے مسلمانوں کی اہل ہنود کے دلوں میں بھی نہایت عظمت وبزرگی قائم ہے۔ نیکی کی طرف مائل عابد وزاہد درویش، صوفی منش پرہیزگار آدمیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قصبہ بھینسوڑی شریف (مرشد نگر) دارالریاست مصطفٰے آباد عرف رام پور کے علاقے اور مضافات میں واقع ہے۔"

مقامِ سلطان الاولیاء

نذرانۂ خلوص بارگاہِ مرشدِ کامل

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد حسن شاہ قدس سرہٗ

اَرَءَیْتُمْ عَلَی الْاَرْضِ شَیْخًا وَسِیْمًا

اے لوگو! کیا تم نے اس دور میں کوئی کامل شیخ طریقت دیکھا ہے؟

وَجَدْنَا بِبَھُنْسُوْرِیْ طِلًّا کَرِیْمًا

جی ہاں! بھینسوڑی شریف (ضلع رامپور یوپی) میں ایک ایسا مرشد کامل دیکھا ہے

بَرَاہُ بِعَیْنَیْہِ عَرْشًا عَظِیْمًا

جس کی نظریں عرشِ عظیم کی عظمت کا مشاہدہ کرتی ہیں۔

بِطِیْبِ بِرِجْلَیْہِ مُلْکًا نَعِیْمًا

اور جس کے قدموں کی برکت سے ہماری دنیا نعمتوں سے مالامال ہوگئی

قمر سیوہاروی

خاندانی حالات

مرشد نگر میں تقریباً دو سو برس پہلے سے ساٹھ ستر افراد پر مشتمل ایک انصاری خاندان سکونت پذیر ہے، اس خاندان کے سربراہ شیخ ناطق حسین عرف نقّو ٹھیکیدار صاحب تھے، آپ کے یہاں کپڑے کی تجارت اور زمینداری کا سلسلہ تھا مرشد نگر کے قریب "نسی اور نوسنا" وغیرہ گاؤں میں آپ کی زمینداری تھی۔ قرب و جوار کے مسلم اور غیر مسلم باحیثیت افراد سے آپ کے بہترین روابط تھے، علاقہ کے لوگ اور مقامی حضرات بھی اس خاندان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے، دونوں ذرائع یعنی تجارت اور زمینداری سے معقول آمدنی کی وجہ سے معاشی حالت بہتر ہونے کے ساتھ ساتھ سماج میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل تھی، عمدہ اخلاق، صاف ستھرا کردار، دینداری اور ملنساری اس خاندان کے افراد کی خصوصیت تھی۔

شیخ ناطق حسین صاحب کے دو صاحبزادے تھے، شیخ الٰہی بخش ٹھیکیدار، اور شیخ رمضان علی ٹھیکیدار، اس طرح یہ گھرانہ ٹھیکیدار گھرانہ کہلاتا تھا۔ عوام و خواص کی نظر میں باوقار تھا۔

شیخ رمضان علی صاحب ٹھیکیدار کے صاحبزادے ہی سلطان الاولیا حضرت الحاج صوفی میاں محمد حسن شاہ صاحب قبلہ ہیں، آپ کی سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ میں بے مثال شخصیت ہے، اور حضرت قبلہ ہی کے سوانح پیش کئے جا رہے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی جسمانی اولادیں تو کئی ہوئیں، لیکن مشیتِ ایزدی کو حضرت قبلہ کی ذات گرامی سے روحانی اولاد کا وسیع سلسلہ چلانا مقصود تھا، اس لئے اولاد ظاہری کو بچپن ہی میں آغوش رحمت میں لے لیا۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے بھی مشیتِ ایزدی کے سامنے برضا و رغبت سرِ تسلیم خم کرلیا اور سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کو آپ نے کونین کی نعمت قرار دیا، اور پھر زندگی کی آخری سانس تک یہ عظیم الشان مقصد آپ کی نظروں سے اوجھل نہ ہو سکا۔ اپنی حیات ہی میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے ہمشیرزادے

شہیدِ ملت عزیز الاولیاء حضرت خواجہ صوفی عبدالعزیز شاہ قبلہ کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔
حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے وصال ۱۹۵۹ء کے بعد آپ مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔
۱۲ بارہ برس تک آپ نے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں نہایت خلوص اور لگن کے ساتھ
جدّوجہد فرمائی۔ اَدپرزاوں کی دعاؤں اور توجہات کے طفیل، آپ کی سرپرستی میں سلسلۂ عالیہ
جہانگیریہ کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا۔ مورخہ ۷ رشوال المکرم ۱۳۹۱ھ ہجری بروز ہفتہ آپکا وصال
ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے محبوب الاولیاء حضرت صوفی خواجہ لیاقت حسین
شاہ عرف مُنّے میاں قبلہ مسندِ سجّادگی کو زینت بخش رہے ہیں، آجکل آپکی سربراہی میں قافلۂ
جہانگیریہ نہایت شان کے ساتھ سرگرم سفر ہے۔ آپ کی ذات گرامی اعلیٰ اخلاق، بہترین کردار
سخاوت و شجاعت کا پیکر، روشن ضمیری کا مظہر ہے۔ بارگاہ ایزدی میں دُعا ہے کہ سلسلۂ عالیہ
جہانگیریہ کے لئے آپ کی ذات گرامی کو مفید سے مفید تر بنائے۔ آمین۔

ولادت باسعادت:

اِسی قصبہ مرشد نگر میں شیخ رمضان علی ٹھیکیدار ایک معزز زمیندار اور تاجر رہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے ہر طرح کی خوشیوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے، مگر آنگن سونا تھا، اولاد کی تمنا کس کے دل میں نہیں ہوتی، اور جب مال و دولت واسباب کی فراوانی ہو تو وارث کی خواہش اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے ٹھیکیدار صاحب نہ صرف مال و دولت کے غنی تھے بلکہ دل کے غنی بھی تھے، ہاتھ بھی کھلا ہوا تھا، فیاضی، مہمان نوازی، مروت، سخاوت، دین داری اہل اللہ کے ساتھ محبت، صوفیار اور فقرار کی خدمت ٹھیکیدار صاحب کی طبیعت ثانیہ تھی۔ اہل خانہ ہی نہیں بلکہ اہل خاندان اور دیگر متعلقین ایک ننھا سا چراغ نہ ہونے کی وجہ سے محفلِ زندگی کی روشنی میں پھیکا پن محسوس کرتے تھے، صوفیار اور خدا رسیدہ حضرات سے دُعاؤں کی درخواست بھی کی جاتی تھی۔ بالآخر ۱۲۹۵ھ ہجری میں قبولیتِ دُعا کی وہ ساعت آگئی جس کی رُوح افزا خوشبو نے سلطان الاولیار قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت کی صورت میں گھر گھر کو مہکا دیا۔ گھر کے اندر، گھر کے باہر (بلکہ تمام قصبہ میں) خوشیوں کی لہر دوڑ گئی، جو بھی اس مژدۂ جانفزا کو سُنتا، بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر ادا کرتا، اور توفیق خیر، درازی عمر، خوش بختی کی دعائیں دیتا گویا خوشیوں کی اس لہر پر اور خوشبو کی اس مہک پر تنہا شیخ رمضان علی صاحب کی اجارہ داری نہ تھی بلکہ اس نسیم سحری کے روح افزا جھونکوں نے ہر خاص وعام کے غنچہ دل کو مہکتا ہوا پھول بنا دیا۔ ان آثار وقرائن سے اس مولود مسعود کی اقبال مندی اور خوش بختی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ؎

از من مپرس کیفیت مژدۂ بہار ۔۔۔ ظاہر ز ہر شگوفہ نوائے حسن شدہ

تعلیم وتربیت:

مرشد نگر میں شیخ رمضان علی صاحب کے مکان کا باہری حصّہ (بیٹھک) صوفیار، فقراء اور اہل اللہ کی مستقل نشست گاہ رہتی تھی، ہمیشہ کسی نہ کسی صاحبِ نسبت، درویش یا عالم کا اس بیٹھک پر قیام رہتا، اس گھرانے کی یہ امتیازی شان تھی کہ باوجود کثیر آمدنی اور فارغ البالی کے آنے والے مہمانوں کی خدمت،

سعادتِ دارین تصوّر کی جاتی تھی، اخلاق کی بلندی، مزاج میں انکساری، عوام کے ساتھ خندہ پیشانی اور اللہ کے لئے احسان و مروّت کی اعلیٰ قدریں یہاں موجود تھیں۔ گھر کے اندر یہ خوش بخت آغوشِ مادر کی شفقت میں پروان چڑھ رہا تھا اور گھر کے باہر فقرار اور صوفیار کی متبرک اور مقدس گود کی زینت بنا ہُوا تھا۔ ظاہری اور باطنی تربیت کا آغاز زمانۂ مہد سے ہونے لگا تھا۔ مسرتوں اور برکتوں کے سائے میں شب و روز گزرتے رہے، پھر رحمت خداوندی نے وہ مبارک دن دکھلایا کہ شرفار کے دستور کے مطابق تعلیم کا آغاز ہوا۔ بسم اللہ کی رسم مکان پر ادا کی گئی۔ خوشیوں کی سوغات شیرینی کی صورت میں تقسیم کی گئی۔ اس کے بعد آپ نے محلّہ کی مسجد میں باقاعدہ تعلیم شروع کردی۔ موجودہ دَور کی طرح اُس زمانے میں جب حضرت قبلہ بچپن کی پگڈنڈیوں پر چل رہے تھے، دینی اور دُنیوی تعلیم کا گاؤں، دیہات، بلکہ اکثر قصبات تک میں معقول نظم و نسق نہ تھا۔ شہر اور مخصوص قصبے ہی علم و فن کے مرکز تھے، شہروں سے قریب قصبات میں علمی درسگاہیں کہیں کہیں تھیں، مساجد اور خانقاہیں دینی تعلیم سے منسلک تھیں، یا پھر کوئی صاحبِ علم و فضل اپنے مکان پر طالبانِ علوم کو دولتِ علم و فضل سے مالامال کرتا رہتا تھا۔ خواص ہی میں نہیں بلکہ اُس دَور میں عوام میں بھی سادگی، خداترسی اور خداپرستی کا وہ جذبہ تھا جو آج کے ترقی پذیر دَور میں نایاب نہ سہی کمیاب تو ضرور ہو گیا ہے۔ ایسے ماحول میں حضرت قبلہ کی تعلیم مسجد کے مکتب میں ہونے لگی۔ اُس وقت کی ضرورت کے مطابق حضرت قبلہ نے تعلیم حاصل کی۔ مزاج میں سنجیدگی تھی تعلیم کی طرف توجہ اور اُستادوں کی خدمت کا خاص خیال فرماتے تھے۔ آپ کی ان خوبیوں کا اعتراف آپ کے تمام ہم جماعت اور ہمعصر حضرات بھی کرتے تھے۔ احوال و کوائف کی چھان بین سے بھی انہی حقائق کا علم ہوا۔ مکتب میں استاد محترم کی نظرِ شفقت ان ہی اوصاف کی وجہ سے ہمیشہ آپ کی طرف رہتی تھی۔ روزانہ کا سبق صحیح یاد کر لیتے تھے اور سعادت مندی کا مظاہرہ کرنے کی وجہ سے آپ اپنے ہم جماعت لڑکوں میں بھی باعثِ احترام تھے زمانۂ تعلیم کی کیفیت کے بارے میں حضرت قبلہ کبھی کبھی مجلس میں ارشاد فرماتے تھے:

"بھائی ہم تو اپنا سبق خوب یاد کر کے مکتب جاتے تھے، جن لڑکوں کو سبق یاد نہ ہوتا تھا استاد صاحب اُن کی پٹائی کیا کرتے، ہم کو تو کبھی ایک چھڑی بھی نہیں ماری۔ اور مدرسہ میں ہم استاد کے قریب بیٹھتے تھے۔ دوسرے لڑکے شرارت بھی کرتے اور مار کھاتے، لیکن ہم نے نہ مدرسہ میں شرارت کی اور نہ مدرسہ سے باہر، بس اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔

حضرت قبلہ کی تعلیمی استعداد تو قدرتی بات تھی، لیکن علوم مروّجہ کی تکمیل کے بارے میں نہ کوئی شہادتِ معتبر مل سکی اور نہ کبھی حضرت قبلہ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ اتنی بات ضرور ہے کہ قصبات کے مکاتب میں ناظرہ قرآن پاک کے علاوہ اُردو فارسی کا چلن عام تھا۔ علوم عربیہ کی مکمل تحصیل کے لئے ترک وطن کرنا پڑتا۔ والدین کی بے انتہا شفقت اور توجہ کے ساتھ ساتھ اس کمی کو صوفیاء اور اہل علم و خدا رسیدہ حضرات کی صحبت نے پورا کر دیا۔ اس کے علاوہ آپ کو جو علم لدنّی عطا ہونے والا تھا اس کے سامنے اس علم کی تکمیل کی نہ کوئی حیثیت تھی اور نہ ضرورت۔ اس حقیقت کا اعتراف حضرت قبلہ نے متعدد بار اپنے متعلقین کے سامنے فرمایا: کہ

"ہم تو اَن پڑھ آدمی ہیں۔ جو کچھ ملا ہے صحبت اور خدمت سے ملا ہے۔ یہ اوپر والوں کا صدقہ اور طفیل ہے کہ ہم کو پکّی پکائی مل گئی۔ اور ہم کو کچھ نہ کرنا پڑا۔ البتہ بنگال والے سرکار نے "دیوانِ تراب پڑھنے" کے لئے فرمایا تھا۔ بس ہماری تعلیم یہیں تک ہے۔ اس سے آگے کے لئے نہ ضرورت محسوس کی اور نہ کبھی ضرورت ہی پیش آئی!

کاروباری مصروفیات اور اخلاقِ حسنہ

تعلیمی سلسلے کے اختتام کے بعد حضرت قبلہ اپنے آبائی کاروبار میں مصروف ہو گئے۔

آپ کے والد گرامی شیخ رمضان علی صاحب مختلف گاؤں "لٹی اور نوسا وغیرہ کے زمیندار بھی تھے اور اسی کے ساتھ کپڑے کی تجارت کا بھی سلسلہ تھا۔ علاقے کے عوام وخواص آپ کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے، شیخ رمضان علی صاحب دونوں محاذ پر کامیاب تھے، زمینداری کے معاملات بھی خوش اسلوبی کے ساتھ طے کرتے اور تجارت میں بھی ایمانداری کا اصول اپنائے ہوئے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ محترم بھی وراثتی اوصاف اور صلاحیتوں سے مزین تھے۔

کسی بھی شخص کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے کے لئے اُن لوگوں سے زیادہ معتبر اور کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا جن کے ساتھ بچپن کی لااُبالیوں، جوانی کی شوخیوں اور بڑھاپے کی سنجیدگیوں کا دَور گذرا ہو حضرت قبلہ کے ہم عمر اور ہمعصر حضرات سے آقائی ومرشدی الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ کے واسطے سے جو معلومات اور تاثرات ہم تک پہونچے ان کا خلاصہ یہ ہے:

رفیع الدین خاں، عبدالرحیم شاہ، محمد بخش ٹیلر، خدابخش چچا، رُدّر چودھری، جھاجن کارپینٹر وغیرہم نے کہا: تمہارے پیرومرشد ہم سب ساتھیوں میں سب سے زیادہ ہوشیار رہتے، کوئی چیز خریدتے تو بہت تحقیق کر کے لیتے، بھاؤ طے کرنے کے بعد خریدتے، زندگی کے ہر شعبے میں بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتے، بچپن ہی سے بوڑھوں کی طرح دانائی اور سمجھداری کی باتیں کرتے، بُری صحبت اور غیر شرعی وغیر اخلاقی اُمور سے فطری طور پر نفرت کرتے تھے۔ اچھے لوگوں کی وضع قطع اور طور طریقے اپنائے رہتے، مزاج میں خموشی، ذہن میں بیداری، گفتگو میں شیرینی، قلب میں نرمی، معاملات میں صفائی، کردار میں پاکیزگی کے عناصر بچپن کی حدود پار کرنے کے بعد دورِ شباب میں بھی رہے۔ فقراء، صوفیاء اور علماء کی صحبت پسند کرتے تھے اور ان کی خدمت میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے، کوئی ساتھی یا کوئی دوسرا شخص طنز وغیرہ کرتا تو اس کی کوئی پرواہ نہ کرتے، بس اپنے کام سے کام رکھتے۔

حضرت قبلہ کی اس خادمانہ طبیعت کے بارے میں آپ کے والد گرامی شیخ رمضان علی صاحب

نے حضرت قبلہ کے ایک خلیفہ حضرت صوفی ثناء اللہ شاہ صاحب سے ارشاد فرمایا:

"کسی کو فقیر ملے نہ ملے، ہمارے بیٹے کو تو کوئی نہ کوئی فقیر ضرور مل جاتا ہے، جب دیکھو ایک فقیر کا ہاتھ پکڑے ہوئے مکان پر لے آتا ہے۔"

عالم شباب میں اگر کوئی حضرت قبلہ کے دولت کدہ پر آپ سے ملاقات کرنے یا کسی اور کام کے لئے جاتا، اور آپ گھر پر موجود نہ ہوتے، بلکہ والد گرامی موجود ہوتے، آنے والا والد گرامی سے معلوم کرتا کہ صوفی جی کہاں ملیں گے تو والد صاحب جواب دیتے:

"بھائی اُس کا کیا ہے، ہو گا کسی فقیر کی تلاش میں، تم تھوڑی دیر مکان پر بیٹھ کر آرام کے ساتھ انتظار کرو، کسی نہ کسی کو ساتھ لاتا ہو گا،"

اور پھر اتفاق سے جو بات والد محترم نے بیان کی تھی وہ اُسی طرح ظاہر ہوتی اور حضرت قبلہ ایک خستہ حال پھٹے پُرانے، میلے کچیلے کپڑے والے کا ہاتھ پکڑے ہوئے بڑی شان بے نیازی کے ساتھ خراماں خراماں چلے آرہے ہوتے، والد صاحب کی نظر جب صاحبزادے پر پڑتی تو اُس منتظر شخص سے فرمایا:

"لو میاں دیکھ لو، ہم نہ کہتے تھے کہ کسی کی تلاش میں گیا ہو گا، اب یہ اِس کو لے آیا ہے اِس کو غسل کرایا جائے گا، پھر نئے کپڑے پہنائے جائیں گے، سر میں تیل لگا کر کنگھی بھی کی جائیگی، دودھ بھرا کٹورا بھی گھر سے آئے گا، اور چارپائی پر بٹھا کر مہمان کی طرح کھانا بھی کھلایا جائے گا، اور پھر بستر وغیرہ لگا کر آرام کرنے اور سونے کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔

سُننے والا تو ان باتوں کو سُن کر حیرت میں رہ جاتا مگر والد محترم بغیر کسی ناراضگی اور ترش روئی کے یہ پیش گوئی اس طرح فرمارہے ہوتے گویا یہ روزمرّہ کا مشاہدہ ہو، کوئی انہونی بات نہ ہو۔

اور اس میں ذرا سا مبالغہ نہیں کہ پھر والد صاحب کی پیش گوئی لفظ بہ لفظ صحیح ثابت ہوتی، جو کچھ صاحبزادے کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا اُس کا مشاہدہ اُس منتظر شخص نے اپنی

آنکھوں سے کرلیا۔" حقیقت یہ ہے کہ حضرت قبلہ سے متعلق اس قسم کی روایات اس درجہ تواتر تک پہونچ گئی ہیں جن میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بزرگوں کی دعاؤں سے گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی، سخی باپ کا سخی بیٹا، شکایت یا ناراضگی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" خود والدگرامی کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ مرشد نگر یا اُس پاس کا کوئی غریب آدمی اپنی بیٹی کی شادی کے لئے کپڑا خریدنے آتا، اور عرض کرتا کہ میں غریب آدمی ہوں، کپڑے کی قیمت میں کچھ رعایت کر دیجئے، تو آپ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ فرماتے:

"بھائی کپڑا لے جاؤ اور لڑکی کی شادی کرو اللہ پاک تیرا بھلا کرے اور تیری لڑکی کا نصیب اچھا ہو، بس کپڑے کی یہی قیمت کافی ہے۔"

وہ شخص کپڑا لے کر ہزاروں دعائیں دیتا ہُوا خوشی خوشی اپنے گھر واپس چلا جاتا۔ اس طرح غریبوں کی مدد کر کے ہمیشہ ہی آپ کو قلبی مسرت حاصل ہوتی تھی، اللہ اللہ، مزاج میں کیسی پاکیزگی تھی، دوسروں کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھ کر معاونت کرنا اور اُس کی خوشیوں میں شریک ہو جانا بس توفیق خداوندی کی بات ہے۔ یہی نہیں، بلکہ ٹھیکیدار صاحب مصیبت اور پریشانی میں بھی لوگوں کی دل جوئی اور مدد کرنے میں پیش پیش رہتے تھے۔ بیماروں کی تیمار داری، عیادت اور دیکھ بھال کے علاوہ اگر کسی کا انتقال ہو جاتا اور وارثین غریب ہوتے تو اطلاع ملنے پر آپ خود وہاں تشریف لے جاتے، کفن کا انتظام بھی اپنی جانب سے کرتے، اس سلسلہ میں کبھی آپ اپنوں اور غیروں کے درمیان کوئی فرق نہ کرتے، بلکہ مرشد نگر کے علاوہ کسی قریبی موضع کا بھی معاملہ ہوتا تو اس میں امتیازی برتاؤ روا نہ رکھتے تھے۔ تجارت اور لین دین کے سلسلہ میں لوگ آپ کے مقروض رہتے تھے، لیکن آپ اپنی اعلیٰ ظرفی کی بنا پر قرضداروں سے سختی یا بدکلامی کا سلوک نہ کرتے۔" ان تمام اوصاف کی وجہ سے مقامی طور پر ہی نہیں بلکہ اطراف و جوانب میں بھی عام و خاص لوگوں میں آپ کی مقبولیت تھی۔

حضرت قبلہ کا دست مبارک بھی والد محترم کی طرح کھُلا ہوا تھا، کاروباری مصروفیت کے

زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ والد محترم نے صاحبزادے کو کپڑا لینے کے لئے دہلی بھیجا، اور مبلغ آٹھ سو روپئے آپ کو دے کر فرمایا کہ فلاں دکان سے فلاں فلاں قسم کا کپڑا خرید کر بلٹی کر دینا، حضرت قبلہ آٹھ سو روپے کی رقم لے کر دہلی روانہ ہوئے دوسرے دن صبح کے وقت دہلی کے اسٹیشن پر پہونچے، دل میں خیال آیا کہ سب سے پہلے یہاں کے بزرگوں سے رابطہ قائم کیا جائے۔ اس خیال کے آتے ہی آپ اسٹیشن سے سیدھے محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رقُدِّسَ سِرُّہٗ کے دربار عالیہ میں حاضر ہوئے، وہاں کی روحانی فضا نے قلب و دماغ کو مسخر کر لیا، ذکر فکر اور مراقبہ کی کیفیت نے روح کو تازگی بخشی، مال وغیرہ خریدنے کا خیال ہی دل سے مٹ گیا، یہاں حاضر ہو کر آپ کو مسرّت روحانی اور سکونِ قلبی کا وہ خزانہ مل گیا تھا جس کے سامنے دنیاوی مال و دولت کی حیثیت مٹی کی کنکریوں سے زیادہ نہ تھی، حضرت خواجہ کے دربار میں حسبِ دستورِ قدیم محفل سماع کا انعقاد بھی ہوتا تھا۔ آپ نے بھی اس میں شرکت فرما کر قوالوں کو خوب روپئے نذر کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو چار ہی دن میں تمام رقم خرچ کر کے کپڑا خریدنے کے بجائے حقیقت و معرفت کا انمول خزانہ لیکر گھر واپس آئے، اب سے ستّر برس پہلے آٹھ سو روپئے کی بڑی اہمیت تھی، والد محترم کو معلوم ہوا کہ صاحبزادے صاحب دہلی سے واپس آ گئے ہیں۔ گھر میں موجود نہ پا کر معلوم کیا کہ کہاں ہیں، بتلایا گیا مکان کی چھت پر آرام کر رہے ہیں، لڑکے کو خاموش دیکھ کر والدہ محترمہ نے دریافت کیا بیٹے کیا بات ہے؟ بہت خاموش ہو، آپ نے عرض کیا کہ تمام رقم ہم نے محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے دربار میں خرچ کر دی ہے، کپڑا وغیرہ کچھ بھی نہیں خریدا، والدہ محترمہ نے فرمایا تو اس میں فکر کرنے کی کیا بات ہے۔ رقم کسی غلط جگہ تو خرچ نہیں ہوئی پھر والدہ محترمہ نے تمام ماجرا آپ کے والد گرامی کے گوش گذار کر دیا، والد محترم خاموش رہے اور فرمایا کہ ہم سے تو ملاقات بھی نہیں ہوئی، والدہ محترمہ نے فرمایا کہ شرم کی وجہ سے نہیں ملے، آپ نے فرمایا کہ بھئی اس میں شرم کی کیا بات ہے، روپئے ہی تو خرچ ہوئے ہیں، اللہ اور دے گا، والد صاحب سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے معلوم کیا

کہ کیوں میاں صاحبزادے کپڑا کہاں ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ بلٹی کر دی ہے۔ والد صاحب یہ سُن کر مسکرا دیئے اور پھر کچھ نہ کہا۔ اور حقیقت بھی یہی تھی، کہتے بھی تو کیا کہتے، جانتے تھے کہ اُس نے اپنے حساب سے واقعتاً بلٹی کر دی ہے، ایسی جگہ جہاں پر نقصان کے سودے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنے ناز و انداز سے آپ کی پرورش ہو رہی تھی۔ لیکن جب اسی پروردہ نازنے رشد و ہدایت اور طریقت کی منزل کی جانب پیش قدمی کی تو ریاضت و مجاہدہ کی ایسی مثال قائم کر دی۔ جس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

پہلی منزل

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ حضرت قبلہ کی ولادت باسعادت کے پہلے ہی سے محترم رمضان علی ٹھیکیدار صاحب کے مکان پر فقراء، صوفیاء اور خدارسیدہ، اہل علم حضرات کی تشریف آوری اور مہمان نوازی کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا حضرت قبلہ نے بھی اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں، پرورش پائی اور پروان چڑھے، اس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ تھا کہ آپ کے مزاج میں بچپن ہی سے خدمت، فرمانبرداری، صحبت صالح کا رجحان غالب تھا۔ آپ بھی اپنے بڑوں کی طرح ان امور خیر میں خوش دلی سے حصہ لیتے تھے۔ ابھی عمر مبارک کی دوسری دہائی چل رہی تھی کہ آپ نے طریقت کی منزل کی طرف پہلا قدم رکھا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ دولت کدہ پر جلوہ فرما ہونے والے حضرات میں ایک صاحب رنگیلے شاہ کے نام سے موسوم تھے، موصوف کی آمد و رفت آپ کے دولت کدہ پر کافی عرصہ سے تھی، بلکہ معتبر روایت کے مطابق قیام زیادہ تر حضرت قبلہ کے مکان پر ہی رہتا تھا، رنگیلے شاہ صاحب سلسلہ قلندریہ میں شہنشاہِ قلندران حضرت مستان شاہ صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے، اجازت خلافت بھی حاصل تھی، رنگیلے شاہ صاحب اپنے پیر و مرشد کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں فرماتے تھے، تذکرہ سُننے والوں میں ہمارے حضرت قبلہ بھی تھے، تجارتی مشاغل سے فرصت کے بعد زیادہ تر وقت مہمانوں اور آنے والے صوفیاء، فقراء اور اہل اللہ

کی خدمت میں گذرتا تھا حضرت مستان شاہ صاحب کے غائبانہ تعارف سے حضرت قبلہ کے دل میں ملاقات کا شوق ہوا۔ رنگیلے شاہ صاحب کے ہمراہ آپ قصبہ کیمری تشریف لے گئے، حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کا دولتکدہ قصبہ کیمری میں تھا (کیمری، مرشد نگر کے قریب واقع ہے۔) قیام بھی زیادہ تر کیمری میں رہتا تھا، شرف قدم بوسی کے بعد رنگیلے شاہ صاحب نے اپنے پیرو مرشد سے آپ کا تعارف کرایا کہ یہ شیخ رمضان علی ٹھیکیدار صاحب مرشد نگر (بھینسوڑی شریف) والوں کے صاحبزادے ہیں. حضور کی ملاقات کا شوق بہت دنوں سے دل میں تھا۔ آج کسی مقصد کے تحت خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں، توجہ سے نواز دیں تو کرم ہو گا. حضرت مستان صاحب نے بغور حضرت قبلہ کو دیکھا اور فراستِ قلندرانہ سے آنے والے نوجوان کی خداداد صلاحیت کا اندازہ لگانے کے بعد ارشاد فرمایا:

"رنگیلے شاہ بڑا پیارا آدمی لے کر آیا ہے"

اس کے بعد حضرت مستان شاہ صاحب نے حضرت قبلہ کو اپنے قریب بلایا اور سینہ مبارک سے لگا کر ایک ہی لمحہ میں نسبتِ قلندریہ حضرت قبلہ کے قلبِ مبارک میں منتقل فرما دی "حضرت مستان شاہ صاحب کی شخصیت اور اس تصرّف کے بارے میں حضرت قبلہ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ بڑے صاحبِ نسبت بزرگ تھے، فراستِ قلندرانہ کا اعلیٰ نمونہ تھے نہایت صاف ستھرا اور شاہانہ لباس زیب تن فرماتے، سفر کے لئے بہت عمدہ قیمتی بیلوں کی جوڑی، اور شاندار تانگہ ہر وقت موجود رہتا، قلندرانہ شان میں نفاست اور پاکیزگی کی شان نمایاں تھی اپنے سینہ مبارک سے لگا کر ایک ہی مرتبہ میں نسبت قلندریہ ہمارے قلب میں اس طرح پیوست کر دی کہ ہم کو چاروں طرف حضرت مستان شاہ ہی نظر آتے تھے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے مرشد ہی کا تصور قائم رہنے لگا. ہر وقت ذکرِ مرشد ہماری زبان پر رہنے لگا.

دُنیاوی معاملات کی طرف رغبت بالکل نہ رہی، ہر دم سُرور کی سی کیفیت طاری رہتی تھی۔ مرشد کے علاوہ کسی کی کوئی پرواہ ہی نہیں رہی۔ اسی کیفیت میں جب ہماری واپسی گھر ہوئی تو والد محترم اور دیگر متعلقین ہماری یہ حالت دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے، لیکن کسی نے ہم سے کچھ کہا نہیں۔"

غرض کہ کیمری سے واپس گھر تشریف لائے۔ والد محترم نے دیکھا کہ صاحبزادے کا رنگ ڈھنگ ہی بدلا ہُوا ہے نہ کسی سے گفتگو، نہ کاروباری معاملات میں دلچسپی، ہر وقت تفکّر اور انہماک کی سی کیفیت طاری ہے اسی کے ساتھ ساتھ جب گھر پر قیام کم رہنے لگا تو محترمہ والدہ صاحبہ کو اور بھی زیادہ فکر دامنگیر ہو گئی۔ محترمہ والدہ صاحبہ نے حضرت قبلہ کے والد گرامی کو صاحبزادے کی اس صورتِ حال کی طرف توجہ دلائی، اور اس کیفیت کا سبب دریافت کرنے کے لئے کہا۔ والدِ گرامی نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ صاحبزادے سلمہٗ کا قیام زیادہ تر کیمری میں رہتا ہے۔ حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کی خدمت میں رہتے ہیں اور سلسلۂ قلندریہ میں حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہو گئے ہیں۔" اس قسم کی معلومات سے فطری طور پر والد محترم کو بہت فکر ہو گئی، کہ ہزاروں آرزوؤں منتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند عنایت فرمایا تھا جو ہماری جائداد کا وارث اور ہمارا صحیح جانشین بنتا۔ فقیروں اور اللہ والوں کی خدمت تو باعث سعادت ہے لیکن تمام معاملات دُنیوی اور کاروباری ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو کر خود ہی فقیر بن بیٹھا، اس کم عمری میں جبکہ شادی وغیرہ کا مرحلہ بھی مکمل نہ ہُوا ہو، درویشی کی تکمیل فہم سے بالاتر محسوس ہوئی۔ لیکن اب کیا صورت اختیار کی جائے کہ صاحبزادے کی اس راستے سے بخیر و عافیت واپسی ہو جائے۔

حضرت قبلہ کی اس کیفیت کے ابھی تھوڑے ہی دن گذرنے پائے تھے کہ حُسنِ اتفاق سے ایک دن حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ مرشد نگر تشریف لے آئے اور حسبِ معمول شیخ رمضان علی ٹھیکیدار صاحب کے دولتکدہ پر قیام فرمایا۔ اہل خانہ نے آپ کی بہت

توقیر اور تعظیم کی، نہایت اہتمام کے ساتھ مہمانداری کی گئی ایک روز تخلیہ کا موقع ملا تو والد محترم قبلہ نے حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کی خدمت اقدس میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا، کہ

"یہ ہمارا اکلوتا بیٹا ہے۔ تجارتی معاملات اور زمینداری کے امور میں ہمارا معاون ہے۔ اتنا بوجھ ابھی اس کے کاندھوں پر نہ ڈالئے کہ تمام ذمہ داریوں سے لاتعلق ہو جائے۔ ابھی تو ہم نے اس کی خوشی بھی نہیں دیکھی۔"

حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ نے تمام گفتگو سن کر خموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ گویا درخواست منظور کرلی گئی ہو، اور اب اس مسئلہ کی اہمیت پر روشن ضمیری کے ساتھ غور فرما رہے ہوں کہ کس طرح نسبت قلندریہ سے اُن کی توجہ ہٹائی جائے۔ چند روز مرشد نگر قیام کرنے کے بعد آپ کیمری تشریف لے گئے حضرت قبلہ بھی آپ کے ہمراہ گئے۔ ایک دن حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کیمری کے قریب کسی گاؤں میں تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنے مرید و خلیفہ حضرت رنگیلے شاہ صاحب سے فرمایا کہ شیخ رمضان علی ٹھیکیدار صاحب کے صاحبزادے کو کیمری سے یہاں لے آؤ۔ مرشد گرامی کے حکم کے مطابق حضرت رنگیلے شاہ صاحب کیمری آئے اور حضرت قبلہ سے کہا کہ "صوفی جی چلئے، قبلہ مرشد آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت قبلہ یہ فرمان سنتے ہی نہایت ذوق و شوق کے ساتھ، ارادت و عقیدت کی والہانہ کیفیت سے سرشار خدمت اقدس میں حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔ دل خوشیوں کے جذبات سے معمور، اور نگاہ تصور میں کیفیتِ سرور، نہایت شاداں و فرحاں تیز رفتاری کے ساتھ رنگیلے شاہ صاحب کے ہمراہ یہ سوچتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ زہے نصیب آج حضرت قبلہ نے خصوصی طور پر یاد فرمایا، ضرور کوئی خاص اور اہم معاملہ ہے۔ مگر اس ننھے مسافر کو کیا خبر کہ آج قدرت خداوندی کی جانب سے کیا فیصلہ ہونے والا ہے۔ خدمت میں حاضر ہو کر آداب قدم بوسی کے بعد نہایت ادب کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت مستان شاہ

نے کسی سے رازدارانہ انداز میں کچھ غیر شرعی گفتگو اس طرح فرمائی کہ اُس کی آواز صاف
طریقے پر حضرت قبلہ تک پہونچ جائے لیکن سُننے والا یہ محسوس نہ کرسکے کہ مجھے سنانے کے لئے
یہ گفتگو کی جارہی ہے۔

حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ان کلمات کو سُن کر ہم کو بہت حیرت ہوئی۔ ہم سوچنے لگے
کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ کی زبان مبارک پر اس قسم کے کلمات! چنانچہ ہمارے
قلب کی کیفیت میں ایسی تبدیلی ہوئی کہ ہمارا مَن پھیکا ہوگیا۔ اور اُس جگہ تھوڑی دیر
ٹھہرنا بھی مشکل معلوم ہونے لگا۔ بغیر کچھ کہے سُنے ہم خاموشی کے ساتھ اُٹھے۔ اور اپنے
گھر کی طرف چل پڑے"۔ زندگی میں یہ سب سے پہلا اور بڑا حادثہ تھا۔ اللہ ہی بہتر
جانتا ہے کہ ہم نے غم کے اس کوہِ گراں کو کس طرح اُٹھالیا۔ گھر آکر بھی ہم نے اپنی
اس کیفیت کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ایک بات پر
ہم کو بھی حیرت تھی کہ حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کی ذات گرامی کے تئیں ہمارے
قلب میں کسی قسم کی نفرت کا جذبہ نہیں پیدا ہُوا۔ آہستہ آہستہ مزاج میں اعتدال پیدا ہوتا
چلا گیا البتہ مستان شاہ صاحب قبلہ کی صحبت میں جو شعلہ بھڑک گیا تھا اُس کی تپش ہم
برابر محسوس کرتے رہے۔ گھر آکر حسبِ سابق ہم اپنی زمینداری کے معاملات اور
کاروباری امور میں مصروف ہوگئے اس طرح پہلی منزل گذر گئی۔

شادیٔ خانہ آبادیٔ

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے مزاج میں بچپن ہی سے سنجیدگی، تفکر، یک سوئی، اور
احساس ذمہ داری کی شان نمایاں تھی چنانچہ عمر کی دوسری دہائی سے آپ کاروباری معاملات
میں نہ صرف دلچسپی لینے لگے تھے بلکہ نہایت خوش اسلوبی اور ہوشمندی کے ساتھ والد محترم
قبلہ کے قدم بقدم چل رہے تھے۔ زمینداری کے معاملات میں بھی والد محترم قبلہ کے بہترین

معاون تھے، فرائض و واجبات میں بھی پابندی کے ساتھ انہماک رہتا تھا بلکہ سنن و نوافل کا نہایت ذوق و شوق کے ساتھ اہتمام فرماتے تھے، اسی وجہ سے اوائل عمر ہی سے متعلقین اور شناسا حضرات میں "صوفی جی" کے نام سے معروف ہو گئے تھے۔ والد محترم جناب شیخ رمضان علی ٹھیکیدار کو حضرت قبلہ کی طرف سے مکمل اطمینان تھا۔ محترمہ والدہ صاحبہ بھی اپنے اس نونہال کو دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سماتی تھیں۔ ماں کی ممتا بار بار اس بات کی متمنّی ہوتی تھی کہ اب اُن کے لاڈلے کے آنگن میں چاند اُتر آئے۔ والد صاحب قبلہ کو اس سے کب انکار تھا۔ خاندان کے دوسرے افراد بھی وقتاً فوقتاً اس طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ لیکن صاحبزادے سلمہٗ کی جانب سے اشارۃً، کنایۃً کسی قسم کی تحریک ملے تب ہی تو والدین بھی بھرپور توجہ فرمائیں۔ یہاں حضرت قبلہ کی طرف سے اس معاملہ کے لئے صراحت تو کجا، اشارہ کنایہ بھی نہیں، عمر کی دوسری دہائی مکمل ہو رہی تھی۔ خاندان کے ہوشمند اور معزز افراد نے ٹھیکیدار صاحب کو اس طرف توجہ دلائی، کہ اب موقع غنیمت ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ قلندری سے سلوک کیطرف صاحبزادے کی مراجعت ہو گئی۔ اب کہیں پھر اس قسم کی نوبت آ گئی تو کیا کریں گے؟ متعلقین کے اس انتباہ پر ٹھیکیدار صاحب بھی یک سُو ہو کر غور و فکر میں لگ گئے۔ ویسے بھی شرفاء اور دیندار طبقہ میں بچّے کے ذہن کو یکسو کرنے کے لئے بلوغت کے بعد جلد ہی نسبت طے کرنے کا رواج تھا جو آج بھی بہت سے مقامات پر ہے۔ یہاں پر اس قسم کی کوئی بات تو نہیں تھی، کیونکہ حضرت قبلہ تو شروع ہی سے یکسو تھے، البتہ تصوف کی طرف میلان کی وجہ سے یہ اندیشہ ضرور تھا کہ گذشتہ صورتِ حال پھر کسی رنگ میں جلوہ گر ہو گئی تو کیا ہو گا۔ اس لئے والد محترم قبلہ اور دیگر متعلقین کے درمیان مسئلہ انتخاب کا تھا، کہ کس جگہ رشتہ کیا جائے۔ کیونکہ ایسے اچھے بَر کے لئے یہاں رشتوں کی کیا کمی تھی چھان بین کے لئے عزیز داری میں روابط قائم کئے گئے، بالآخر انتخاب کی گھڑی آ گئی اور قصبہ

"ٹٹولی" تحصیل "فتح گنج" ضلع بریلی، یوپی میں جناب چودھری غلام نبی صاحب کی دخترِ بلند اختر محترمہ "حفیظاً بیگم" کے نام قرعۂ فال پڑا۔ طرفین سے ذمہ دار حضرات کے اتفاق کے بعد ۱۸۹۹ء میں رسم منگنی ادا کی گئی اور منگنی کے دو برس بعد ۲۶ برس کی عمر میں ۱۹۰۱ء میں نکاح مسنونہ اور رخصتی عمل میں آئی۔

محترمہ حفیظاً بیگم صاحبہ کا انتخاب حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے انعامِ خاص اور والدین کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ حضرت قبلہ کی زندگی میں روحانی انقلاب کے بعد جس طرح پیرانی اماں نے حقوق زوجیت ادا کئے ہیں، اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حضرت قبلہ کے مزاج کی رعایت کے ساتھ شب و روز تمام عمر خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ گھریلو معاملات میں حسن انتظام کے علاوہ رشتہ داروں کی قرابت داری کو اس طرح انجام دیا کہ ہر چھوٹا بڑا آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہی نظر آتا تھا۔ اس کے علاوہ مریدین اور متعلقین کے ساتھ پیرانی اماں کا برتاؤ اس قدر محبت، شفقت اور خلوص سے بھرپور ہوتا تھا کہ لوگ اپنی سگی والدہ کا عکس جمیل اس پیکر اخلاص و محبت میں مشاہدہ کرتے تھے، بڑے بڑے معتبر اور ذی حیثیت مریدین حضرات پیرانی اماں کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے بچوں کی طرح آنسو بہاتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت قبلہ کی تو بات ہی نرالی تھی، مگر پیرانی اماں کی شخصیت بھی اہلِ سلسلہ کے لئے ایک سایہ دار درخت کی سی تھی۔ جس کی شفقت آمیز پُر خلوص ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں جن حضرات نے آرام کیا ہے اُن کی زبانیں بھی اس کی صحیح کیفیت بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

دوسری منزل:- حضرت قبلہ ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ سے رابطہ ختم ہونے کے بعد ہم اندر سے بہت پریشان رہتے تھے۔ بظاہر ہم کاروبار اور دیگر معاملات میں مکمل طور پر دلچسپی سے کام کرتے تھے،

لیکن ہماری باطنی کیفیت سے علّام الغیوب کے سوا کوئی آگاہ نہ تھا۔ ہمارے دل و دماغ پر ہر وقت یہ خیال چھایا رہتا کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا اور کیوں ہو گیا، اور آئندہ ہمارے لیے تسکینِ قلب و رُوح کی کیا صورت ہوگی، ہم بہت غور کرتے، لیکن ہماری سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ شب و روز اسی کیفیت میں گذرتے تھے اور ہماری ذہنی پریشانی ختم ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ کہ ایک رات ہم نے ایک مبارک خواب دیکھا، جس کی تفصیل حضرت قبلہ نے اس طرح بیان فرمائی:

"ہم ایک ایسے مقام پر ہیں جہاں ایک بہت خوشنما باغیچہ ہے۔ اس باغیچہ میں ایک پُرفضا، پاک صاف اور بلند مقام پر نہایت قیمتی کُرسی رکھی ہوئی ہے۔ اس کُرسی پر ایک بزرگ عُنابی رنگ کا لباس زیب تن کئے جلوہ افروز ہیں۔ سرِ مُبارک پر مُرصع تاج ہے، جس کے نگینوں کی روشنی کرسی کی پُشت کے سوراخوں سے چھَن چھَن کر باہر آرہی ہے۔ ہم ابھی تک کرسی کی پُشت کی جانب سے یہ منظر دیکھ رہے تھے دل میں خواہش ہوئی کہ سامنے کی طرف جاکر چہرۂ انور کی زیارت کریں۔ اس خیال کے آتے ہی بے اختیار ہمارے قدم آگے کی جانب اُٹھنے لگے۔ ہم جب کرسی کے سامنے کے رُخ پر آئے تو ایک نورانی چہرہ نظر آیا۔ چشمانِ مبارک میں عجب طرح کی نورانی چمک اور ہونٹوں پر تبسّم۔ ان بزرگ نے باوقار انداز میں بآوازِ بلند ارشاد فرمایا "صاحبزادے جلدی آؤ، ہم تمہارے ہی لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ہم آپ کے قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک تخت رکھا ہوا ہے جس پر ایک جانماز بچھی ہوئی ہے۔ جانماز پر سنہرے حروف والی ایک کتاب رکھی ہوئی ہے، اُن بزرگ نے فرمایا! "بیٹا وضو کرلو"۔ ہم نے وضو کرلیا تو ہم کو اپنے پاس بُلا کر مُرید کیا اور وہ کتاب ہم کو عطا کرنے کے بعد ذکر کی تلقین کی۔ اس کے بعد ہماری آنکھ کھُل گئی۔

حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ اس مبارک خواب کے دیکھنے کے بعد ہماری وہ بے چینی اور بیقراری

تو ختم ہوگئی جو حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ سے رابطہ ختم ہونے کے بعد ہر وقت ہمارے دل و دماغ پر مسلّط رہتی تھی، لیکن اب یہ مشکل پیش آرہی تھی کہ اس خواب کی تعبیر کہاں تلاش کریں؟ وہ کونسا مقام ہے جس کا نقشہ ہم کو خواب میں دکھلایا گیا ہے؟ وہ کون بزرگ ہیں جنھوں نے عالمِ خواب میں ہم کو اپنے سایۂ عاطفت میں امان بخشی ہے؟ وہ چہرۂ انور جس کی ہم کو زیارت کرائی گئی ہے کبھی چلتی پھرتی دنیا میں نظروں سے نہیں گذرا؟ ہم دیکھ رہے تھے کہ غموں کی رات تو گذر چکی ہے لیکن صبح مسرت کب طلوع ہوگی، اس کا کچھ پتہ نہیں، تقریباً ایک برس گذر گیا، آخر کار رحمت خداوندی نے اس خواب کی تعبیر سے ۱۹۰۵ء میں ہم کو اس طرح نوازا کہ ایک دن ہم اپنے قصبہ کی مسجد کے سامنے سے گذر رہے تھے، ۹ بجے دن کا وقت تھا کہ ہماری نظر مسجد کے صحن کی طرف اُٹھ گئی، دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت، نورانی چہرہ بزرگ باوقار انداز میں گہرا عنابی لباس زیب تن کئے بستر پر تشریف فرما ہیں۔ خواب کے نقوش ذہن کی سطح پر اُبھر آئے خواب میں زیارت کئے ہوئے چہرۂ انور کا نقشہ نظروں کے سامنے حقیقت بن کر آگیا، خواب اور حقیقت میں بڑی یکسانیت نظر آئی، شوقِ ملاقات نے بیقرار کردیا، سوچ میں پڑ گئے کہ کس طرح ان بزرگ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کریں، اور کیا تحفہ خدمتِ اقدس میں پیش کریں؟ کیونکہ حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کے ذریعہ سلسلۂ قلندریہ میں داخلے کے بعد کاروباری معاملات اور امور زمینداری سے ہم اپنے آپ کو الگ کرچکے تھے روپئے پیسے کے لین دین سے ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا تھا، لوگوں سے بھی ربط ضبط تقریباً ختم ہی تھا۔ اب ہمارے خواب کی تعبیر نے خود ہمیں تلاش کرلیا ہے تو جیب خالی ہے، شوقِ ملاقات اس قدر غالب کہ ہم اس مبارک موقع کے ایک لمحہ کو بھی ضائع کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اسی سوچ وچار میں بے اختیار ہمارے قدم گھر کی جانب اُٹھ گئے، وہاں سے کچھ اناج ہم اپنے دامن میں بھر لائے اور اُس کے بدلے میں تین آم خرید کر ہم مسجد کی طرف چل دیئے۔ شرم و حیا، شوق اور خوف کی کیفیت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ وہ بزرگ

بستر پر موجود نہیں ہیں۔ اندازہ سے معلوم ہوا کہ غسل خانے میں ہیں۔

ہم نے آموں کو بستر کے قریب رکھ دیا، اور شرم کی وجہ سے مسجد کے اندر چلے گئے۔ جب وہ بزرگ واپس تشریف لائے تو ایک صاحب شاہ جی میاں وضو فرما رہے تھے، اُن سے دریافت کیا کہ یہ آم کس نے رکھے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ آم رکھتے ہوئے تو ہم نے کسی کو دیکھا نہیں۔ البتہ رمضان علی ٹھیکیدار کے صاحبزادے کو مسجد میں آتے ہوئے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر اُن بزرگ نے توقف فرمایا اور اس کے بعد باآواز بلند پکار کر کہا، صاحبزادے کیوں شرما رہے ہو باہر آجاؤ، ہم باہر آئے تو آپ نے ہمیں سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ میں داخل فرما کر سرفراز کر دیا۔ بیعت کے بعد ذکر کی تلقین کی اور دو رکعت نماز نفل شکرانہ ادا کرنے کے لئے فرمایا۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ نماز اور دُعا سے فراغت کے بعد ہم خدمت میں حاضر ہو کر دو زانو ادب کے ساتھ قدم بوس ہوئے۔ آپ نے بڑی شفقت بھری نظروں سے ہمیں دیکھا اور اپنے قریب تر کر لیا۔ پھر فرمایا کہ اب اپنے حالات بتاؤ، ہم نے تمام سرگذشت عرض کر دی۔ سُن کر مسکرائے اور باآواز بلند حضرت شاہ جی میاں[1] سے فرمایا، سُن رہے ہو شاہ جی! رمضان علی ٹھیکیدار کے صاحبزادے کیا کہہ رہے ہیں۔ پھر آپ نے نہایت سنجیدگی سے فرمایا:

"بھائی تمہارا حصّہ تو سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ میں لکھا ہوا ہے، اس لئے کسی دوسری نسبت کا قیام ہی نہیں ہو سکتا، تمام سلاسل اپنی اپنی جگہ پر صحیح، لیکن جس کا رزق جہاں سے لکھ دیا گیا، اُسی جگہ سے اُس کو پہونچتا ہے۔ تمہارا حصّہ ہمارے پاس تھا وہ تم کو دے دیا گیا۔ جاؤ اب اطمینان قلب کے ساتھ یادِ الٰہی میں مشغول رہو، اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کا ہر دم خیال رکھنا جو کچھ ہو سب اُسی کے لئے ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔"

---

[1] حضرت شاہ جی میاں ضلع ہردوئی کے رہنے والے تھے، سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرّہٗ کے مرید تھے۔ مرشد نگر کی مسجد میں قیام رہتا تھا۔ اہل قصبہ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

حضرت قبلہ فرماتے ہیں کہ ان بزرگ کی صحبت، اور نصیحت سے ہمارے دل کو اس قدر مسرت اور سکون حاصل ہوا جس کو ہم بیان نہیں کرسکتے۔ زندگی میں ایسی عظیم الشان نعمت ہم کو مل جائے گی، جس کا تصور بھی نہ تھا، رخصت کی اجازت مل جانے پر ہم مسجد سے باہر آئے، لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بزرگ اسی قصبہ مرشد نگر کے رہنے والے سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ ہیں جو سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے بدر کامل ہیں۔

یہ بھی ایک عجیب اتفاق تھا کہ قصبہ مرشد نگر میں سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کا بدر کامل جلوہ فگن ہونے کے باوجود حضرت سلطان الاولیا رقبلہ کی ملاقات آپ سے اب تک نہ ہو سکی تھی۔ اس خاکسار نے اپنے اس خلجان کو مرشد گرامی حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ زیدت فیوضہم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا، تو متبسم انداز میں ارشاد فرمایا:

"میاں، ہر کام کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، وقت سے پہلے کوئی کام نہیں ہوتا۔ جب حکم خداوندی کی تکمیل کا وقت آگیا تو خود بخود ایسے اسباب مہیا ہوتے چلے گئے۔ دوسری وجہ ملاقات نہ ہونے کی یہ بھی تھی کہ ۱۸۸۶ء سے سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کا زیادہ تر وقت بسلسلۂ ملازمتِ فوج پردیس ہی میں گذرا۔ ان ایام میں حضرت سلطان الاولیا۔ قبلہ کی کم عمری کا زمانہ تھا۔ ملازمت کے دوران مرشد نگر میں تشریف آوری ہوتی تھی تو بہت کم وقت کے لئے۔"

ترک ملازمت کے بعد بھی زیادہ تر وقت ڈھاکہ اور چاٹگام میں قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ کی خدمت اقدس میں گذرا۔ ۱۹۰۲ء میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد لکھنؤ میں قیام کا حکم ہوا تو زیادہ تر وقت لکھنؤ میں یا تبلیغی سفر میں گذرتا تھا۔ آپ کا وطن مرشد نگر درحقیقت آپ کے لئے پردیس بن گیا تھا۔ جس طرح سے کوئی مہمان آتا ہے اب اسی طرح سے لکھنؤ سے آپ کی تشریف آوری ہوتی تھی۔ اجازت و خلافت سے پیشتر سلطان العارفین قبلہ

شاہ صاحب کا ایک مرتبہ مرشد نگر میں طویل قیام بھی ہُوا تو چلّہ کشی کی مصروفیت کی وجہ سے عوام سے ربط نہ ہو سکا۔ ۱۹۰۲ء میں قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ کی مرشد نگر تشریف آوری بھی ہوئی، اس وقت بھی حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی ملاقات نہ ہو سکی تھی سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ کم سخن اور کم آمیز بھی تھے۔ اور چلہ کشی میں تو ذات پاک کے سوا کسی سے رابطہ ہی نہ رہا۔ کسی قسم کی شہرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لئے خاص خاص لوگوں کے علاوہ اس چلہ کشی کا بھی چرچا نہ ہُوا، ادھر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا کاروباری اور مہمانداری کا سلسلہ مکان پر جاری رہتا تھا۔ کاروباری مصروفیت سے جو وقت بچتا تھا اس میں آنے والے حضرات کی خدمت سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

یہی وہ اسباب تھے کہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا صاحب قبلہ سے حضرت سلطان الاولیاءؒ کی مسلسل قربت نہ ہو سکی، ویسے بھی دید و شنید کے باوجود متفرق مصروفیات کی وجہ سے قصباتی زندگی میں زیادہ ہم آہنگی بھی نہیں ہو پاتی، یہ تو رحمت خداوندی کی عجیب شان ہے کہ مرشد نگر میں دریائے شریعت و طریقت کے مثبت انداز میں ملاپ کی وجہ سے روحانی لہریں موجزن ہو کر شانِ جہانگیری کا ثبوت پیش کر رہی ہیں"۔ بہر حال سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ سے بیعت ہونے کے بعد گھر آکر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے تمام واقعہ والدین کی خدمت عالیہ میں عرض کر دیا۔ شیخ رمضانی علی ٹھیکیدار صاحب کو بہت زیادہ مسرّت ہوئی اہل خانہ اور متعلقین حضرات بھی اس مبارک خبر کو سُن کر بہت مسرور ہوئے۔ اور مرشد کامل سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کی دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ آس پاس میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ مرشد کامل کی توجہ اور شفقت سے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے معمولات میں پہلی سی جھلک پیدا ہو گئی۔ جب تک حضرت سلطان العارفین قبلہ مرشد نگر میں مقیم رہے برابر آپ کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت ہوتی رہی۔ آپ کے قیام سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی خاص مقصد کے تحت لکھنؤ سے تشریف آوری ہوئی ہو۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو مُرید کرنے کے بعد جب اس مقصد کی تکمیل ہو گئی، اس کے بعد سلطان العارفین قبلہ

لکھنؤ واپس تشریف لے گئے۔ سلطان الاولیاءقبلہ کی مرشد نگر ہی میں اپنے معمولات و اوراد اور ذکر و فکر میں پابندی و استقلال کے ساتھ مشغولیت جاری رہی، سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ مرشد نگر تشریف لاتے اور آس پاس کے علاقوں میں رشد و ہدایت کے لئے سفر فرماتے تو حضرت قبلہ آپ کی ہمرکابی کی سعادت سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔ اُنہی ایام میں حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری قدس سرّہٗ کے عرس مبارک میں حاضری کے لئے لکھنؤ سے مرشد نگر تشریف لائے، بارگاہ مرشد سے آپ کو بھی سفر کی اجازت مل گئی۔ حضرت قبلہ اس سفر کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے۔ کہ؛

جب سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ اور یہ خادم دربار مخدوم صابر میں حاضر ہوئے تو حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ وہاں پہلے سے موجود تھے۔ دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی تو ہم نے حضرت مستان شاہ قبلہ کو سلام مسنون کا نذرانہ پیش کیا۔ حضرت مستان شاہ صاحب نے سلام کے جواب کے بعد مسکراتے ہوئے فرمایا، صاحبزادے! کس کے ساتھ آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ اپنے مرشد کے ساتھ ہیں، یہ جواب سُن کر حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کی مسکراہٹ میں اضافہ ہوگیا، پھر آپ نے نہایت سنجیدہ ہو کر فرمایا۔ ہاں بھئی یہ دولت ہمارے لئے نہیں تھی، جس کے نصیبہ کی تھی اُسی کے پاس پہونچ گئی۔ خدا تم کو کامیابی عطا فرمائے، اب ٹھیک مقام پر پہونچ گئے ہو۔" اس کے بعد کئی دن تک دربار مخدوم میں حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ اور سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کا قیام رہا، پھر ہم سے کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی، اور نہ اس ملاقات کے بعد کسی اور ملاقات کی نوبت آئی۔ حالانکہ حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ کا وصال چھ ۶ برس بعد ۱۹۱۶ء میں رام پور میں ہوا۔ لیکن سلطان العارفین قبلہ کی محبت اور صحبت سے جہانگیری رنگ ایسا رچا کہ پھر کوئی رنگ نظر میں جچا ہی نہیں۔"

اس سفر کے بعد سلطان العارفین قبلہ کے ہمراہ متعدد مقامات پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ روز بروز تعلق خاطر میں اضافہ ہوتا رہا۔ اُس زمانے کے حالات کا مشاہدہ کرنے والے بتلاتے ہیں کہ صوفی جی یعنی سلطان الاولیا قبلہ کی وضع قطع اور رنگ ڈھنگ سے ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ مرشد کامل کا یہ مرید ولی کامل بن کر سلسلہ جہانگیریہ کے فلک پر آفتاب کی طرح روشن ہوگا لیکن ۱۹۱۰ء میں خالق حقیقی نے مرشد کامل سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کو اپنی بارگاہ میں بُلا لیا۔ یہ مبارک زمانہ وہ تھا کہ سلطان العارفین قبلہ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی عظیم الشان توسیع و ترقی ہو رہی تھی آپ کے وصال سے تمام سلسلہ میں صفِ ماتم بچھ گئی، جہاں جہاں آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ حضرات تھے اس اچانک دلدوز واقعہ پر تڑپ کر رہ گئے، حکم خداوندی میں مجال دم زدن کس کو ہے، صبر جمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں اپنے اپنے تعلق کے اعتبار سے رنج و غم کی کیفیت سے سب ہی دوچار ہوئے، یہ ایسا دردِ مشترک تھا جس میں سب ہی شریک تھے، دِلوں کی کیفیت سے تو اللہ تعالیٰ بہتر واقف ہے، بظاہر ان افراد میں ایک شخصیت ایسی تھی جس نے اس خبر پر بالکل چُپ سادھ لی، جب کوئی مرشد کامل کا ذکر خیر کرتا حضرت قبلہ کے لبہائے مبارک پر ایسا ہلکا سا تبسّم نمودار ہوتا کہ اچھے اچھے مضبوط دل والے جو غموں کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے اس تبسّم کی تاب نہ لا سکتے تھے۔ ؎

اُس کے غم کا بھی کیا ٹھکانا ہے ؛ جس کی عادت ہو مسکرا دینا

خلا میں کسی چیز کو تلاش کرنا، ہوا سے باتیں کرنا، بیٹھے بیٹھے اچانک اُٹھ کر چل دینا، چلتے چلتے رُک جانا، پیچھے اور اطراف میں مُڑ مُڑ کر دیکھنا، نہ کھانے کی رغبت، نہ پانی کی چاہت، نہ آرام کی خواہش، نہ کسی سے گفتگو، نہ لباس کی پروا، جس طرح کسی کے پاس سے کوئی نایاب اور قیمتی چیز گم ہو گئی ہو اور وہ شخص چپکے چپکے کسی کو بتلائے بغیر اس کی تلاش میں منہمک ہو، بس اسی قسم کی سی کیفیت حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی تھی حقیقت تو یہ ہے کہ رنج اور خوشی کی کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا، یا زبان سے ادا کرنا مشکل ہی

نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس کا تو صرف احساس ہی کیا جا سکتا ہے۔ رنج و غم کی اس مسلّمہ تلخ حقیقت کے باوجود اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ وقت کا مرہم بڑے سے بڑے زخم کو بھر دیتا ہے طغیانی کتنے ہی شباب پر ہو، لیکن اس جہانِ فانی میں ہر کمال کو زوال ہے۔ بس ذات وحدہٗ لاشریک ہی اس کیفیت سے مُنَزَّہ اور پاک ہے؛

زندگی کی شاہراہ پر بعض مرتبہ کچھ ایسے موڑ بھی آجاتے ہیں جہاں مرنے کے لئے نہیں بلکہ جینے کے لئے زہر پینا پڑتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مرنے کے لئے زہر پینا اتنا مشکل نہیں جتنا زندگی کے لئے۔ کیونکہ یہ حادثہ تو صرف ایک ہی بار پیش آتا ہے لیکن جس کو زندگی کے لئے زہر پینا پڑے اس کو روز مرنا اور روز جینا پڑتا ہے۔ وصال شیخ سے حضرت قبلہ کی زندگی میں بھی ایک ایسا ہی موڑ آگیا، جہاں زندگی کی تمام خوشیاں منھ موڑ کر چلی گئیں، بس دشتِ غم کا سناٹا تھا اور حضرت قبلہ کی ذات تھی، بالآخر طوفان کا زور ختم ہوا، طغیانی کا اُتار ہوا، تو چاروں طرف نظر ڈالی، آشیاں کا ایک تنکا بھی سلامت نظر نہ آیا۔ پیاسی رُوح کو منزل کی پھر تلاش ہوئی، منزل کی طرف لے جانے والی شاہراہ تو مسدود ہو چکی تھی، اب روحانی منزل کا راہبر کون ہوگا؟ کس طرح ملے گا اور کس جگہ ملے گا؟ کچھ معلوم نہیں! قرب و جوار اور دُور دراز جہاں جہاں کسی مسیحا کی نشاندہی ہوتی تو منزلِ رُوح کا یہ مسافر اُسی جانب سفر کرتا، متعدد مقامات پر مختلف مسالک کے حضرات کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا، کسی جگہ نظر نہ ٹھہری، کتنے ہی دن سفر میں گذارے، کتنی ہی راتیں جاگ کر گذاریں، منزلِ مقصود کا دُور دُور تک نام و نشان نہ مل سکا، اُمید کی آخری کرن دربار عالیہ جہانگیریہ چاٹگام تھی، سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کو یہ نعمت اسی دربار عالیہ سے ملی تھی، اب اُسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے شاید دل کی مُراد بر آئے۔

اب سے ایک صدی پیشتر اس قدر دُور دراز کا سفر کرنا بہت ہی دشوار تھا اُس دشواری کا آج کے ترقی پذیر دور میں تصوّر کرنا بھی مشکل ہے، نہ منزل کا راستہ معلوم، نہ کوئی ہمسفر، نہ

کوئی راہبر۔ بالآخر مشیت ایزدی نے اس مشکل کو اس طرح آسان کیا، جس کا ذکر حضرت قبلہ نے اس طرح کیا:۔

"بھائی ہم تو سمجھتے تھے کہ مرشد گرامی کے وصال کا سارا غم سمٹ کر ہمارے ہی دل میں سما گیا ہے، صرف ہمارا ہی مَن اُجڑ گیا ہے، ہمارے ہی گھر میں اندھیرا ہُوا ہے، مگر نہیں۔ اس ہجوم غم میں ایک ہستی ایسی بھی تھی جس کے غم کا اندازہ ہم بھی نہیں لگا سکے، جب اُن سے ہماری ملاقات ہوئی تو ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی، لیکن قربان جایئے سلطان العاشقین قبلہ کی ذات پر جس نے ہمارے آنسوؤں کو دیکھ کر اس انداز میں تبسم فرمایا، کہ ہماری رُوح تک کانپ اُٹھی ؎

جو مجھے دیکھ کے ہنستا ہو گا ؛ اُس کا غم مجھ سے زیادہ ہو گا۔

اور حقیقت بھی یہی تھی کہ اس احساسِ غم کی شدّت میں وہ حق بجانب تھے، کیونکہ حضرت قبلہ سے تو مرشد کامل کا ظاہری تعلق منقطع ہُوا تھا، لیکن اس ہستی پر غموں نے سہ رُخا حملہ کیا تھا، ایک تو مرشد کامل سے جُدائی، دوسرے ایک بہترین اور بے مثال سرپرست کی سرپرستی سے محرومی، تیسرے برادر محترم کا وصال،" مگر ان نامساعد حالات میں بھی سلطان العاشقین قبلہ کے چہرۂ انور پر بظاہر غم کی کوئی نشانی ظاہر نہ ہوتی تھی، یہ ذاتِ گرامی تھی سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کے برادر خورد حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی؛

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۰۴ء میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کو اجازت وخلافت کی نعمت عطا کی گئی، اور مرشد گرامی قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبد الحی شاہ صاحب قبلہ چاٹگامی کی بارگاہ سے لکھنؤ میں قیام کا حکم ہُوا تو دربارِ عالیہ جہانگیریہ چاٹگام سے واپسی پر سلطان العارفین اپنے وطن مرشد نگر (بھینسوڑی شریف) تشریف لائے اور سب سے پہلے آپ نے اپنے برادر خورد حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کو مرید فرمایا، اس کے بعد بہت سے افراد آپ سے مرید ہوئے۔ اور سلسلہ عالیہ کی اشاعت کیوجہ سے

تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی محبوبیت اور مقبولیت کا دائرہ یوپی کی حدود سے آگے بڑھ کر راجستھان، مدھیہ پردیش، پنجاب، مہاراشٹر، بہار اور مغربی بنگال تک وسیع ہوگیا۔ رحمت خداوندی سے مرشدِ کامل حضرت فخر العارفین قبلہ کی توجہات جس انداز سے تھیں اُن سے یہ اندازہ لگانا کوئی دشوار نہ تھا کہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ اپنی ظاہری و معنوی وسعت کو اہل نظر و صاحبانِ قلب سے تسلیم کرالے گا۔ آپ کی روحانی بصیرت سے سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کا سینۂ مبارک معمور تھا۔ چنانچہ مرشد نگر میں چلّے سے فراغت کے بعد حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کو سینۂ مبارک سے لگاکر فرمایا کہ ہم اوپر والوں کی امانت تمہارے سُپرد کررہے ہیں

آپ کے وصال کے بعد لکھنؤ کی مرکزیت اور سلسلہ کی وسعت و اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لئے اہل سلسلہ کی نظرِ انتخاب حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ پر مرکوز ہوئی۔ مگر اس عظیم ذمہ داری کو سنبھالنے کیلئے جن باطنی اور ظاہری اوصاف کا ہونا ضروری تھا اُن کی تکمیل بھی لازمی تھی۔ حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کا قیام ریاست رامپور میں بسلسلہ ملازمت تھا۔ اگرچہ مزاج میں انکساری، معاملات میں ایمانداری، طبیعت میں قناعت کام میں مستعدی امور شریعت کا اہتمام، اوراد و اشغال کی پابندی کا سلسلہ قائم تھا مگر مستند طور پر مسند نشینی کے لئے اوپر والوں کی طرف سے اجازت ضروری تھی، اس کے حصول کے لئے حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کے لئے دربار عالیہ جہانگیریہ کی طرف رجوع ہونا ضروری تھا۔ لیکن اس دور میں اس قدر دُور دراز مقام کا سفر بہت ہی دشوار تھا۔ رامپور سے جب مرشد نگر واپسی ہوئی تو دیگر معاملات سے فراغت کے بعد دربار عالیہ جہانگیریہ چاٹگام کا ارادہ کیا، حُسنِ اتفاق سے آپ ہی کے ہم وطن ایک پیر بھائی صوفی محمد حسن شاہ صاحب بھی عازم سفر تھے۔ ایک ہی منزل کے دو راہی سفر عشق پر روانہ ہوگئے۔ اس طرح ۱۳۲۹ھ ہجری میں دونوں حضرات نے پہلی مرتبہ دربارِ عالیہ جہانگیریہ چاٹگام کا سفر کیا۔ مقصدِ سفر دونوں حضرات کا یکساں تھا، یعنی طریقت اور معرفت کی تکمیل، تاکہ منزل مقصود تک رسائی آسان ہوجاتے۔

سنہ ۱۳۲۹ ہجری میں قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحی شاہ صاحب قبلہ کا چشمۂ فیضان دربار عالیہ جہانگیریہ میں جاری تھا۔ دربار عالیہ میں حاضری کی سعادت کے بعد مرشد کامل نے مرید کامل کے وصال کے حالات دریافت فرمائے۔ حالانکہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب کے وصال کی خبر غیب سے معلوم ہو گئی تھی۔ سیرت فخر العارفین میں حکیم سید سکندر شاہ صاحب قبلہ اس طرح رقمطراز ہیں۔

غیب سے انتقال کی خبر:

ارشاد فرمایا: ہماری بڑی اہلیہ نے خواب دیکھا کہ پچھم کی طرف قیامت ہو گئی ہے اور آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا ہے (دربار عالی سے لکھنؤ پچھم کی جانب ہے) اور ہمیں دیکھا کہ چوغہ پہنے ہوئے کہتے ہیں کہ باقی ماندہ جو لوگ ہیں اُن کو جا کر دیکھ لیں۔ ہم وہاں گئے اور ٹہلنے لگے۔ ایک لڑکا بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا اس نے جب ہم کو دیکھا تو قرآن شریف جزدان میں لپیٹ کر اُٹھا اور ہماری قدم بوسی کی۔ فرمایا اُن کا خواب سُن کر ہمیں اندیشہ پیدا ہوا اور کہا کہ پچھم کی طرف تو ہمارے تین خلفاء ہیں نبی رضا اور فلاں فلاں۔ چند دن گذرے تھے کہ نبی رضا خاں صاحب کے انتقال کی خبر آئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ برادر محترم جناب خاں صاحب کے انتقال کی خبر آنے کے بعد حضرت قبلہ روحی فداہ نے ارشاد فرمایا کہ خاں صاحب کامیاب ہوئے (سبحان اللہ)

(سیرت فخر العارفین جلد سوم صہ ۸۱، ۸۲)

ایسے ہونہار، سعادت مند اور عبادت گذار خلیفہ کی رحلت سے مرشد گرامی کے رنج و غم کی کیفیت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرشد کو اولاد جسمانی سے زیادہ اولادِ روحانی سے تعلق ہوتا ہے اور اولاد بھی ایسی کہ جس کو سلطنتِ روحانی کے ایک خطہ کا نگراں بنا دیا جائے۔ آخر یہ ذمہ داری کسی اہلیت کی بنا پر ہی سپرد کی گئی ہوگی۔ اس سے ظاہری جدائی کی کیفیات کس طرح بیان کی جاسکتی ہیں۔

حضرت قبلہ ارشاد فرماتے تھے کہ:

سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کی ذاتِ گرامی سے متعلق ایک ایک بات کو قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ متعدد بار مختلف مجالس میں ہم لوگوں سے دریافت فرماتے دورانِ تذکرہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، یہی کیفیت تمام حاضرین مجلس کی ہوتی تھی"

"اکثر مجالس میں قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ آپ کے اطوار و عادات۔ ریاضت و مجاہدہ، خلوص و محبت، جذبہ خدمت و اطاعت کا تذکرہ فرماتے۔ ارشاد ہوتا۔ کہ اب ایسے افراد کہاں۔"

کچھ دن گذرنے کے بعد جب اعتدال کی صورت پیدا ہوئی تو ایک مجلس میں، ہم لوگوں نے مقصدِ سفر عرض کیا "حضور اپنے دامنِ عاطفت میں لے لیجئے۔"

ہم دونوں کی اس گذارش پر قطبِ عالم حضرت فخر العارفین قبلہ نے سکوت فرمایا۔ کئی روز گذر گئے ہم روزانہ سوچتے تھے کہ آج شاید ہمارے لئے کچھ حکم ہو۔ لیکن آنے والا دن گذشتہ دن کی طرح خموشی سے گذر جاتا۔ ارادے کے باوجود دوبارہ التماس کی ہمت نہ ہوتی، اور پھر آنے والے دن کا انتظار کرتے۔ ایک دن حاضرین مجلس کے رُو برُو ارشاد فرمایا:

"ہم اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ ہمارے دربار کے کسی بھی خلیفہ کا مُرید ہمارا مُرید کہلائے گا۔ اور اس کی نگرانی ہمارے ذمّہ ہوگی۔ بشرطیکہ وہ ہمارے طور طریقے پر چلے شریعت و طریقت کے امور کی پابندی للٰہیت کے ساتھ کرے۔ صرف لباس پہننے سے نسبت قائم نہیں ہوتی، نسبت کا قیام جب ہی ہوتا ہے جبکہ اخلاص مجاہدہ اور استقلال کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ ہم بہت ڈرنے والے آدمی ہیں کوئی معاملہ اپنی مرضی سے نہیں کرتے۔"

حضرت قطب عالم قبلہ کے اس ارشاد مبارک کے بعد قلب کی اضطرابی کیفیت میں نمایاں کمی ہو گئی، وصال مرشد سے جو بیقراری اور بیتابی تھی آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی۔ ڈیڑھ ماہ تک قیام کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان ایام میں قطب عالم حضرت فخر العارفین کی عنایاتِ بیکراں کا مشاہدہ ہوتا رہا۔ اس کے بعد حضرت قطب عالم قبلہ کی بارگاہِ عالیہ سے رخصت کی اجازت ملنے پر وطن کی طرف مراجعت ہوئی۔

حضرت قبلہ ارشاد فرماتے تھے کہ:

دربار عالیہ جہانگیریہ سے واپسی کے بعد حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ اپنی قدیم ملازمت پر ریاست رامپور تشریف لے گئے اور ہم بھی اپنے کاروباری معاملات میں مصروف ہو گئے۔ زندگی کے شب و روز اسی طرح گذرتے رہے۔ ان تمام حالات کے ساتھ معمولات اور اشغال کی پابندی کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ ہندوستان میں مختلف مقامات پر سلسلہ کی تنظیم اور توسیع میں سلطان العارفین قبلہ کے خلفائے کرام مشغول تھے۔ لکھنؤ اور اطراف میں سلسلہ کی اشاعت کا کام جاری تھا۔

ملازمت کی ذمہ داریوں کے باوجود سلطان العاشقین قبلہ کی شخصیت ایک خصوصی حیثیت کی حامل تھی۔ مرشد گرامی سے والہانہ تعلق، اہل سلسلہ پر خصوصی شفقت، اعلیٰ درجہ کی تنظیمی و اصلاحی صلاحیت تدبّر اور دور اندیشی، یہ تمام صفات آپ میں موجود تھیں، یہ محسوس ہوتا کہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کی توجہ باطنی آپ کی رہبر تھی۔ سلسلہ کی وسعت اور مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ مرکز یعنی لکھنؤ میں مستقل طور پر کسی معتبر اور لائق شخصیت کو متعین کیا جائے۔ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے اربابِ بصیرت کی نظرِ انتخاب سلطان العارفین قبلہ کے برادر خورد حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی ذاتِ گرامی پر ٹھہر گئی۔ اور آپس کے مشورے سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ اس منصبِ عظیم کے لئے حضرت محمد عنایت حسن شاہ

صاحب قبلہ سے زیادہ موزوں کوئی اور نہیں۔ لیکن اس انتخاب پر تصدیقی مُہر کے لئے اوپر والوں کی اجازت اور تائید ضروری ہے۔ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے معتبر افراد اور حضرت سلطان العارفین قبلہ کے بعض خلفاء کے درمیان مشورے سے یہ بات طے ہوئی کہ دوبارہ دربار عالیہ جہانگیریہ میں اس مسئلہ کو پیش کیا جائے اور جو کچھ اوپر والوں کی طرف سے صراحت یا اشارہ ہو اُس کے مطابق عمل کیا جائے۔ اللہ اللہ! کس قدر احتیاط اور اہتمام تھا اُس وقت کے حضرات میں کہ کوئی کام بڑوں کی موجودگی میں اپنی مرضی سے نہیں کرتے تھے۔ اُن کے ہر ایک معاملہ میں خلوص و للّٰہیت کی شان تھی، یہی وجہ ہے کہ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی بنیادیں بڑی ہی مضبوط اور مستحکم ہیں۔ اب اس مرحلہ کی تکمیل کے لئے حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کو دربار عالیہ جہانگیریہ کی حاضری کے لئے دوبارہ عازم سفر ہونے کی ضرورت پیش آئی۔ اس مرتبہ بھی دیگر ہمسفر حضرات کے ساتھ صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ آپ کے ہمسفر تھے۔ بلکہ اگر حق بات کہی جائے تو سچ یہ ہے کہ مرشد نگری ہی میں نہیں بلکہ سرزمین لکھنؤ کی حدود تک صوفی محمد حسن شاہ صاحب کی ذات گرامی ہی ایک ایسی تھی جس کی رُوح کی یہ آواز اور قلب کی یہ آرزو تھی کہ مرشد گرامی حضرت سلطان العارفین کی جانشینی کے لئے مرشد گرامی کے خاندان ہی کے کسی لائق فرد کو منتخب کیا جائے، اسی لئے غیر محسوس طریقے پر صوفی محمد حسن شاہ صاحب نے اپنی اس آرزو کی تکمیل کے لئے پیش رفت کی اور ہمرکابی کی خدمات پیش کیں۔ صوفی محمد حسن شاہ کی فراستِ ایمانی اور بصیرتِ روحانی تو شروع ہی سے تسلیم شدہ تھی جس میں دو رائے نہ پہلے تھیں، نہ اب ہیں، ہمارے اس بیان کا کھلا ہوا ثبوت سلسلہ عالیہ کا استحکام اور عالمگیر وسعت ہے جس کا مشاہدہ اہلِ سلسلہ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں کر چکے ہیں اور اب تک کر رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے پھر یہ بات بھی ہے کہ صحیح جانشین کا انتخاب وقت کا اہم تقاضا بھی تھا اس لئے صوفی محمد حسن شاہ صاحب نے اس معاملہ میں پُرخلوص کوشش فرمائی، جس کو بارگاہ خداوندی سے قبولیت کا شرف اس طرح حاصل ہوا کہ بماہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ میں دوبارہ یہ قافلۂ عاشقاں دربار عالیہ جہانگیریہ چاٹگام مرزا کھل شریف حاضر ہوا۔

اس مہینے کی ۱۲ تاریخ کو حضرت شیخ العارفین قبلہ کا عرس مبارک ہوتا ہے۔ جس میں دونوں حضرات نے شرکت کی۔ اور وہاں کے دستور کا مشاہدہ کیا۔ قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سیّد عبدالحیٔ شاہ صاحب قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی جبکہ ۱۳۲۹ھ ہجری میں پہلی مرتبہ دربار عالیہ میں حاضری کی سعادت سے مشرّف ہو چکے تھے۔ اور اُس وقت اِن دونوں حضرات نے خصوصی طور پر دامن عاطفت میں پناہ کی درخواست پیش کی تھی۔ جس پر حضرت قطب عالم فخر العارفین قبلہ نے چند روز سکوت فرما کر دربار عالیہ کا دستور بیان فرما دیا تھا، "کہ ہمارے دربار کے کسی بھی خلیفہ کا مُرید ہمارا مُرید کہلائے گا۔۔۔۔۔۔۔ اس مرتبہ اظہار مدّعا کی جرأت نہ ہو سکی اور خموشی کو دل کی زبان بنا کر فیصلے کا انتظار کیا گیا، اور پھر دلوں کی بات کا فیصلہ قطبِ عالم کی بارگاہ عالیہ سے اِس طرح ہوا کہ حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کو اُس کمرے میں ٹھہرنے کا حکم ہُوا جس میں سجادگان کو ٹھہرایا جاتا تھا، اور دُوسرے رفیقانِ سفر کو عام مریدین کی اقامت گاہ میں ٹھہرایا گیا۔ یہی نہیں بلکہ آپ کے ساتھ دربارِ عالیہ کے دستور کے مطابق خصوصی معاملہ کیا گیا۔ دربار عالیہ کا دستور یہ تھا کہ خلفاء کرام اور سجادہ نشین حضرات کو عام مریدین سے علیحدہ اقامت گاہ عطا کی جاتی تھی، اور حسبِ مراتب معمولات، فرائض منصبی اور دیگر اُمور سُپرد کئے جاتے تھے۔ دربارِ عالیہ میں یہ دستوری عمل آج بھی جاری ہے۔" اس طرح حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کے لئے اوپر والوں کی طرف سے اشارۂ سجادگی ہو گیا۔ لیکن حضرت قطب عالم فخر العارفین نے اس کا اعلان نہیں فرمایا۔ اسی قیام کے دوران صوفی محمد حسن شاہ صاحب نے ایک دن حضرت قطب عالم فخر العارفین قبلہ کی خدمت اقدس میں دامنِ عاطفت میں پناہ کی درخواست پیش کر دی۔ آپ کی اس درخواست کو سُن کر حضرت قطبِ عالم فخر العارفین قبلہ نے ارشاد فرمایا:

"صوفی جی ہم تمہارے معاملہ میں خموش ہیں تمہارا ایک وقت آئے گا۔"

اس فرمانِ مبارک کے بعد کسی قسم کی گذارش کی کوئی گنجائش ہی نہ رہی۔ صوفی محمد حسن شاہ صاحب نے بھی حضرت قطب عالم کے ارشاد مبارک پر یقینِ کامل کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرلیا۔ اور وہ یقینِ کامل یہ تھا کہ حضرت قطب عالم فخر العارفین کی نگاہِ بصیرت اُس مقامِ اعلیٰ سے، آنے والے دَور کا مشاہدہ کررہی ہے جہاں تک رسائی خاصانِ خدا ہی کے لئے خاص ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے "رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند"۔ (سلطنت سے متعلق امور کی باریکیوں کو بادشاہ ہی خوب سمجھتے ہیں۔) صوفی محمد حسن شاہ صاحب اس مقامِ رضا سے بھی سلامتی کے ساتھ گذر گئے تو کچھ دنوں کے بعد دربارِ عالیہ سے رخصت کی اجازت مرحمت ہوئی۔ دربارِ عالیہ سے معرفت و عشق کی مخصوص منزلوں کو حقیقی کامیابیوں کے ساتھ طے کرتا ہوا واپسی پر یہ قافلہ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانۂ مقدسہ پر قدم بوس ہُوا اس کے بعد اجمیر شریف کے قریبی علاقہ نصیر آباد میں حضرت مولانا عبد الشکور صاحب قبلہ (عظیم المرتبت خلیفہ حضرت سلطان العارفین قبلہ) کے دولتکدہ پر قیام پذیر ہوا۔ حضرت مولانا نے مرشدِ گرامی کے برادرِ خورد کا نہایت شاندار استقبال کیا اور تعظیم و ضیافت میں نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا۔ دربارِ عالیہ جہانگیریہ مرزا کھل شریف چاٹگام کے احوال و کوائف معلوم کئے۔ آپ کو جب یہ معلوم ہُوا کہ حضرت قطب عالم فخر العارفین قبلہ کی بارگاہِ عالیہ سے سجادگی کا اشارہ ہوگیا ہے تو حضرت مولانا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر ادا کیا کہ اُس کے فضل و کرم اور بزرگوں کے ظلِّ عاطفت میں یہ اہم مسئلہ طے ہوگیا۔ کہ ہم لوگوں کے لئے سالارِ کارواں قائم کردیا گیا۔ لیکن اس خوشی کے ساتھ ساتھ حضراتِ سلسلہ کی بصیرتِ روحانی نے اس بات کا بھی احساس کرلیا تھا کہ سجادگی کا اعلان کیوں نہیں کیا گیا۔ اس لئے حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب سے کہا گیا کہ ابھی آپ اس قدر دور دراز سفر سے آرہے ہیں، اس لئے کچھ دنوں کے بعد آپ تشریف لائیں تا کہ اہتمام کے ساتھ اس مرحلہ کی تکمیل ہوجائے۔ اس کے بعد آپ نصیر آباد سے رخصت ہوکر برادرِ بزرگ

مرشد گرامی سلطان العارفین قبلہ کی بارگاہِ عالیہ لکھنؤ شریف میں حاضری دیتے ہوئے بعافیت تمام مرشد نگر آگئے۔

سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن قبلہ کی ذاتِ گرامی مجمع صفات تو پہلے ہی سے تھی، کردار کی پاکیزگی، اخلاقِ حسنہ، تدبر، تحمل، دُور اندیشی، زہد و تقویٰ، شریعت و طریقت کے مسائل سے واقفیت، فرائض و واجبات اور سُنن کی ادائیگی میں پابندی اور اہتمام آپ کا مزاج تھا، اور اب دربارِ عالیہ جہانگیریہ مرزا کھل شریف سے واپسی کے بعد آپ کے معمولات میں ایک نئی شان اور نیا وقار پیدا ہو گیا تھا، عادات و اطوار، گفتار و کردار میں بزرگوں کی روش کا احساس دوسرے حضرات بھی کرنے لگے تھے۔ دنیوی امور میں اختصار اور ترتیب کے ساتھ ساتھ ملازمت کی ذمہ داریاں بھی پیشِ نظر تھیں۔ اب سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی تنظیم و توسیع کی طرف آپ کی توجہ مبذول ہونا بھی نہایت ضروری ہو گیا مگر ان حالات میں ایک برس کا عرصہ گذر گیا اور ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ ہجری کو حضرت قطب عالم فخر العارفین قبلہ کا وصال ہو گیا۔ اب سلسلہ کی ترتیب و تنظیم اور توسیع کی ذمہ داریاں زیادہ ہو گئیں تو آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ ترک ملازمت کے فیصلے پر اہلِ خانہ اور متعلقین حضرات کو تعجب ہوا۔ حالانکہ آپ کے یہاں زمینداری بھی تھی، لیکن اس کے ذریعہ آمدنی نہ ہونے کے برابر تھی، کیونکہ جن لوگوں کے پاس آپ کی زمین زیرِ کاشت تھی اُن کے ساتھ آپ کا برتاؤ بہت شفقت آمیز تھا، مروّجہ زمیندارانہ برتاؤ نہ آپ نے کیا اور نہ آپ کو پسند تھا۔ ظالمانہ اور حاکمانہ رویّے سے ہمیشہ آپ نے پرہیز کیا، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے کہ اپنے ماتحت لوگوں اور غریبوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ان حالات میں معقول آمدنی کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ صرف ملازمت ہی آمدنی کا مستحکم ذریعہ تھی، اب اس کو بھی ترک کر دیا تو اہلِ خانہ کی تشویش بجا تھی، متعلقین بھی آپ کے اس اقدام پر حیرت و تعجب کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔ لیکن آپ نے نہایت خندہ پیشانی

کے ساتھ فرمایا:

”لو بھئی ہم تو آ گئے ہیں، پہلے لنک کلاتھ اور بوسکی پہنتے تھے اب کھدّر پہن لیا کریں گے۔ پہلے عمدہ کھانا کھاتے تھے اب روکھی سوکھی پر [illegible]“

شب و روز کی گردش جاری تھی کہ دوسرا برس بھی ختم ہو گیا یعنی سنہ ۱۳۴۱ ہجری بھی مکمل ہو گئی، حضرت مولانا عبدالشکور شاہ صاحب قبلہ اور حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی ملاقات سلطان العارفین قبلہ کے عرس مبارک کے موقع پر ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ عرس مبارک کی تقریبات سے فراغت کے بعد اگر آپ قدم رنجہ فرمائی سے غریب خانے کو رونق بخشیں تو زہے نصیب۔ چنانچہ اسی برس جمادی الاولیٰ کے مہینے میں حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ نے حضرت سلطان العارفین قبلہ کے عرس کے بعد نصیر آباد کا ارادہ کیا۔ پہلے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے آستانہٗ مبارک پر حاضری دی، پھر نصیر آباد پہونچے۔ حضرت مولانا عبدالشکور شاہ صاحب قبلہ نے مرشد گرامی کے برادر خورد کی نہایت تعظیم فرمائی اور بہت ہی شفقت و خلوص کے ساتھ پذیرائی کی، اور پھر دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

دربار عالیہ جہانگیریہ میں قیام کے دوران روحانی سفر کا راستہ کھل گیا تھا۔ اب وہ مبارک ساعت آ گئی تھی جس کا انتظار تمام اہل سلسلہ کو تھا۔ اس سعادت اور خوش بختی میں مزید چار چاند لگ گئے جب سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس مبارک کا ماہِ مبارک آ گیا۔ رجب سنہ ۱۳۴۲ ہجری میں سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے بہت سے حضرات اور سلطان العارفین قبلہ کے خلفاء کرام عرس مبارک میں شرکت کے لئے سلطان الہند کی بارگاہ عالیہ میں حاضر تھے۔ عرس مبارک کی تقریبات کے اختتام پر سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہ عالیہ کی مقدس فضاؤں میں ان تمام حضرات کی موجودگی میں

حضرت مولانا عبدالشکور شاہ قبلہ اور دیگر حضرات نے حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کی سجادگی کے بارے میں دربار عالیہ جہانگیریہ مرزا کھل شریف کے حالات کا اظہار کیا، اور بصد مسرت محترم صاحب سجادہ کی خدمت میں نذر پیش کی، آپ کے بعد دیگر افراد سلسلہ اور سلطان العارفین قبلہ کے خلفاء کرام نے منصب سجادگی کے دستور کے مطابق قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور نذرانے پیش کیے۔ جو نعمت سلطان العارفین قبلہ نے مرشد نگر میں چلّے کے بعد عطا کی تھی آج اس کا ظہور ہو گیا۔

اس مبارک تقریب کے بعد یہ قافلہ جہانگیریہ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہِ عالیہ سے رخصت ہو کر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب قبلہ کے دولتکدہ نصیر آباد پہونچا۔ حضرت مولانا نے صاحب سجادہ محترم کی ضیافت میں نہایت شاندار پیمانے پر دعوت کا اہتمام کیا۔ جس کے بارے میں حضرت سلطان الاولیاء صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ ارشاد فرماتے تھے:

"حضرت مولانا عبدالشکور شاہ صاحب قبلہ نے مرشد گرامی کے برادر خورد سجادہ نشین کی ایسی شاندار ضیافت فرمائی جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ نے اپنا گھر بار تک محترم سجادہ نشین کی تواضع اور ضیافت پر نچھاور کر دیا۔"

دعاؤں کے سائے میں یہ تقریبِ مسعود انجام پائی۔ یہی نہیں بلکہ یہ بھی طے کیا گیا کہ لکھنؤ شریف میں سلطان العارفین قبلہ کے عرس مبارک کے موقع پر حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی سجادہ نشینی کا اعلان عوام و خواص کے مجمع میں ہونا چاہیئے نیز سلطان العارفین قبلہ کی جانب سے ان کی اجازت و خلافت کا اعلانِ عام کیا جائے۔

"اس قسم کی اجازت و خلافت کے سلسلہ میں قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ صاحب قبلہ کا ارشاد گرامی "سیرت فخر العارفین ص ۱۴۲ حصہ سوم میں اس طرح درج ہے۔"

خلافت انتخابی ارشاد فرمایا کہ عند الطریقت ایک قسم خلافت کی انتخابی ہے مثلاً ایک بزرگ نے اپنا خلیفہ اور جانشین کسی کو نہیں بنایا، ان کے انتقال کے

بعد حضرات مشائخ اور علماء و صلحاء، اور پرہیز گار لوگوں اور برادران طریقت اور مریدین نے ان بزرگ کے کسی فرزند یا مُرید کو اُن کی جگہ پر بٹھایا اور اُن کا جانشین مانا، یہ صورت بھی خلافت ہی تسلیم کی جاتی ہے۔"

اسی صفحہ پر حضرت قطب عالم فخر العارفین قبلہ کا یہ ارشاد گرامی بھی موجود ہے۔

"حضرات مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے رُشد و ہدایت کے لئے دو طریقے مقرر فرمائے۔ ایک خلافت مذکورہ بالا (انتخابی خلافت) اور دوسرا طریقہ اجازت کا ہے یعنی بغرض رُشد و ہدایت اور اشاعتِ طریقت پیر و مرشد کسی شخص سے یہ فرمائیں کہ آپ کو ہم اجازت دیتے ہیں کہ سلسلۂ طریقت میں آپ ہماری طرف سے لوگوں کو مرید و تلقین اور ہدایت کریں، ایسے شخص کو صاحبِ مجاز کہتے ہیں۔ خلافت یافتہ اور صاحبِ مجاز میں یہ فرق ہے کہ خلیفہ دوسرے کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنا سکتا ہے مگر صاحبِ مجاز کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین نہیں بنا سکتا صرف مرید و تلقین اور ہدایت کر سکتا ہے۔"

حضرت قطبِ عالم فخر العارفین کے ارشاد مبارک کے مطابق حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی خلافت انتخابی تھی، جو تمام سلاسل طریقت میں رائج اور مستند و معتبر ہے۔" البتہ حضرت قطبِ عالم، فخر العارفین قبلہ نے اپنی جانشینی کے لئے چند شرائط کا اضافہ فرما کر طریقت کی عمارت کو نہایت مضبوط و مستحکم فرما دیا، اپنے جانشین کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا:

" اللہ تعالیٰ ہمارے لڑکوں میں سے جانشینی کے لئے جس کو پسند اور منظور فرمائے گا اُس لڑکے کی عمر جب بیس سال کی ہو گی تو اُس میں ہماری اور ہمارے پیرو مرشد والد ماجد قبلہ کی خو، بو، طور طریقہ، چال چلن، طرز و روش پیدا ہو گی، لوگ اُن کو دیکھ

کر خود کہیں گے کہ یہ اپنے والد اور حضرت دادا قبلہ کے نقش قدم پر ہیں۔ بس وہی ہمارے سجادہ نشین ہوں گے۔"

اور اُن کی باطنی اور روحانی تعلیم منجانب اللہ غیب سے ہو گی

(سیرت فخر العارفین حصہ سوم صد ۲)

سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن قبلہ کے مزاج میں دربار عالیہ جہانگیریہ چاٹگام سے واپسی پر بہترین تبدیلی کا مشاہدہ تمام حضرات نے کر لیا تھا، کہ آپ میں سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے بزرگوں کی خو، بو پیدا ہو گئی ہے۔ باطنی تربیت اور اوپر والوں کے نقش قدم پر چلنے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ان مبارک تبدیلیوں کو دیکھ کر سلسلہ کے تمام حضرات نے آپ کی سجادگی کو بصد مسرت قبول کر لیا۔

تیسری منزل

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز قدس اللہ سرّہٗ کے آستانۂ عالیہ کی پُر نور اور روحانی فضاؤں میں علماء، صلحاء، فقراء اور صوفیاء حضرات کے مبارک مجمع میں جہانگیری تاج سُلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہؒ کے سر مبارک کی زینت بنا۔ اس مبارک و مسعود اجتماع میں ایک دل ایسا بھی تھا جو منزل مقصود کی جستجو میں بارہ۱۲ برس سے تڑپ رہا تھا۔ بارہ۱۲ برس کا عرصہ کوئی معمولی نہیں ہوتا۔ اس عرصہ میں منزل کی تلاش میں کتنی راتیں رو رو کر گذاریں اور کتنے ہی دن تڑپ تڑپ کر بتائے، اِس کیفیت کو تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ سے شرفِ بیعت حاصل ہوا تھا، ۱۹۱۰ء میں مرشد گرامی کا وصال ہوگیا، چار برس سے کچھ زیادہ صحبتِ مرشد سے فیضان کا موقع ملا۔ وصالِ مرشد سے دل کی نگری اِس طرح اُجڑی کہ ۱۹۲۳ء تک آباد نہ ہو سکی، قرب وجوار اور دُور دراز کے سفر کئے مگر منزل مقصود نہ مل سکی۔ لیکن آج مکمل بارہ۱۲ برس کے بعد خواجۂ خواجگان سُلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرّہٗ العزیز کے آستانۂ مبارک پر رحمتِ خداوندی ایک انوکھے انداز سے جلوہ فگن ہوئی۔ اہلِ بصیرت کے قلوب ایک انوکھی مسرّت سے سرشار تھے، ایک نئی شان کے ظہور کے لئے سراپا انتظار تھے، آج کے مبارک دن میں سلسلہ جہانگیریہ میں ایک نئی شان کا ظہور ہونے والا ہے۔ اور قطبِ عالم حضرت فخر العارفین قبلہ کی پیش گوئی کا منظر سامنے آنے والا ہے کیونکہ قطبِ عالم حضرت فخر العارفین قبلہ کی خموشی کو آج رحمتِ باری کی طرف سے زبان عطا ہونے والی ہے۔

تمام اہل سلسلہ اور معتبر و مستند خلفائے کرام نے اس حقیقت کا احساس کرلیا تھا کہ

"سلسلہ عالیہ جہانگیریہ سے محبّت و عقیدت اور وابستگی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ عظیم الشان خوش خبری ہے کہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب

قبلہ کی مسندِ مبارک کو آپ کی نسبت اور فیضان کے مطابق آپ کے برادرِ خورد اور سب سے پہلے مرید حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی ذاتِ بابرکات سے رونق بخشی جاری ہے۔ آج سے سلطنتِ جہانگیریہ کے رُوحانی تخت پر حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ جلوہ افروز ہوں گے۔

تمام حاضرین نے جن میں سلطان العارفین قبلہ کے خلفاء کرام اور مریدوں کے علاوہ دیگر سلسلوں کے معتبر حضرات بھی موجود تھے مسند نشینی کی تائیدِ غیبی کی آواز پر تمام حضرات نے بیک زبان لبّیک کہا، مرحبا اور مبارکباد کی آوازیں ہر چہار جانب سے آنے لگیں۔ سب نے بالاتفاق حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی سجادگی کو تسلیم کرلیا۔ پھر اُسی وقت طریقت کے معتبر اور مستند طریقے پر آپ کی انتخابی اجازت و خلافت کا اعلان بھی کردیا۔

جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ اس مبارک و مسعود مجمع میں ایک قلب ایسا بھی تھا جو منزل کی تلاش میں بارہ برس سے سرگرداں تھا، اور ابھی منزل کی بازیابی کے اِمکانات نظر نہیں آرہے تھے۔ اس نے قلب کی گہرائی سے بارگاہِ بے نیاز میں گذارش کی، الٰہی کیا غم کی رات عمر بھر کیلئے ہے؟ کیا کبھی سحر نہیں ہوگی؟ کیا تمام عمر انتظار کی کڑی دھوپ میں پگھلنا پڑے گا۔ ہزار ضبطِ غم کے باوجود آنکھیں چھلک اُٹھیں۔ اِدھر مناجات کا یہ سلسلہ جاری تھا، اُدھر رحمتِ خداوندی جوش میں آگئی۔ اسی اثناء میں حضرت سلطان العاشقین کی محبت و خلوص سے بھرپور اور باوقار آواز نے قلب و روح کو حیرت و مسرّت سے سرشار کردیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

صوفی محمد حسن میاں آپ جس منزل کی تلاش میں ہیں
وہ آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لے
کر قدم آگے بڑھائیے اور منزل مقصود حاصل کیجئے
رحمتِ باری آپ کی مُعاون و راہبر ہوگی۔

حیرت و مسرّت کے ملے جُلے جذبات کے ساتھ صوفی محمد حسن شاہ نے چاروں طرف مجمع پر نظر ڈالی، وہ سوچ رہے تھے کہ اس خطاب کا رُخ کس کی طرف ہے؟ آواز دوبارہ سماعت نواز ہوئی۔ جی ہاں! صوفی محمد حسن میاں، آپ ہی سے کہا جا رہا ہے۔ امشیئت ایزدی کچھ اسی طرح ہے۔ بس اب تاخیر کی ضرورت نہیں۔ قدم آگے بڑھایئے۔ اور محترم سجادہ نشین کی قدم بوسی کیجئے۔ یہی آپ کے مرشد ہیں۔

صوفی محمد حسن شاہ قبلہ نے عرض کیا، حضور! یہ خادم تو پہلے ہی سے بندۂ بے دام ہے، تجدیدِ بیعت کی کیا ضرورت ہے؟۔ آپ کی اس بات پر سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ مسکرا دیئے، اور فرمایا۔

"صوفی جی! آپ کے داخلِ سلسلہ ہونے پر ہم کو افتخار ہے۔ آپ کو سلسلہ کا بہت کام کرنا ہے۔ اور آپ کے ذریعہ سلسلہ جہانگیریہ کی عالمگیر توسیع ہو گی۔ صوفی جی! آپ جو چاہتے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ وہی ہو گا۔ ہر مقام پر کامیابی آپ کا خیر مقدم کرے گی۔

آپ شرماتے ہوئے، عاجزی و انکساری کا مجسمہ بنے ہوئے مرشد گرامی کے قدم بوس ہو گئے۔ حضرت سلطان العاشقین قبلہ نے آپ کو گلے سے لگا لیا۔ اس کے بعد اسی مبارک و مسعود مجمع میں شرفِ بیعت سے نوازا، اور بیعت کے ساتھ ساتھ ہی اجازت و خلافت کا اعلان بھی فرما دیا۔

کام آخر جذبۂ بے اختیار آ ہی گیا
دل کچھ اس طرح سے تڑپا اُن کو پیار آ ہی گیا

اس طرح اس مبارک مقام پر، مبارک ماحول میں، مبارک حضرات کی موجودگی میں اس مبارک تقریب میں قطبِ عالم حضرت فخر العارفین قبلہ کی پیش گوئی کا منظرِ مبارک سامنے آ گیا۔ کیونکہ دوبارہ دربار عالیہ جہانگیریہ چاٹگام میں حاضری کے وقت حضرت

صوفی محمد حسن شاہ قبلہ نے جب بیعت کے لئے گذارش کی تھی تو قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ نے ارشاد فرمایا تھا۔

"صوفی جی ہم تمہارے معاملہ میں خاموش ہیں، تمہارا ایک وقت آئے گا۔

آج سلطان الہند خواجۂ خواجگان کے دربار عالیہ میں قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ کی پیشگوئی کا نصف اول سامنے آگیا اور آپ کی خاموشی کا راز عیاں ہو گیا۔ پیش گوئی کا نصف ثانی یعنی "تمہارا ایک وقت آئے گا" ابھی تک پردۂ راز میں تھا، کچھ دنوں کے بعد اس حقیقت کا مشاہدہ وابستگان سلسلہ عالیہ جہانگیریہ نے تجدید بیعت اور اجازت و خلافت کی ابتدائی منزل سے راہ حیات کی آخری منزل تک کر لیا کہ راہ حق کی اس منزل کی طرف حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کس انداز سے گامزن رہے۔ اس منزل مبارک تک پہونچنے میں "اس قدر دیر ہونا" اس میں بھی ایک خاص مصلحت پوشیدہ تھی قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ نے ارشاد فرمایا:

"کہ مولوی شہاب اللہ کا خیال تھا کہ ولایت اور درویشی آسان چیز ہے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ ولایت کے لئے دو باتیں شرط ہیں۔ اوّل شقّ صدر (یعنی شرح صدر) دوسرے معراج۔ نبی بغیر شقّ صدر نہیں ہوتا۔ ولی بغیر شقِ صدر نہیں ہو سکتا ہے۔ نبوّت اور ولایت کے لئے معراج اور شقِ صدر ضروری ہیں۔ البتہ ہر ایک (نبی اور ولی) کے معراج اور شقِ صدر کی نوعیت میں فرق ہے۔ کسی کو عالم بیداری میں اور کسی کو عالمِ رویاء (خواب) میں۔ جناب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو شقّ صدر تین بار ہوا۔ کیفیت اس کی وہی جانتا ہے جس پر شقّ صدر ہوا، دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ علیٰ ہذا معراج کسی کو عرش پر کسی کو کوہِ طور پر، کسی کو بطن ماہی میں۔ نبی کو ظاہر میں۔ ولی کو ظاہر میں یا باطن میں ؎ شعر

موسیٰ سر طور آمد و عیسیٰ بفلک ماند
احمد بحق نازد و ہر کارے دہر مردے

ولایت ظلِّ نبوت ہے۔ اس لئے رفتارِ اولیاء رفتارِ انبیاء کے زیرِ قدم ہے۔ شرائط دونوں کی ایک ہیں۔ البتہ مرتبہ میں فرق ہے۔ جیسے کہ فرض نماز اور نفل نماز، کہ ان کے مرتبے اور درجے میں فرق ہے مگر ان کے شرائط ایک ہیں۔ البتہ حضراتِ انبیاء علیہم السّلام معصوم ہیں اور حضرات اولیاء اللہ محفوظ۔ کتابوں میں بڑی بحث ہے۔ مگر میرے نزدیک حضرات انبیاء اور اولیاء میں فرق یہ ہے کہ نبی معصوم اور محفوظ المادّہ اور ولی محفوظ، غیر مسلوب المادّہ ہے۔ اولیاء کثرتِ ریاضت اور رحمتِ خداوندی سے درجۂ محفوظ میں پہونچتے ہیں اور خداوند تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے بچاتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے دونوں کا فرق عبارتِ ذیل سے ظاہر ہے نمبر (۱) انبیاء علیہم السّلام معصوم اور خطا سے بری ہیں۔ نمبر (۲) سوتے جاگتے ہر حالت میں بیدار اور ہوشیار ہیں اور غفلت سے مبرّا ہیں۔ نمبر (۳) خواب سے اُن کا وضو نہیں جاتا۔ نمبر (۴) وحی کے سمجھنے میں ان سے غلطی نہیں ہوتی۔ نمبر (۵) اُن کے لئے (معاذ اللہ) عزلؔ نہیں۔ مگر اولیاء اللہ نمبر (۱) محفوظ ہیں نمبر (۲) الہام کے سمجھنے میں صاحبِ ولایت سے غلطی ممکن ہے۔ نمبر (۳) اولیاء اللہ کے لئے عزل کا امکان ہے اس لئے ہر وقت خائف و ترساں رہتے ہیں۔ اگر کوئی قصور ہو گیا اور معاف نہ ہوا تو بس معزول۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔ امور مشترک درمیان نبی اور ولی کے شقِّ صدر اور معراج ہے۔ اور یہ معراج شقِ صدر کا ہونا ضروری ہے۔ اور وحی اور الہام خواب اور بیداری میں یکساں ہوتے ہیں۔ اور قدیم

لے معزول کر دینا۔ منصب سے ہٹا دینا۔

چالیسؒ سال سرفرازی نبوت اور ولایت کے لئے برابر ہے۔ انسانی عقل چالیسؒ سال سے پہلے پختہ نہیں ہو گی۔ یہی سبب ہے کہ نبوت کا اعلان ۴۰ سال میں ہوا۔ الا ماشاء اللہ۔ اس سے پہلے نبوت کے بھاری بوجھ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی حال ولایت کا ہے۔ جس زمانے میں نبوّت کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس کو خاص خاص حضرات نے پایا۔ اسی طرح ولایت بھی خاص کے لئے ہے۔ البتہ نبی کے لیے اظہارِ نبوّت اور دعوت و تبلیغِ اسلام ضروری ہے، مگر ولی کے لئے اظہارِ ولایت ضروری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عورت وَلِیَہ ہو سکتی ہے مگر نبی نہیں۔ بعض لوگوں نے حضرت مریم اور حضرت آسیہ کو نبی کہا ہے مگر اس اصول کی رُو سے یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

(سیرت فخر العارفین حصہ سوم صد ۱۹ تا صد ۲۱)

اس طویل اقتباس کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو رموزِ طریقت و شریعت کے اصول کے مطابق پہلے اس معیار پر پورا اُترنا ہے۔ کیونکہ اس مُرید سے آگے چل کر عظیم الشّان کام لینا ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا کہ ولایت ظلِّ نبوّت ہے، فرق مراتب بیان کے بعد یہ بات کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ جس طرح نبوّت کے ظاہر ہونے کی ظاہری عمر چالیسؒ سال ہے اسی طرح ولایت عطا ہونے کی ظاہری عمر بھی چالیسؒ سال ہے۔ چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ اس ظاہری معیار پر مکمل طور پر کامیاب رہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو اس منزل کو حاصل کرنے میں اس قدر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، جن کا اس دَور میں تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ اور اسی قدر طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑا۔ تجدید بیعت اور اجازت و خلافت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔

یہ دوسری بات بھی عجائب میں سے ہے کہ سنہ ۱۹۰۴ء میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں مرشد گرامی کا وصال ہو گیا۔ چھ برس صحبت مبارکہ سے فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ وصال مرشد کے بعد تلاش مرشد میں سرگرداں رہنے کے باوجود کامیابی نہ ہوئی سنہ ۱۹۲۴ء میں بیعت اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ یہ عرصہ بیس برس پر مشتمل ہوتا ہے" اس طویل انتظار کی مصلحت بھی قطبِ عالم حضرت فخر العارفین قبلہ کے ارشاد گرامی کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

طریقت میں آدمی بیعت سے بیس۲۰ سال بعد بالغ ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں ہوتا۔ اگر پانچ برس کے بچے کو خوب کھلائیں پلائیں اور چاہیں کہ وہ ابھی جوان ہو جائے، تو کیا جوان ہو گا؟ نہیں ہو گا۔ بلکہ جوان اپنے وقت پر ہو گا، اس سے پہلے نہیں ہو سکتا جس طرح کہ شریعت میں بلوغ نساء[1] کی مدت نو۹ سال ہے کہ اس سے پہلے بالغ نہیں ہو سکتی، بلکہ کوئی نو۹ کی جگہ دس۱۰، گیارہ اور کوئی بارہ سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہے ایسا ہی بلوغِ طریقت کا معاملہ ہے۔ طریقت میں بلوغت کی عمر کم از کم بیس سال ہے اور زیادہ کی حد چوبیس۲۴ پچیس۲۵ اور کسی کے لئے تیس۳۰ اور چالیس۴۰ سال کی ہوتی ہے۔ جیسے جس پر عنایت ہو جائے۔ مگر بیس۲۰ برس سے پہلے فقیری اور درویشی کی بات ہرگز سمجھ نہیں سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بلوغ طریقت سے پہلے شیخ ہو جائے۔ پیر ہو جائے مگر "سمجھ کچھ" نہیں سکتا۔ خرقِ عادات اور کشف ہونا اور شئے ہے، عارف اور ولی ہونا اور شئے ہے۔ اگر بیعت کے بیس۲۰ سال بعد تک سالک ایک خیال پر قائم رہے اور عنایتِ ایزدی شریکِ حال ہو، تب کہیں "سمجھ سکے گا۔" (سیرت فخر العارفین حصہ سوم ص۲)

---

[1] عورتوں کے بالغ ہونے کی مدت

اللہ تعالیٰ کی شان کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ اس معیار پر پورے اُترے۔ یہ کوئی مبالغہ آرائی نہیں، بلکہ حقیقت ہے کہ ذاتِ پاک کو جس سے کام لینا ہوتا ہے اُس کے لئے اسباب بھی اُسی طرح کے مُہیّا ہو جاتے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی زندگی کے جس گوشے کی نقاب کشائی کیجئے تو وہ ایک نئی شان اپنے جلوہ میں لئے ہوئے نظر آتا ہے۔ بیشک سچ ہے۔

ے ایں سعادت بزورِ بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مذکورہ بالا اقتباسات کے ذریعہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی بے مثال شخصیت کا تعارف معتبر اور مستند طریقے سے کرانے کے علاوہ یہ مقصد بھی پیش نظر ہے کہ جو حقائق سیکڑوں صفحات کے مطالعہ اور برسوں کی ریاضت کے بعد حاصل ہوں گے اُن رموزِ طریقت کی قطب عالم حضرت فخر العارفین قبلہ نے کس قدر اختصار اور جامعیت کے ساتھ اصولی انداز میں وضاحت فرمادی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سب کو آپ کے فرمودات عالیہ سے فیضیابی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ان اصولوں کو جاننا، سمجھنا اور مشعلِ راہ بنانا ہر ایک سالکِ راہِ طریقت کے لئے نہایت ضروری امر ہے۔

سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب کی سجادگی اور انتخابی اجازت وخلافت، نیز حضرت سلطان الاولیاء الحاج صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ کی تجدید بیعت اور اجازت وخلافت کے اعلان کے بعد راہبرانِ طریقت کا یہ قافلہ اجمیر شریف کے قریب نصیر آباد حضرت مولانا عبد الشکور شاہ صاحب قبلہ کے دولتکدہ پر پہونچا۔ یہاں سے فراغت کے بعد آگرہ شریف میں سرکار سیدنا ابو العلیٰ قدس سرہٗ کے دربار عالیہ میں حاضری دیتے ہوئے لکھنؤ میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ کے آستانۂ مبارک کی حاضری سے فیضیاب ہوا، پھر مرشد نگر واپسی ہوئی۔ اس مبارک تقریب کی خوشبو جب مرشد نگر پہونچی تو تمام مرشد نگر مہک گیا اور بفضلہ تعالیٰ آج تک مہک رہا ہے اور سدا مہکتا رہے گا۔

محترم شیخ رمضان علی ٹھیکیدار صاحب کی خوشیوں کی تو کوئی انتہا ہی نہ تھی۔ اب تک

اس گھر پر باہر سے آنے والے علمار، صلحار، فقرار، اپنے اپنے فیوض و برکات سے مرشد نگر اور اطراف و جوانب کو سیراب کیا کرتے تھے اور اب معرفت کا سمندر خود اُن کے گھر میں موجزن ہو گیا ہے، اب تشنگانِ معرفت یہاں سے سیراب ہُوا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے قربان کہ آج مرشد نگر صرف ہندستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند کے طالبانِ حق کا مرکزِ نظر بن گیا ہے، اور اب ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں وابستگانِ سلسلہ اور دیگر سلاسل سے متعلق حضرات ملک کے گوشے گوشے سے نذرانۂ خلوص و عقیدت پیش کرنے کے لئے ہر سال ۴، ۵، ۶، ۷، جمادی الاولیٰ کو عرس حسنی کی مبارک تقریب میں حاضر ہوتے ہیں۔ بیرون ہند سے بھی زائرین کی حاضری کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔

عالمِ غیب سے تائید اور شرح صدر

سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی بارگاہ عالیہ سے صوفی محمد حسن شاہ صاحب قبلہ اجازت و خلافت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہو چکے تھے، مگر ابھی تک شرح صدر کی کیفیت کا ظہور نہ ہو سکا تھا۔ اس سے پہلے حضرت قطب عالم فخر العارفین قبلہ کا ارشاد گرامی نقل کیا جا چکا ہے کہ ولایت کی دو شرائط میں سے ایک شرط شقِ صدر (شرح صدر) ہے۔ لیکن یہ کیفیت اختیاری نہیں ہوتی، بلکہ رحمتِ خداوندی سے اس کیفیت کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے، اور اس کیفیت کا ظہور اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس پر ذات شیخ سے نسبتِ رابطہ کا انحصار ہوتا ہے۔ قلب کو جس قدر قربت ذاتِ شیخ سے ہوگی، فیضان کا دائرہ بھی اسی اعتبار سے وسیع ہوگا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مرید آخر ایک انسان ہے اور انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق اطمینان قلب کے لئے مرید کے قلب کے کسی گوشے میں غیر محسوس طریقے پر یہ تقاضا موجود ضرور رہتا ہے کہ اطمینانِ قلب کی کیفیت کا مشاہدہ ہو جائے۔ اس خصوصیت سے اولیا کرام ہی نہیں

بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی متصف ہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ آپ نے بارگاہِ ذوالجلال میں عرض کیا، رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔؟ (اے میرے رب مجھے دکھادے کہ تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا؟) بارگاہِ خداوندی سے ارشاد ہوا۔ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ (کیا تجھ کو ہمارے زندہ کرنے پر یقین نہیں) حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا۔" بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (اے پروردگار مجھے تو اس امر کا یقین ہے، مگر ذرا دل کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ پروردگار نے فرمایا: فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا۔" پھر تم چار پرندے لو، پھر ان کو (پال کر) اپنی طرف مانوس کرو پھر پہاڑوں پر اُن میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو، پھر ان سب کو بلاؤ (دیکھو) تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے (سورۂ بقرہ آیت نمبر: ۲۶۰)

شرحِ صدر اور اطمینانِ قلب کے سلسلہ میں جب اُولوالعزم پیغمبروں کا یہ معاملہ ہے تو پھر اولیاءِ کرام میں اس صفت کا موجود ہونا کوئی باعثِ تعجب امر نہیں چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ جب اس منزل پر پہونچے تو اطمینان قلب کی کیفیت کا مشاہدہ کرانے کی منجانب اللہ یہ صورت، عالمِ خواب میں ظاہر ہوئی جس کا تذکرہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے سفرِ حج کے دوران مکہ معظمہ میں اپنے ایک مرید سے فرمایا، جس کی تفصیل حضرت قبلہ نے اس طرح بیان فرمائی کہ:

"ہم کو دکھلایا گیا کہ دو کنوئیں ہیں جن کے اوپر دو پالکی یا دو جھولے رکھے ہوئے ہیں۔ ہم پانی لینے کے لئے ایک کنوئیں کی طرف گئے، تو آواز آئی کہ اب اُس کنوئیں سے پانی لو۔ ہم اُس کنوئیں کی طرف گئے اور جھولے میں دیکھا تو سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ آرام فرما رہے ہیں۔ دوسرے جھولے میں کون تھا؟ یہ ہم دیکھ نہ سکے، لیکن ہمارا دل کہتا تھا

کہ اُس میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ آرام فرما ہیں صبح کی نماز کے بعد ہم نہایت کیف و سرور کے عالم میں سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کے دولتکدہ پر قدم بوسی کے لئے گئے تو آپ مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا، صوفی جی! ہم تو کچھ نہیں تھے یہ اُن کا کرم ہے کہ اپنے جیسا بنالیا۔" آپ کے اس ارشادِ مبارک کو سُن کر ہم قدم بوس ہو گئے، آپ نے نہایت شفقت سے اپنے دونوں دستِ مبارک سے پکڑ کر ہم کو اٹھایا اور گلے سے لگایا۔

اس طرح جب شرحِ صدر کی تکمیل ہو گئی تو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اطاعتِ شیخ اس انداز سے کی جس کی مثال اِس دَور میں ملنی ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہے۔ اِسی اطاعت و فرمان برداری کا یہ ثمرہ عطا ہوا کہ سلطان الاولیاء کے مبارک لقب سے آپ کو لازوال شہرت ملی۔ فَلِلّٰہِ الحمد علی ذالک۔

نئی شان کا ظہور

سنہ ۱۹۲۳ء میں تجدید بیعت اور اجازت و خلافت کی نعمت سے سرفراز ہونے کے بعد سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ نے سب سے پہلے آگرہ میں سید الطائفہ مجمع البحرین حضرت سیدنا ابو العُلیٰ قدس اللہ سرہٗ العزیز کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کا حکم فرمایا۔ اِس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "ایک چِلّہ مکمل کرنے کے بعد واپس آنا"[۱] چنانچہ سنہ ۱۹۲۴ء میں سب سے پہلے آپ نے سیدنا سرکار کی بارگاہِ عالیہ (آگرہ) میں پہلا چِلّہ کیا۔

---

[۱] راقم الحروف حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے حالات سفرِ حضر کی معلومات کے لئے جب آگرہ حاضر ہوا تو وہاں فاروقی صاحب انجیرے ملاقات ہوئی، موصوف بھی چونکہ اسی سلسلے سے ہیں اس لئے بہت ہی شفقت سے پیش آئے اور اس کاوش پر مسرت کا اظہار فرمایا اور وہ بھی سلسلہ کے بارے میں کوئی تحقیقی کام کر رہے ہیں انھوں نے بتلایا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی آگرہ میں تشریف آوری سنہ ۱۹۲۴ء میں تحقیق کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے۔ تمام حالات اور واقعاتِ گذشتہ کی روشنی میں راقم الحروف بھی اسی بات سے متفق ہے۔

مرشدی و آقائی حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا۔ "جب ہم آگرہ میں سیدنا ابوالعلیٰ سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو درگاہِ عالیہ کے صدر دروازہ کے سامنے پھول والوں کی دکانیں ہیں، ایک دکان پر ہم پھول لینے کے لئے گئے، مالکِ دُکان کافی عمر دراز تھے، انھوں نے ہم سے معلوم کیا کہ مرشد نگر (بھینوڑی شریف) سے آئے ہو؟ ہم نے اثبات میں جواب دیا، انھوں نے فرمایا کہ تمہارے پیرومرشد صوفی محمد حسن شاہ قبلہ صدر دروازے سے متصل بیرونی حصّہ میں بہت دن تک ٹھہرے تھے، خموشی کے ساتھ رہتے تھے، کسی سے گفتگو کرتے اور کچھ لیتے دیتے بھی نہیں دیکھا جب تک یہاں قیام رہا، بس اپنے کام سے کام رکھا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت قبلہ کا یہ کھلا چلّہ تھا، جس کے لئے کسی بھی قسم کا اہتمام نہیں کیا گیا، جب اپنے سلسلہ ہی کے لوگوں کو اس چلّے کا علم نہ ہُوا کہ حضرت قبلہ چلّے میں ہیں تو دوسرے لوگوں کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا، کیونکہ اس چلّے کے بارے میں کسی بھی قسم کا چرچا نہیں کیا گیا، مرشد گرامی کے حکم کی تعمیل کے بعد آپ مرشد نگر تشریف لائے گھر جانے سے پیشتر پیرومرشد کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی، پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ [۱]

سیدنا سرکار میں چلّہ کشی کے بعد حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی قلبی کیفیت میں منجانب اللہ بہترین تبدیلی ہوئی، پیرومرشد کا مقصد بھی یہی تھا، اب اَوراد و اَشغال،

---

[۱] مرشد گرامی حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کی حیاتِ مبارکہ میں مریدِ صادق حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا یہ دستور تھا کہ مرشد نگر سے سفر کرنے سے پہلے پیرومرشد کی قدم بوسی فرماتے، اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو گھر جانے سے پہلے پیرومرشد کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتے، اس کے بعد اپنے گھر جاتے، مرشد گرامی سے محبت اور اطاعت اور ادب کی یہ ایک خاص علامت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فرائض و واجبات اور دینی امور میں انہماک زیادہ ہو گیا، خدمتِ شیخ کے ساتھ ساتھ شب و روز ذکر و فکر میں مشغول رہتے، دل و دماغ میں ہمہ وقت یہ خیال رہتا کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ تعداد میں مخلوق کا خالق سے رابطہ قائم ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نے بھی پیر و مرشد کی دعاؤں کے طفیل آپ کو اس طرح نوازا کہ حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات تک یہ کیفیت دائم قائم رہی۔ آپ کے اسی ذوق و شوق کو دیکھ کر مرشدِ گرامی حضرت سلطان العاشقین محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ نے تبلیغ و ارشاد اور سلسلے کی وسعت کے لئے سفر کا حکم فرمایا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا سفر نگینہ، بجنور، یو پی کی جانب ہوا۔[1] کچھ دن وہاں قیام رہا، اس کے بعد آپ واپس بھینسوڑی شریف تشریف لے آئے۔ مرشدِ گرامی نے محسوس کر لیا کہ عدمِ رجوع کی بنا پر جلد واپسی ہو گئی اور فرمایا: میاں[2] صوفی محمد حسن کچھ دن ہمارے پاس رہو! حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اس فرمان کو باعثِ سعادت یقین کرتے ہوئے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ اس قیام کے زمانے میں مرشد گرامی حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ نے مرید صادق کو راہِ سلوک کے وہ رموز و اسرار سکھلائے جو تمام زندگی مشعلِ راہ رہے۔ اہلِ سلسلہ جہانگیریہ کو سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے اندازِ تربیت کی ایک جھلک پیش کی جا رہی ہے۔ یہ مکتوب گرامی صحیح معنیٰ میں ایک دستور العمل ہے جو سیکڑوں کتابوں کا اور ہزاروں تقریروں کا خلاصہ ہے

---

[1] نگینہ، ضلع بجنور، یو پی کے سفر کے سلسلہ میں مرشدی و آقائی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ایک یا دو بار ارشاد فرمایا تھا۔ چونکہ وہاں پر لوگوں کا کما حقہٗ رجحان نہ ہوا اس لئے وہاں کی یاد بھی ذہن میں نہ رہی ہوگی۔ لیکن اس سفر سے ایک سبق ضرور ملتا ہے کہ اگر ابتداء میں کسی مقام پر کامیابی نہ ہو تو ہمت کو پست نہیں کرنا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ اس جگہ کے لئے کسی دیگر بزرگ کو مقرر کرنا مشیتِ ایزدی میں ہو۔ ہمارا کام صرف کام کرنا ہے۔ کامیابی کا دار و مدار صرف مرضیٔ مولیٰ پر ہے۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے سلطان العاشقین قبلہ کا ایک مکتوب گرامی جو حضرت موصوف نے اپنے مرید صادق حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے ایک خلیفہ کو لکھا تھا، اہل سلسلہ کے لئے خصوصی توجہ کے لائق ہے۔ یہ مکتوب گرامی مرتب کو بذریعہ مولانا صوفی قاسم الرضا شاہ صاحب سجادہ نشین حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ قبلہ قدس سرہٗ دستیاب ہوا۔ فجزاہُ اللہ خیر الجزا۔

[2] سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے مرید صادق حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو "صوفی جی" کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔

میرا یقین ہے کہ اس پر عمل کرنے سے دین و دنیا کی کامرانی ملے گی۔ ملاحظہ فرمائیں: [۱]

مکتوب گرامی: برخوردار لختِ جگر، نورِ بصر میاں شاہ حبیب احمد صاحب سلمہٗ

دُعا بعد عا، خط مرسلہٗ العزیز موصول ہو کر کاشفِ حالات ہوا۔ الحمدللہ بخیریت ہوں اللہ تعالیٰ خوش و خرم رکھے اور بامُراد کرے۔ آمین۔ ۵/ صفر کو صوفی صاحب بریلی سے بھینوڑی شریف (مرشد نگر) آئے تھے۔ ۷/ صفر کو بضرورتِ شرکتِ فاتحہ بمقام چاہ بالجتی واپس ہو گئے۔ خیریت سے ہیں۔

عزیز من ہر کام کی ابتدا بہت وزنی ہوتی ہے۔ جنھوں نے یہ بھاری کام تمہارے سُپرد کیا ہے انشاء اللہ وہ مدد بھی ضرور فرمائیں گے۔ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) اس کا بالکل خیال نہ کرو کہ اور پیروں کی تعلیم وہاں جاری ہے اور اُن کا اچھا اثر ہے۔ گھبراؤ گے نہیں، اور ذرا صبر سے کام لیا تو انشاء اللہ تمہارا بھی اچھا اثر ہو جائے گا۔ تم محض خدا واسطے بندگانِ خدا کی خدمت کیلئے گئے ہو، اور اپنے حضرت کے حکم سے گئے ہو پھر تم کو کیا اندیشہ اور کیا فکر و اضطرار ہے۔ البتہ یہ کر سکتے ہو کہ جس مسجد میں اب قیام ہے اگر وہاں پر بیسؔ روز گذر چکے ہیں تو قیام تبدیل کر دو۔ میرے خیال میں چھاؤنی یعنی صدر کی کسی مسجد میں قیام کر لو تو مناسب ہوگا، ذکرِ جلی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ پاسِ انفاس جاری رکھو۔ برزخ شیخ کا ہر وقت خیال رکھو، رات کو تہجد پڑھ لو، اس بات کا ذرا خیال نہ کرو کہ تجربہ نہیں ہے، تجربہ تو کام کرنے سے ہو جاتا ہے! سفر سے ترقی کی صورت پیدا ہوتی ہے! یہ کام چالاکی وعیاری و ہوشیاری و عمر و تجربہ پر منحصر نہیں ہے! یہ نسبتی معاملہ ہے۔ جس قدر باطن زیادہ

[۱] یہ مکتوب گرامی دراصل جواب ہے اُس عریضہ کا جو حضرت شاہ حبیب احمد (خلیفہ حضرت سلطان الاولیاء) نے جھانسی کی چھاؤنی سے اپنے مرشدِ گرامی کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ حضرت صوفی محمد حسن شاہ صاحب نے یہ عریضہ اپنے مرشدِ گرامی کی خدمت میں پیش کیا۔ عریضے کے جواب سے سائل کے سوال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قربان جائیے سلطان العاشقین قبلہ پر کہ آپ نے کس قدر سادہ زبان میں مختصر اور جامع انداز میں جواب تحریر فرمایا، کہ جس کا ہر جملہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچائی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مضبوط ہوگا اور روحانی طاقت ترقی کرے گی اُسی قدر اس کام میں ترقی ہوگی، سب سے بڑی ریاضت تمہارے لئے یہی ہے کہ برزخِ شیخ کا ہر وقت خیال رکھو اور پاسِ انفاس جاری رکھو اور اپنے آپ کو ایسا سمجھو جیسا مُردہ غسل دینے والے کے اختیار میں ہوتا ہے یا کٹھ پُتلی نچانے والے کے ہاتھ میں تار ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے نچاتا ہے، ضرورت ہو تو وعظ بیان کرو۔ جس میں زیادہ تر تصوّف یعنی عشق و محبّت کی باتیں ہوں۔ حضراتِ بزرگان کی تعریف و توصیف، پیری مریدی کے مقاصد، مطالب کی ضرورت بیان کرو۔ مگر اس کا خیال نہ کرو کہ یہاں دوسرے پیر بڑی بڑی زلفوں والے آتے ہیں، اُن کے مقابلہ میں ہماری طرف کوئی رجوع نہ ہوگا۔

بھلا خیال تو کرو کہ اگر بڑی بڑی زلفوں والوں سے وہاں کا کام سرکاروں کی مرضی کے موافق پُورا ہو جاتا تو تم کو اتنی دُور سے کیوں بھیجا جاتا، تم تلاشِ معاش کے لئے تو گئے نہیں ہو، نہ کوئی اور دُنیوی مقصد ہے محض اپنی اور بندگانِ خُدا کی اصلاح کے واسطے گئے ہو۔

بیٹا! مضبوط رہو، ہمت نہ ہارو، ذرا صبر کرو تو انشاء اللہ کیسا کام بنا جاتا ہے زیادہ تشویش آئے تو خطراتِ فاسدہ کو دُور کرنے کے لئے ایک دو تسبیح لاحول پڑھ لیا کرو۔ اگر دو چار چھ مہینے آپ سخت سے سخت تکالیف میں بھی رہے اور بال بچوں سے جُدائی بھی رہی تو انشاء اللہ کچھ نہیں بگڑے گا، کوئی کہیں نہیں چلا جائے گا۔ رزاقِ مطلق خدا ہے۔ ہیژدہ ۱۸۰۰۰ ہزار عالم کو آسمان سے روزی پہونچاتا ہے، وہ مسبّب الاسباب ہے، ذرا فکر نہ کرو، اندیشہ مت کرو، ہم دُعا کرتے ہیں۔ سر پر کفن باندھ کر اس کام کے پیچھے پڑ جاؤ، یہ بڑی نعمت ہے اس کو معمولی ٹلاگیری نہ سمجھو اور جس طرح ہو سکے اس کو تلف ہونے سے بچاؤ، اوقاتِ نماز کے بعد جو اوراد تم کو بتلائے ہوں وہ پڑھ لیا کرو، البتہ جب سلسلہ کے آدمی ہو جائیں تو جمعرات کو حلقہ کی عادت ہو جانا چاہیئے، آئندہ و روندگان

سے اُن کی عقل و سمجھ کا لحاظ رکھتے ہوئے گفتگو کرنا چاہیئے اور جو آدمی جو غرض لے کر آئے اس کے موافق اس کی تسلّی کر دی جائے۔ اگر وہ تعویذ مانگتا ہو تو ایسی ترکیب سے سمجھاؤ کہ اس کی دل آزاری بھی نہ ہو۔ کسی کو پانی دم کر کے دے دیا، کسی کو کوئی وظیفہ بتلا دیا، کسی کو تعویذ بھی اللہ کے بھروسہ پر لکھ کر دے دیا،

پیری مریدی کا سوال تو غیب سے اُٹھ کھڑا ہوگا، آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ تم ہمارے مرید ہو جاؤ یہ بھی کیا کم ہے کہ بزرگوں کے کرم سے لوگوں کی آمدو رفت برابر آپ کے پاس رہتی ہے۔ آپ کے سفر سے اصل مقصود آپ کی ذاتی اصلاح ہے، اُس کے ساتھ ہی بندگانِ خدا کی اِصلاح ہونے کی امید ہے' اس راستہ میں بڑے بڑے مجاہدے اور زہد و ریاضت کرنی پڑتی ہے'، تم پر تو تمہاری قوّت سے زیادہ ذمّہ داری نہیں صرف ہمت درکار ہے۔' ہمّتِ مرداں، مددِ خدا'۔ اس وقت اگر دل مضبوط کر لیا اور سمجھ لیا کہ ہم تو کفن باندھ کر آئے ہیں اور گھر، در، آرام، بال بچّوں کا خیال چھوڑ دیا تو انشاء اللہ تعالیٰ چند روز کے بعد ہی بالکل راستہ صاف ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ آرام کی صورت نکال دے گا' اُس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

قیام کے متعلق تم کو اختیار حاصل ہے، تبدیل قیام بشرط ضرورت کر سکتے ہو۔ خواہ شہر میں یا چھاؤنی میں،' یا علاقہ کے کسی قصبہ و دیہات میں جہاں مناسب ہو۔ مگر بیٹا! تاوقتیکہ کچھ کام نہ بن جائے واپسی میں بڑے شرم کی بات ہے۔' ہم دُعا کرتے ہیں اور جن لوگوں کے تم نے نام لکھے ہیں ان کو ہمارا سلام کہو اور دُعا کہو،' گھبراؤ نہیں، ذرا صبر سے کام لو،' عرس شریف میں مشاعرہ کے لیے امسال مصرعہ طرح (مری نظر، نظر امتیاز ہو جائے) ہے۔ اگر ہو سکے تو تم بھی کچھ شعر موزوں کر کے بھیجنا۔

دُعا گو : محمد عنایت حسن عفی عنہ'

قارئین کرام اس تحریر سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے پیرو مرشد کا اندازِ تربیت کس قدر عمدہ تھا، یہ تحریر اُس شخص کے لئے تحریر فرمائی گئی ہے جو بظاہر کافی فاصلہ پر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مختصر اور جامع تحریر ہر اُس شخص کے لئے کافی ہے جو تھوڑی سی عقل و شعور رکھتا ہے اور سعادتِ ابدی سے فیضیاب ہونا چاہتا ہے۔

اسی تصویر کا ایک روشن پہلو اور ملاحظہ فرمایئے کہ جب دُور رہنے والے کے لئے اتنا عمدہ اندازِ تربیت اختیار کیا گیا، تو وہ حضرات جو قربت کی سعادت سے بہرہ ور تھے اُن کی تربیت کتنے اچھے طریقے سے ہوتی ہو گی؟ سلطان العاشقین محمد عنایت حسن شاہ قبلہ نے مرید صادق صوفی محمد حسن شاہ قبلہ کو حاضر باشی کے لئے فرمایا، تاکہ ظاہری و باطنی تربیت کی تکمیل ہو سکے۔ کیونکہ راہِ سلوک میں یہی تعلیم و تربیت کام آتی ہے جس کی ایک جھلک آپ مکتوب گرامی میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس کے بعد مرشد گرامی نے ۱۹۲۵ء کے اوائل میں جوالاپور[1] کے لئے سفر کا حکم فرمایا: اس مبارک سفر کے متعلق حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ارشاد فرمایا:

"ہمارے حضرت قبلہ نے ہم سے فرمایا "صوفی جی! ایک جوڑا کپڑا اور معمولی طور پر ضرورت کا سامان ایک تھیلے میں رکھ لو، اور جوالاپور جا کر سلسلہ کا کام شروع کرو، اور دیکھو کلیر شریف[2] میں حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری قدس اللہ سرہٗ العزیز کے آستانہ مبارک پر حاضری دینا، اس کے بعد جوالاپور جانا۔"

چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے فرمانِ مرشد کے مطابق حضرت مخدوم صابر کے آستانۂ عالیہ پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ تبلیغی سفر کے سلسلہ میں حضرت سلطان الاولیاءؒ

---

[1] جوالاپور، تحصیل رُڑکی، ضلع سہارنپور، یوپی کا ایک مشہور قصبہ ہے۔

[2] رامپور سے بذریعہ ریل سہارنپور جاتے ہوئے رُڑکی اسٹیشن آتا ہے۔ کلیر شریف میں آستانہ حضرت مخدوم علی احمد صابر قدس اللہ سرہٗ العزیز پر حاضری دینے کے لئے رُڑکی اسٹیشن اُترنا ہوتا ہے۔ یہاں سے بذریعہ ٹیکسی، یا تانگہ یا بذریعہ رکشہ آمد و رفت کا معقول انتظام ہے۔

قبلہ کی سب سے پہلی حاضری آستانۂ مخدوم صابر پر ہوئی، اور تا حیات عرسِ مبارک کے ایّام کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی حاضری کا سلسلہ قائم رہا۔ مرشدی دا آقائی حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ: "اس حاضری میں سب سے بڑی حکمت یہ تھی کہ بزرگوں کا دستورِ مبارک یہ رہا ہے کہ جب کسی علاقہ میں وارد ہوتے ہیں تو سب سے پہلے اُس علاقہ کے بزرگوں سے روحانی رابطہ قائم کرتے ہیں۔ اس رابطہ کی برکت کا مشاہدہ آج بھی کیا جاسکتا ہے۔ زمانہ قدیم میں سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرّہٗ العزیز کا ہندستان کی طرف تبلیغی سفر کے سلسلہ میں لاہور میں حضرت داتا گنج بخش کے آستانۂ مبارک پر حاضر ہونا اور ایک چلّہ پورا کرنا بھی اس رابطہ کی ایک مثال ہے۔ آج بھی حضرت داتا گنج بخش کے آستانۂ عالیہ پر خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی چلّہ گاہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ دیگر بزرگوں کے احوال و کوائف میں اس قسم کے واقعات کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس دور میں روحانی رابطہ کے اس طریقہ کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہی مبذول ہوتی ہے جس کی وجہ سے روحانی فیضان کا حصول اور بہترین ثمرات بھی کما حقّہٗ نہیں ہو پاتے۔" آستانۂ مبارک سے حاضری کے بعد حضرت سلطان الاولیاء جوالاپور کے لئے روانہ ہوگئے۔ جوالاپور پہونچنے کے سلسلہ میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ارشاد فرمایا!

> "جب ہم جوالاپور اسٹیشن پر اُترے اور اسٹیشن کی حدود سے باہر آکر کھڑے ہوئے سوچ رہے تھے کہ اب کِدھر جایا جائے، یہاں تو ہر ایک شئے اجنبی تھی، نہ کسی فرد سے جان پہچان، نہ کسی راستے کے بارے میں معلومات، اور نہ یہ معلوم کہ کس جگہ اور کون سے محلہ میں جانا ہے، تھیلا ہمارے ہاتھ میں تھا اور ہم اسی فکر میں کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحب تشریف لائے، اُن پر جذب کی کیفیت تھی، انھوں نے ہمارے ہاتھ سے تھیلا

لے لیا اور ایک گھوڑا تانگہ والے کو قریب آنے کا اشارہ کیا، ہم کو حکم دیا کہ بیٹھ جا۔ چنانچہ ہم بیٹھ گئے، ہمارے ساتھ ہی وہ بھی بیٹھ گئے۔ تانگہ والے سے انھوں نے ارشاد فرمایا "چل"۔ تانگہ چل پڑا۔ لیکن تعجب کی بات یہ تھی کہ نہ انھوں نے تانگے والے سے فرمایا کہ کس جگہ اور کس رُخ پر چلنا ہے اور نہ ہی تانگے والے نے دریافت کیا کہ کس جگہ جانا ہے۔ تانگہ چلتا رہا اور ہم حیرت و تعجب میں مستغرق رہے کہ ایک مقام پر آپ نے فرمایا "بس"۔ تانگہ رُک گیا، وہ صاحب تانگے سے اُترے اور اُن کے ساتھ ہی ہم بھی تانگے سے اُتر گئے۔ ہمارے ہاتھ میں تھیلا دے کر ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا "جا" اور یہ کہہ کر ایک طرف کو چل دیئے۔ جس طرف ہم کو اشارہ کیا تھا، اُس طرف ہم گئے تو معلوم ہوا کہ مسجد ہے، مسجد کے دروازہ پر پہونچ کر ہم رُک گئے۔ اندر جانے کی ہمت اس لئے نہ ہوئی کہ ابھی نماز کا وقت بھی نہیں اور ہم یہاں کے لئے اجنبی ہیں، معلوم نہیں یہاں کے لوگ ہم کو مسجد میں ٹھہرنے دیں گے یا نہیں؟ ہم ان ہی خیالات میں گُم تھے، دروازے پر کھڑے بڑی دیر ہوگئی کہ اچانک پھر وہی صاحب تشریف لائے، اب کی مرتبہ اُن کے ہاتھ میں چھوٹا سا "ایک تارہ" تھا جس کو بجاتے ہوئے مستی میں چلے آرہے ہیں، ہم کو دیکھا تو کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر فرمایا "اوئے چادر سُٹ دے۔" (یعنی چادر ہم کو دیدے۔) ہم نے دُور ہی سے چادر ان کو دیدی، وہ چادر لپیٹ کر ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ تو اب تک یہیں کھڑا ہے، اندر کیوں نہیں جاتا، اور پھر ہمارے ہاتھ سے تھیلا لے کر ہم کو اپنے ساتھ لیا اور مسجد میں داخل ہو گئے۔ تھیلا مسجد میں رکھ کر واپس

ہو گئے ، ہم نے اندازہ کر لیا کہ وہاں کے لوگ آپ کا احترام کرتے ہیں اس لئے ہماری بھی ہمت زیادہ ہو گئی کہ چلو ایک تعارف کی صورت پیدا ہو گئی اور اب ہم کو کوئی کچھ نہ کہے گا۔ ورنہ اس سے پہلے تو ہماری یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ اس اجنبی ماحول میں ہم کس سے کہیں اور کیا کہیں ، یہی نہیں بلکہ ہماری آنکھیں بھی چھلک آئی تھیں ، لیکن اب ایک اطمینان کی کیفیت حاصل ہو گئی تھی ، ہم مسجد میں ٹھہر گئے ۔ ظہر کی نماز کا وقت آگیا تو ہم نے وضو کر کے نماز با جماعت ادا کی ، کچھ لوگوں نے محسوس کیا کہ کوئی پردیسی ہے ، نماز کے بعد ایک صاحب نے ہم سے کہا کہ آپ ابھی یہیں ٹھہرے رہیں ، ہم کھانا لے کر آتے ہیں ، ہم نے اُن صاحب سے کہا " بھائی ہم کھانا کھانے کے لئے نہیں آئے ہیں ، وہ شخص ہماری صورت کو بغور دیکھتا رہا اور پھر خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا ، ہم بھی اطمینان سے یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے ، اس کے بعد کسی نے ہم سے کھانے کے لئے نہیں کہا اور نہ ہم نے کسی سے کہا ۔ ۲ دو دن اور ۲ دو رات اسی طرح گذر گئے کہ نہ کوئی ہم سے کھانے کے لئے معلوم کرتا اور نہ ہم کسی سے کچھ کہتے ، بھوک تو اپنی جگہ شدت کے ساتھ موجود تھی لیکن قدرتِ خداوندی سے بھوک کے غلبہ کا احساس ہم کو لب کشائی کے لئے مجبور نہ کر سکا ۔ تیسرا دن گذرنے کے بعد جب رات آئی تو تقریباً ۲ دو بجے رات کو ایک صاحب ۲ دو پیالوں میں گرم گرم چاول کی کھیر لے کر آئے اور ہمارے سامنے رکھ کر بولے آپ یہ نوش فرما لیجئے ۔ آج ۲ دو رات سے ہم کو سونے نہیں دیا جا رہا ہے ۔ کل شب میں بحالتِ خواب ایک بزرگ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا : ہمارا بیٹا بھوکا ہے اور تو آرام سے سو رہا ہے ۔ جا ، اُس کو کھانا پہو نچا کر آ ۔

ہم نے اس خواب کی طرف کوئی توجہ نہ دی، لیکن آج پھر وہی منظر دکھلایا گیا۔ اور ہم بحالت خواب ہی چارپائی سے گھبراہٹ میں اس طرح اُچھلے کہ نیچے گر پڑے۔ پھر ہم نے اُٹھ کر فوراً تازہ تازہ دُودھ لیا اور چاول کی کھیر تیار کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔"

ہم نے خاموشی کے ساتھ اُن کی تمام روداد سُنی، اُن سے کچھ نہ کہا اور صبح تک معمولات میں مشغول رہے، دونوں پیالوں میں وہ کھیر اُسی طرح رکھی رہی۔ فجر کی نماز کے بعد بھی ہم اپنے معمولات میں مشغول تھے کہ پھر وہی حضرت تشریف لائے اور ہم سے فرمایا:
"زندگی کی حفاظت کے لئے کچھ نہ کچھ کھانا ہی پڑے گا، جسمانی صحت کے بغیر عبادت بھی مکمل طور پر ادا نہیں ہو سکتی۔ جب بغیر سوال کئے کھانے کا بندوبست ہو جائے تو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بقدرِ ضرورت کھا سکتے ہو، البتہ سوال کرنا منع ہے۔" اُن کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم نے ایک پیالہ کی کھیر کھائی اور دوسرے پیالے کو مسجد کے امام صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔"

کسی مقامی شخص سے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا یہ پہلا تعارف تھا۔ تین شبانہ روز گذر گئے، حضرت قبلہ نماز، اشغال و اوراد میں مشغول رہتے تھے۔ نہ کسی سے کچھ کہنا سُننا اور نہ کچھ لینا دینا۔ حاضرینِ مسجد بھی حیرت و تعجب سے اس اجنبی مسافر کی مصروفیات کا بغور جائزہ لے رہے تھے لیکن کسی میں یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ سے کچھ معلومات کر سکے۔

ظاہر بات ہے کہ جس شخص نے دو رات ایک ہی جیسا خواب دیکھا تھا، اُس نے اپنے قریبی لوگوں سے اس کا ذکر کیا ہوگا، پھر ہر ایک سُننے والے نے اپنے قریبی شخص

سے سن کیا متذکرہ کیا ہوگیا۔ اس طرح منجانب اللہ حضرت سلطان الاولیا، قبلہ کی خاموشی لوگوں کی زبان بننے لگی اور کچھ لوگ قربت کے متمنی ہوکر صحبتِ اقدس میں بیٹھنے کی اجازت کے طلبگار ہوئے، اِس طرح رفتہ رفتہ آپ نے بھی اپنے مقصد کو ظاہر کرنا شروع کردیا، اور حاضرینِ خدمت کو ذکر کی تلقین شروع کردی، یہاں تک کہ پندرہ بیس دن میں اچھا خاصہ حلقہ، ذاکرین کا بن گیا۔ روز بروز لوگوں کے رُجحان میں اضافہ ہوتا رہا اور پھر آپ نے باقاعدہ لوگوں کو مُرید کرنا شروع کردیا۔ حاضرینِ خدمت میں سب سے پہلے عبداللہ نامی ایک شخص کو مُرید کیا۔ اُس نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا، کہ حضور اجازت دیں تو اپنے گھر سے ماحضر لاکر خدمت اقدس میں پیش کردیا کروں، آپ نے خاموشی اختیار کی، چنانچہ عبداللہ میاں ناشتہ اور کھانے کا اہتمام اپنی طرف سے کرنے لگے۔ اس کے بعد دیگر حضرات نے بھی بیعت کی خواہش ظاہر کی، اب آپ نے باقاعدہ سلسلہ کی تبلیغ اور بیعت وارشاد کا سلسلہ جاری کردیا، مرید ہونے والے افراد میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی کہ حضرت سلطان الاولیا قبلہ ہمارے غریب خانے کو رونق بخشیں، چنانچہ بعض مریدین کے اِصرار پر آپ نے اُن کے گھروں کو قدم رنجہ فرمائی کی بَرکات سے منوّر فرمایا۔

جوالاپور میں آپ کا قیام تقریبًا دوٗ ماہ رہا۔ اس کے بعد مرشد گرامی کے یاد فرمانے پر آپ نے مرشد نگر واپسی کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت دیکھئے کہ جو شخص دوٗ مہینے پہلے یہاں تن تنہا آیا تھا، آج اس کے گرد پروانوں کے ہجوم سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اپنے وطن سے پردیس کے لئے رخصت ہو رہا ہو۔ سیکڑوں افراد نے باچشمِ تر آپکو رخصت کیا۔

جوالاپور سے رخصت ہوکر آپ منگلور (ضلع سہارنپور) آئے، یہاں پر چشتیہ صابریہ قدوسیہ سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا قاضی اسمٰعیل صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز آرام فرما ہیں۔ جو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے پیر بھائی اور حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خلیفہ ہیں، قاضی صاحب کے مزارِ اقدس پر حاضری کے بعد

آپ کلیر شریف میں آستانۂ مخدوم صابر قدس اللہ سرّہٗ العزیز پر حاضر ہوئے پھر یہاں سے مرشد نگر تشریف لائے۔ مرشدِ گرامی حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ نے حالات و واقعات سن کر مسرت اور اطمینان کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ اس سفر کی کیفیات سے مرشد گرامی نے اندازہ لگا لیا تھا کہ آئندہ اس مریدِ صادق کے ذریعہ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کو بہت فیض پہونچے گا مرشد گرامی کی قدم بوسی کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے۔
اس طرح سیرت فخر العارفین میں لکھی ہوئی پیشین گوئی کا نئی شان کے ساتھ ظہور ہوا

فتح گنج تشریف آوری

جوالاپور سے واپسی کے بعد حضرت قبلہ کا زیادہ تر وقت مرشدِ گرامی کی خدمتِ اقدس میں گذرتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ مرشد نگر کے قرب و جوار کے قصبات و دیہات کے احوال سے بھی باخبر تھے۔ اور یہ چاہتے تھے کہ مرشد نگر کے اطراف و جوانب میں سلسلۂ عالیہ کو فروغ حاصل ہو، سلسلہ کی تبلیغ، توسیع اور اشاعت آپ کے پیش نظر رہتی تھی۔ مرشدِ گرامی کے حکم کے مطابق آپ فتح گنج (ضلع بریلی) تشریف لے گئے۔ یہاں پر سب سے پہلے آپ نے علی بخش صاحب کو مرید کیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت قبلہ کے سب سے پہلا خلیفہ ہونے کا شرف بھی انھیں کو حاصل ہے۔ فتح گنج کے قریب کلکٹر گنج میں بہت قدیم اور بڑی ماچس فیکٹری میں فرید پور کے رہنے والے ایک صاحب عبد العزیز نام کے ملازمت کرتے تھے، حضرت قبلہ کی شخصیت سے یہ بھی متاثر ہوئے اور ایک دن بیعت کی درخواست پیش کی، جو قبول ہوئی۔ ان کو مرید کر کے حضرت قبلہ مرشد نگر آگئے۔ ایک دن آپ سے مرشد گرامی نے فرمایا "صوفی جی کب تک چار چار آنے کے ٹکٹ پر سفر کروگے؟" آپ نے فرید پور کیلئے اجازت چاہی، مرشد گرامی کی بارگاہ میں یہ التجا قبول ہوئی، آپ دعاؤں کے سائے میں فرید پور کیلئے روانہ ہو گئے۔

فرید پور

عبدالعزیز صاحب فرید پوری کو فتح گنج میں مرید کرنے کے بعد حضرت قبلہ کی ذاتِ گرامی سے فرید پور کے غائبانہ تعارف کا آغاز ہو چکا تھا۔ ۱۱ر مئی ۱۹۲۵ء کو ساکنانِ فرید پور گرمی کی شدت سے بیتاب تھے، سورج کی شعاعیں آگ برسا رہی تھیں، دھوپ کی تمازت شباب پر تھی کہ ایسے وقت میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی ذاتِ بابرکات سایۂ ابرِ رحمت بن کر فرید پور کی فضاؤں پر چھا گئی۔ تشریف آوری کا معاملہ کچھ اس طرح ہوا کہ مرشد گرامی کی اجازت سے ایک دن حضرت قبلہ فرید پور تشریف لائے۔[1] یہاں پر کسی سے جان پہچان نہ تھی عبدالعزیز صاحب کا گھر معلوم نہ تھا۔ حضرت قبلہ نے مقامی لوگوں سے عبدالعزیز کے مکان کا پتہ دریافت کیا۔ لوگوں نے جواب دینے کے بجائے حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ حضرت کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ حضرت قبلہ نے فرمایا "بھینسوڑی شریف سے"۔ اتفاق کی بات کہ فرید پور میں "عزیز" نام کے دو شخص متعارف تھے، ایک "عبدالعزیز" دوسرے عزیز احمد" اور عزیز احمد کی شادی حضرت قبلہ کے رشتہ کی بھتیجی سے ہوئی تھی۔ اس رشتے کی بنیاد پر لوگوں نے قیاس کر لیا کہ یہ بزرگ صاحب عزیز احمد کا مکان دریافت کر رہے ہیں، چنانچہ ان لوگوں نے حضرت قبلہ کو عبدالعزیز صاحب کے مکان پر پہونچانے کے بجائے عزیز احمد صاحب کے مکان پر پہونچا دیا۔ حضرت قبلہ بھی برضا و رغبت وہاں تشریف لے گئے اور باقاعدہ قیام کر لیا۔[2] مقصد چونکہ فرید پور میں سلسلہ کی اشاعت اور تبلیغ تھا، قیام خواہ

---

[1] حضرت قبلہ ابتدائی زمانہ تبلیغ اور سلسلہ کی اشاعت کے لئے تن تنہا سفر فرماتے تھے۔ تقریباً بیس برس یا اس سے بھی زیادہ آپ کا یہی معمول رہا ہے۔ اس لئے یہ بات کہ کوئی صاحب حضرت قبلہ کو فرید پور لے گئے قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی۔ (مؤلف)

[2] عزیز احمد صاحب کا مکان محلہ مردھان (فرید پور) میں ہے۔

عبدالعزیز صاحب کے یہاں ہو یا عزیز احمد کے یہاں حضرت قبلہ کو اس سے کچھ مطلب نہ تھا چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے کوئی تبصرہ نہ فرمایا۔ اور آرام و سکون کے ساتھ عزیز احمد صاحب کے یہاں مقیم ہو گئے۔ مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت کی پابندی کے ساتھ اذکار و اوراد اور مراقبہ کا عمل استقلال کے ساتھ جاری رکھا۔ روحانیت کی نورانی شعاعیں آہستہ آہستہ فضا کو منور کرنے لگیں لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ کے ظاہری کردار و گفتار سے لوگوں کو آپ کی باطنی پاکیزگی کا احساس ہونے لگا۔ جو آپ کی صحبت میں بیٹھتا ایمان و یقین کی حلاوت و شیرینی کا کیف و سرور اپنے اندر محسوس کرنے لگتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی خاصی مجلس قائم ہونے لگی۔ اب حضرت قبلہ نے مقصد سفر کی طرف توجہ فرمائی اور حاضرین کو ذکر الٰہی میں مشغولیت کی تلقین شروع کی۔ اور باقاعدہ حلقۂ ذکر قائم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور سب سے پہلے مسجد گڑھی میں حلقۂ ذکر شروع کرایا۔ مسجد میں اس لئے حلقۂ ذکر رکھا گیا تاکہ عام لوگوں کی اس میں شرکت ہو جائے۔ ذکر الٰہی کی برکات اور خلوص نیت کا نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوا۔ کثیر تعداد میں لوگ حلقۂ ذکر میں شریک ہونے لگے۔ بعض حضرات نے بیعت کی درخواست کی، آپ نے ان کو شرف غلامی سے نوازا۔

فرید پور تشریف آوری کے بارے میں ایک دن حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا: "تیرہ برس پہلے ہم کو ایک خواب میں دکھلایا گیا، کہ ہم فرید پور میں ہیں ہمارے سامنے بہت سے لوگوں کی شکلیں لائی گئیں، ان شکلوں میں کچھ عمر دراز لوگوں کی صورتیں ہیں، کچھ نوجوانوں کی اور کچھ نوعمر لڑکے ہیں۔ اور کچھ بچے ہیں جو پاؤں پاؤں چل رہے ہیں اور بعض بچے چلنا سیکھ رہے ہیں۔ اس وقت ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ البتہ اس خواب کا نقشہ ہمیں یاد تھا۔ اس خواب کی تعبیر اب سامنے آرہی ہے کہ اب جو لوگ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو رہے ہیں، یہ سب وہی ہیں جن کی صورتیں ہمیں خواب میں دکھلائی گئی تھیں۔ یہ سب ان کا کرم اور اوپر والوں کی دعاؤں سے ہے۔ اور یہ جو مختلف عمر کی صورتیں دکھلائی گئی تھیں، یہ مریدین کے مراتب کے اعتبار سے تھیں، تمام مریدین ایک ہی مرتبہ کے نہیں

ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کی قسمت میں جو لکھ دیا ہے وہی ہو کر رہے گا۔ ہمارا کیا اختیار بھائی! ہم تو کاسب (محنت کرنے والے) ہیں۔ ہمارا کام ان کے نام پر کھڑا ہو جانا اور ان کے راستے میں چلنا ہے۔ کامیابی اور ناکامی کے تصور سے الگ ہو کر، بھائی! بس اسی کا نام پیری مریدی ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنی عقیدت، محبت، خلوص اور عمل کے اعتبار سے ہر شخص اپنی دنیا و آخرت سنوارتا ہے۔ طریقت کی راہ تو ایسی ہے کہ جب تک حضوری کی کیفیت میسر نہ ہوگی درجاتِ عالیہ کی یافت نہیں ہوگی۔ اور کیفیتِ حضوری کا تعلق ظاہر سے نہیں، ظاہر کا تعلق تو راہ میں قدم رکھنے سے متعلق ہے۔ اگرچہ یہ بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں، البتہ رفعتِ درجات کیفیاتِ باطن سے متعلق ہیں۔ اس تعلق کو ناپنے کے لئے کوئی پیمانہ بھی نہیں، اور نہ خالق و مخلوق کے درمیان تعلق کو ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو وہ راز ہے جو ہمیشہ پردۂ راز ہی میں رہے گا۔

حضرت قبلہ نے مخلوقِ خدا کو پیغامِ حق اس طرح سنایا کہ خود عمل کیا اور دوسروں کو عمل کی دعوت دی۔ فرید پور میں حضرت قبلہ کے قیام کا ایک خاص مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں یادِ الٰہی کی شمع روشن ہو جائے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ حضرت قبلہ کے قلبِ مبارک میں یہ جذبۂ حق ہر مقام کے لئے تھا، فرید پور ہی کی تخصیص نہیں۔ ذکرِ الٰہی کرنا اور کرانا، یاد بود میں خود رہنا اور دوسروں کو رکھنا حضرت قبلہ کا اوڑھنا بچھونا تھا، آپ نے اپنی زندگی کے تمام راستوں کا رُخ ایک ہی منزل کی طرف موڑ دیا تھا، اور وہ منزل تھی "ذکر و فکر"۔ اِس منزل پر استقامت کے لئے اسلاف کے طریقہ کے مطابق حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے کھڑابہر کی مسجد میں چلّہ کیا ہے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ تین مرتبہ حضرت قبلہ نے اس مسجد میں چلّہ کیا ہے۔ دو چلّوں کے بارے میں عام لوگوں کو معلوم ہے، لیکن پہلا چلّہ کرنے کے تقریباً دو یا ڈھائی ماہ کے بعد جو چلّہ کیا ہے اس کے بارے میں لوگوں کو عام طور سے معلوم نہ ہو سکا، حضرت سلطان الاولیاء قبلہ چلّے میں تھے کہ مرشدِ گرامی سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسین شاہ

۱۹۳۲ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، اس وقت حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے فرمایا "جب ہمیں معلوم ہوا کہ پیر و مرشد قبلہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں تو دیدارِ مرشد کے لئے دل بے چین ہو گیا، جی چاہتا تھا کہ چلّہ سے نکل کر پیر و مرشد قبلہ کی قدم بوسی کے لئے حاضرِ خدمت ہو جائیں۔ مگر پیر و مرشد کی جانب سے کوئی اشارہ نہ ہوا اسلئے تمام تمناؤں کو پیر و مرشد کی رضا پر قربان کر دیا۔ اِس حقیقت کو وہی حضرات بہتر سمجھ سکتے ہیں جو رازِ باطنی سے واقف ہیں کہ ایک طرف پیر و مرشد بیت اللہ کی زیارت و طواف و دیگر ارکان حج کی ادائیگی میں مشغول ہیں اور راز و نیاز کی روحانی فضا میں پاکیزہ زندگی کے مبارک لمحات گذار رہے ہیں، دوسری طرف لاڈلا مُرید، بلکہ مُراد شب و روز بارگاہ ایزدی میں راز و نیاز میں مصروف ہے۔ پھر ان حالات میں پیر و مرید کے درمیان روحانی رابطہ قائم ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت کو اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض حضرات، صوفیاء کرام کے چلّے کے طریقے کو رہبانیت کا ایک جُزو خیال کرتے ہوئے اعتراض کرتے ہیں کہ ایک اچھا خاصا تندرست آدمی چالیس دن تک تمام دُنیاوی معاملات سے الگ ہو کر یادِ الٰہی میں مصروف ہو جائے، اور جو ذمّہ داریاں اس پر ہیں، ان سے صرفِ نظر کرلے، یہ تو اسلام کے خلاف ہے۔ پھر اس کی اجازت کس طرح مناسب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چلّے کو رہبانیت کا جزو قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ رہبانیت میں زندگی کے آخری سانس تک امور خانہ داری، اور بشری تقاضوں سے تعلق بالکل ختم کر دیا جاتا ہے جبکہ اسلام میں دنیا و آخرت کو ایک دوسرے کے ساتھ متعلّق رکھا گیا ہے۔ اور دُنیا و آخرت دونوں کی بھلائی کے لئے دُعا کی تلقین کی گئی ہے، پھر مسلمان دُنیاوی معاملات سے کس طرح لاتعلق ہو سکتا ہے؟ صوفیاء حضرات دُنیاوی ذمّہ داریوں کو بھرپور ادا کرنے کے بعد "مخلوقِ خدا کو فیض پہونچانے کے لئے ایک وقتِ مقرّرہ تک صرف اس کے تصوّر، اس کے

خیال، اُس کی یاد میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس تنہائی میں یکسوئی کیساتھ عبادت، اذکار واشغال میں مصروف رہنے سے جن کیفیات کا ظہور ہوتا ہے ان کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اب صرف وقت کی تعیین کو چالیس دن تک محدود کرنے کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی عمل مسلسل چالیس دن تک دل جمعی کے ساتھ کیا جائے تو ایک مزاج بن جاتا ہے۔ بزرگوں نے تین چلے کرنے کی یہ مصلحت بتائی ہے کہ اس سے مکمل طور پر طبیعت میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ آج سائنس بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ انسان کے بدن میں جو خون آج بنا ہے ٹھیک ایک سو بیس دن کے بعد یہ خون بالکل ختم ہو جاتا ہے اس کے بدلے میں نیا خون اپنا دوران جاری رکھتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص ایک سو بیس دن تک ایک کام کرتا رہے تو پھر اس کی طبیعت میں وہ چیز رچ بس جاتی ہے اور طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ حضرت قبلہ کے چلوں سے یہ فائدہ ظاہر ہوا کہ پہلے چلّے کے بعد لوگوں کی توجہات کا آغاز ہوا اور ذکر وفکر سے لوگوں کے قلوب پر جما ہوا میل اُترنا شروع ہو گیا۔ دوسرے چلّے کی کیفیات سے لوگوں کے قلوب پر پالش ہونے لگی۔ اور تیسرے چلّے کے اثرات کا مشاہدہ اس طرح ہوا کہ حضرت قبلہ کے قلبِ مبارک سے نکلنے والی نورانی شعاعوں سے قرب وجوار کے علاقے منوّر ہونے لگے۔ فرید پور اور فرید پور کے اطراف کے ہزاروں لوگ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہونے لگے، اور حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے فیضان سے فیض یاب ہونے لگے۔ حضرت قبلہ کو بھی فرید پور اور اہلِ فرید پور سے ایک خاص اُنسیت پیدا ہو گئی تھی یہاں تک کہ بعض خطوط میں جو حضرت قبلہ کیطرف سے بھیجے گئے تھے، حضرت قبلہ کے نام کے ساتھ بھینسوڑی شریف ثم فرید پوری" لکھا گیا۔ حضرت قبلہ کے مریدین میں یہاں دوسری خلافت کا شرف حضرت صوفی حبیب احمد شاہ صاحب کو حاصل ہوا۔ سکونت کے اعتبار سے موصوف کا تعلق فرید پور سے ہے۔ فرید پور میں دس حضرات کو خلافت سے

نوازا گیا۔ دسویں خلیفہ حضرت صوفی میاں جان شاہ ہیں جن کی خلافت کا اعلان عزیز الاولیا سجادہ نشین حضرت عبدالعزیز میاں قبلہ نے حضرت کی جانب سے رویائے صالحہ میں بشارت کی بنیاد پر کیا جو ماشاء اللہ اخلاص، خاموشی اور تسلسل کے ساتھ سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔ حضرت قبلہ نے جب تیسرا چلہ کھرا پیر کی مسجد میں کیا اس وقت صوفی عبدالرشید صاحب فرید پوری، صوفی محمد صاحب فرید پوری، صوفی نشیت اللہ صاحب حضرت قبلہ کیخدمت میں رہے۔ حضرت قبلہ نے دس بارہ برس تک عبدالعزیز صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ اس کے بعد حاجی عزیز اللہ صاحب کے یہاں آخر وقت تک قیام فرمایا اور دائمی طور پر قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحئی شاہ قبلہ کی سالانہ فاتحہ کی مبارک تقریب کا اہتمام فرمایا جو بفضلہ تعالیٰ آج تک جاری ہے۔

بریلی شریف

سلسلہ کی اشاعت کے لئے حضرت قبلہ نے کسی خاص وقت کی پابندی نہیں کی بلکہ ہر وقت اور ہر جگہ کے لئے ہمہ وقت بیدار اور تیار رہتے تھے، بریلی شریف میں بھی آپ نے سلسلۂ عالیہ کی اشاعت فرمائی، اور یہاں پر بھی بزرگان دین سے عقیدت و محبت رکھنے والے خوش نصیب حضرات نے خلوصِ دل کے ساتھ آپ کی پذیرائی کی اور سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو کر دونوں جہان کی نعمتوں سے دامنِ مراد بھرا۔ ابتدا میں حضرت قبلہ نے بال جتی شاہ کے مزار اقدس کے قریب قیام فرمایا۔ اور مستقل مجاہدہ کیا۔ آپ کی کوشش بارآور ہوئی اور کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ کے دامنِ فیض سے وابستگی حاصل کی اور سلسلہ کو کافی فروغ ہوا اس کے بعد جب یہاں کے لوگوں سے روحانی رابطہ قائم ہو گیا تو مختلف حضرات کے مکان پر قیام فرمانے لگے کبھی حضرت صوفی حاجی

جمیل احمد شاہ کے یہاں قیام ہوتا کبھی حضرت صوفی بے بھائی صوفی ٹولہ والوں کے یہاں، جناب انوار صاحب ڈرائیور اور ان کی اہلیہ محترمہ کو حضرت قبلہ سے تعلق عشق کی حد تک تھا۔ کبھی جناب سلطان صاحب کے یہاں رونق افروز ہوتے ۔ نئے شہر میں جناب صوفی محمد فاروق صاحب اور ان کی اہلیہ کو حضرت قبلہ سے والہانہ تعلق تھا۔ یہ دونوں حضرات، حضرت قبلہ کی شب و روز بغیر کسی تکان کے خدمت میں مصروف رہتے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت قبلہ کے مریدین اور متعلقین حضرات کی خدمت کو بھی اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ سلسلۂ عالیہ سے متعلق حضرات کے لئے ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بزرگوں کی دعاؤں سے ان کا دولت کدہ روحانیت کا چمنستان محسوس ہوتا تھا۔

اگرچہ ہم امتحان کے لائق نہیں، لیکن مشیئت ایزدی اپنے نیک بندوں کو قربت کے درجات پر فائز کرنے کیلئے کبھی کبھی امتحان بھی لیتی ہے، فاروق صاحب اور انکی اہلیہ کے ساتھ بھی ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اچھے بھلے تین لڑکے اور ایک لڑکی بائیس دن کے اندر انتقال کرگئے۔ ہرا بھرا چمن دیکھتے دیکھتے اجڑ گیا۔ بڑا سخت مرحلہ تھا۔ لیکن ان کے اعتقاد اور جذبہ وفاداری میں ذرا سا فرق نہیں آیا، ایک دن فاروق صاحب کی اہلیہ سے صبر کا دامن چھوٹنے والا تھا۔ آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، اسی عالم میں انھوں نے حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں التجا پیش کی "حضور ہمارا گھر خالی ہوگیا ہے۔ اس کے آگے زبان کچھ کہنے سے قاصر ہوگئی"، حضرت قبلہ نے خاموشی کے ساتھ ان کی طرف دیکھا، اور ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی، بارگاہ ایزدی میں دعا قبول ہوئی اور بحمد اللہ تین چار لڑکے اور تین چار لڑکیاں موجود ہیں۔ غائبانہ بشارت کا ایک واقعہ جناب سید مظاہر علی صاحب "سردار منزل" والوں کا ہے۔ سید صاحب ایک مرتبہ خواجۂ خواجگان حضرت غریب نواز کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے اجمیر شریف حاضر ہوئے تو انھوں نے وہاں خواب دیکھا

کہ ایک بہت وسیع و عریض جنگل ہے، اس جنگل میں تنہا، حیران و پریشان کھڑے ہوئے ہیں، دُور دور تک کسی انسان کا وجود نہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لاتے اور ان کو تسلی دی۔ اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی۔ اب ان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ یہ خواب ہمیں کیوں دکھلایا گیا، اس کی تعبیر کیا ہے اور یہ بزرگ کون تھے؟ دل ہی دل میں اس خیال کو لئے ہوئے خواب کی تعبیر کی تلاش میں سرگرداں تھے، اسی اثنار میں ان کو معلوم ہوا کہ ایک بہت بڑے بزرگ صبح کی ریل گاڑی سے یہاں آئے ہیں۔ اسٹیشن سے گھوڑے پر (جسکو ان کے مرید اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے) سوار ہو کر شاہ جی کی حویلی میں قیام پذیر ہیں۔ سید صاحب نے سوچا کہ چلو چل کر دیکھیں، کیا معلوم کہ ہمارے خواب کی تعبیر یہاں مل جائے، سید صاحب وہاں پہونچے حضرت قبلہ مسند پر جلوہ افروز تھے حضرت قبلہ کے چہرۂ مبارک پر نظر پڑتے ہی ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، فوراً آگے بڑھ کر قدم بوسی کی، کیونکہ اب آپ کے خواب کی تعبیر مکمّل ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت قبلہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، اور بریلی میں اپنے مکان پر تشریف لانے کی دعوت بھی پیش کی، جو قبول کر لی گئی،

عرس مبارک کی تقریبات کے اختتام کے بعد جہاں جہاں حضرت قبلہ حسب معمول تشریف لے جاتے تھے، وہاں وہاں تشریف لے گئے۔ سفر سے واپسی پر بریلی تشریف لائے، یہی نہیں بلکہ سید مظاہر علی صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ اہلِ خانہ اور بہت سے دیگر حضرات کو مرید کیا۔ رات کو حلقۂ ذکر اور مجلسِ سماع بھی اہتمام کے ساتھ منعقد ہوئی حضرت قبلہ کا یہ معمول تھا کہ جہاں کہیں تشریف لے جاتے محفل ذکر کا خاص اہتمام فرماتے، اور قلب میں عشق کی تڑپ پیدا کرنے کے لئے مجلسِ سماع منعقد کراتے، قلب کی تنگی دور کرنے کے لئے لنگر کراتے، ایک روحانی حکیم کی حیثیت سے جہاں جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی اس کو عمل میں لاتے۔ جناب ننھے خاں صاحب، جناب بابو خاں صاحب

اور جناب رسوا صاحب کے مکان پر بھی آپ کا قیام رہتا، اور یہاں بھی حسب معمول محفلِ ذکر اور مجلسِ سماع اور لنگر کا اہتمام رہتا تھا۔

بریلی شہر، بزرگوں، علماء، حکیموں، اہلِ علم اور اہلِ ہنر حضرات کا مرکز ہے، لیکن حضرت قبلہ نے لوگوں کے دلوں پر جس انداز میں توحید و رسالت، معرفت و حقیقت کے نقوش ابھار کر قلب و نظر کو منور فرمایا ہے اس کی مثال نہیں، قرب و جوار کے علاقے بھی آپکی روحانیت سے معمور ہو گئے۔

پیلی بھیت

پیلی بھیت ایک قدیم اور معروف شہر ہے۔ آقائی و مرشدی حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت قبلہ ۱۹۵۱ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا "بھائی پیلی بھیت میں چودہ برس پہلے ہم تمہارے گھر میں داخل ہو گئے تھے، اس واقعہ کی تفصیل یہ بیان فرمائی کہ ہماری ہمشیرہ کے مکان کے سامنے ایک املی کا درخت تھا۔ اس کے نیچے حضرت قبلہ بستر پر چھڑی سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ہماری ہمشیرہ دروازے میں آئیں تو ان کی نظر حضرت قبلہ کی جانب اٹھ گئی۔ گھر میں واپس ہوتے ہوئے انھوں نے اپنے شوہر سے کہا کہ باہر جا کر دیکھو ایک بزرگ املی کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سامان کے ساتھ ان کو گھر لے آؤ شاید ان کی دعا سے ہماری مشکل آسان ہو جائے۔ کیونکہ ان کی بھینس نے بچہ دیا، لیکن نہ دودھ دیا اور نہ چارہ کھاتی تھی بہت علاج کرایا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میاں بیوی دونوں پریشان تھے"۔ بہنوئی صاحب حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھر میں چلنے کی التجا کی۔ حضرت قبلہ نے خاموشی کے ساتھ ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور بستر سے اُٹھ گئے۔ گھر میں تشریف

لائے۔ ہمشیرہ صاحب نے قرینے کے ساتھ بٹھایا۔ اور کہا "میاں جی! ہماری بھینس بیمار ہے، نہ دودھ دیتی ہے اور نہ چارہ کھاتی ہے۔" آپ نے فرمایا کہ اس کے سامنے رکھے ہوئے چارے میں سے ایک مٹھی چارہ لے آؤ۔ آپ نے کچھ پڑھ کر پھونک دیا۔ اس کے بعد وہ مٹھی بھر چارہ تمام چارے میں ملا کر بھینس کے سامنے رکھا گیا تو اس نے بے تکلف کھانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمشیرہ صاحبہ نے دودھ نکالا، اور گرم کر کے حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اب حضرت قبلہ کے قیام کا یہیں پر بندوبست کر دیا گیا۔ آہستہ آہستہ لوگوں کی آمد و رفت شروع ہونے لگی۔ حضرت قبلہ نے ذکر فکر کی محفلیں قائم کرنا شروع کر دیں۔ جب کافی افراد سلسلۂ عالیہ میں داخل ہو گئے تو حضرت قبلہ کو ایک مرکز کی ضرورت کا احساس ہوا، جہاں پر سلسلہ سے متعلق تمام حضرات جمع ہو کر یادِ الٰہی میں مصروف ہو جائیں کھکرا ندی کے کنارے آپ کے ایک مرید سکندر شاہ صاحب کا مکان تھا، ایک دن آپ نے سکندر شاہ صاحب سے فرمایا چھتری چلے جاؤ۔ وہاں امیر نگر کی مسجد میں قیام کرنا۔ تمہیں وہاں اپنے نانا سید کاظم علی صاحب کا سجادہ بننا ہے، مسجد میں نماز پڑھانا اور کوئی اجرت نہ لینا، کسی سے سوال کرنا، کوئی نذر پیش کرے تو قبول کر لینا۔ مرید صادق نے فرمانِ مرشد پر سرِ تسلیم خم کر لیا، اور بصد مسرت چھتری جا کر مسجد میں قیام کیا۔ مرشد گرامی نے جو ہدایات دی تھیں مستقل مزاجی کے ساتھ اُن پر عمل کیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہاں کے لوگ متاثر ہونے شروع ہو گئے، مرشد گرامی کی توجہ سے وہاں کے لوگ سکندر شاہ صاحب کے اپنے معتقد ہو گئے کہ باقاعدہ آپ کے اہل و عیال کو پیلی بھیت سے اپنے یہاں لے گئے اور رہنے کے لئے مکان بھی دیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کا سلسلہ روز بروز وسعت پذیر ہے ان ہی سکندر شاہ صاحب کے مکان کو حضرت قبلہ نے خانقاہ بنا دیا۔ شروع میں یہ خانقاہ کچی مٹی کی بنی ہوئی تھی چہار دیواری بھی نہ تھی۔ پھر حضرت قبلہ کے فرمان کے مطابق آقائی و مرشدی حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ کے ذریعہ اس کی تعمیر ہوئی۔

بحمداللہ اہل سلسلہ حضرات کا قیام یہاں رہتا ہے۔ حضرت قبلہ نے یہاں پر سالانہ فاتحہ کا نظم کیا، جواب تک تسلسل کے ساتھ قائم ہے، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ذوالقعدہ کو عرس جہانگیری ہوتا ہے پیلی بھیت شہر کے علاوہ اطراف وجوانب کے قصبات و دیہات میں ہزاروں افراد حضرت قبلہ کے دامن فیض سے وابستہ ہوگئے، پیلی بھیت سے قریب بیسل پور میں حضرت قبلہ کے عظیم المرتبت خلفاء، نیز سلسلۂ عالیہ میں داخل حضرات عوام وخواص میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں شیر پور، پورن پور، ڈیورہ گھلویا، کھمریا، نواب گنج، سر سا سری، گورا دھنڈری اور دیگر مقامات بھی حضرت قبلہ کی جلوہ فرمائی سے منور ہوئے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ سلسلہ میں داخل ہیں اور بحمداللہ غلامانِ حسنی کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

محبوب الاولیاء حضرت صوفی خواجہ لیاقت حسین عرف منّے میاں قبلہ پابندی کے ساتھ یہاں پر قائم شدہ فاتحہ اور سالانہ عرس کی سرپرستی فرماتے ہیں، آپ کی تشریف آوری پر اطراف وجوانب کے وابستگانِ سلسلہ پروانہ وار جمع ہوجاتے ہیں اور کھکراندی کے کنارے خانقاہِ عالیہ میں نہایت ہی پرسکون انداز میں رُوح پرور مجالس کا انعقاد ہوتا ہے۔ آپ نے ازسرنو اپنے صرف خاص سے خانقاہ کی مکمل تعمیر وتوسیع کرائی۔

آنولہ

قصبہ آنولہ کا ذکر تاریخی اعتبار سے "تاریخ رامپور" کے عنوان کے تحت گذر چکا ہے۔ روہیلہ افغانوں کے زمانے میں اس قصبہ کو ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ بریلی اور اس کے اطراف میں حضرت قبلہ کا فیضان جہاں جہاں پہونچا اُن مقامات میں آنولہ بھی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت قبلہ کی یہاں تشریف آوری ہوئی یہاں پر جلوہ افروز ہونے کے بعد حضرت قبلہ نے سب سے پہلے حسب معمول بارہ برجی مسجد میں

قیام فرمایا۔ یہیں کے رہنے والے حضرت صوفی یعقوب علی شاہ تھے حضرت قبلہ سے قصبہ فرید پور ضلع بریلی میں ۱۹۳۵ء میں مرید ہو چکے تھے۔ ایک دن ایک تانگہ والا مسجد کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا "بھائی تم یعقوب علی کو جانتے ہو" اس نے عرض کیا حضور! یعقوب تو میرا ہی نام ہے۔ آپ نے فرمایا "وہ یعقوب دوسرا ہے جو ہمارا مرید ہے، وہ فلاں جگہ رہتا ہے، کیا تم اُس کے گھر اطلاع کر سکتے ہو؟۔ تانگہ والے نے اقرار میں سر کو جنبش دی اور یعقوب علی شاہ قبلہ کے مکان پر جا کر اطلاع دی کہ کوئی بزرگ ان کو یاد فرما رہے ہیں۔ مسجد بارہ بُرجی میں اُن کا قیام ہے۔" اتفاق کی بات کہ حضرت صوفی یعقوب علی شاہ قبلہ اپنے گھر پر اس وقت موجود نہیں تھے۔ لیکن اُن کے قریبی رشتہ دار حضرت صوفی اسلام احمد شاہ قبلہ گھر پر موجود تھے، ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ یعقوب بھائی کے مرشد گرامی تشریف لائے ہیں تو فوراً حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اور مکان پر تشریف لے چلنے کی درخواست کی حضرت قبلہ انکے مکان پر تشریف لائے۔ اور مسلسل سترہ دن تک یہیں قیام فرمایا۔ حضرت صوفی اسلام احمد شاہ قبلہ کپڑے کے تھوک بیوپاری تھے۔ گردش ایام سے حالات خراب ہو گئے، نقصان کی بنا پر تجارتی سلسلہ منقطع ہو گیا تھا حضرت قبلہ کے اسی قیام کے دوران حضرت صوفی اسلام احمد شاہ قبلہ، حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامن فیض سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت قبلہ نے دین دُنیا کی بہتری کے لئے دُعا فرمائی۔ اور ذکر و اذکار کا سلسلہ شروع کرا دیا۔ ان ہی ایام میں یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذیقعدہ کی تاریخوں میں حضرت مولانا مخلص الرحمٰن جہانگیر قبلہ کی سالانہ فاتحہ کا انتظام بھی حضرت قبلہ نے صوفی اسلام احمد شاہ قبلہ کے مکان پر مقرر کیا۔ اس قیام کے دوران بہت سے صاحبِ ثروت افراد نے حضرت قبلہ کو اپنے اپنے مکان پر لے جانے کی کوشش اور التجا کی، مگر حضرت قبلہ کہیں نہیں گئے۔ اس کے بعد حضرت قبلہ کی دعاؤں سے حضرت صوفی اسلام احمد شاہ قبلہ کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ نے ایسی ترقی عطا فرمائی کہ پہلے

سے بھی بہتر حالات ہو گئے۔ اسی قیام کے دوران بہت سے لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے اس کے بعد یہاں وقتاً فوقتاً آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہا۔ بیشمار لوگوں نے دامنِ فیض سے وابستگی حاصل کی۔ آنولہ کے گیارہ حضرات کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت صوفی یعقوب علی شاہ قبلہ کراچی تشریف لے گئے اور وہاں سلسلۂ عالیہ کی خوب خوب اشاعت فرمائی۔ حضرت صوفی علاء الدین شاہ قبلہ، حضرت صوفی اسلام احمد شاہ قبلہ، حضرت صوفی شمس الدین شاہ قبلہ، حضرت صوفی قربان علی شاہ قبلہ، حضرت صوفی غلام احمد شاہ قبلہ ودیگر حضرات کے ذریعہ سلسلہ عالیہ کی اشاعت وتبلیغ کا کام جاری ہے۔

بارہ بنکی

لکھنؤ کے قریب ضلع بارہ بنکی بھی مردم خیز خطہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی ضلع میں ردولی شریف سلسلہ چشتیہ کا بے مثال مرکز ہے، کہ جہاں چشتیہ سلسلہ کے تاجدار سیدنا ومولانا حضرت شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ آرام فرما ہیں۔ یہ وہی برگزیدہ شخصیت ہے جن کے بارے میں قطبِ عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ جہانگیر ثانی نے ارشاد فرمایا، کہ ہمارے سلسلہ کے جو حضرات درگاہ عالیہ جہانگیریہ چاٹگام حاضری نہ دے سکیں، وہ رُدولی شریف میں حضرت سیدنا شاہ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کے دربارِ گہر بار میں حاضر ہوں اس طرح گویا دربارِ عالیہ جہانگیریہ چاٹگام کی حاضری ہو جائے گی وارثی سلسلہ کا مرکز دیوہ شریف بھی اسی ضلع میں ہے علماء وصوفیا حضرات بھی عالمی شخصیت بن کر یہاں سے اُبھرے ایسی صورت حال میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی نظر انتخاب کا اس خطہ کی طرف متوجہ ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ ویسے بھی ہندستان میں مرکزِ جہانگیریہ "لکھنؤ شریف" سے قربتِ مکانی کی وجہ سے لکھنؤ کے اطراف میں بھی سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کا فیضان پہونچا

لیکن اس فیضان کا سلسلہ منظم طریقہ پر نہ تھا حضرت سلطان الاولیا قبلہ یہاں تشریف لائے اور لوگوں کو ذکر و فکر کی دعوت دی، رجوع عام کا سلسلہ جاری ہوگیا، تو پھر آپ نے بارہ بنکی میں خانقاہ جہانگیریہ تعمیر کرائی۔ اور اس کا نگراں اپنے چہیتے خلیفہ حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ (بابا) کو مقرر فرمایا۔ سلسلہ عالیہ میں حضرت صوفی عزیز بابا کو حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے خلفاء کرام میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ آقائی و مرشدی حضرت الحاج احمد حسن شاہ قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ "عزیز بابا ہمارے سلسلہ کی چلتی پھرتی ڈائری ہیں" مدتوں تک عزیز بابا سفر و حضر میں حضرت قبلہ کے ہمراہ رہے، انھوں نے مرشد گرامی کی بے مثال خدمت انجام دی آج بفضلہ تعالیٰ موصوف کو مخدومیت کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت قبلہ کے دوسرے خلیفہ حضرت صوفی محمد نعیم شاہ کورٹ انسپکٹر ہیں، موصوف کو سلسلہ عالیہ میں کورٹ صاحب کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ پولیس کے بہت سے احباب آپ کی معرفت حضرت قبلہ کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے۔ کورٹ صاحب پر جذب کا غلبہ ہوگیا تھا۔ پھر بھی حضرت قبلہ کی دعاؤں سے کورٹ صاحب کو ملازمت سے علیحدہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ باقاعدہ طور پر آپ کو تنخواہ ملتی رہی، بے شمار کرامتیں آپ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ بات تو زبان زد عوام و خواص تھی کہ جس افسر کیلئے آپنے جو فرما دیا بفضلہ تعالیٰ پورا ہوا، بارہ بنکی میں خانقاہ جہانگیریہ کے قریب ہی مزار شریف ہے، یہیں پر موصوف کا عرس ہوتا ہے سالانہ فاتحہ کا انتظام حضرت صوفی عبدالعزیز بابا شاندار پیمانے پر کرتے ہیں۔

حضرت صوفی محمد صغیر شاہ (خفیہ پولیس) کو بھی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا گیا، ان کے علاوہ ہزاروں مریدین سلسلہ عالیہ جہانگیری کی رونق بنے ہوئے ہیں۔ اب سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں حضرت صوفی عزیز بابا مشغول ہیں۔

ڈیبائی

ضلع علی گڈھ میں قصبہ ڈیبائی قدیم آبادی پر مشتمل ہے۔ رشد و ہدایت کے تبلیغی سفر میں جب حضرت سلطان الاولیا قبلہ ڈیبائی تشریف لائے۔ تو یہاں کا ماحول بہت ابتر دیکھا۔ آپ نے وہاں کے ماحول کا جائزہ لیا، اور روحانی بصیرت سے اندازہ لگالیا کہ اخلاقی اعتبار سے مسلمانوں کی حالت افراتفری اور بے عملی کا شکار ہے۔ روزہ نماز اور دینی جذبات کے بجائے دین سے ناواقفیت، بے عملی بلکہ بدعملی کا دَور دَورہ ہے آداب و اخلاق، تہذیب و شائستگی برائے نام بزرگوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت معدوم۔ جنگ جوئی کا ایسا مزاج کہ ذرا ذرا سی باتوں پر مہلک ہتھیاروں کا استعمال کرنا معمول میں شامل تھا۔ حضرت قبلہ کے قلب مبارک پر بار محسوس ہوا، اور اسی کے ساتھ اصلاح حال کی فکر دامنگیر ہوئی۔ آپ کے ایک مرید حضرت صوفی قربان احمد شاہ آنولہ کے رہنے والے تھے ہند و پاک کی تقسیم سے پہلے ریلوے میں اسٹیشن ماسٹر کی پوسٹ پر ملازم تھے۔ ہجرت کے ارادہ سے ترک ملازمت کی، لیکن کسی وجہ سے پاکستان نہ جا سکے۔ حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں مرشد نگر حاضر ہوئے۔ آپ نے سرکاری ملازمت کے بجائے اپنے یہاں کی ملازمت عطا فرمادی مرشد نگر میں حضرت قبلہ کے مہمانوں کی تواضع اور خدمت کے علاوہ کھیتی کی دیکھ بھال کا کام بھی ان کے سپرد کردیا گیا، یہ سوچنے کی بات ہے کہ جو شخص سفید پوش اور آرام کی زندگی کا عادی ہو، اس سے کھیتی کا دشوار کام کرانا کتنا مشکل ہے مگر فرمان مرشد کے آگے مجال دم زدن کہاں۔ ایک مدت تک حضرت صوفی قربان احمد شاہ قربانی دیتے رہے یہاں تک کہ مجاہدہ کی بھٹی میں تپ کر کندن ہوگئے۔

حضرت قبلہ نے ڈیبائی کے قیام کے زمانے میں ایک مرید کو مرشد نگر بھیجا اور فرمایا قربان احمد نام کا ایک شخص مرشد نگر میں ہمارے کھیتوں کی نگرانی کرتا ہوا جنگل میں فلاں مقام پر ملے گا، اُس کو اپنے ساتھ لے کر آجاؤ۔ حضرت قبلہ کے فرمان کے مطابق وہ شخص مرشد نگر آکر حضرت صوفی قربان احمد شاہ کو اپنے ساتھ ڈیبائی لے آیا۔ حضرت قبلہ نے تبسم آفریں انداز میں ان کو دیکھا اور فرمایا "بھائی سرکار دو عالم کی طرف سے تمہاری ڈیوٹی لگائی گئی ہے، اب تم یہاں رہو اور خلقِ خدا کو اللہ اللہ کراؤ صوفی قربان احمد شاہ حضرت قبلہ کے اس حکم پر حیرت میں تھے کہ کہاں تو کھیتی باڑی کی ذمہ داری ہمارے سپرد تھی اور اب اچانک اتنا عظیم منصب" حضرت قبلہ نے آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر ارشاد فرمایا"

"تمہارے ذمے جو اتنا سخت کام کیا گیا تھا، وہ سب مجاہدہ اسی دن کے لئے تھا یہاں ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے۔ آپ نے حضرت قبلہ کے فرمانِ مبارک پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے قدم بوسی کی، حضرت قبلہ نے اپنے سینۂ مبارک سے لگایا اور ڈیبائی میں سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کا کام آپ کے سپرد فرمادیا۔

حضرت صوفی قربان احمد شاہ قبلہ نے یہاں مستقل قیام کیا۔ آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں نرمی پیدا ہونی شروع ہوگئی، بُرائیاں، اچھائیوں میں بدلنے لگیں، حضرت قبلہ وقتاً فوقتاً یہاں جلوہ افروز ہوتے اور قلوب کو منوّر فرماتے، اب بحمداللہ خانقاہ کی تعمیر بھی ہو چکی ہے۔ اور سلسلہ کا کام جاری ہے۔

فیروزآباد

آگرہ کے قریب ہی فیروزآباد ایک مشہور اور قدیم قصبہ ہے جہاں کی چوڑیوں کی صنعت اور شیشے کے مختلف قسم کے سامان دُنیا بھر میں شہرت رکھتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابوالعُلیٰ قدس سرہٗ کے عرسِ مبارک میں حضرت قبلہ پابندی کے ساتھ حاضر ہوتے تھے۔ آگرہ کے اطراف کے اہلِ علم اور بزرگانِ دین سے عقیدت و محبت رکھنے والے حضرات بھی عرس مبارک کی تقاریب میں حاضری کو سعادت سمجھتے ہوئے حاضر ہوتے تھے، ایک مرتبہ حضرت قبلہ ایک تانگہ پر بیٹھے ہوئے آستانۂ مبارک سے آرہے تھے۔ ایک صاحب عمدہ لباس اور شیروانی پہنے ہوئے اُدھر جا رہے تھے حضرت قبلہ سے ان کی نظر چار ہوئی، حضرت قبلہ نے ان کو تانگے میں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، وہ عالم بے اختیاری میں بیٹھ گئے۔ اور پھر جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ فیروزآباد کی جانی پہچانی باوقار شخصیت منشی سید ابرار حسین کے نام سے آپ کا تعارف ہوا۔ فیروزآباد میں حضرت قبلہ کا قیام زیادہ تر آپ کے مکان پر رہا حضرت قبلہ یہاں تشریف لائے تو ابتدا میں لوگوں کا رجوع کم ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو حضرت قبلہ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے کام کو قبولیتِ عام عطا کرنی تھی، اسلئے بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا تعلق حضرت کی کرامت سے تھا آہستہ آہستہ لوگوں کی توجہ مبذول ہوئی، پھر تو ایسا ہوا کہ بس اللہ دے اور بندہ لے۔ چاروں طرف حضرت قبلہ کی دھوم مچ گئی ہزاروں افراد سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے ساکنانِ فیروزآباد میں چھ حضرات کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا گیا، جن میں حضرت صوفی حکیم الدین شاہ قبلہ جے پور

میں سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں اور الحاج صوفی سید ابرار حسین شاہ قبلہ کی خانقاہ و مزار شریف فیروز آباد میں مرکز جہانگیری کی حیثیت رکھتا ہے۔

شاہجہانپور

یوپی کا مشہور شہر ہے یہاں پر حضرت قبلہ فرید پور کے حافظ فصیح الدین کے ہمراہ مرلی قوال کے پیر و مرشد کے مکان پر ۱۹۲۵ء میں تشریف لے گئے۔ اس طرح یہاں کے لوگوں سے تعارف کی ایک تقریب ہو گئی۔ اسکے بعد متعدد بار یہاں جلوہ افروز ہوئے اور سیکڑوں لوگوں کو سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں داخل کیا۔ حضرت صوفی حاجی شبیر شاہ قبلہ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ شاہجہانپور کے اطراف میں بھی حضرت قبلہ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ کی اشاعت ہوئی۔ شاہجہانپور کے قریب میں ایک مشہور اور قدیم قصبہ تلہر ہے سادات کرام اور شرفا کی خاصی تعداد یہاں آباد ہے یہاں پر بھی آپ نے سلسلہ کی اشاعت فرمائی۔ حضرت صوفی حافظ شبیر احمد شاہ کو یہاں اجازت و خلافت عطا کی بحمد اللہ تعالیٰ سلسلہ کی اشاعت کا کام جاری ہے۔

آگرہ

یہی وہ مبارک شہر ہے جہاں سے حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے روحانی سفر کا آغاز ہوا سرکار سیدنا کے آستانہ مبارک پر حضرت قبلہ نہایت خاکساری اور نیازمندی کے ساتھ حاضر ہوتے تھے۔ ابتدا میں آپ تن تنہا سفر فرماتے اور ایک گمنام مسافر کی طرح یہاں قیام فرماتے۔ ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہا

مرید بھی نہیں کرتے تھے۔ مگر جب اوپر والوں کی طرف سے اس کی اجازت مل گئی تو پھر
ایسا سماں دیکھنے میں آیا کہ یہاں چاروں طرف سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کے انوار
سے لوگوں کے دل روشن ہو گئے۔ اور صرف سلطان الاولیاء کا سکہ چلنے لگا۔ عرسِ
مبارک کے ایام میں مزار مبارک کے احاطہ میں بے شمار مریدوں اور معتقدین
کے ہمراہ قیام فرماتے تھے۔ عرسِ مبارک سے فراغت کے بعد آگرہ شہر
میں لوہا منڈی میں قیام فرما ہوئے۔ اس کے بعد جناب صوفی حسین احمد شاہ قبلہ
کے یہاں محلہ ہینگ کی منڈی میں آخر حیات تک قیام رہا آپ کی تشریف آوری
کی برکت سے آگرہ شہر کے تمام راستے صوفی حسین احمد شاہ کے مکان سے مل گئے تھے ہو صوف
نے بھی حضرت قبلہ اور اہلِ سلسلہ کی نہایت خلوص کے ساتھ خدمت کی۔ اہلِ خانہ نے بھی
اس خدمت میں برابری کا ساتھ دیا۔ آج بھی حضرت قبلہ کی اس قیامگاہ کے دروازے
سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ سے متعلق حضرات کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ محبوب الاولیاء حضرت
خواجہ لیاقت حسین عرف منے میاں سے خلافت سے سرفراز حضرت صوفی حسین احمد شاہ قبلہ
ایک عرصہ کے بعد سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مصروف ہوئے ہیں۔ ماشاءاللہ
آپ کی وضع قطع، گفتار و کردار میں خلوص کا رنگ پایا جاتا ہے وہ ہم سب کے لئے
باعث افتخار ہے دوسرے حضرات بھی سلسلہ عالیہ کے کام میں مصروف ہیں جن کی اجازت
و خلافت کا تعلق سجادہ نشین عزیز الاولیاء حضرت خواجہ عبدالعزیز قبلہ سے ہے۔ اور اب
یہاں پر محبوب الاولیاء حضرت صوفی لیاقت حسین شاہ عرف منے میاں کی جلوہ
گری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آفتاب کو قائم دائم اور روشن رکھے۔ آمین

اس کے علاوہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ فتح پور سیکری میں ڈاکٹر عبدالشکور
صاحب کے یہاں قیام فرماتے تھے غرضیکہ ہندوستان کے بہت سے مقامات پر
آپ نے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کا کام انجام دیا۔ مذکورہ بالا شہروں کے

علاوہ قصبات اور دیہات میں پاپیادہ یا سواری سے خواہ تانگہ ہو، ریل گاڑی ہو، موٹر ہو، ہر طرح آپ نے سفر فرمایا، ان تمام مقامات کا اگر ذکر کیا جائے تو ایک بڑا دفتر تیار ہو جائے گا، بس اسی بات پر اختتام کرتا ہوں کہ بلاشبہ آپ سلطان الاولیاء تھے، سلطان وقت تھے اور آپ کے دامن فیض سے وابستہ حضرات سکۂ رائج الوقت ہیں۔

قیامِ نسبت

نسبت کے قیام کا معاملہ بھی عجیب ہے کسی اصول کے ذریعہ اس کی توجیہہ اور تشریح نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ جب روح میں جذب، قلب میں حرارت پیدا ہو جائے، اور ظاہری طور پر کوئی سبب نظر نہ آئے تو نظر نہ آنے والی شئی کی نشاندہی کیسے کی جاسکتی ہے، اس کے باوجود قلب میں تیرِ نیم کش کی خلش کی کیفیات موجود ہوں تو کسی ان دیکھی قوتِ مؤثرہ کے وجود پر ایمان لانا ہی پڑتا ہے، بھلے ہی ہم نہ اس کو دیکھ سکیں اور نہ دکھا سکیں۔ کیونکہ نسبت کے قیام کا تعلق روح سے ہے اور روح ایسی چیز ہے جسکو نہ ہاتھ سے چھوا جا سکتا ہے اور نہ آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا، پھر روح کی کیفیات کو چشمِ ظاہر سے دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے دامنِ عقیدت سے وابستہ حضرات کثیر تعداد میں قیامِ نسبت کے روحانی فیوض و برکات سے فیضیاب ہوئے۔ فیضیابی کا یہ دائرہ صرف خلفاء کرام اور مریدین تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ اس کی وسعت سے خلفاء کرام کے مریدین بھی بہرہ ور ہوئے۔ یہاں ایک بات خاص طور پر دھیان میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ فیض پہونچانے کا یہ سلسلہ ایک اصول کے ماتحت اوپر سے چلا آرہا ہے (شرط یہی ہے کہ طلب صادق ہو)۔ قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ ہم نے ایک جگہ قطبِ عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبد الحی شاہ قبلہ کا یہ فرمانِ مبارک سپردِ قلم کیا ہے کہ "ہمارے[1] دربار کے کسی بھی خلیفہ کا مرید ہمارا مرید کہلائے گا، اس کی نگرانی ہمارے ذمہ ہوگی بشرطیکہ

---

[1] قطبِ عالم فخر العارفین قبلہ نے یہ اصول اُس وقت بیان فرمایا تھا جب مرشد کامل سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ اور سلطان الاولیاء حضرت صوفی میاں محمد حسن شاہ قبلہ، دربار عالیہ جہانگیریہ چاٹگام تشریف لے گئے تھے اور بیعت کی درخواست پیش کی تھی۔

وہ ہمارے نقشِ قدم پر ہو اور ہمارے طور طریقے اختیار کرنے والا ہو۔" اب اس فرمان کی حقیقت اور برکات کا مشاہدہ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی حیاتِ مبارکہ میں بکثرت ہوا۔ جہاں کسی مرید نے روحانی کمپیوٹر کا کنکشن پیر و مرشد سے جوڑ لیا، تو فاصلے، قربتوں میں بدل گئے، اَن دیکھی اشیاء کا مشاہدہ ہونے لگا۔

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے اس فیضان اور قیامِ نسبت کے بارے میں واقعات و حالات کو ترتیب دیا جائے تو اچھی خاصی کتاب مرتب ہو سکتی ہے، نمونے کے طور پر صرف تین واقعات پیشِ خدمت ہیں۔ "للّو بھیّا" کی شخصیت سے سلسلہ کا ہر ایک خاص و عام واقف ہے، اور یہ روایت اتنے تواتر کے ساتھ ہے جس میں شک و شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں، بکثرت حضرات نے اس بات کی تصدیق کی کہ حضرت قبلہ جب کسی مقام کے لئے سفر کا ارادہ فرماتے تھے تو حضرت قبلہ کی تشریف آوری سے قبل للّو بھیّا وہاں موجود ہو جاتے تھے، سلسلہ کے حضرات للّو بھیّا کو دیکھ کر سمجھ جاتے تھے کہ حضرت قبلہ تشریف لانے والے ہیں۔ اس امر کی بھی لوگوں نے تصدیق کی کہ حضرت کی قیام گاہ میں للّو بھیّا کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ حضرت قبلہ کا جس مقام پر قیام ہوتا تھا، للّو بھیّا ہمیشہ اس سے کافی فاصلے پر دست بستہ شب و روز بغیر کھائے پیئے کسی تصور میں کھڑے رہتے تھے، دُنیا جہان کے کسی معاملے سے، لوگوں کی آمد و رفت سے آپکو کوئی واسطہ نہیں ہوتا تھا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کونسی برقِ جمال تھی جس کی تجلّی میں مستغرق رہتے تھے۔

اسی طرح حضرت قبلہ کے مرید، جن کو تمام پیر بھائی "بھورے بھائی" کے نام سے پکارتے تھے، بصیرت گنج لکھنؤ کے رہنے والے تھے، حضرت قبلہ جب بھی لکھنؤ والے سرکار کے آستانہ اسلامیہ قبرستان میں ہوتے تو بھورے بھائی حضرت قبلہ کی تشریف آوری سے پہلے چائے لئے ہوئے حاضر ہوتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ بھورے بھائی جب چائے لاتے تھے تو رقص اور وجد کرتے ہوئے آتے تھے۔ غور فرمائیے کہ ان حضرات کو کس

طرح حضرت قبلہ کی تشریف آوری کا علم ہو جاتا تھا، معلوم ہوا کہ اس قسم کے افراد کے درمیان کوئی آن دیکھا اور ان جانا رابطہ ضرور ہے۔ اب اس رابطہ کو روحانی تعلق کہہ لیجئے یا قیامِ نسبت۔

تیسرا واقعہ حضرت قبلہ کے عظیم المرتبت خلیفہ کے مرید کا ہے۔ مولانا قمر سیو ہاردی جو حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ کے چہیتے مرید ہیں۔ مرید ہونے کے کچھ دنوں کے بعد انھوں نے ایک خواب دیکھا جس میں حضرت قبلہ مولانا کو اپنی پُشت کا زیریں حصہ دکھاتے ہوئے ایک زخم کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اور پھر مولانا سے فرمایا "بھائی ہمارے اِس زخم پر مرہم رکھ دو گے مولانا نے مؤدبانہ اثبات میں جواب عرض کیا۔ آقائی و مرشدی قبلہ نے جب اس خواب کو سُنا تو اظہارِ حقیقت کرتے ہوئے فرمایا "مولانا! بیشک تمہارا خواب سچّا ہے، حضرت قبلہ کی پُشتِ مبارک کے نیچے والے حصّہ میں ایک روپیہ کے برابر زخم تھا۔ جس کے بارے میں ہم کو اور چند مخصوص حضرات ہی کو علم تھا، یہ زخم کبھی خشک ہو جاتا تھا اور کبھی تازہ ہو جاتا تھا ہم نے بھی کئی مرتبہ اس پر مرہم لگایا ہے۔

تمام پیر بھائی اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ مولانا کو اپنے پیر و مرشد سے والہانہ تعلق ہے اور پیر و مرشد بھی اپنے مرید کو سب سے زیادہ چاہتے تھے، اسی نسبت کے فیضان سے مولانا، اپنے دادا پیر کی نسبت سے فیضیاب ہوئے اور نسبت کا یہ فیضان برابر جاری رہا ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا، بشرطیکہ مرید بھی تو مرید ہو۔

سلطان الاولیا کا مرشدِ گرامی سے مثالی تعلق

حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے اپنے مرشدِ گرامی کی جس انداز میں پُر خلوص خدمت انجام دی، اُس کی مثال ملنی ناممکن نہیں، مشکل تو ضرور ہے۔ مرشدِ گرامی سے خلوص و عقیدت کے سلسلہ میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ توجہ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں اور غور کریں کہ ہم اس معیار پر کس حد تک پورے اُترتے ہیں۔

موسم سرما میں یوپی میں ویسے بھی سخت سردی ہوتی ہے۔ نینی تال کی قربت کی وجہ سے اور میدانی علاقہ ہونے کے سبب رامپور کے اطراف اور بھی زیادہ سرد ہو جاتے ہیں۔ اِن ہی ایام میں جبکہ سردی شباب پر تھی،

سلطان العاشقین الحاج صوفی محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز تھی، آپ کو رامپور اسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ خدمتِ اقدس میں دیگر مریدین کے ہمراہ حضرت سلطان الاولیا قبلہ بھی حاضر تھے۔ مرشدِ گرامی کی طبیعت جب کچھ سازگار ہوئی تو حضرت سلطان الاولیا قبلہ کو مرشد نگر جانے کی اجازت ہو گئی۔ مغرب کے بعد حضرت سلطان الاولیا قبلہ ہلک پہونچے تو اتفاق سے وہاں کچھ پیر بھائی لکھنؤ سے مرشدِ گرامی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کے لئے آئے تھے۔ حضرت قبلہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے آنے والے پیر بھائیوں سے فرمایا کہ مرشدِ گرامی کی طبیعت ناساز ہے اور رامپور کے اسپتال میں قیام ہے۔ اُن لوگوں نے حضرت قبلہ سے کہا "آپ کی مہربانی ہو گی اگر آپ اسپتال تک ہماری رہنمائی کر دیں۔ ہم لوگ لکھنؤ سے آئے ہیں، رامپور کے لئے اجنبی ہیں اور پھر رات کا وقت ہے، رامپور پہونچ کر اسپتال میں حضرت مرشدِ گرامی تک رسائی مشکل ہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا "بھئی مجھے تو مرشدِ گرامی نے رخصت کی اجازت مرحمت فرما دی ہے، اب

فوراً دوبارہ میری واپسی حدِ ادب کے دائرہ سے باہر نہ ہو۔ اس لئے میرا جانا مناسب نہیں۔ لیکن اُن پیر بھائیوں نے آپ سے بے حد اصرار کیا۔ آپس میں یہ طے کر لیا گیا کہ آپ ہمیں اسپتال میں حضرت مرشد گرامی کے کمرے تک پہونچا کر واپس آجائیں۔ چنانچہ حضرت سلطان الاولیا، قبلہ اپنے ان پیر بھائیوں کو لے کر اسپتال پہونچ گئے۔ اور جس کمرے میں حضرت مرشد گرامی قیام پذیر تھے آگئے۔ ان لوگوں سے کہا کہ آپ حضرات اندر تشریف لے جائیں اور خود کمرے کے دروازے کے قریب کھڑے ہو گئے' لکھنؤ والے مریدین حضرت مرشد گرامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوس ہو گئے۔ آپ نے ان لوگوں سے احوال و کوائف معلوم کئے۔ اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ یہاں تک کیسے پہونچے؟ ان لوگوں نے خاموشی اختیار کی' تو آپ نے تبسم فرمایا۔ اور بلند آواز میں فرمایا۔ "صوفی جی اندر آجاؤ، باہر کیوں کھڑے ہو؟ حضرت سلطان الاولیا، قبلہ نہایت ادب کے ساتھ خجالت آمیز انداز میں حاضر خدمت ہو کر قدم بوس ہو گئے۔ مرشد گرامی نے ارشاد فرمایا، اچھا ہوا تم آگئے۔ ارے بھئی یہ مہمان ہیں اور سردی کا زمانہ ہے ان لوگوں کیلئے کچھ اوڑھنے بچھانے کا انتظام کرو۔ فوراً آپ نے اپنا بڑا سا کمبل بدن سے اُتار کر زمین پر بچھا دیا۔ مرشد گرامی کو استسقار کی تکلیف تھی۔ پیشاب بار بار آتا تھا چلنے پھرنے میں زحمت کی وجہ سے ڈاکٹر نے پیشاب کے لئے برتن چارپائی کے قریب رکھوا دیا تھا۔ اتفاق سے برتن کو ٹھیس لگی پیشاب فرش پر پھیل گیا۔ مریدین ادھر اُدھر کپڑے کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے تاکہ فرش صاف کیا جاسکے آپ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو فوراً اپنے بدن سے کُرتا اُتار کر فرش صاف کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر سلطان العاشقین حضرت صوفی محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ بے ساختہ نکلے "اللہ تمہارا مرتبہ بلند کرے"! دو مرتبہ یہ مبارک الفاظ آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے اور بارگاہِ خداوندی میں یہ دُعا مقبول ہو گئی۔ اور ایک دُنیا

نے دیکھ لیا کہ آپ سلطان الاولیاء کے غیبی لقب سے سرفراز فرمائے گئے۔ پیر و مرشد سے للّٰہیت و خلوص کے ساتھ تعلق کی وجہ سے مرید کہاں سے کہاں پہونچ جاتا ہے، اس کا اندازہ مذکورہ بالا واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

سلطان الاولیاء کا لقب

حضرت قبلہ کے ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا عبدالرزّاق شاہ صاحب قبلہ نے مرشد نگر میں ایک چلّہ کیا تھا جس میں آپ کو یہ مشاہدہ کرایا گیا کہ ایک بہت پُر فضا، ارفع و اعلیٰ مقام ہے۔ وہاں بہت سی نورانی شکل و صورت کے بزرگ دو طرفہ قطار میں سفید لباس اور سفید عمامہ باندھے ہوئے حدِّ نظر تک موجود ہیں۔ درمیان میں ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ میں نے جب یہ عجیب منظر دیکھا تو میں بھی وہاں پہونچ گیا۔ ایک صاحب سے معلوم کیا کہ یہ سب کیا ماجرا ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ "آج اس دور کے سلطان الاولیاءؒ کی آمد ہے۔ اور ہم سب لوگ اُن کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اسی اثنار میں ایک پالکی آسمان کی جانب سے اُترتی ہوئی نظر آئی اور تخت پر آکر رُک گئی میں نے دیکھا کہ اُس پالکی میں ہمارے حضرت قبلہ موجود ہیں۔ پالکی سے اُتر کر آپ تخت پر جلوہ افروز ہوئے، تو میں قدم بوسی کے لئے دوڑتا ہوا گیا، قدم بوسی کی سعادت میسّر ہو گئی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

اس واقعہ کو میں نے حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ آپ نے حسبِ عادت انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "بھائی، یہ تمہاری محبت اور عقیدت کی بات ہے جو تم کو ایسا مشاہدہ کرایا گیا۔ پھر میں نے حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا، حضور وہ کون سا مقام تھا؟ آپ نے ارشاد فرمایا، "وہ مقام ملکوت تھا۔"

مرشدی و آقائی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ شجرۂ

طیبہ میں حضرت قبلہ کا اسم گرامی اس طرح پڑھا جاتا تھا ؎

بندۂ عاجز ہوں یارب کر مری تو بر قبول ﴿ حضرت خواجہ محمد حسن صوفیا و بے ریا کے واسطے

اور ہم نے سب سے پہلے جو شجرہ طیبہ چھپوایا تھا اُس میں بھی اسی طرح کے الفاظ تھے۔ ایک دن ہم نے حضرت قبلہ کے سامنے جب شجرہ طیبہ پڑھنا شروع کیا تو بے اختیار ہماری زبان سے "باصفا و بے ریا" کے بجائے "سلطان الاولیاء" ادا ہوگیا۔ آپ نے بڑے غور سے ہماری طرف دیکھا، اور وہاں پر جو حضرات موجود تھے ان کو مخاطب کرکے فرمایا "دیکھو دیکھو یہ کیا پڑھ رہا ہے۔" حاضرین نے بھی ہماری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو سُن لیا تھا، لہٰذا سب نے بیک زبان عرض کیا کہ "بے شک سچ فرمایا۔ حضور سلطان الاولیاء ہیں۔" یہ سُن کر آپ نے سکوت فرمایا۔" اُس کے بعد سے "سلطان الاولیاء" سب کی زبان پر رواں ہوگیا اور بحمد اللہ اب تک جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔

اس واقعہ کے علاوہ ہمارے پیر بھائی محترم مولانا عبدالرزاق شاہ صاحب قبلہ کا وہ مبارک مشاہدہ جو اوپر بیان کیا جاچکا ہے، اُس سے بھی اِس لقب کی غیب سے تائید ہوگئی۔ علاوہ ازیں حضرت الحاج صوفی محمد یٰسین شاہ صادق دہلوی جو حضرت قبلہ کے عظیم المرتبت خلیفہ ہیں، انھوں نے بھی ایک مبارک خواب کے ذریعہ اس لقب سے متعلق تائید غیبی کی بشارت سُنائی۔ ہمارے دیگر پیر بھائیوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں اس مبارک لقب کی مقبولیت کا رویائے صالحہ کے ذریعہ مشاہدہ کرایا گیا۔

خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قَدَّسَ اللہُ سِرَّہٗ کے دربارِ گہربار کے گدی نشین کی زبان مبارک سے بھی "سلطان الاولیا" کے مبارک لقب کی تائید ہوئی۔

اس مختصر معروضہ کے بعد ہم سب کے لئے قابلِ غور یہ امر ہے کہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب کو یہ مرتبۂ عالی صرف اس لئے عطا کیا گیا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اپنے

مرشد گرامی کی محبت و عقیدت میں خلوص و احترام سے بھرپور نذرانہ پیش کیا، اور اپنا تن من دھن سب کچھ مرشدِ گرامی کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ اِسی مقام کے لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

؎ مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے ؞ کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

بارگاہِ خداوندی میں خلوصِ قلب کے ساتھ عاجزانہ درخواست ہے کہ ہم سب کو اس جذبہ صادق کی توفیق عطا ہو۔ آمین

حضرت سلطان الاولیاء کے مرشدِ گرامی سلطان العاشقین حضرت صوفی محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کی دُعاؤں کا یہ ثمرہ تھا کہ حضرت قبلہ کے مریدین بھی آپ کی ذات گرامی سے والہانہ تعلق رکھتے تھے، آپ کے مبارک قدموں میں مال و اولاد نچھاور کرنے کی تمنا کے علاوہ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے کی آرزو سے مالا مال تھے۔ اس عنوان سے متعلق ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے۔

ایک مُرید کی آرزو

حضرت صوفی انعام اللہ شاہ صاحب فرید پور (یوپی) کے رہنے والے تھے۔ اُن کی تمنا تھی کہ جب اس دُنیا سے رُخصتی ہو تو میرا سَر مرشدِ گرامی کے قدموں پر ہو۔ اسی مفہوم سے لبریز اشعار آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے اور قلب میں یہی تمنا ہر وقت موجزن رہتی۔ ماشاء اللہ صحت مند اور جوان تھے، اس لئے ان کی زبان مبارک سے نکلنے والے اشعار کو مرشدِ گرامی حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے والہانہ محبّت اور شدید قلبی تعلق کے جذبہ پر محمول کیا جاتا تھا۔ کسی کو اس بات کا دھیان بھی نہیں تھا کہ یہ صوفی انعام اللہ شاہ صاحب کے قلب کی آواز ہے۔ ایسا عموماً ہوتا ہے کہ مریدین حضرات اپنے مرشدِ گرامی کی شان میں کچھ نہ کچھ گنگناتے رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ مرشد نگر میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے کسی عزیز کی شادی کی تقریب

تھی۔ صوفی انعام اللہ شاہ صاحب بھی ہنسی خوشی اور صحت مند اس تقریب میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے۔ اسی دوران اُن کی طبیعت معمولی طور پر ناساز ہو گئی۔ کچھ بخار کی حرارت محسوس کرنے لگے۔ پیر بھائیوں نے کہا کہ آپ آرام کر لیجئے، تھکان کی وجہ سے بخار کی حرارت ہو گئی ہے۔ آپ آرام کی غرض سے چارپائی پر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت سلطان الاولیاء قبلہ اندرون خانہ سے باہر تشریف لائے۔ صوفی انعام اللہ شاہ صاحب کی نظر نے جب حضرت قبلہ کا دیدار کیا تو فوراً چارپائی سے اٹھ کر آگے بڑھ کر قدم بوسی کی، اور مرشد گرامی کے قدم مبارک سے چمٹے رہے۔ کچھ دیر گذرنے پر مرشد گرامی نے آپکے دونوں شانے پکڑ کر اٹھانا چاہا، تو حرکت ندارد۔ وہاں تو کچھ بھی نہ تھا۔ صرف انکا جسد خاکی تھا۔ روح تو خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں پہونچ کر سجدہ ریز تھی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ کس طرح جذبۂ صادق کام آ گیا۔ اور کیسی مبارک موت، نہیں بلکہ زندگی پائی کہ مرشد گرامی کے قدموں ہی میں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اور زہے نصیب کہ مرشد گرامی کی قربت ہی میں آپ کی آرام گاہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین۔ اور ہم سب کو بھی اسی جذبۂ صادق سے سرشار فرما دے۔ آمین۔

؎ جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر ؛ عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

جاں نثاریٔ مُرِیدین

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہر ایک فرد اپنی جان، اولاد اور مال کو اپنا نہیں حضرت قبلہ کی ملکیت سمجھتا تھا، اور آپ کے ایک اشارہ پر سب کچھ قربان کرنا اپنی خوش نصیبی تصور کرتا۔ حضرت قبلہ کی مجالس مبارکہ میں اس قسم کے واقعات کا عملی مشاہدہ اَن گنت بار ہوا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب سچائی کیساتھ مرشد کا دامن پکڑ لیا، اب کسی چیز پر بھی اس کا اختیار باقی نہ رہا، بلکہ اب وہ مرید ایک مُردے کیطرح ہے۔

جو زندوں کے ہاتھ میں ہے۔ اب زندہ شخص اپنی مرضی سے جس طرح چاہے نہلائے دُھلائے، کفن پہنا کر دفن کردے۔! اسی قسم کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمایئے اور یقین کی شمع روشن کیجئے۔

حضرت قبلہ کے ایک مُرید جناب صوفی بسم اللہ شاہ صاحب (گلبرگہ شریف) جو ایک اچھے قاری ہونے کے ساتھ خوش الحان بھی تھے۔ فاتحہ کے موقع پر اگر موجود ہوتے تو قرآن پاک آپ ہی قرأت کے ساتھ تلاوت کرتے اور شجرۂ مبارکہ پڑھتے تو زار و قطار روتے، آپ کی رقّتِ قلب سے سامعین بھی رونے لگتے، قوّالی کی محفل میں ہوتے تو بے اختیار چیخیں مارتے، آپ کی آہ و بُکا سے حاضرین پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، خوف اِس قدر غالب رہتا کہ حضرت قبلہ کے قریب آنے سے گھبرا جاتے اور ہمیشہ آڑ میں کھڑے ہوتے، کبھی حضرت قبلہ کا سامنا ہو جاتا تو دوڑ کر حضرت قبلہ کے پائے مبارک سے چمٹ جاتے۔ غرضیکہ صوفی بسم اللہ شاہ صاحب کی ذات اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاء کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس مبارک کے موقع پر اجمیر شریف میں حضرت قبلہ کی طبیعت اس قدر ناساز ہو گئی کہ متعلقین پر مایوسی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ صوفی بسم اللہ شاہ صاحب بھی اپنے دو کم عمر بچّوں کے ساتھ حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس میں حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ قدم بوس ہو کر دست بستہ روتے ہوئے عرض کیا "حضور! ان دونوں بچّوں میں سے جس کو چاہیں قبول فرمالیں۔" بسم اللہ شاہ صاحب کی نیّت یہ تھی کہ حضور اچھے ہو جائیں اور ان دونوں بچّوں میں سے کسی ایک کو اپنی جان کے بدلے میں صدقہ دیدیں۔" حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ان کی یہ گذارش سُن کر ارشاد فرمایا۔ ارے ارے تُو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ تو ہماری ملکیت ہیں تُو کون ہوتا ہے دینے والا! پھر کچھ وقفہ کے بعد فرمایا "بسم اللہ شاہ کو بندگی کی معراج ہو گئی۔" اس کے بعد حضرت قبلہ کی طبیعت بھی سازگار ہو گئی۔ مریدین کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے اور بفضلہ تعالیٰ آرام و سکون کیساتھ حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے عرس مبارک کی تقریبات

کی تکمیل کے بعد بہ صحت و عافیت وہاں سے مراجعت ہوئی۔

ریاضت و مجاہدہ

سفر اور حضر میں حضرت قبلہ کو مریدین کی جسمانی، روحانی، ذہنی اور اخلاقی تربیت کا خاص طور پر دھیان رہتا تھا۔ کاروباری معاملات ہوں، یا خورد و نوش کا مسئلہ ہو، یا دیگر ضروریات یعنی دنیا داری کے معاملہ میں آپ مریدین کو ہمیشہ اختصار کی تلقین فرماتے تھے۔ اور "دنیا بقدر ضرورت" کا حکم فرماتے۔ خیالات کی پاکیزگی اور ذکر و فکر میں زیادہ سے زیادہ مصروف رہنے کی نصیحت فرماتے:

ایک بار کسی گاؤں سے آٹھ گھنٹہ کی پیدل مسافت کے بعد ضلع بریلی میں محلہ سیلانی کی مسجد میں پہونچے، آپ کے ہمراہ کثیر تعداد میں مریدین موجود تھے۔ ایک تو سفر کی تکان، دوسرے یہ کہ سفر پر روانہ ہونے سے پہلے صبح کے وقت بھی کسی نے کچھ نہیں کھایا تھا مریدین کافی کمزوری محسوس کرنے لگے۔ مسجد کے طاق میں تقریباً ایک سیر سے زیادہ سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے، جو غالباً مسجد کے پیش امام صاحب کے دسترخوان کے پس خوردہ ہوں گے۔" آپ نے فرمایا! طاق میں کیا رکھا ہوا ہے اٹھا لاؤ۔ وہ سوکھی ہوئی روٹیوں کے ٹکڑے لائے گئے، آپ نے فرمایا کہ ان کو پانی سے دھو کر دوسرے پانی میں بھگو دو۔ ٹکڑے پانی میں بھیگنے سے نرم ہو گئے تو آپ نے خود بھی کھائے اور مریدین کو بھی کھانے کے لئے کہا۔

دوسرا واقعہ

اسی طرح ایک بار لکھنؤ میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی درگاہ شریف واقع اسلامیہ قبرستان صدر بازار میں قیام پذیر تھے۔ یہ قیام

تقریباً بیس روز کا تھا۔ خدمتِ عالیہ میں جو حضرات موجود تھے ان میں زیادہ تر تعداد خلفائے کرام کی تھی۔ حضرت قبلہ کے یہ خلفائے کرام کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ قیام کے دوران آپ کے ایک خلیفہ جناب عبدالعزیز بابا، جو نواب گنج بارہ بنکی کے رہنے والے تھے، روزانہ اپنے مکان سے بذریعہ ٹرین کھانا لایا کرتے تھے۔ آپ اس کھانے کو رکھوا دیتے اور دوسرے دن اسی کھانے کو تمام حضرات کو کھلایا جاتا تھا۔ اور دوسرے دن جو کھانا آتا اُس کو آئندہ کل کے لئے رکھوا دیا جاتا۔" مرشدی و آقائی الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا، کہ ایک اور حکم جاری فرمایا: خبردار! کوئی شخص بازار وغیرہ میں جاکر، یا کسی کے یہاں ہرگز نہ کھائے پیئے۔" اس دوران ہم لوگوں کی اس طرح نفس کُشی کرائی گئی ہم لوگ آپ کی توجہ اور عنایت کے فیض سے ثابت قدم رہے ورنہ روپے پیسے ہوتے ہوئے صبر کہاں ہوتا ہے۔"

تیسرا واقعہ

ایک روز صبح ایک صاحب بڑی سی کیتلی میں گرم گرم چائے اور تقریباً دو درجن تازہ ڈبل روٹیاں لے کر حاضرِ خدمت ہوئے، آپ نے صرف چائے پینے کا حکم دیا۔ ڈبل روٹیو کے بارے میں آپ نے فرمایا: ان کو طاق میں رکھدو۔ پھر یہی ڈبل روٹیاں تقریباً چھ روز کے بعد کھلوائی گئیں۔

چوتھا واقعہ

ایک صاحب پانچ کیلو کے قریب لکھنؤ کی برفی لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ اور آپ کو پیش کی، ہم لوگ سوچ رہے تھے کہ چلو آج تو خوب منہ میٹھا ہو جائے گا، لیکن حضرت قبلہ نے اس برفی کی تھال کو بھی طاق میں رکھوا دیا اور فرمایا کہ اس میں سے کوئی نہ کھائے،

ہمارے ایک پیر بھائی جو حضرت کے خلیفہ بھی ہیں، اور ماشاءاللہ خوش مذاق بھی ہیں انھوں نے ہم لوگوں سے کہا کہ حضرت قبلہ نے کھانے کے لئے منع فرمایا، چکھنے کے لئے نہیں، ذراسی برفی چکھنے میں کیا حرج ہے۔ چنانچہ انھوں نے تھوڑی سی برفی منھ میں رکھ لی تھوڑی دیر کے بعد پیٹ میں شدید درد ہُوا۔ ادھر ان صاحب کا پیٹ کے درد سے بُرا حال تھا، اُدھر ہم لوگوں کو ہنسی ضبط کرنا دشوار ہو رہا تھا۔ آخر کار حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں موصوف کو پیش کیا گیا، لیکن یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ انھوں نے ذراسی برفی چکھی ہے! حضرت قبلہ بڑے معصومانہ انداز میں بار بار فرماتے کہ ارے بھائی اس کو دیکھو، اسے کیا ہوگیا، ارے بھائی، کہیں اس نے برفی تو نہیں کھائی؟ ہم سب لوگ منھ پر کپڑا رکھے ہوئے ہنسی کو ضبط کر رہے تھے۔ آخر کار حضرت قبلہ نے اپنے قریب ان کو لٹا لیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگے، تھوڑی دیر میں آرام ہوگیا اور یہ بھائی بھلے چنگے ہوگئے۔"

اب اس برفی کے بارے میں سُنئے، شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ اس میں کچھ ملا ہُوا تھا، ایسا نہیں، بلکہ روانگی کے وقت تک پھر کسی کو جرأت نہ ہوئی، کہ اس کی طرف دیکھ لے جب درگاہ شریف سے آپ نے روانگی کا ارادہ فرمایا، تو ایک غریب مرید کو جو وہیں رہتے تھے، آپ نے بُلایا، اور اس سے فرمایا! بھائی اس برفی کو تھال سے نکال کر کھا لینا اور برتن والے کو خالی برتن واپس کر دینا۔

گفتگو میں پوشیدہ مصلحت

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی گفتگو میں ایک امتیازی شان یہ تھی کہ نہایت ہی سادہ الفاظ میں مختصر طریقے پر مخاطب کو ظاہر و باطن کا جواب مل جاتا تھا۔ بعض مرتبہ اس طرح گفتگو فرماتے کہ بروقت ہم جیسے ناسمجھوں کی سمجھ میں بات نہیں آتی تھی، لیکن کچھ دن انتظار کے بعد وہی مفہوم اور معاملہ ہماری نظروں کے سامنے آتا تو ہوش آتا تھا کہ حضرت قبلہ نے فلاں وقت میں

جو بات بیان فرمائی تھی، اس کا مشاہدہ اب ہو رہا ہے یہ بات اس لئے عرض کی گئی کہ بعض مرتبہ بزرگوں کی بات نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض افراد شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یا اُس بات کی طرف توجہ نہیں کر پاتے۔ عربی کا ایک مقولہ ہے "کَلَامُ الْمُلُوْکِ مُلُوْکُ الْکَلَام۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح ایک بادشاہ انسان ہوتے ہوئے بھی انسانوں میں ایک خاص امتیازی حیثیت رکھتا ہے اسی طرح اُس کی بات بھی، خاص امتیازی شان رکھتی ہے۔

حضرت قبلہ کی اِسی انداز کی مصلحت آمیز گفتگو کا نمونہ پیش خدمت ہے۔ جس کی روایت آقائی و مرشدی حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ نے فرمائی:

"حضرت سلطان الاولیاء قبلہ ایک مرتبہ بریلی تشریف لے گئے۔ راہ گذر میں ہماری سسرال تھی۔ گرمی کی وجہ سے کچھ لوگ ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے حضرت قبلہ کو دیکھ کر سب تعظیماً کھڑے ہو گئے، حضرت قبلہ نے بھی کچھ توقف فرما کر اُن لوگوں سے گفتگو کی، اسی اثنا میں ہماری سلیج نے حضرت قبلہ کو دیکھا تو ہم سے کہا کہ "میاں کو گھر میں لے آیئے! ہم نے حضرت قبلہ سے درخواست کی اور آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ ہمارے سسر اور ساس کا انتقال ہو چکا تھا چھوٹی سالی جس کی عمر تقریباً بارہ برس ہو گی، وہ یتیم حضرت قبلہ کو پنکھا جھلنے لگی"۔ اس نے حضرت قبلہ سے معلوم کیا کہ "میاں آپ بمبئی گئے تھے"؟ حضرت قبلہ نے فرمایا "ہاں بیٹی میں بمبئی گیا تھا"! اس نے اپنی بڑی بہن یعنی ہماری اہلیہ کے بارے میں دریافت کیا "بی بی ملی تھیں"؟ حضرت قبلہ اُس کی یہ بات سُنتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئے اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر افسوس کرنے والی صورت بنا کر فرمانے لگے "بیٹی! کیا بتاؤں، مجھ سے غلطی ہو گئی، تیری بی بی مجھے تیرے لئے ایک جوڑا کپڑے کا دینے کو کہہ رہی تھی، مگر میں بھول گیا اور جوڑا نہ لا سکا"۔

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی، کیونکہ بمبئی میں حضرت قبلہ کا قیام ہمارے یہاں تھا، ہماری حاضری ہر وقت کی تھی، ہماری موجودگی میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ اور ہمارا یقین تھا کہ اس طرح کا کوئی معاملہ بھی نہیں ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ہمارے علم میں یہ بات ضرور آجاتی۔" ادھر ہم کو یہ بھی یقین تھا کہ حضرت قبلہ کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتے۔ اور نہ ہی بلا کسی وجہ کے کوئی کام کرتے ہیں، پھر یہ معاملہ کس طرح ظہور پذیر ہوا؟ عرصہ دراز تک یہ معمہ سمجھ میں نہیں آیا اور دل سے اس کے نقوش بھی نہیں مٹے۔"

اس واقعہ کو تقریباً چار پانچ برس گذر چکے تھے کہ خود ہمارے ساتھ بھی اسی قسم کا معاملہ ہوا۔ تب کہیں حضرت قبلہ کی حکیمانہ گفتگو کی مصلحت معلوم ہوئی۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ شفاعت علی خاں ہمارا مرید بریلی کا رہنے والا بمبئی میں ہمارے یہاں رہتا تھا، اُس کے والد صاحب بھی اُس کے ہمراہ رہتے تھے، اُس نے اپنے والد کے ساتھ ایسا سخت رویّہ اختیار کیا کہ اُس کے والد ناراض ہو کر بمبئی سے بریلی چلے گئے۔ حالانکہ وہ اپنے اِس اکلوتے بیٹے سے اور بیٹے کے بچوں سے بہت محبت کرتے تھے اور اسی وجہ سے بمبئی رہنا چاہتے تھے۔" کچھ عرصہ کے بعد ہم کو شفاعت علی خاں کے اس واقعہ کا علم ہُوا۔ تو ہم نے ان کو بُرا بھلا کہا، اور والد صاحب سے معافی مانگنے کو کہا، اور یہ بھی کہا کہ جب تم نے ایسے مہربان اور محبت کرنے والے باپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا تو تم پیر کی کیا اطاعت کرو گے؟ ہم کو اس کے بوڑھے باپ کے صدمہ کا بھی احساس تھا، کہ اُن کے دل پر کیا گذری ہوگی؟ کچھ دنوں کے بعد ہم بمبئی سے بریلی گئے، ہم رکشا میں بیٹھے ہوئے جا رہے تھے کہ شفاعت علی کے والد کی نظر ہم پر پڑی، وہ تیزی کے ساتھ ہمارے پاس آئے، ہم کو رکشے سے اُترنے نہیں دیا۔ لمبے قد کے آدمی تھے، کھڑے کھڑے ہم سے لپٹ گئے، ہماری خیریت اور بمبئی کے احوال معلوم کرنے لگے، دورانِ گفتگو انھوں نے ہم سے دریافت کیا "شفاعت کیسا ہے؟ اُس کے بچّے کیسے ہیں؟ اپنے بیٹے اور اس کی اولاد کے لئے باپ کے دل میں جو تڑپ تھی اُس نے ہمارے

دل پر بھی اثر کیا اور بے اختیار ہم نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بیس ۲۰ روپئے نکالے اور شفاعت علی کے والد کو دیتے ہوئے ہم نے کہا، "یہ شفاعت علی نے تمہارے لئے ہم کو دیئے تھے اور کہا تھا کہ ہمارے والد صاحب کو دے دینا" اچھا ہوا تم ہمیں مل گئے ورنہ تمہیں تلاش کرنا پڑتا! ہماری اس گفتگو کو سُن کر بڑے میاں کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب آ گیا، کچھ دیر کے بعد جب اُن کو سکون ہُوا، تو ہم کو ایسا محسوس ہُوا کہ اُنھوں نے اپنے بیٹے کو معاف کر دیا"۔ ہماری اس ملاقات کے ٹھیک آٹھ دن کے بعد بڑے میاں کا انتقال ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اُس وقت ہم کو حضرت قبلہ کی وہ گفتگو یاد آ گئی جو آپ نے پانچ برس پیشتر ہماری سلیج کے گھر میں ہماری اہلیہ کی چھوٹی بہن سے کی تھی، اور اس کی مصلحت بھی سمجھ میں آ گئی کہ حضرت قبلہ نے اُس کمسِن کی کس طرح دلداری کی تھی، اور بڑی بہن کے لئے محبّت و عقیدت کے جذبات کو بڑھاوا دیا۔ یہاں پر حقیقت بیانی سے اُس کم سِن بچّی کے دل پر کیا گذرتی" اسی طرح مرشدِ گرامی کی توجہ اور عنایت سے اللہ تعالیٰ نے اس خادم سے بھی وہ کام لے لیا، جس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ایک مظلوم باپ نے دُنیا سے رخصت ہونے کے آٹھ دن پہلے اپنے بیٹے کو معاف کر کے سعادت دارین عطا کر دی۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں سے کوئی ایسا محبوب عمل کرا دیتا ہے جس کی حقیقت بروقت معلوم نہیں ہوتی حقیقت تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص قلب کی سچائی کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپُرد کر دیتا ہے تو رحمتِ خداوندی اُس شخص سے ایسے امور کا ظہور کراتی ہے جس کی مصلحتیں عوام ہی نہیں بلکہ خواص کی ظاہری آنکھوں سے بھی اوجھل ہوتی ہیں۔ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ اس حقیقت کا کھُلا ہوا ثبوت ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ۔

اولیائے کرام کے دربار میں حاضری

دربار غریب نواز میں حاضری

خواجۂ خواجگان، سلطان الہند حضرت
خواجہ غریب نواز قدس اللہ سرّہ العزیز کے دربارِ عالیہ کی حاضری کے بارے
میں حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن قبلہ سے مرید
ہونے سے پہلے بھی ہماری حاضری دربار خواجہ میں ہوتی رہتی تھی، عرسِ
مبارک کے علاوہ دیگر ایّام میں بھی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ لیکن
مرید ہونے (اور اجازت و خلافت) کے بعد (سنہ ۱۹۲۲ء کے بعد) ہمیں یاد نہیں
آتا کہ کبھی کسی عرس میں غیر حاضری ہوئی ہو۔ دربارِ خواجہ میں قیام کے بارے
میں آقائی و مرشدی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا۔
"کہ حضرت سنہ ۱۹۵۳ء سے پہلے تک دربار خواجہ میں سرکار غریب نواز کے مزار
مبارک کی پائنتی کی جانب ایک کھرنی کے درخت کے نیچے ایک عام آدمی
کی طرح رہتے تھے عوام الناس آپ کے اطراف وجوانب سے بے تکلفی کے
ساتھ گذرتے رہتے تھے، اور آپ نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ آئندو
روندگان کی بے جا آمد ورفت کو برداشت کرتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ
آپ کسی خاص خیال میں مشغول ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کسی دوسرے مشغلہ میں
آپ کی مصروفیت نہ دیکھی گئی، نہ کھانے کا اہتمام، نہ جائے قیام کا اہتمام نہ آرام
کی طرف توجہ۔ اُس کیفیت کا اظہار الفاظ میں مشکل ہے۔ ؎

اُس کا ذکر، اُس کی تمنّا، اُس کی یاد ∴ وقت کتنا قیمتی ہے آجکل

ظاہر بات ہے کہ خیال یار سے فرصت ملے تو کسی دوسری طرف توجہ ہو۔ جہاں معاملہ

یہ ہو کہ ع ہر زماں آں یک جہانے دیگر است۔ یعنی تجلّی یار ہر لمحہ اک نئی شان میں جلوہ گر ہو تو کسے دم مارنے کی فرصت ہے۔ ۱۹۵۲ء میں عرس مبارک کے موقع پر مریدین اور معتقدین کی کثرت کی وجہ سے یہ خیال ہوا کہ اب کوئی ایسی جگہ کرائے پر لے لی جائے جہاں حضرت قبلہ اور مریدین و معتقدین اور خلفاء کرام بھی یکسوئی کے ساتھ رہ سکیں۔ حضرت قبلہ کی تو کسی بھی معاملہ کی طرف خاص توجہ نہیں تھی، البتہ مریدین اور خلفاء کرام سب ایک ہی مزاج کے تو نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ہم لوگوں نے ایک مکان کرائے پر لے لیا۔ یہ مکان ڈاکٹر عبدالشکور صاحب کا تھا۔ مکان حاصل کرنے کے بعد حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کیا گیا، کہ حضور کی اجازت ہو تو وہاں قیام بہتر رہے گا۔" آپ خاموشی کے ساتھ اس مکان میں جلوہ افروز ہو گئے۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

حضرت قبلہ کا قیام ڈاکٹر عبدالشکور صاحب کے مکان پر تھا۔ ڈاکٹر صاحب کا تعلق حضرت خواجہ غریب نواز کے خدّام سے تھا۔ سلطان الہند غریب نواز کے دربار عالیہ سے متعلق خدّام باہر کے کسی بزرگ سے کم ہی مانوس ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب بھی رات کے وقت گھر آتے اور دُور ہی سے "صوفی صاحب السلام علیکم" کہہ کر گذر جاتے، بعض مرتبہ کھڑے کھڑے مزاج پُرسی بھی کر لیتے تھے۔ حضرت قبلہ فرما دیتے "بھائی اچھا ہوں۔" ایک رات کو سخت سردی کے موسم میں اچانک آپ نے زور زور سے کراہنا شروع کر دیا۔ اور شدّتِ تکلیف کا اظہار فرمانے لگے۔ مریدین گھبرا گئے کہ اتنی رات گئے اور وہ بھی سخت سردی میں کس معالج کو بُلا کر لائیں۔ اتنے میں حضرت

قبلہ نے فرمایا" کہ ڈاکٹر صاحب کے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹاؤ۔ اور یہاں بلا کر لاؤ! وہاں جانے کی کسی میں ہمّت نہ ہوتی تھی، آپ نے مکرّر ارشاد فرمایا تو چند مریدین ڈاکٹر صاحب کے گھر پر جو بالکل ہی متصل تھا، گئے اور ڈاکٹر صاحب کو آواز دی، ڈاکٹر صاحب بدلے ہوئے تیور کے ساتھ باہر آئے۔ ہم لوگوں نے کہا کہ ہمارے پیر و مرشد کی طبیعت بہت زیادہ ناساز ہے برائے کرم آپ چل کر معائنہ کر لیں۔ بادل ناخواستہ ڈاکٹر صاحب نے آکر حضرت قبلہ کا معائنہ کیا اور کچھ دوا دے کر چلے گئے۔ حضرت قبلہ نے دوا اپنے سرہانے رکھنے کا حکم فرمایا۔ تھوڑی دیر تک حضرت قبلہ آرام و سکون سے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد آپ نے پھر اسی طرح شدّتِ تکلیف کا اظہار شروع کر دیا۔ اور فرمایا" ارے جلدی جاؤ اور ڈاکٹر صاحب کو بُلا کر لاؤ۔ ہم میں سے کسی کی ہمّت نہ ہوتی تھی کہ ڈاکٹر صاحب کو دوبارہ بُلا کر لے آئے۔ آپ نے مکرّر ارشاد فرمایا " ارے جاتے کیوں نہیں؟ ہم چند لوگ آہستہ آہستہ ڈرتے ڈرتے قدم اٹھاتے ہوئے جا رہے تھے اور اپنے اپنے دل میں سوچ رہے تھے کہ بے چارے ڈاکٹر صاحب کو اتنی رات گئے بُلایا گیا تھا اور وہ کسی نہ کسی طرح آگئے تھے۔ ابھی ایک گھنٹہ ہوا ہوگا، ابھی طرح آنکھ بھی نہ لگی ہوگی، اب دوبارہ آپ کو بیدار کیا جائے گا تو نہ معلوم ڈاکٹر صاحب ہمارے ساتھ کیا طرز گفتگو اختیار کریں گے۔ اِدھر مرشدِ گرامی کا حکم، اس کی تعمیل بھی ضروری، ہم لوگ اسی مخمصے میں گرفتار ڈاکٹر صاحب کے دروازے کو دوبارہ کھٹکھٹا رہے تھے۔ کافی دیر تک مسلسل دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد ڈاکٹر صاحب پہلے سے زیادہ بدلے ہوئے تیور کے ساتھ باہر آئے، اور معلوم کیا" اب کیا بات ہے، کیا ہمیں بالکل آرام کرنے نہیں دو گے۔ ہم لوگوں نے نہایت معذرت خواہی کے انداز میں کہا کہ حضرت قبلہ

کا حکم اسی طرح کا ہے۔ طبیعت پھر دوبارہ بہت زیادہ ناساز ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کے بعد فرمایا کہ دونوں پھیپھڑوں نے کام کرنا بند کر دیا ہے۔ دن کے اُجالے تک پہونچنا بھی ناممکن ہے۔ دوا دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ آثارِ زندگی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب ہم سب کو رنج و غم کے منجدھار میں چھوڑ کر چلے گئے۔ ادھر حضرت قبلہ کا کراہنا برابر جاری تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب چلے گئے تو آہستہ آہستہ کراہنے میں کمی ہوتی چلی گئی، اُس وقت ہم سب کی حالت ناگفتہ بہ تھی، سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کریں، نہ ڈاکٹر صاحب نے اصلاحِ حال کی کوئی صورت اختیار کی اور نہ ہی حضرت قبلہ نے کسی قسم کی دوا کے لئے کہا، بلکہ پہلے دی ہوئی دوا بھی جوں کی توں رکھی رہی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں ہم سب کی پریشانی دُور ہو گئی۔ لیجئے، بغیر کوئی دوا کھائے پیئے حضرت قبلہ کی مزاجی کیفیت اعتدال پر آ گئی۔ تھوڑی دیر میں فجر کی اذان ہو گئی، نماز کے بعد حضرت قبلہ اس قدر ہشاش بشاش نظر آرہے تھے کہ گویا رات کا واقعہ ایک خواب ہو۔ کون یقین کرے گا کہ رات میں ایسی حالت اور ڈاکٹری معائنہ کی یہ رپورٹ کہ دن کا اجالا دیکھنا ناممکن ہے۔ اور اب وہی بیمارِ شب ایک صحتمند شخص کی طرح چائے نوشی میں مشغول ہے، ابھی چائے نوشی کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ وہی رات والے ڈاکٹر عبد الشکور صاحب دست بستہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوس ہو گئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ حضور مجھے غریب نواز نے بھیجا ہے، "واقعی حضور آفتاب ہیں" "حضور ماہتاب ہیں"۔ ان الفاظ کو کئی مرتبہ دہرایا اور اس کے بعد پھر فرمایا کہ "مجھے غریب نواز نے بھیجا ہے، آپ مجھے اپنی غلامی میں لے لیجئے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا "لاؤ ہاتھ لاؤ"۔ اس کے بعد اپنے دستِ مبارک میں ڈاکٹر صاحب کا ہاتھ لیکر مرید کر لیا، تب ہم لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ یہ سب کیا ماجرا تھا۔

دربارِ صابری میں حاضری

حضرت سلطان الاولیار قبلہ کی حضرت علاءُ الدین علی احمد صابر کلیری کی بارگاہ عالیہ میں پہلی حاضری سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ قدس سرّہُ العزیز کے ہمراہ ۱۹۰۶ء میں ہوئی تھی' یہ واقعہ اس طرح ہوا تھا کہ آپ پہلی مرتبہ شہنشاہِ قلندران حضرت مستان شاہ صاحب قدس سرّہُ العزیز سے سلسلہ قلندریہ میں مرید ہوئے' لیکن کچھ دنوں کے بعد یہ نسبت، نسبتِ جہانگیریہ میں ضم ہوگئی، ایک بشارت کے ذریعہ سلسلہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ میں آپ نے سلطان العارفین حضرت محمدؐ نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ بیعت کے کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت صابر کلیری قدس سرّہُ العزیز کے عرسِ مبارک کا وقت آگیا، تو آپ اپنے مرشدِ گرامی لکھنؤ والے سرکار کے ساتھ دربارِ صابری میں حاضر ہوئے۔ اتفاق کی بات کہ آپ کے مرشدِ سابق حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ بھی دربارِ صابری میں حاضر تھے۔ وہاں پر جب ان دونوں حضرات کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو سلطان العارفین حضرت محمدؐ نبی رضا شاہ قبلہ نے حضرت مستان شاہ قبلہ سے فرمایا کہ "اب یہ لڑکا ہمارے ساتھ ہے۔" یہ سن کر حضرت مستان شاہ صاحب قبلہ نے تبسّم فرمایا اور ارشاد فرمایا "اب یہ اپنے مقام پر پہونچ گیا۔" اور پھر حضرت سلطان الاولیار قبلہ کی حیاتِ مبارکہ میں تمام حضرات نے اس پیش گوئی کا مشاہدہ کرلیا، کہ واقعی حضرت قبلہ کا یہی مقام تھا۔ دربار صابری میں مرشد گرامی کے ہمراہ پہلی حاضری اور مرشدِ سابق کی پیش گوئی، اس طرح مقبولِ بارگاہ ہوئی کہ آخر عمر تک حضرت صابر کلیری قدس سرّہُ العزیز سے انتہائی والہانہ انداز

میں آپ کی نسبت قائم رہی، سلوک کی رہبری اور شعور کی ہمسفری کے ساتھ ساتھ دُنیاوی علائق سے اس طرح قطع تعلق رکھا جو ایک شانِ قلندرانہ اور نشانِ صابرانہ ہے۔ آقائی و مرشدی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ

"ایک مرتبہ ہمارے حضرت پر عجیب و غریب کیفیت طاری تھی، چہرۂ مبارک انوارِ باطنی سے منوّر تھا، چشمِ مبارک میں ایسا خمار اور سُرور تھا جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ مراقبہ کے انداز میں آپ بیٹھے ہوئے تھے، کبھی کبھی نظریں اٹھا کر حاضرینِ خدمت کو دیکھ لیتے تھے۔ ہم سب بھی دم بخود ایک ٹک حضرت قبلہ کی اس کیفیت کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ آپ نے سرِ مبارک اٹھایا، اور فرمایا۔ "ارے سُنتے ہو! ارے سُنتے ہو! میں کون ہوں؟ حاضرین خاموش رہے تو پھر آپ نے ارشاد فرمایا، کہ "میں اپنے وقت کا قلندر ہوں"، میں اپنے وقت کا صابر ہوں۔" پھر اس کے بعد آپ نے سرِ مبارک کو جھکا لیا، اور دوبارہ مراقبہ کی کیفیت میں ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی تو آپ نے حاضرینِ خدمت کی طرف توجّہ فرمائی، اور نئے آنے والوں کا مقصد دریافت کیا، جیسا کہ آپ کی عمومی عادت تھی، آپ دریافت فرماتے تھے کہ "بھائی تم کون ہو، کیا نام ہے، کہاں سے آئے ہو؟ بہرحال، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اُس وقت آپ کس عالم میں تھے اور کیوں آپ نے ایسی بات ارشاد فرمائی، اس راز کو تو راز و نیاز والے ہی جانیں البتّہ ہم نے یہ ضرور

دیکھا کہ آپ پابندی کے ساتھ ہر سال عرسِ مبارک میں حاضر ہوتے
تھے بلکہ ایّامِ عرس کے علاوہ بھی اکثر و بیشتر آپ کی حاضری ہوتی رہتی
تھی، زندگی کے آخری لمحات تک آپ کا یہی معمول رہا۔

دربارِ صابری میں بھی آپ نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ خادمانہ انداز میں حاضر ہوتے تھے۔ دربارِ عالیہ سے متعلق حضرات کا، خواہ وہ کسی بھی درجہ کے ہوں، آپ نہایت ادب کرتے تھے۔ مریدین کا ہجوم آپ کے ساتھ ہے، اس عالم میں اگر آپ حاضری کے لئے جا رہے ہیں اور راستے میں کوئی معمولی خادم بھی آپ کو نظر آ گیا تو آپ چلتے چلتے رُک کر دست بستہ عرض کرتے "میاں ہماری بھی حاضری لکھوا دینا" اسی کے ساتھ کچھ نذرانہ بھی پیش کرتے،

ابتدائی دَور میں حاضری کے ایّام میں حسبِ عادت قیام و طعام کا کوئی اہتمام نہ ہوتا تھا۔ اجازت و خلافت کے بعد برسوں تک حضرت قبلہ نہایت مختصر زادِ راہ کے ساتھ تنہا سفر کرتے تھے۔ بعد میں مریدین کے اصرار پر اجتماعی سفر کا آغاز ہوا۔ اور پھر تو آخر وقت تک یہ معاملہ رہا کہ حضرت قبلہ جہاں بھی تشریف لے جاتے مریدین کی کثیر تعداد ہمسفر ہوتی، چنانچہ کلیر شریف میں بھی کثرتِ مریدین کی وجہ سے باقاعدہ ایک خانقاہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ حَسَنیّہ کی تعمیر عمل میں آئی۔ حضرت قبلہ کے وصال کے سال اس خانقاہ کی تعمیر مکمل ہوئی، صرف ایک مرتبہ اس خانقاہ میں آپ کا قیام رہا۔ یہی قیام آپ کا آخری تھا، لیکن اس کی برکات آج تک موجود ہیں۔ عرس کے اختتام پر متعدد مقامات پر قیام کرتے ہوئے مرشد نگر تشریف لاتے اور اس کے بعد حسبِ دستورِ سابق لکھنؤ شریف میں عرسِ مبارک میں حاضری کی سعادت حاصل کی جاتی۔ اس کے بعد محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں نے مزید جگہ حاصل کر کے خانقاہ کی جدید تعمیر و توسیع کرائی۔

شہنشاہ رضا کے دربار میں حاضری

سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کے دربارِ عالیہ لکھنؤ شریف میں سب سے پہلی حاضری سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کے وصال کے بعد چہلم کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ اُس وقت آپ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے ہمراہ لکھنؤ شریف حاضر ہوئے۔ محترمہ دادی صاحبہ کا قیام حضرت سلطان العارفین قبلہ کے وصال کے بعد لکھنؤ شریف میں تھا۔ اس لئے مریدین و معتقدین حضرات کو قیام و طعام کے سلسلہ میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ ابھی مسندِ سجّادگی پر رونق افروز نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ بسلسلۂ ملازمت آپ کا قیام زیادہ تر ریاست رامپور کے اطراف میں رہتا تھا، عام دنوں میں لکھنؤ میں آستانۂ عالیہ پر حاضری کے علاوہ عرس مبارک میں حاضری ہوتی تھی۔ دوسری مرتبہ جب آپ نے دربار عالیہ جہانگیریہ چاٹگام کا سفر فرمایا اور وہاں سے واپسی پر دربار غریب نواز میں حضرت مولانا عبدالشکور شاہ صاحب قبلہ اور دیگر حضرات کی موجودگی میں سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے سجّادہ نشین ہونے کا اور اجتماعی اجازت و خلافت کا اعلان ہوا، اور اُسی کے ساتھ ساتھ حضرت سلطان الاولیار قبلہ نے سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ نے آپ کی اجازت و خلافت کا اعلان فرمایا، اُس وقت سے لے کر آخر عمر تک پابندی کے ساتھ دربار لکھنؤ میں آپ کی حاضری ہوتی رہی۔ مرشدِ گرامی کے وصال کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ بلکہ اب تو اور بھی زیادہ ذمہ داری کے ساتھ آپ نے

اس تسلسل کو قائم رکھا عرسِ مبارک کے علاوہ دیگر ایام میں بھی آپ اکثر وبیشتر لکھنؤ میں حاضر ہوتے تھے اور ایک ہفتہ، دو ہفتہ اور بعض مرتبہ اس سے بھی زیادہ آپ مقیم رہتے۔ دادی اماں صاحبہ کے وصال کے بعد پیرانی اماں ذاہلیہ محترمہ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہؒ کی عنایت خاص آپ پر مرکوز تھی۔ مرشد گرامی سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ بھی آپ سے خصوصی معاملہ رکھتے تھے، پیرومرشد کے تئیں آپ کی جان نثاری ایک بالکل علیحدہ شان کی تھی جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ پیرانی اماں کی اجازت سے عرسِ مبارک کے موقع پر بعض مرتبہ لنگر کا اہتمام بھی آپ کرتے۔ لکھنؤ میں دربارِ عالیہ میں حضرت قبلہ کو نہایت سکون ملتا تھا۔ اسی وجہ سے ایامِ عرس کے بعد بھی کافی دنوں تک آپ یہاں قیام فرماتے تھے۔ اس مرتبہ بھی عرسِ مبارک کے بعد آپ رخصت نہیں ہوئے۔ مریدین اور خلفائے کرام بھی کافی تعداد میں حاضرِ خدمت تھے، لیکن اب کی بار یہاں پہ بھی آپ کا قیام عجب انداز کا تھا۔ چہرۂ مبارک پر جن کیفیات کا ظہور ہوتا تھا، اُن کی تشریح الفاظ کے ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ قیام میں اضافہ کی ایک وجہ یہ بھی ہو گئی کہ آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ حاضرینِ خدمت ظاہری صورتِ حال کی طرف متوجہ رہے، کیفیتِ مزاجی میں بہتری کے آثار ظاہر ہوئے تو آپ نے حاضرینِ خدمت کو رخصت کرنا شروع کر دیا۔ آقائی و مرشدی الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا، کہ رات کے وقت حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا "پڑھو"

مر جائیں گے پر ساتھ نہ چھوڑیں گے ترا ہم ؛ عاشق ہیں تو بن جائیں گے نقشِ کفِ پا ہم

ہم تیرے شناسا ہیں ہمیں غیر سے کیا کام ؛ آگاہ کسی سے بھی نہیں تیرے سوا ہم

حضرت قبلہ بھی ان اشعار کو پڑھ رہے اور تمام حاضرین بھی آپ کی متابعت میں ان اشعار کو دُہرا رہے تھے۔ تمام رات یہ سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران حضرت

قبلہ پر رِقّت طاری ہو گئی، آپ کے ساتھ ساتھ تمام حاضرین پر بھی اسی کیفیت کا ظہور تھا۔ بعض مرتبہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شدّتِ جذبات سے قلب جسدِ خاکی سے باہر نکل آئے گا بالآخر یہ عجیب طرح کی محفلِ سماع ختم ہوئی تو حضرت قبلہ نے ہم کو اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا، ہماری آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ پڑا۔ آپ نے تسلّی دی اور فرمایا "بھائی گھبرانے کی بات نہیں، ہمارا کام اُس کی رضا میں راضی رہنے کا ہے۔" بہت مشکل سے دل کو سنبھالا، قدم بوسی کی اور حضرت قبلہ نے رخصت فرما دیا۔ دس بیس قدم چل کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت قبلہ دونوں ہاتھ چوکھٹ کے دونوں بازوؤں پر رکھے ہوئے کھڑے تھے۔ اور نہایت ہی حسرت بھرے انداز میں دیکھ رہے تھے، ہم نے پھر قدم بوسی کی اور تھوڑی دُور جا کر مڑ کر دیکھا تو حضرت قبلہ اُسی انداز میں قیام فرما ہیں۔ ہم نے پھر قدم بوسی کی، حضرت قبلہ کی قیام گاہ سے بڑا دروازہ کافی فاصلہ پر ہے، اتنے فاصلہ میں چار مرتبہ یا پانچ مرتبہ ہم کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ آخر کار بڑے دروازے سے باہر نکلنے کے بعد آپ کا چہرۂ مبارک ہماری ظاہری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ آگے جانے کی ہمّت نہ ہوتی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے اوپر بہت زیادہ وزن رکھا ہوا ہے۔ ایک ایک قدم اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔ لیکن حکم مرشد کی تعمیل ضروری تھی۔ اس طرح ہزاروں حسرتوں کا جنازہ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے مجبوراً واپس ہونا پڑا۔ پھر آئندہ پیش آنے والے واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ کی شہنشاہ رضا کے دربارِ عالیہ میں یہ آخری حاضری تھی۔

سیدنا ابوالعلیٰ علیہ الرحمۃ کے دربار گہربار میں حاضری

تحقیق سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ سلطان الاولیاء حضرت الحاج صوفی میاں

محمد حسن شاہ قدس سرہٗ العزیز کی پہلی حاضری سیدنا ابو العلیٰ قدس سرہٗ العزیز کی بارگاہِ عالیہ آگرہ میں ۱۹۲۴ء کو ہوئی۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو سلطان العاشقین حضرت الحاج صوفی میاں محمد عنایت حسن شاہ قبلہ نے بیعت و اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر سیدنا سرکار میں روانہ کیا تھا۔ یہاں پر آکر آپ نے چالیس دن سے زیادہ قیام کیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ سب سے پہلا چلہ حضرت قبلہ نے یہاں پر کیا تھا۔ اگرچہ یہ "کھلا چلہ" تھا، مگر مقصدیت اور افادیت کے اعتبار سے بھرپور تھا۔ کیونکہ چلہ کا مقصد تو یہی ہے کہ تمام مخلوقات سے روابط و ضوابط منقطع کر کے، تمام دنیاوی علائق سے رشتہ ناتا توڑ کر صرف معبودِ حقیقی کی بارگاہ میں ہمہ وقت ظاہری و باطنی حضوری ہو۔ اس طرح کے چلہ کے بارے میں قطبِ عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحئی شاہ قبلہ کا ارشاد گرامی ہے:

> آج کل طبیعتیں اس قسم کی ریاضت کی کم متحمل ہوتی ہیں۔ اور مقصدِ چلہ یہ ہے کہ قلب میں یک سُوئی پیدا ہوجائے اور مالکِ حقیقی سے یک سُوئی کے ساتھ معاملہ ہو۔ اس کے لئے اجنبی لوگوں میں قیام کرلینا ہی کافی ہے، جہاں نہ تم کسی کو جانتے ہو اور نہ کوئی تم کو جان سکے۔"

اس کے بعد حضرت قبلہ پابندی کے ساتھ عرسِ مبارک میں ۷، ۸، ۹ صفر المظفر کو سیدنا سرکار کے دربارِ عالیہ میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ عرس کے علاوہ دیگر ایام میں بھی حاضری ہوتی تھی۔ حضور سرکار غریب نواز کے عرس مبارک میں حاضری کے لئے جاتے ہوئے، یا وہاں سے واپسی پر آگرہ میں قیام کے دوران ذکر و فکر میں ہر وقت انہماک کی سی کیفیت آپ پر طاری رہتی تھی شب بیداری تو برسوں سے معمولات زندگی میں شامل ہوگئی تھی کسی بھی

وقت حضرت قبلہ کو بے خبری کی نیند سوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، اس کے باوجود چشمِ مبارک کی مخموری سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس ابھی ابھی سو کر اُٹھے ہیں۔ سیدناسرکار میں حاضری کے بارے میں سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے مستند و معتبر حضرات نے ارشاد فرمایا کہ:

"۱۹۵۱ء سے حضرت قبلہ کی معیت میں سیّدناسرکار میں خلفاء و مریدین کی حاضری بھی ہوتی تھی۔ حضرت قبلہ کا یہ معمول تھا کہ دربارِ عالیہ سے متعلق افراد کا آپ بے حد احترام کرتے یہاں پر حبیب شاہ نام کے ایک مجذوب صفت شخص رہتے تھے جو کاغذات پر کچھ لکھ لکھ کر باقاعدہ ترتیب سے رکھتے تھے۔ موصوف کے لکھے ہوئے کاغذات کا انبار ترتیب سے رکھا رہتا تھا۔ کس زبان میں لکھتے تھے اور کیا لکھتے تھے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت قبلہ جب دربارِ عالیہ کے صدر دروازے سے اندر داخل ہوتے یہ صاحب آپ کے استقبال کے لئے پیش قدمی کرتے اور کچھ فاصلہ پر باادب دست بستہ کھڑے ہو جاتے۔ حضرت قبلہ اُن کو کچھ نذرانہ پیش کرتے اور یہ بھی فرماتے "ہماری حاضری لکھوا دینا" وہ نذرانہ لے کر خاموشی کے ساتھ واپس ہو کر پھر لکھنے میں مصروف ہو جاتے۔" حیرت اس بات پر ہے کہ وہ صاحب کسی کے بھی استقبال کے لئے نہ پیش قدمی کرتے اور نہ باادب کھڑے ہوتے مگر حضرت قبلہ کے ساتھ ان کا یہ معاملہ سب نے ہر بار دیکھا۔

سیدناسرکار میں عرس مبارک کے موقع پر انتظامًا پولیس والوں کی ڈیوٹی سرکاری طور سے لگائی جاتی ہے دربارِ عالیہ کے احاطہ میں جہاں حضرت قبلہ کا خیمہ اور شامیانہ لگتا ہے اسی کے قریب پولیس والوں کا بھی خیمہ نصب ہوتا تھا۔ ۸ ؍ صفر ۱۳۶۲ھ کی

شب میں محفلِ سماع منعقد تھی، عام طور پر محفل صبح صادق تک ہوا کرتی تھی۔ صبح صادق سے کچھ پہلے پولیس چوکی کے کچھ سپاہی بھی آکر محفلِ سماع میں بیٹھ گئے۔ ان میں ایک سپاہی انعام حسین بھی تھا۔ کسی نے انعام حسین سے کہا بھائی یہ محفلِ ادب ہے، یہاں کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ جواباً انعام حسین نے کہا کہ ہم ایسی محفلوں میں روز بیٹھتے ہیں۔ حضرت قبلہ اس مقام گفتگو سے کافی فاصلہ پر مسند پر جلوہ افروز تھے۔ اور گفتگو بھی زیادہ بلند آواز سے نہیں ہو رہی تھی کہ اس کی آواز کا حضرت قبلہ تک پہونچنے کا امکان ہو۔ اسی اثنا میں حضرت قبلہ نے نظرِ مبارک اوپر اٹھائی، انعام حسین کی نظر حضرت قبلہ کی نظر مبارک سے مل گئی، بس نظر کا ملنا تھا کہ انعام حسین سپاہی پر کیفیتِ وجد طاری ہو گئی، اُس نے آپے سے باہر ہو کر کپڑے پھاڑ ڈالے اور آن کی آن میں بالکل برہنہ ہو کر محفل سے باہر بھاگ گیا، انعام حسین کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے، لوگو! دیکھو یہ خدا ہے، یہ رسول ہے۔ تمام عرس گاہ میں ایک تہلکہ مچ گیا، بہت سے لوگ اُس کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ جب چند گھنٹوں تک یہ کیفیت قائم رہی تو ڈیوٹی پر موجود تمام پولیس والے جمع ہو کر حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور التجا کی کہ سرکار کرم فرما دیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ سید ناسرکار کے مزارِ اقدس پر لے جاؤ اور وہاں معافی مانگو، حضرت قبلہ یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ اسی دوران انعام حسین حضرت قبلہ کے خیمہ کے قریب آگیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت قبلہ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ اس کو لے جا کر سیّد ناسرکار کے مزار کے قریب ڈال دو، حکم کی تعمیل کی گئی، مزار اقدس پر پہونچنے کے آدھا گھنٹے کے بعد اس کو ہوش آیا زخموں سے بدن چور چور ہو گیا تھا۔ اُس کی قیام گاہ پر اُس کو لے جایا گیا، وہاں سے نہا دھو کر اور پاک صاف لباس پہن کر حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر

غلامی کا شرف حاصل کیا، اور دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال ہوگیا، حاضرینِ عرسِ مبارک نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کے بعد جوق در جوق لوگ غلامی میں داخل ہو گئے، اور پھر آپ کا شہرہ عرس گاہ کی حدود تک ہی محدود نہ رہا، بلکہ آگرہ شہر اور اطراف و جوانب میں بھی سلسلہ بیعت و ارشاد وسیع ہوتا چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب آپ اپنے پیر و مرشد سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے فرمانِ مبارک کی تعمیل کے لئے پہلی مرتبہ سید نا سرکار میں اس انداز سے حاضر ہوئے کہ نہ کوئی آپ کو جانتا تھا اور نہ آپ کسی کو۔ اور آج یہ حال ہے کہ خانقاہ کے احاطہ ہی میں نہیں، بلکہ آگرہ شہر کے ہزاروں افراد داخلِ سلسلہ ہو کر فیضیاب ہو رہے ہیں۔

رُدولی شریف میں حاضری

قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبد الحیٔ شاہ صاحب قبلہ کا سیرتِ فخر العارفین میں رُدولی شریف کے بارے میں یہ ارشاد مبارک ہے: فرمایا:

مخدوم الملک سیّدنا حضرت احمد عبد الحق قدس سرہ العزیز اپنے وقت کے قطب تھے اس کا علم اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصیب فرمایا۔ لوگوں نے سمجھا نہیں (کہ حضرت کی کیا شان ہے؟) ہم نے نبی رضا خاں سے کہا کہ اودھ کے لوگ حضرت مخدوم الملک علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دیا کریں (جو اُن کے لئے آسان ہے) ہم اس سے خوش ہوں گے، اور ہمارے جو مُرید یہاں نہ آسکیں وہ (ردولی شریف[1]، ضلع بارہ بنکی،

---

[1] لکھنؤ کے قریب بارہ بنکی ہے اور بارہ بنکی میں ردولی شریف ایک مشہور اور قدیم قصبہ ہے جہاں حضرت مخدوم الملک میاں احمد عبد الحق شاہ قبلہ قدس سرہٗ العزیز کا آستانۂ مبارک ہے۔ حضرت فخر العارفین قبلہ جس ذوق و محبت کے ساتھ حضرات پیران عظام کا عرس کرتے تھے اسی ذوق و محبت اور خصوصیت کے ساتھ آپ ہر سال حضرت مخدوم الملک کا عرس کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مخدوم الملکؒ اور حضرت فخر العارفین کے درمیان کوئی روحانی علاقہ ہے۔

یوپی) حضرت مخدوم الملک کی درگاہ میں حاضر ہو جایا کریں۔
چنانچہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ اس آستانہ مبارک پر بہت ہی نیاز مندی اور احترام کے ساتھ حاضر ہوتے تھے اور روحانی فیوض حاصل کرتے تھے۔

یہاں پر مؤلف ایک بات یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ قبلہ کے فرمودات عالیہ کو "سیرت فخر العارفین" کی صورت میں حضرت حکیم سکندر شاہ صاحب قبلہ نے جمع کیا ہے۔ اس کتاب کی عملی تشریح حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی حیات مبارکہ میں ہر قدم پر نظر آتی ہے۔ یقیناً یہ وہی فیضان ہے جس کی طرف حضرت فخر العارفین قبلہ نے اس ارشاد پاک سے اشارہ فرمایا تھا: کہ

> "ہمارے دربار کے کسی بھی خلیفہ کا مرید ہمارا مرید ہوگا اور اس کی تربیت ہمارے ذمّہ ہوگی بشرطیکہ وہ شریعت و طریقت میں ہمارے بزرگوں کی روش پر ہوگا۔"

حضرت قبلہ کی زندگی کے ہر موڑ پر یہ بات آئینہ کی طرح روشن دکھائی دیتی ہے۔ "خدا کرے کہ یہ توفیق ہم سب کو ملے۔

آستانۂ بندہ نواز گیسو دراز پر حاضری

سیرت فخر العارفین میں قطب عالم فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ قبلہ کا ارشاد مبارک ہے:

> "ہم گلبرگہ شریف کیوں گئے تھے، اس لئے گئے کہ حضرت (مخدوم سید محمد) بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ کو اپنے پیر و مرشد سے جو عشق تھا، اُس عشق پر ہمیں اُن سے عشق ہوا۔ اور ہم نے اُن کی زیارت کے لئے سفر کیا۔ اُن کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت مخدوم شاہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہٗ

پالکی میں تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت مخدوم سید محمد گیسو دراز نے بکمال محبت و عقیدت اپنے حضرت پیر و مرشد کی پالکی کو اپنے دوشِ اقدس پر اٹھایا تھا۔ چونکہ آپ کے گیسو دراز تھے، اتفاق سے پالکی کے بیم میں گیسو آپ کے الجھے اور پھنس کر رہ گئے، مگر آپ نے اپنی تکلیف کی پروا نہیں کی، اور الجھے ہوئے گیسوؤں کو پالکی کے بیم سے نہیں نکالا، گردن ٹیڑھی، گیسو بیم میں الجھے ہوئے، اسی حالت سے پالکی کو لئے ہوئے دُور تک چلے گئے اور اس خیال سے کہیں نہ رُکے کہ مبادا حضرت پیر و مرشد کی طبع نازک پر گراں گذرے، یا پیر و مرشد کے آرام میں خلل آئے، پس اپنی ایسی سخت تکلیف کو برداشت کیا اور اپنے حضرت پیر و مرشد کی بے آرامی اور تکلیف کو ذرا گوارا نہ کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کیسے عاشق مرید تھے۔ حضرت مخدوم کو جب اپنے مرید کی اس حُسنِ عقیدت اور رعایتِ ادب کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور آپ کے حق میں دُعا کی ؂

ہر کو مریدِ حضرتِ گیسو دراز شد ؛ واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

آپ کی دُعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مخدوم گیسو دراز کو مرتبۂ قطبیت پر پہونچایا (سیرت فخر العارفین جلد اول ص۴۴)

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے قلبِ مبارک میں بھی عشق کا سمندر موج زن تھا۔ غمِ عشق کے اس انمول خزانے کو حضرت قبلہ ہمیشہ چھپا کر رکھتے تھے۔ البتہ کبھی بتقاضائے بشری، غیر اختیاری طور پر آنسوؤں کی روانی، غمِ عشق کی ترجمانی کر کے افشائے راز کا ذریعہ بن جاتی تھی۔ عشق کے آنسوؤں میں اگر سچائی

کی آب و تاب ہے تو مراتب اور درجات میں رفعت و بلندی عطا ہوتی ہے؛ اگر فسق کی تپش ہے تو تنزلی اس کی سزا ہوتی ہے۔ دونوں قسم کے آنسوؤں کی ظاہری صورت ایک جیسی ہوتی ہے۔ مگر باطنی کیفیت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے عشق کا نور روح کو منور کرتا ہے، فسق کی روشنی روح کو تاریکی میں ڈھکیل دیتی ہے۔ عاشق کا جسم نحیف و نزار، مگر روح نہایت قوی اور بیدار، فاسق کا جسم متحرک اور روح مُردہ۔ عاشق رنج والم کی تپش میں تپ کر کُندن ہو جاتا ہے۔ بوالہوس پگھل کر رہ جاتا ہے۔ فاسق مدّعی ہوتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے عاشق مہر بلب ہوتا ہے اور توبہ کرتا رہتا ہے۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی ذاتِ مبارک رقّتِ سیمابی اور قوّتِ فولادی کی بہترین شاہکار تھی، جی تو چاہتا ہے کہ اس موضوع پر جی بھر کے لکھا جائے، مگر نہ تو یارا، اور نہ محل، اور پھر کیفیات کا تعلق تو الفاظ کی حدود سے بہت آگے کی منزل سے ہے، جہاں الفاظ کی رسائی مشکل ہی نہیں بلکہ محال بھی ہے۔ اس لئے مقصد کی طرف رجعت ہی میں عافیت ہے۔

حضرت قبلہ کی گلبرگہ شریف میں حاضری کی وجہ ملاحظہ فرمائیں۔ گلبرگہ شریف کے ساکن ماسٹر عبدالغفور صاحب نے فرمایا کہ "۱۹۵۱ء میں ایک خواب دیکھا کہ "میں مرید ہو رہا ہوں"۔ بیداری کے بعد میں حیران تھا کہ بغیر کسی وہم و گمان کے اس قسم کا خواب کیسے دیکھا، آہستہ آہستہ خواب کے نقوش دھندلانے لگے، کچھ عرصہ کے بعد گلبرگہ شریف میں عبدالقادر صاحب کے مکان پر غیر معمولی چہل پہل ہونے لگی، دریافتِ حال پر معلوم ہوا کہ کوئی بزرگ تشریف لائے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں پر حلقۂ ذکر اور محفلِ سماع بھی منعقد ہوتی ہے۔ شوق زیارت کشاں کشاں خدمتِ اقدس میں لے آیا۔ اب حاضری معمول بن گئی۔ ایک دن تنہائی میں عرض کیا "حضور دنیا تو بہت دیکھ لی، آخرت کے سفر کی نہ کوئی تیاری ہے

اور نہ راستے کے لئے کوئی سامان، کاش اس بات کا اطمینان ہوجائے کہ خاتمہ بخیر ہو اور رُوح، تن سے نکلنے کے وقت کلمہ طیبہ نصیب ہوجائے۔ دُنیا کے جھمیلوں سے چھڑا کر اپنی غلامی میں لے لیجئے۔" یہ سُن کر حضرت سلطان الاولیاء پر رقّت کا عالم طاری ہوگیا، اور چشمہائے مبارک سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوگئی۔" کچھ دیر کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ "بھائی، بندہ نوازؒ کی بارگاہ میں، میں بھی اسی لئے حاضری دیتا ہوں۔" اس کے بعد میں نے رخصت کی اجازت چاہی۔" ارشاد ہوا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا اور ہمارے بزرگوں کی دُعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ناامید مت ہونا۔

ایک دن محفلِ سماع منعقد تھی، مجمع کثیر تھا، میں ایک کنارے پر سب سے پیچھے کھڑا تھا، حضرت قبلہ نے کسی شخص کے ذریعہ مجھے بُلایا، اور کُلاہ مبارک عطا فرمائی۔ میں فوراً قدم بوس ہوگیا، کیونکہ آج دل میں یہی آرزو لے کر گھر سے چلا تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہ کی غلامی کا شرف بھی حاصل ہوگیا۔"

حضرت قبلہ کے تصرّف اور روشن ضمیری کا ذکر تو ضمناً آگیا ہے، اس قسم کے ہزارہا واقعات لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور حلقہ بگوش ہوئے، اصل مقصد "حاضری کا سبب" اور حضرت قبلہ کے مزاج کی نشاندہی کرنا تھا، کہ ایسی شخصیت جو ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہے، رات دن بندگانِ خدا کی اصلاح اور ظاہری و باطنی تربیت میں مشغول اور سرگرداں ہو، اُس کے رُوبرو جب ایک عام آدمی اُس جہان کا تذکرہ کرے جہاں ہمیشہ رہنا ہے تو وہ اپنے آپ کو سامنے والے سے کمتر ظاہر کرتا ہے اور معصوم بچّوں کی طرح رونے لگتا ہے۔ بیشک وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی۔ کا مصداق ایسے ہی مبارک حضرات کی ذات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ہندستان کے معروف و مشہور اولیاء کرام کے دربارِ عالیہ میں سے چند کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر اُن سب کا ذکر کیا جائے جہاں جہاں حضرت قبلہ حاضر ہوتے تھے، تو صرف اسی عنوان پر اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ مذکورہ بالا دربارہائے عالیہ کا تذکرہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت قبلہ کا معمولِ مبارک کیا تھا اور ہم کو حاضری کا سلیقہ آجائے۔

حضرتِ قبلہ کا ایک خاص معاملہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ آپ جس شہر، قصبہ یا دیہات میں تشریف لے جاتے وہاں کے بزرگوں کے دربار میں پہلے حاضر ہوتے تھے، آپ کے اس طریقہ کار سے کیا واضح ہوتا ہے، اس کو راز و نیاز والے ہی جان سکتے ہیں۔ بزرگانِ دین کا فیضان ہر جگہ موجود ہے، اس سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جن کی رفیق، توفیقِ خداوندی ہو۔

---

[1] اگر ان بزرگوں کے اسم گرامی اور دربار عالیہ کا مقام و محل وقوع بھی لکھا جائے تب بھی یہ تعداد ہزاروں تک پہونچ جائے گی۔ اس لئے بہت سے مستند اور معتبر دربارہائے عالیہ اور غیر معروف بزرگوں کے یہاں حاضری کو اختصار کے پیش نظر درج نہیں کیا گیا، کسی اور وجہ سے نہیں۔ (مؤلف)

ایّامِ حاضری میں معمولات

دربارِ غریب نواز میں ایّامِ عرس میں کرائے کے مکان میں قیام کے بعد آپ کے معمولاتِ ذکر و فکر میں بھی تبدیلی آگئی تھی۔ سنہ ۱۹۵۳ء سے پہلے، آپ خانقاہ کے اندر مزار مبارک کی پائنتی کی جانب کھرنی کے درخت کے نیچے اکثر تنہا قیام فرماتے تھے تو ذکرِ قلبی اور مراقبات میں مصروف رہتے تھے۔ ادب کا تقاضا بھی یہی تھا۔ کیونکہ ایسے باعظمت شہنشاہ کے دربار میں آنے والوں کی توجّہ کو اپنی طرف مرکوز کرلینا، باعثِ نقصان ہے۔ شہنشاہ کے دربار میں تو غلام بن کر آنے میں فائدہ ہے۔ اِس نکتہ کو "سیرت فخرالعارفین" میں نہایت عمدگی سے بیان کیا گیا۔ حضرت قبلہ نے سیرت فخرالعارفین تو نہیں پڑھی تھی لیکن صاحبِ سیرتِ فخرالعارفین" کو ضرور پڑھا۔ اور وہ بھی ایک مرتبہ نہیں بلکہ مکرّر۔ دربارِ عالیہ مرزاکھل شریف، چاٹگام میں یہی تعلیم تو ملی تھی۔ اسی کا نام "علم لدُنّی" ہے، جس کا پڑھانے والا نظر نہ آئے اور بے پڑھے لکھے سب کچھ پڑھ لیا جائے" بہرحال جب خانقاہ کی حدود سے باہر آپ کے قیام کا انتظام ہوگیا، تو وہاں آپ نے باقاعدہ ذکر کی محفل، فاتحہ اور شجرہ خوانی اور محفلِ سماع قائم کردی جسکا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ البتہ اب ڈھائی دن کے جھونپڑے کے قریب شاہ جی میاں کی حویلی" میں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ صرف تین برس تک ڈاکٹر صاحب کے مکان پر قیام رہا، اُس کے بعد مستقل شاہ جی میاں کی حویلی "خانقاہ جہانگیریہ" کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔"

کھانے کے معاملے میں تو حضرت قبلہ کی کم خوردنی کا ذکر اس لئے

مناسب نہیں کہ جن آنکھوں نے حضرت قبلہ کی کم خوردنی کا مشاہدہ نہیں کیا ہے، وہ ہماری بات کو مبالغہ آرائی نہ سمجھ لیں، کم خوردن، کم خفتن، کم گفتن حضرت قبلہ کے مزاج میں داخل تھی، البتّہ غریب نواز کے دربارِ گہربار میں لنگر کے دلیہ کو بہت ہی رغبت سے تناول فرماتے تھے، مریدین ہی نہیں بلکہ اپنے خلفاء کو بھی حکم دیتے کہ جاؤ لنگر کا کھانا لے کر آؤ۔" مزارِ اقدس پر حاضری کے وقت عجیب کیفیت طاری رہتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ادنیٰ غلام شہنشاہ کے دربار میں حاضری کے لئے جا رہا ہو۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمتِ اقدس میں رہنے والے حضرات فرماتے تھے کہ "جب ہمارے حضرت قبلہ مزارِ اقدس پر حاضری کے لئے جاتے تھے تو بہت ہی عاجزانہ اور خاکسارانہ انداز میں جاتے۔ دربارِ عالیہ سے متعلق معمولی سا خادم صفائی کرنے والا بھی مل جاتا تو حضرت قبلہ اس کے پاؤں چھوتے اور کچھ نہ کچھ نذرانہ پیش کرتے اور فرماتے کہ "بھائی ذرا ہماری بھی حاضری لکھوا دینا۔" یہ تھا احترام، اور اسی احترام اور ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

دربارِ غریب نواز میں آخری بار حاضری

۱۹۵۸ء میں جب آپ عرس مبارک کے موقع پر دربار خواجہ میں حاضر ہوئے تو مریدین اور معتقدین حضرات کی تعداد بھی ہر سال سے زیادہ تھی۔ شاہ جی میاں کی حویلی باوجود اس قدر وسیع و عریض ہونے کے تنگیٔ داماں کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس قدر چہل پہل اور رونق پہلے کبھی نہ دیکھی گئی۔ ادھر حضرت قبلہ کی توجّہ مریدین کی طرف نہایت ہی معصومانہ انداز میں تھی،

مریدین بھی آپ پر ہزار جان سے نثار ہوتے نظر آتے تھے۔ اس عجیب وغریب صورتحال کا مشاہدہ بعض ذی شعور حاضرین کرتے تھے تو ان کے لاشعور میں ایک انجانے خوف کا احساس اُبھرتا تھا۔ احساس کے باوجود زبان اس منظر کی کیفیت کی تشریح سے عاجز تھی، مرشدی وآقائی الحاج میاں احمد حسن شاہ قبلہ ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ کے خلفائے کرام میں سے جو آپ کی خدمت میں برسوں سے رہ رہے تھے، جب ان میں سے کسی کی نظر اپنے ہم رُتبہ سے مل جاتی تو آنکھیں ایک انجانے خوف کی غمازی کرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ کیونکہ ان حضرات نے حضرت قبلہ کی سیکڑوں محفلیں دیکھی تھیں، شب و روز کے معمولات کا مشاہدہ کیا تھا، لیکن اِس طرح کا سماں کبھی نہ دیکھا گیا، جس طرح ایک نایاب چیز کے مل جانے پر بہت زیادہ مسرت کے ساتھ اِس کے گُم ہو جانے کا لاشعوری خوف ہوتا ہے کچھ اسی قسم کا منظر سمجھ لیجئے۔ مریدین بیساختہ رو پڑتے، چیخیں مارتے اور کپڑے تک پھاڑ ڈالتے تھے۔ بالآخر دیارِ غریب نواز سے رخصتی کا وقت آگیا مقامی حضرات کی کثیر تعداد مسلموں اور غیر مسلموں پر مشتمل تھی۔ رخصت کے وقت سب ہی کے دل رنج والم کی کیفیت سے لبریز، اور آنکھیں اشک ریز تھیں، شاہ جی کی حویلی سے رخصت ہو کر دربارِ عالیہ میں حاضری ضروری تھی۔ یوں تو حضرت قبلہ جب بھی دربارِ عالیہ میں حاضر ہوتے تو مریدین اور معتقدین کی اس قدر کثیر تعداد آپ کے ساتھ ہوتی تھی کہ راستہ چلنا دشوار ہو جاتا، لیکن اِس مرتبہ اس تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہو گیا تھا۔ انتہائی ادب واحترام کے ساتھ سر جھکائے ہوئے دربارِ عالیہ میں حاضری ہوئی واپسی پر آپ کے چہرۂ مبارک پر اس طرح کی کیفیات کا ظہور تھا کہ گویا یہ آخری حاضری ہے۔ مریدین بھی اِس کیفیت کو محسوس کر رہے تھے، لیکن خاموش تھے۔ جب آپ مزار شریف

سے باہر تشریف لائے تو مریدین نے آپ کو نقاہت کی وجہ سے پالکی میں سوار کیا۔ اور مریدین پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مزار شریف کے احاطہ سے باہر جانے کے بجائے مزار شریف کے چاروں طرف پالکی کے ساتھ اسم ذات اَللّٰہ اَللّٰہ کے ذکر میں باآواز بلند مصروف ہو گئے۔ تمام حاضرین جوش و خروش کے ساتھ ذکرِ جلی میں مشغول تھے۔ اطراف کی راہداری کشادہ نہ ہونے کے باوجود لوگوں کا ہجوم بھی بہت زیادہ تھا، لیکن مریدین کی اس مشغولیت میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ تقریباً سات مرتبہ اس عمل کو دُہرایا گیا۔ اس کے بعد آپ واپس قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور پھر یہاں سے آپ کو جے پور جانا تھا آپ کے ایک معتبر اور مستند خلیفہ صوفی عنایت رسول شاہ صاحب حضرت قبلہ کو اور پیر بھائیوں کو جے پور لے جانے کے لئے ایک بس کا انتظام کر کے لائے تھے۔ چنانچہ حضرت قبلہ اور مریدین بس میں سوار ہو کر جناب اللہ دیا قریشی صاحب کے یہاں جے پور پہونچے، وہاں پر سیکڑوں کی تعداد میں عورتیں اور مرد داخلِ سلسلہ ہوئے۔ بحمداللہ تعالیٰ سلسلہ کا معاملہ روز افزوں اور ترقی پذیر ہے۔ یہاں کے حضرات موجودہ سجّادہ نشین محبوب الاولیا حضرت صوفی خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں قبلہ زیدت فیوضہم کو نہایت عزّت و احترام کے ساتھ ہر سال اپنے یہاں لے جاتے ہیں۔ نیز جے پور کے علاقہ میں چار خلفاء کرام سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا جے پور کے لئے یہ پہلا اور آخری سفر تھا اور اسی کے ساتھ سرکار غریب نواز کے دربارِ عالیہ کا بھی یہ آخری سفر ثابت ہوا۔

احترامِ شریعت اور اسرارِ خداوندی کی پردہ داری

حضرت قبلہ ہر سال کلیر شریف میں عرسِ مبارک کے موقع پر ضرور حاضری دیتے تھے۔ عرس کے موقع پر آپ کی خدمتِ اقدس میں وابستگانِ سلسلہ کے علاوہ مشاہیر علماء صوفیاء اور رؤسا بھی حاضر ہوتے اور آپ کی صحبتِ بابرکت سے فیضیاب ہوتے۔ ایک مرتبہ ضلع مظفر نگر کے ایک رئیس جو عرس شریف میں آپ سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے، تشریف لائے۔ اور حضرت قبلہ سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر اُنھوں نے حضرت قبلہ سے عرض کیا، کہ "حضور میری زندگی کے اب کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ آپ نے اُن کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا، اور روئے سخن کسی دوسری طرف پھیر دیا۔ اس کے بعد پھر اُنھوں نے یہی سوال دُہرایا۔ آپ نے پھر توجہ نہ دی، تیسری بار اُنھوں نے پھر یہی سوال کیا، لیکن حضرت قبلہ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا، یہ معاملہ دیکھ کر اُن رئیس صاحب سے رہا نہ گیا تو کہا "اگر میرے پیر و مرشد ہوتے تو میرے اس سوال کا جواب ضرور مرحمت فرما دیتے اور بتلا دیتے۔" اُن کی اس جسارت پر حضرت قبلہ کا چہرۂ مبارک تمتما اُٹھا اور ایک پُر جلال لہجے میں فرمایا! اگر تیرا پیر اس وقت حیات ہوتا اور اس سے یہ غلطی سرزد ہوتی تو اس کی ولایت چھین لی جاتی۔"

حقیقت بھی یہی ہے کہ اولیاءِ کرام اور صوفیاءِ عظام کا یہ دستور رہا ہے کہ کائنات کے معاملات میں اگرچہ ان پر حقیقت حال کتنی ہی منکشف کیوں نہ ہو گئی ہو، اس کا اعلان کسی صورت سے مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ راہِ سلوک میں یہی وہ مقام ہے جو بہت دشوار گذار ہے۔ حضرت منصور حلاج کے بارے میں سیدنا حضرت شیخ عبدالحق ردولوی قدس اللہ سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں: منصور بچہ تھا کہ ایک گھونٹ بھی برداشت نہ کر سکا۔ یہاں سمندر بھی پی جائیں تو کسی کو محسوس تک نہ ہو پائے۔" نیز اسی مقام کے بارے میں حضرت محبوب

سُبحانی سیدنا شیخ عبدُالقادر جیلانی قدّس اللہ سرّہٗ العزیز کا ارشادِ مبارک ہے" اگر منصور ہمارے عہد میں ہوتا تو ذرا سی دیر میں اس کا تدارک ہو جاتا اور وہ "اَنَا الحق" کہنے سے باز رہ جاتا۔

اِس واقعہ سے یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو حدودِ شریعت کا کس درجہ پاس تھا، اَسرارِ خداوندی کی پردہ پوشی آپ کا خاص مزاج تھا۔ اور اس امر کا اظہار گاہے گاہے آپ مخصوص انداز میں مریدین اور قریبی متعلقین کے سامنے بھی فرماتے تھے۔

حال میں فرق کی تعلیم

ایک مرتبہ صبح کی ٹرین سے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ بمبئی تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ فیض العارفین حضرت مولانا غلام آسی صاحب قبلہ (خلیفہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ) اور کچھ مرید تھے۔ اسٹیشن سے آپ محفل خانہ جہانگیریہ تشریف لے گئے۔ محفل خانے میں جو مریدین رہتے تھے، آپ کے لئے پالکی لائے، آپ پالکی پر سوار ہو رہے تھے، اُس طرف سے بسم اللہ خاں نومسلم (مرید حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ) گذر رہے تھے، انھوں نے دیکھا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ تشریف لائے ہیں۔ دوڑتے ہوئے گئے اور پالکی کو کاندھا دیکر حضرت قبلہ کو محفل خانہ کی بالائی منزل پر پہونچا دیا، اور اپنے مرشد کو اطلاع دینے کی غرض سے مرشدِ گرامی کے مکان پر پہونچے، دروازہ پر دستک دی، کسی بچّہ نے دروازہ کھول دیا، بسم اللہ خاں سیدھے زنانخانہ میں گھس گئے اور برجستہ اپنے مرشد سے عرض کیا کہ دادا حضور قبلہ تشریف لائے ہیں، مرشدِ گرامی نے اُن کی یہ بات تو سُن لی، لیکن اس طرح بے محابہ زنان خانے میں چلے آنے سے طبیعت میں تکدّر پیدا ہو گیا۔ اِسی خیال میں یہ دونوں حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ قدم بوسی سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت قبلہ جملہ حاضرین کی طرف دیکھتے ہوئے فرمانے لگے کہ:

ایک شخص اپنے پیر سے ملاقات کی غرض سے پیر کے مکان پر پہونچے۔ دستک دی، پیر صاحب نے اندر سے فرمایا! کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ مرید نے باہر سے اپنا تعارف کرایا، پیر صاحب نے فرمایا، اندر چلے آؤ، پیر صاحب کی اہلیہ محترمہ پردے کا اہتمام کرنے لگیں۔ پیر صاحب نے فرمایا، بیٹھی رہو، اور پھر مرید مکان میں داخل ہوا، پیر صاحب سے ملاقات کی اور رخصت کی اجازت لے کر واپس ہوگئے۔ آٹھ دن کے بعد پھر وہی مرید اپنے پیر صاحب کے مکان پر دستک دیتا ہے۔ پیر صاحب نے اندر سے دریافت کیا، کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ مرید نے باہر سے اپنا تعارف کرایا۔ پیر صاحب نے فرمایا، ٹھہرو! بیگم سے فرمایا کہ پردہ کرلو۔ مرید کو اندر بلایا۔ ملاقات کے بعد جب مرید رخصت ہوگیا تو اہلیہ محترمہ نے پیر صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے اُس دن اِس مرید سے پردہ کا اہتمام کرنے سے منع فرمایا تھا اور آج اس کے برخلاف کیا، یہ کیا بات ہے؟ پیر صاحب نے فرمایا، کہ اُس دن اِس شخص کا حال اَور تھا اور آج دوسرا حال ہے، حضرت قبلہ کے خلیفہ الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ قدموں پر گر گئے اور اُن کی ذہنی اُلجھن بھی رفع ہوگئی۔

اس قسم کے وارداتِ قلبی کو پڑھ کر شکوک کا رفع کر دینا حضرت سلطان الاولیار قبلہ کی مجلسِ مبارک میں روزمرّہ کا معمول تھا۔ اس کا تعلق کشف سے ہے اور یہ کوئی اہم بات نہیں، اس واقعہ کا اہم پہلو یہ ہے کہ آپ نے کس قدر سادہ اندازِ بیان سے مخاطب کے خیال کو پاکیزہ کر دیا۔ یہی حضرت سلطان الاولیار قبلہ کی انفرادی شان تھی، کہ آپ مختصر اور سادہ باتوں میں بڑی بڑی کتابیں پلا دیتے تھے۔ شریعت اور طریقت کے ملاپ کا رنگ جس طرح آپ کے کردار و گفتار میں رچا بسا تھا، اُس کی مثال کہاں!

معاملات کی صفائی

حضرت سلطان الاولیاء کی شخصیت رُوحانیت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے باوجود دُنیاوی معاملات میں بھی دانش مندی دُور رسی اور بہترین قیادت کا مکمل نمونہ تھی ضرب المثل ہے" فِعلُ الحَکِیمِ لَایَخلُوعَنِ الحِکمَةِ (دانشمند کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا) آپ نے جہاں معاملات کی صفائی پر زور دیا، وہاں کام کی ترتیب بھی اس طرح ذہن نشین کرائی، کہ نتائج سامنے آنے کے بعد آپ کی ذات بابرکات سے عقیدت کا رنگ اور بھی زیادہ گہرا ہو جاتا تھا۔ معاملات میں تَعَامَلُوْا کَالْاَجَانِبْ وَتَعَاشَرُوْا کَالْاَقَارِبْ (معاملات غیروں کی طرح اور معاشرہ میں اپنوں کی طرح زندگی گذارو) پر آپکا عمل تھا۔

بمبئی میں آپ کا قیام مرشدی و آقائی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ صاحب قبلہ کے مکان پر تھا۔ آپ کے قیام مبارک کی وجہ سے مریدین و متعلقین اور معتقدین کی کثرت سے حاضری ہوتی تھی۔ تمام مہمانوں کی اور اہلِ سلسلہ کی خدمت اہلِ خانہ اپنی سعادت تصور کرتے تھے اور کسی بھی لمحے کسی بھی معاملے میں خرچ کے لئے کوئی دریغ نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ سب کچھ تو اُن ہی کا تھا، اُن کے لئے خرچ ہو رہا تھا پھر کمی کس بات کی ؛

ایک دن حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اپنے[1] خادم کی طرف ایک روپئے کا نوٹ بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا " فلاں چیز لیتے آؤ " خادم "بہت اچھا حضور" کہتے ہوئے وہ چیز خریدنے کے لئے جانے لگے۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا " روپیہ تو لیتے جاؤ "۔ خادم نے عرض کیا " حضور ہی کے عطا کئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چیز آجائے گی "۔ فرمایا " ہم جو کہا کریں وہی کیا کرو! لو یہ پیسے لے لو "

چنانچہ خادم نے حضرت قبلہ سے ایک روپئے کا نوٹ لے لیا۔ اور وہ چیز جس کے

---

[1] یہ واقعہ بھی بمبئی میں پیش آیا۔ (مرتب)

لے فرمائش کی گئی تھی بازار سے خرید کر خدمتِ اقدس میں پیش کر دی۔ حضرت قبلہ نے وہ چیز خادم کے ہاتھ سے لے کر اپنے پاس رکھ لی۔ نصف گھنٹے کے بعد اُس چیز کو ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے خادم سے مخاطب ہو کر ایک خاص انداز میں فرمایا۔ "کتنے کی لائے ہو" خادم نے جیب سے پیسے نکال کر پیش کرتے ہوئے عرض کیا "حضور یہ چھ پیسے بچے ہیں۔ حضرت قبلہ نے پیسے لینے کے لئے بڑھا ہوا ہاتھ سمیٹ لیا، اور برجستہ فرمایا" بقایا پیسے اُسی وقت اس چیز کے ساتھ دینے چاہیئے تھے۔ یہ گفتگو فرماتے وقت حضرتِ قبلہ کے لہجہ میں سخت برہمی کا انداز تھا اور چہرۂ مبارک پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت قبلہ کے اِس انداز گفتگو سے وہ کانپ گئے اور فوراً توبہ کی اور راوی نے عرض کیا "حضور آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔"

پھر اُس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "میاں یہ دُنیاداری ہے اور جس کی دُنیاداری دُرست نہیں اُس کی دین داری کیا دُرست ہوگی۔ دُنیا کا چُست دین کا چُست اور دُنیا کا سُست دین کا سُست ہوگا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ اُس دن کے بعد سے ہم نے حضرت قبلہ کا یہ ارشاد مبارک اپنے دل و دماغ میں اس طرح پیوست کر لیا کہ معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، حضرت قبلہ کا یہ ارشادِ مبارک نظروں سے اوجھل نہ ہو سکا، اور بحمداللہ اس کے بہترین نتائج سامنے آتے رہے۔

قربان جایئے اس تربیت کے انداز پر، کہ کس قدر اہم مسئلہ ذرا سی بات میں سمجھا دیا۔ یہ تو معاملات سے متعلق آپ کا طریقۂ کار تھا۔ اگر کوئی مرید آپ کو اپنے گھر چلنے کی دعوت دیتا تھا تو پہلے آپ تمام معلومات فراہم کر لیتے تھے اور اچھی طرح چھان بین کر لیتے کہ یہ شخص کہاں سے بول رہا ہے۔ اور اس کی استطاعت کہاں تک ہے۔ اس بات کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے کہ پیر و مرشد کی آمد سے اہلِ خانہ پر بار نہ پڑ جائے۔ یا ذوق و شوق میں اضافہ کے بجائے کمی واقع نہ ہو جائے۔ اِسی ضمن میں ایک واقعہ درج

کیا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی مزاجی کیفیت اور اندازِ تربیت سے واقف ہو جائیں۔

حضرت صوفی سیّد محمد زکریا غلام صابر شاہ قبلہ مُسنڈی[1] والے مقیم حال بمبئی حضرت سلطان الاولیاء الحاج خواجہ صوفی محمد حسن سے مرید ہونے کے کچھ عرصہ بعد لکھنؤ میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب قبلہ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے حاضر ہوئے۔ موصوف کے والد محترم، بھائی، اور کچھ دیگر حضرات بھی مُسنڈی سے عرس مبارک میں شرکت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ یہ تمام حضرات حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے مرید ہوئے۔ عرسِ مبارک کی تقریبات کی تکمیل کے بعد تمام حضرات کی اپنے اپنے گھروں کو واپسی ہو گئی۔ حضرت قبلہ اور آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ حضرات بارگاہ عالیہ میں موجود تھے۔ جناب صوفی سیّد محمد زکریا صاحب نے حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا "حضور میرے غریب خانے کو رونق بخش دیجئے، آپ کے قدم مبارک کی برکت سے میرا گھر روشن ہو جائے گا۔ حضرت قبلہ نے سکوت فرمایا۔ انھوں نے پھر یہی گذارش کی، پھر بھی حضرت قبلہ نے کچھ نہ فرمایا۔ عصر کے بعد سے رات تک حضرت قبلہ سے تشریف لے جانے کے لئے اصرار کرتے رہے۔ نصف شب گذر جانے کے بعد بھی اصرار جاری رہا حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا۔

"بھائی! مکان تمہارے والد کا ہے اور انتظام تمہاری والدہ کا، تم کون ہوتے ہو اُس مکان میں لے جانے والے؟ انھوں نے مؤدّبانہ عرض کیا کہ وہاں پر سب حضور ہی کے غلام ہیں۔ وہ گھر حضور ہی کا ہے۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا، میں اکیلا تو نہیں جاؤں گا، میرے ساتھ دو آدمی اور بھی ہیں۔ اور پھر کچھ بمبئی کے ہیں وہ بھی جائیں گے۔ میں جاؤں گا تو محفلِ سماع بھی ہوگی۔ اس لئے قوّال بھی ساتھ چلیں گے اور بھائی! جو بھی میرے ساتھ چلے گا۔"

---

[1] لکھنؤ سے قریب ایک قصبہ ہے جو اہل علم اور سادات کرام اور شرفاء سے آباد ہے۔

سوچ لو، ان سب کا انتظام کرنا ہے۔' پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے گھر میں تیس چالیس لوگوں کے اٹھنے بیٹھنے کے لئے جگہ ہے؟ اتنے لوگوں کے لئے پیشاب خانہ، غسل اور کھانے کے انتظام میں تمہارے اوپر بوجھ ہو جائے گا۔ یہ لوگ تمہارے پیر بھائی ہیں، تمہارے قصبہ میں پہلی مرتبہ جا رہے ہیں قوّالوں کو بھی ساتھ لے جا رہے ہیں، محفلِ سماع میں قوّالوں کو نذرانہ بھی پیش کرنا پڑتا ہے۔ یہ تمام ذمّہ داری تمہارے اوپر ہوگی، کیا تمہارے گھر کے لوگ ان تمام باتوں کو بغیر کسی تکلف کے قبول فرمالیں گے؟ زکریا شاہ نے دست بستہ عرض کی کہ حضور کے قدمِ مبارک کی برکت سے سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اتنی تمام تفصیل کے بعد آپ نے ہم تمام حاضرین کو مُنڈی جانے کے لئے فرمایا۔ تقریباً چالیس افراد کا قافلہ مُنڈی پہونچا۔ ضیافت کا عمدہ اہتمام ہوا۔ اور محفلِ سماع بھی خوب ہوئی۔ قصبہ کے بہت سے افراد حضرت قبلہ کے دامنِ عاطفت میں آکر دونوں جہان کی نعمتوں سے سیراب ہوئے۔"

جب حضرت قبلہ اور زکریا شاہ کے درمیان یہ معاملہ ہو رہا تھا تو سب پیر بھائی آپس میں دل ہی دل میں ہنس رہے تھے اور یہ بات ہو رہی تھی کہ دیکھو حضرت قبلہ کس طرح ہم لوگوں کو تربیت دے رہے ہیں، کہ اگر کسی مرید یا پیر بھائی کے یہاں جانا ہو تو اُس پر بوجھ نہیں بننا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کے اللہ اللہ کرنے کے ذوق میں کمی پیدا ہو جائے۔ یا مجبوراً وہ آپ کی مہمان نوازی کے لئے مجبور ہو جائے۔" یہ تھا حضرت قبلہ کی معاشرتی تربیت کا طریقہ۔"

عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی تک

قلبِ مومن مرکزِ انوارِ الٰہی ہے۔ اور ذاتِ مومن مظہرِ صفاتِ الٰہی۔ رحمتِ خداوندی جب کسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو تزکیۂ نفس اور تجلیۂ قلب کے لئے ہزار راستے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مردِ کامل کی نظر بھی ابرِ رحمت کی ایک خاص نشانی ہے۔ رحمت کی یہ گھٹا جس طرف سے گذرتی ہے برستی ضرور ہے اور پھر ایک ادنیٰ سا انسان پلک جھپکتے ہی کیا کیا اعلیٰ مدارج طے کر لیتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی ذاتِ گرامی سے ایسے بہت سے واقعات منسلک ہیں۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ قارئینِ کرام کی بصیرت کے لئے عرض کیا جاتا ہے۔

حضرت قبلہ کے ایک مرید جن کو حلقۂ احباب میں "للّو بھیّا" کے نام سے جانا جاتا ہے آپ پر استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی، مرشدِ گرامی سے آپ کا عشق بالکل انوکھے انداز کا تھا۔ دوسرے ایک مرید قمر بھائی فرید پوری تھے۔ فیروزآباد میں حضرت قبلہ کے قیام کے دوران حسبِ معمول مریدین اور معتقدین حاضرِ خدمت تھے ایک دن حضرت قبلہ نے قمر بھائی سے فرمایا "للّو کو چمٹ جا" انھوں نے حکم کی تعمیل کی اور للّو بھیّا کو چمٹ گئے۔ کچھ دیر چمٹے رہے اور جب الگ ہوئے تو للّو بھیّا جیسے ہو گئے۔ بغلوں میں ہاتھ دبائے فیروزآباد کی گلی کوچے اور بازار میں للّو بھیّا کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے، ادھر للّو بھیّا کا یہ حال کہ قمر بھائی جہاں بیٹھ جاتے تو للّو بھیّا ہاتھ باندھے اُن کے پاس باادب کھڑے رہتے۔ آقائی مرشدی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہؒ نے بیان فرمایا کہ ہم نے تین تین، چار چار دن بغیر کچھ کھائے پئے اور بغیر آرام کے ایک ہی مقام پر قمر بھائی کو بیٹھے ہوئے اور للّو بھیّا کو کھڑے ہوئے دیکھا اور جب کبھی للّو بھیّا بیٹھ جاتے تو قمر بھائی کا بھی یہی انداز ہوتا۔

تصویر سے مصوّر کی قدر و قیمت اور عظمتِ فن کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت قبلہ تو ایسے روحانی مصوّر تھے۔ جو رُوحوں پر نقش بناتے تھے کاغذ پر نہیں، کاغذ کا نقش تو فانی ہے

لیکن رُوح کے کینوس پر جو تصویر بنائی جائے گی وہ انمٹ رہے گی۔ حضرت قبلہ نے قمر بھائی کو کس برق جمال کی تجلی کا مشاہدہ کرادیا کہ وہ اپنی ہی خبر سے بے خبر ہو گئے۔ اور عشقِ مجازی سے عشق حقیقی کی منزل پر پہونچ گئے اس کا اندازہ تو اہلِ قلب ہی کر سکتے ہیں۔

مرشد گرامی سے للّو بھیّا کی انوکھی نسبت اور عشق کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت قبلہ جب کسی جگہ کے لئے سفر کا ارادہ فرماتے تو للّو بھیّا وہاں پہلے سے موجود ہوجاتے اس جگہ کے لوگ جب للّو بھیّا کو دیکھ لیتے تو یقین کر لیتے کہ حضرت قبلہ بھی جلدی ہی تشریف لانے والے ہیں۔ اور پھر سچ مچ حضرت قبلہ تھوڑی دیر کے بعد یا اُسی دن اس جگہ جلوہ فرما ہو جاتے۔ اور جب حضرت قبلہ اس جگہ سے جانے کا ارادہ فرماتے تو للّو بھیّا پہلے ہی سے غائب ہو جاتے۔ اور یہ بھی مشاہدہ ہوا کہ حضرت قبلہ جس جگہ قیام فرما ہوتے تھے للّو بھیّا اس مکان کے قریب کسی گلی میں، یا ناکہ پر، یا اس مقام سے قریب کسی چوراہے پر تین تین، چار چار دن بغیر کھائے پیئے کھڑے رہتے، مگر حضرت قبلہ کے رُوبرو آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

سلسلۂ عالیہ کے مستند اور معتبر حضرات کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کلیر شریف میں حضرت قبلہ کا قیام تھا، للّو بھیّا بھی وہاں موجود تھے۔ کلیر شریف سے رات کے دو بجے ہم سب رڑکی اسٹیشن کے لئے بذریعہ تانگہ روانہ ہوئے روانگی سے پانچ یا دس منٹ قبل تک للّو بھیّا سب کے ساتھ تھے۔ اور جب ہم سب روانہ ہوئے تو وہ غائب تھے۔ ہمارا تانگہ جب رڑکی اسٹیشن پر پہونچا تو للّو بھیّا بڑے اطمینان کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ راستے میں کوئی سواری یا تانگہ ہم سے پہلے نہیں گذرا جس سے یہ خیال ہو کہ للّو بھیّا اسکے ذریعہ رڑکی پہونچ گئے ہوں۔ رات کے اس سناٹے میں بغیر کسی سواری کے تن تنہا اور ہم لوگوں سے پہلے پہونچنے پر سب ہی حضرات کو تعجب ہوا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس طرح ہم سے پہلے پہونچے۔؟

اس کیف و مستی کے باوجود للّو بھیّا سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں وقار اور عظمت سے دیکھے

جاتے تھے۔ آپ کی آواز میں انتہائی سوز و گداز تھا۔ رات کے وقت جب کیف کے عالم میں آپ غزل پڑھتے تھے تو اس کے اثرات قلب سے گذر کر روح تک پہونچ جاتے، سُننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی گویا کسی نے رُوح میں سوز و درد کا سمندر انڈیل دیا ہو۔ پُرسوز آواز میں غزل سن کر لوگ تڑپ تڑپ جاتے اس زمانے میں حضرت قبلہ کا قیام زیادہ تر فرید پور میں رہتا تھا۔ فرید پور اور اطراف کے مریدین و معتقدین کی محبت و خلوص کی وجہ سے حضرت قبلہ کو بھی فرید پور سے ایک خاص تعلق ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ بعض خطوط میں آپ مرشد نگر کے قدیم نام کے ساتھ "تُم فرید پوری" بھی تحریر فرماتے تھے۔ آپ کی یہ آرزو بھی تھی کہ "بھائی ہم کو فرید پور میں رکھنا"۔ اس کا اظہار بھی حضرت قبلہ نے اپنے بعض متعلقین سے فرمایا لیکن مشیئتِ ایزدی میں بھینسوڑی شریف کو مرشد نگر بننا تھا، اسلئے حضرت قبلہ کی آخری آرام گاہ "مرشد نگر" قرار پائی، لیکن آپ نے اپنے چند چہیتے مریدوں کو فرید پور کے لئے منتخب فرما کر طریقت کی ایک ایسی شمع روشن کر دی جس کی روشنی سے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ ہمیشہ روشن رہے گا اور عالمِ انسانیت کو منوّر کرتا رہے گا۔ اپنے پیر و مرشد کی پسندیدہ جگہ یعنی فرید پور میں للّو بھیا کی آرام گاہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غایتِ ادب کی بنا پر للّو بھیا، حضرت قبلہ کے روبرو نہ ہوتے تھے، دنیا سے رحلت کے بعد بھی آپ نے اس امر کا لحاظ رکھا۔ اور مرشد نگر کے بجائے فرید پور میں قیام مستقل کر لیا۔ موصوف کے وصال کا معاملہ بھی انوکھی شانِ قلندری کا مظہر ہے۔ آقائی و مرشدی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا "اپنے وصال کی خبر للّو بھیا نے ہم کو اسطرح دی کہ وہ ایک دن اچانک بیٹھے بٹھائے ہم سے کہنے لگے "حاجی صاحب ہم کو کہاں گاڑو گے؟" (یعنی کہاں دفن کرو گے) یہ سن کر ہم کو حیرت ہو گئی کہ اچانک یہ بات للّو بھیا نے ہم سے کیوں کہی۔ مزید تعجب کا مقام یہ کہ ان الفاظ کو ایک ماہ کے دوران تقریباً آٹھ مرتبہ ہمارے سامنے دُہرایا، بھلے چنگے تھے، اس لئے خیال میں یہ بات نہیں آئی کہ اتنی جلدی ہم سے رخصت

ہو جائیں گے، ٹھیک ایک ماہ کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ اور فرید پور میں اپنے مرشد گرامی کے پسندیدہ مقام پر تدفین عمل میں آئی، خدا رحمت کند بر عاشقانِ پاک طینت را۔

اسی طرح قمر بھائی کا معاملہ تھا کہ للو بھیا سے چھٹ جانے کے بعد آپ پر بھی استغراقی کیفیت کا غلبہ ہو گیا کبھی کبھی سلوک میں بھی آجاتے تھے۔ مرشدِ گرامی کے عاشقِ صادق تھے اور مرشدِ گرامی کی شان میں کچھ نہ کچھ گنگناتے رہتے تھے، حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں بھی کبھی کبھی کوئی غزل بھی پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں آپ نے یہ غزل شروع کی ع یہ آرزو نہیں ہے کہ قائم یہ سر رہے " حضرت قبلہ نے فرمایا " کیا یہ تیرا مقام ہے؟ اور چار چھڑیاں ماریں، اور فرمایا " ارے اپنا حال بیان کر" قمر بھائی نے پھر یہی غزل سے شروع کی جب مذکورہ مصرع کو پڑھا تو حضرت قبلہ نے پھر چھڑی سے مارا، اور فرمایا " ارے اپنا حال بیان کر" اس کے بعد قمر بھائی نے پھر اسی غزل کو شروع کر دیا۔ اب کی مرتبہ حضرت قبلہ خاموش ہو گئے، اور غزل سنتے ہوئے آپ پر بھی رقت طاری ہو گئی تمام حاضرین پر بھی یہی کیفیت طاری ہو گئی، اور مجلس کا رنگ ہی بدل گیا۔ اللہ اللہ! کیا شان تھی کہ مرشدِ پاک کے حضور ایک نذرانہ پیش کرنے کی آرزو دل میں لئے پھر رہے ہیں اور کسی بھی طرح اس سے دست بردار نہیں ہوتے۔ مرشد گرامی تنبیہ کرتے ہیں، مارتے ہیں مگر یہ اپنے خیال سے الگ ہونے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اس واقعہ سے عشقِ مرشد میں جذبۂ جاں نثاری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اس خیال پر معمولی درجہ کا آدمی قائم نہیں رہ سکتا، یہ تو باطنی کیفیت تھی، ظاہری طور پر بھی قمر بھائی نے عجیب وغریب، پُرکشش صورت پائی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فقیری آپ پر برستی ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی، پُرخمار، انداز والہانہ، چال ڈھال میں مستانہ کیفیت کا ظہور۔

حضرت قبلہ کے وصال کے بعد مرشدنگر میں مستقل قیام پذیر ہو گئے اور جب تک دیارِ مرشد میں آخری سانس ختم نہ کر لی اس وقت تک سکون نہ ملا، یہیں آپ کا وصال ہوا اور بارگاہِ حسنیہ جہانگیریہ میں مرشد گرامی کے دربارِ عالیہ میں آخری آرامگاہ بنا کر دم لیا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ للّو بھیّا کا ہے۔ فیروزآباد میں حضرت قبلہ کا قیام حاجی سیّد ابرار حسین شاہ صاحب کے مکان پر تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ للّو بھیّا رات کو ایک بجے حضرت قبلہ کی قیامگاہ کے قریب مکان کے باہر آکر رک گئے۔ اور دروازے کی سیڑھیوں پر سینے کے بل لیٹ گئے۔ حاجی ابرار صاحب گھر میں سے باہر تشریف لائے تو ایک اجنبی کو اس انداز میں لیٹے ہوئے پایا۔ لباس بھی بوسیدہ تھا۔ حاجی صاحب نے خیال کیا، شاید کوئی شرابی ہے۔ دروازے سے ہٹنے کے لئے کہا تو کوئی جواب نہیں ملا۔ غصہ کیا، پھر بھی جواب ندارد، پھر حاجی صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، اور دروازے سے دوسری طرف کر دیا۔ اس کے بعد حاجی صاحب مکان میں داخل ہوئے، حضرت قبلہ کی تشریف آوری فیروزآباد میں پہلی یا دوسری بار ہوئی تھی، حاجی سیّد ابرار حسین شاہ ابھی نئے نئے مرید ہوئے تھے، اسلئے للّو بھیّا چپ چاپ دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے۔ جب حاجی صاحب مکان میں داخل ہوئے تو حضرت قبلہ آرام فرما رہے تھے، حاجی صاحب کے مکان میں داخل ہوتے ہی حضرت قبلہ ایک دم اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حاجی صاحب سے فرمایا "بیٹے دروازے پر کوئی ہے، اُسے اندر بُلا لو" حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حاجی صاحب گھر سے باہر آئے اور للّو بھیّا کو نہایت احترام کے ساتھ مکان میں لے آئے۔ للّو بھیّا خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر خاموشی کے ساتھ باادب دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا "ارے تو کون ہے، اپنا حال بیان کر" للّو بھیّا کی خاموشی بدستور قائم رہی، آدھا گھنٹہ سے زائد گذر گیا، حضرت قبلہ نے ذرا تیز لہجے میں فرمایا "اپنا حال بیان کر" تو للّو بھیّا نے نہایت دردانگیز لہجے میں یہ غزل پڑھی، ؎ "جہاں کہیں مرے قدموں میں لغزشیں آئیں ؍ ترے نثار وہیں آسرا دیا تو نے"۔ غزل کے اختتام پر حضرت قبلہ نے ان کو اپنے قریب بُلایا، للّو بھیّا نہایت معصومانہ انداز میں آداب کے ساتھ چارپائی کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ حضرت قبلہ نے نہایت پیار بھرے انداز میں دستِ شفقت ان کے سر پر رکھا بہت دیر تک پیار فرماتے رہے، حاضرین تعجب و حیرت کے ساتھ یہ منظر دیکھتے رہے

رات کے وقت ایسی پُر درد آواز سے غزل پڑھنے کی وجہ سے تمام معتقد اور مرید حضرات بھی بیدار ہو گئے، اور اچھا خاصا محفل کا سماں بندھ گیا تھا۔ یہ تھا معاملہ سچے عشق کا پیر اور مرید کے درمیان۔" اِسی عشق مجازی کے ذریعہ یہ حضرات عشقِ حقیقی کی منزلیں طے کر گئے۔ بے بیشک مرشدِ گرامی سے سچّا عشق ہی مراتب کی بلندی کا زینہ ہوتا ہے۔ ؎

اب بھی سب کچھ ہے محبّت کے خریداروں کو
حُسنِ یوسف بھی ہے اور مصر کا بازار بھی ہے۔
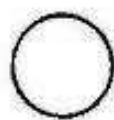
نظر کی تاثیر

ایک بار حضرت قبلہ اپنے خلیفہ صوفی اسلام احمد شاہ صاحب کے مکان واقع محلہ گنج، آنولہ، ضلع بریلی میں قیام پذیر تھے۔ صوفی اسلام احمد شاہ صاحب کے چچا جناب مولانا غلام احمد صاحب نہ صرف ایک جید عالم تھے بلکہ خداداد ذکاوت و ذہانت بھی آپ کو حاصل تھی۔ آپ کا خاندان بھی کثیر نفوس پر مشتمل محلہ گنج میں آباد تھا۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب اپنے خاندان میں عمر اور مرتبے کے لحاظ سے بھی سب سے بڑے تھے۔ بھتیجے کے یہاں حضرت قبلہ قیام فرما ہیں تو چچا صاحب بھی حضرت قبلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ تھوڑی دیر کی صحبت میں مولانا موصوف نے حضرت قبلہ کے بارے میں سب کچھ اندازہ لگا لیا۔ چنانچہ واپسی پر انھوں نے اپنے خاندان کے افراد کو حضرت قبلہ کے پاس جانے اور ملنے کے لئے منع فرمایا۔ اور کہا "دیکھو اس فقیر کی صحبت سے دُور رہنا، ورنہ دنیا چھوٹ جائے گی، دنیاداری کے لائق نہیں رہو گے۔" ادھر صوفی اسلام احمد شاہ صاحب کے مکان پر دھوم مچی ہوئی ہے۔ قصبہ آنولہ کے رہنے والے حضرت قبلہ کی ملاقات اور زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ اس تمام رونق کو دیکھنے کے باوجود خاندان کے افراد نے کافی ضبط کا ثبوت دیا۔ لیکن کب تک! آخر کار جناب قربان احمد صاحب (صاحبزادہ مولانا غلام احمد صاحب) جناب عمران صاحب، اور جناب یعقوب صاحب بھی یہ نظارہ دیکھنے کے لئے آئے، اور پھر وہی ہُوا جس کا خطرہ مولانا صاحب کو تھا ؎

قتیلِ خنجرِ عشق تو برنمی خیزد   اگر مسیحا بگوید چہ قم باذن اللہ

یہ تینوں حضرات حضرت قبلہ کے دامنِ عاطفت میں سما گئے، دو حضرات خلافت سے بھی نوازے گئے خود حضرت مولانا غلام احمد صاحب بھی اپنے دامن کو نہ بچا سکے۔ عشق کی آگ دل میں اس طرح لگی کہ سارا وجود ہی لپیٹ میں آگیا۔ حضرت قبلہ کے دربار سے حضرت مولانا صاحب

کو بھی خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔ پھر پیر کا کرم ایسا ہوا کہ ان حضرات کے ذریعہ ہندستان سے پاکستان تک سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی توسیع ہوئی۔

حضرت مولانا غلام احمد صاحب کے ذریعہ ضلع پیلی بھیت قصبہ بھیرہ اور پلیا میں ہزارہا بندگانِ خدا فیض یاب ہوئے۔ سنہ ۱۹۷۱ء میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے صاحبزادے جناب صوفی قربان احمد شاہ صاحب قصبہ ڈیبائی ضلع علی گڈھ میں مستقل قیام فرما رہے۔ اور حضرت قبلہ کی دعاؤں سے نہایت سخت اور ناہموار زمین میں چمنستان جہانگیری کی آبیاری کی اور پروان چڑھایا۔ پھر خود بھی ہمیشہ کے لئے یہیں پر قیام فرمالیا۔ اطراف و جوانب سے بھی ہزارہا عقیدت مندان ہر سال نذرانۂ عقیدت پیش کرنے حاضر ہوتے ہیں۔

عوام وخواص میں یہ بھی مشہور ہے کہ آپ بارگاہ خداوندی میں مستجاب الدعوات ہیں

حضرت صوفی یعقوب شاہ کی پاکستان میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ کراچی میں قیام پذیر ہونے کے باوجود تمام پاکستان میں سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی توسیع میں آپ کا ایک خاص حصّہ ہے

دُعا کی تاثیر

مرشدی و آقائی الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائی کے یہاں تین اولادیں ہوئیں اور ہر مرتبہ تینوں بچے تین چار گھنٹے سے زیادہ زندہ نہ رہے۔ حضرت قبلہ بسلسلۂ حج سنہ ۱۹۵۱ء میں بمبئی تشریف لائے، ہمارے مکان پر قیام فرمایا۔ ہماری اہلیہ نے بھاوج کو حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیا اور قدم بوسی کے بعد عرض کیا شادی ہوجانے کے بعد ان کے تین اولادیں ہوئیں اور ہر بچہ پیدا ہونے کے بعد تین چار گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ آپ دُعا فرمادیجئے کہ ان کے اولاد ہو اور زندہ رہے۔ آپ نے حسبِ معمول خاموشی اختیار کی اور اس وقت کچھ نہ فرمایا۔ اس کے دو تین دن بعد آپ سفرِ حج پر روانہ ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت قبلہ نے ہمیں بھی اپنے ساتھ حج بیت اللہ کا حکم فرمایا۔ اور خلاف توقع اجازت نامہ اور ٹکٹ وغیرہ کا بھی اس قدر جلد بندوبست ہوگیا جو سمجھ سے باہر ہے۔ ہمارا جانا اور اتنی جلد تمام کارروائیوں کا مکمل ہوجانا بھی حضرت قبلہ کی دعاؤں کے طفیل میں ہوا۔ بہرحال عرفہ کا دن تھا۔ عصر کے بعد میدانِ عرفات میں آپ جبلِ رحمت کی طرف رُخ کئے ہوئے تشریف فرما تھے۔ اور اسی حالت میں لوگوں کے نام لے لے کر دعائیں فرمارہے تھے اچانک مجھ سے فرمایا "کیا نام ہے اُس کا جس کو تمہاری بیوی لائی تھی؟ حضرت قبلہ کے اس سوال کو ہم سمجھ نہ سکے تو خود ہی فرمایا" ارے وہ تمہاری بھاوج! میں نے عرض کیا، حضور! اس کا نام "رفیقن" ہے اُس وقت دعا فرمائی" خدایا تو اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں رفیقن کی اولاد کو زندگی عطا فرمائے" چنانچہ اُسی برس یا اس کے کچھ عرصہ کے بعد وقت پر لڑکے کی پیدائش ہوئی۔ پیدائش ڈاکٹر پیڈرو کے نرسنگ ہوم واقع "بھائیکلہ" میں ہوئی، اس وقت ہمارے خاندان کے کئی افراد اسپتال میں موجود تھے۔ لڑکے کی پیدائش کی خبر مکان پر آئی تو اور بھی کچھ لوگ وہاں پہونچ گئے۔ اور سب لوگ اس نومولود کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کرنے لگے، کیونکہ اس سے پہلے تین بچوں کی پیدائش اور پھر فوت ہوجانے کا حال ان کی نظروں کے سامنے تھا۔ سب کے چہروں پر اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ ڈاکٹر کے پاس جاکر پہلے کے واقعات بیان کرکے اس لڑکے کے بارے میں گفتگو کریں۔ دیکھیں وہ کیا مشورہ دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اور اس بچّہ کے بارے میں معلوم کیا گیا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا اس میں زندگی کے آثار ہیں یا وہی پرانا خطرہ درپیش ہے ڈاکٹر نے یہ باتیں سُن کر کہا کہ "ہم نے تم لوگوں کو تاکید کی تھی کہ جیسے ہی اولاد کی امید ہو، اس عورت کو ہمارے پاس لانا، ہم اس کا علاج کرے گا۔" تم لوگوں نے ہماری بات پر توجّہ نہیں کی، اب ہم اس کی کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔"

ڈاکٹر صاحب کا جواب سُن کر سب لوگ اُداس ہوگئے، لیکن اس سے مِنّت و سماجت

کرتے رہے کہ وہ کوئی نہ کوئی صورت اس بچّہ کی زندگی بچانے کے لئے عمل میں لائے، اس پر ڈاکٹر نے کہا "ہم اتنے چھوٹے بچّہ کا کیا علاج کرے گا"؟ یہ کہہ کر وہ اپنے آفس میں چلا گیا۔

جوں جوں وقت گذرتا جارہا تھا سب لوگوں کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا خاندان کے لوگوں کا دریافتِ حال کے لئے تانتا بندھ گیا۔ سب پر اُمید و بیم کی کیفیت تھی، کہ اس حالت میں کیا کیا جائے؟ اسی اثنا میں ڈاکٹر اتنے لوگوں کی پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے اپنے آفس سے باہر آیا، اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "دیکھو ہم ایک "بلڈ اسپشلسٹ" کو بلاتا ہے اس کی فیس زیادہ ہوگی، جو آپ لوگوں کو دینا ہوگی۔ سب لوگوں نے اس تجویز کو منظور کرلیا۔ تھوڑی دیر میں خون کی جانچ کرنے کا ماہر ڈاکٹر آگیا۔ اُس نے پہلے بچّوں کی پیدائش و موت کی رپورٹیں پڑھیں اور بچّے کے والدین کے خون کا ٹسٹ کیا، پھر جواب دیا "اس بچّہ کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں۔"

اس کے بعد دونوں ڈاکٹر آپس میں کچھ مشورہ کرنے لگے۔ انھوں نے طے کیا، کہ اگر اس بچّے کا خون تبدیل کر دیا جائے تو بچ سکتا ہے۔ بچّے کے بدن سے تمام خون نکال کر نیا خون اس کے بدن میں ڈالا جائے گا۔ اگر بچّہ چوبیس گھنٹہ تک زندہ رہ گیا تو پھر اس کی گارنٹی ہو سکتی ہے کہ بچّہ زندہ رہیگا۔ اِس کام کی اجرت پندرہ سو روپیہ ہوگی۔ اور بچّہ کے لئے ماموں یا خالہ کا خون چاہیئے۔ سب لوگوں نے اس تجویز کو مان لیا۔ بچّے کی خالہ جو اس وقت وہاں موجود تھی وہ بھی خون دینے پر راضی ہوگئی۔ بچّے کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا، اور خالہ کا خون لینے کی تیاری شروع ہوگئی۔ دیگر تمام انتظامات بھی مکمل کرلئے گئے۔ اس وقت دونوں ڈاکٹر اور کئی نرسیں اس کام کی تکمیل میں بھاگ دوڑ کر رہی تھیں اور جیسا کہ قاعدہ ہے ڈاکٹر نے بری الذّمہ ہونے کے لئے بچّے کے والد سے دستخط بھی لے لئے۔ اس کے بعد بلڈ اسپشلسٹ نے بچّے کا خون نکالنے سے پہلے ایک بار پھر ٹیسٹ کرنا شروع کیا۔ خون ٹیسٹ کرتے وقت اس کی حیرت اور مسرت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد بڑی تیزی سے وہ

ہم لوگوں کی طرف آیا۔ اور نہایت ہی پُر مسرّت انداز میں کہنے لگا کہ اب خون بدلنے کی ضرورت نہیں، بچّہ کا خون اس قابل ہوگیا کہ اب بچّہ نہیں مرے گا۔

ڈاکٹر کے اس مُژدۂ جانفزا سے سب لوگوں کی جان میں جان آئی۔ اور ہمارے کانوں میں حضرت قبلہ کے وہ الفاظ جو میدانِ عرفات میں ہماری بھاوج کے لئے آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے گونج اٹھے آج تک ہمارے قلب پر اس واقعہ سے حضرت قبلہ کے مُستجابُ الدّعوات ہونے کا نقش ثبت ہے۔

؎ اولیاء راہست قدرت ازالہٰ ٭ تیر گشتہ باز گردانند زراہ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بچّہ بصحت و عافیت جوانی کی منزلوں سے گذر رہا ہے اور اپنے آبائی کاروبار میں لگا ہوا ہے۔

غائبانہ تصرّف

حضرت صوفی عبدالمجید شاہ صاحب (خلیفہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ) کی الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ سے بہت قریبی رشتہ داری ہے، بمبئی میں آپ کی ایک ٹیلرنگ شاپ تھی۔ اچانک اُن کا جانا اپنے وطن پیلی بھیت (یوپی) ہوا، جاتے وقت موصوف نے ہم سے کہا کہ ہماری ٹیلرنگ شاپ کی نگرانی رکھنا، ملازمین پر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ موصوف بمبئی سے اپنے وطن چلے گئے، کچھ عرصہ بعد وہاں سے ایک خط ہمارے پاس لکھا کہ ہمارے پیر و مرشد پیلی بھیت آئے ہوئے ہیں، بمبئی آنے کی اجازت ملے گی تب ہی آسکیں گے۔ اور یہ بھی لکھا کہ ہم نے داڑھی رکھ لی ہے۔ پڑھ کر ہم کو تعجب ہُوا، کچھ دنوں کے بعد صوفی عبدالمجید شاہ صاحب بمبئی واپس آئے، ہم نے دیکھا کہ ان کا رنگ ڈھنگ ہی بدلا ہوا ہے، ٹائی اور کوٹ کی جگہ واسکٹ اور کُرتا، پینٹ کی جگہ تہبند۔ حالات دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پیر و مرشد کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے یہ تبدیلی ہوئی ہے۔ ہماری حیرت میں یہ حالات دیکھ کر مزید اضافہ

ہوگیا اور ہم سوچنے لگے کہ عبدالمجید بھائی کے مرشدِ گرامی کسی خاص شخصیت کے مالک ہیں۔
تقریباً دو ماہ کے بعد پھر ایک دن صوفی عبدالمجید شاہ ایک خط لے کر ہمارے پاس آئے اور خط ہم کو دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مرشدِ گرامی کی طرف سے آیا ہے خط میں تحریر تھا "بیٹے ہم فلاں تاریخ کو بہ سلسلۂ حج بمبئی پہونچ رہے ہیں۔" بمبئی میں حضرت قبلہ کا قیام حضرت قبلہ کے خلیفہ صوفی علاء الدین شاہ صاحب آنولوی یا حضرت قبلہ کے رشتہ دار خورشید بھائی کے یہاں رہیگا لیکن ہماری خواہش ہے کہ ہمارے یہاں قیام ہو، ہم کو اس کا انتظام کرنا چاہیئے۔ آپ ہماری مدد فرمائیں۔" ہم نے ان کی یہ بات سن کر کہا، ٹھیک ہے، آپ فکر نہ کریں۔ ایک ہی بلڈنگ میں ہماری، ہمشیرہ اور ہم لوگ رہتے ہیں۔ ہمشیرہ پہلی منزل پر اور ہم تیسری منزل پر، ہم نے ہمشیرہ سے کہا کہ آپ ہفتے عشرے کیلئے تیسری منزل پر ہمارے یہاں قیام کریں۔ بمبئی میں ایک پیر صاحب تشریف لانے والے ہیں اُن کے قیام کے لئے یہاں انتظام کرنا ہے۔ دوسرے دن وہ تیسرے منزلہ پر چلی گئیں۔ ہم نے صفائی وغیرہ کر کے فرش بچھا دیا اور کپڑے پر "قیام گاہ صوفی محمد حسن شاہ بھینوڑی شریف" لکھ کر باہر روڈ کی جانب لگا دیا۔ تیسرے دن حضرت قبلہ کے استقبال کے لئے پھولوں کے گچھے ہار اور پھولوں سے سجی ہوئی کار لے کر وی۔ ٹی اسٹیشن پہونچے۔ پنجاب میل ٹرین کے وی۔ ٹی پہونچنے کا وقت تین بجے دوپہر کا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جناب صوفی علاء الدین شاہ آنولوی اور اُن کے بیس پچیس مرید بھی آگئے۔ ساتھ ساتھ حضرت قاتل شاہ صاحب کے تقریباً تیس مرید بھی پہونچ گئے، ان کے فوراً بعد حضرت قبلہ کے رشتے کے بھائی خدا بخش کے سالے خورشید بھائی اور اُن کے ہمراہ رحمت بھائی زری والے، نیز دو چار دیگر افراد بھی اسٹیشن پہونچے۔ پلیٹ فارم پر لائن سے بیٹھے ہوئے قلی ٹرین کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ہم بھی پھولوں کے ہار کی ٹوکری لے کر ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ پلیٹ فارم کی طرف بڑھتی ہوئی ٹرین کو دیکھ کر قلی اچانک کھڑے ہو گئے۔ ہم بھی کھڑے ہو گئے، ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا

ہم خود کھڑے نہیں ہوئے بلکہ کسی نے ہم کو کھڑا کر دیا ہو۔ حضرت قبلہ کے تصرفات کا تصور دل و دماغ میں طرح طرح کے خیالات پیدا کر رہا تھا، اور ملاقات کا اشتیاق ہر لمحہ بڑھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ٹرین آہستہ آہستہ پلیٹ فارم کی حدود میں داخل ہونے لگی اور یکے بعد دیگرے ڈبے ہمارے سامنے سے گذرنے لگے۔ ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے پھولوں کے ہار ہاتھوں میں لے لئے ہیں ہم نے بھی ہار ٹوکری سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ ابھی ارادہ کر رہے تھے کہ ہم بھی ان لوگوں کے ساتھ ہار حضرت قبلہ کو پہنائیں گے کہ اچانک دل میں خیال آیا، کہ اولیاء اللہ تو اللہ تعالیٰ کے نور سے متصف ہوتے ہیں، ہماری آنکھیں اس قابل کہاں کہ اس نور کا مشاہدہ کر سکیں، پھر کس طرح ایسی بزرگ شخصیت کو ہار پہنانے کی جرأت ہو گی، یہ تمام تصورات دل و دماغ میں اس طرح پیوست ہوئے کہ ہم اپنے آپ سے غافل ہو گئے۔ کب ٹرین رُکی، کب ہار پہنائے گئے اور کب حضرت قبلہ کو لے کر تمام حضرات اسٹیشن سے رُخصت ہوئے ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ ہوش آیا تو پلیٹ فارم خالی تھا۔ نہ کوئی قُلی، نہ مسافر، نہ کسی کا سامان۔ بس خالی پلیٹ فارم پر خالی ٹرین کھڑی تھی یا ہم تھے ہمارے دونوں ہاتھوں میں ہار، اور ہاتھ بھی اوپر کو اُٹھے ہوئے ہیں گویا ہم کسی کو ہار پہنا رہے ہوں جب حواس بجا ہوئے تو ہم نے غور کے ساتھ ٹرین کو دیکھا، کچھ آگے بڑھے تو ہمارے سامنے کے برابر والے ڈبّے کے دروازے پر گلاب کے پھول کی پنکھڑیاں بکھری ہوئی پڑی تھیں، جس سے ہم کو یقین ہو گیا کہ حضرت قبلہ ضرور اسی ڈبّے میں جلوہ افروز ہو کر تشریف لائے ہوں گے۔ ڈبّے کو دیکھنے کی غرض سے ہم اُس طرف کو گئے، دروازہ کھُلا ہُوا تھا، پہلی ہی سیٹ پر حضرت قبلہ اور آپ کے خادموں کا سامان رکھا ہوا تھا۔ سامان میں ایک بستر پر "میاں محمد حسن شاہ بھینسوڑی شریف" تحصیل ملک، ضلع رامپور، یوپی، ہندستان" لکھا ہُوا تھا، ہم نے جان لیا کہ یہ سامان حضرت قبلہ کا ہے۔ ٹرین سے سامان اُتار کر ترتیب سے

نیچے رکھدیا پلیٹ فارم پر کوئی قلی موجود نہ تھا۔ دُور سے ایک قلی جاتا ہوا نظر آیا۔ ہم نے باآواز بلند اس کو پکارا، وہ ایک گاڑی لے آیا جس میں سامان رکھ کر ہم پلیٹ فارم کے باہر آگئے۔ گیٹ پر ٹکٹ لینے والا بھی موجود نہ تھا، ورنہ باہر جانے میں بڑی پریشانی ہوجاتی۔ گیٹ سے باہر آئے تو صوفی عبدالمجید شاہ صاحب ملے، انھوں نے بتلایا کہ حضرت قبلہ کو قاتل شاہ صاحب کے مریدین اپنے گھر لے گئے ہیں، اس سامان کو دو تین گاڑیوں میں بھر کر ہم لوگ محلہ بابو جام مکان نمبر ۲۹/۳۱ ضیاء بلڈنگ پہلی منزل پر لے گئے۔ اُن کی یہ بات سُن کر ہم نے معلوم کیا کہ حضرت قبلہ اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں۔ موصوف نے فرمایا کہ قاتل شاہ صاحب کے محفل خانہ جامع محلہ میں ہیں۔ ہم پھولوں سے سجی ہوئی کار لے کر وہاں پہونچ گئے۔ محفل خانہ تیسری منزل پر تھا، اور صوفیاء حضرات سے بھرا ہوا تھا، چاروں طرف جہانگیری سفید تاج نظر آرہے تھے، سامنے مسند تھی، لیکن مسند پر کوئی موجود نہیں تھا، ہم نے سمجھ لیا کہ حضرت قبلہ موجود نہیں ہیں۔ مسند کے دائیں جانب دو تین آدمیوں کی گنجائش کی جگہ خالی تھی ہم وہاں جاکر بیٹھ گئے۔ اندرونی کمرے کا دروازہ بھی اسی طرف تھا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت قبلہ اندرونی کمرے کے اسی درواز سے تشریف لائے اور مسند پر جلوہ افروز ہوگئے حاضرینِ محفل پہلے ہی سے شائستہ انداز میں باادب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت قبلہ کے مسند پر جلوہ افروز ہونے کے بعد محفل پر خموشی چھاگئی۔ حضرت قبلہ کے سامنے آخری حصہ پر زلفِ دراز قوال اپنے ہمنواؤں کے ساتھ منتظر حکم تھا۔ اشارہ پاتے ہی محفل سماع کا آغاز ہوا۔ اور یہ نعت شریف پڑھی گئی۔

ع بہ ہر مُو ہزاراں سینہ ما ر داری

اس کے بعد دو غزلیں پڑھی گئیں، پھر حضرت قبلہ نے دُعا فرمائی اور چائے سے حاضرین کی تواضع کی گئی حضرت قبلہ نے بھی چائے نوش فرمائی۔ اس وقت آپ نے فرمایا "ہمارا سامان کہاں ہے؟ حاضرین کے چہروں پر سوالیہ نشان ابھرنے لگے، نظروں نظروں میں ایک دوسرے

سے سوال کر رہا تھا کہ حضرت قبلہ کا سامان کہاں ہے؟ خصوصاً حضرت الحاج ابرار حسین شاہ صاحب فیروز آبادی، اور حضرت علاؤ الدین شاہ صاحب آنولوی، کہ یہ حضرات حضرت قبلہ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ جب کسی کی طرف سے جواب نہ ملا تو ہم اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوزانو حضرت قبلہ کے سامنے بیٹھ گئے اور دست بستہ عرض کیا کہ حضور کا سامان اپنی جگہ پر ہے" ہماری گذارش پر تمام لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا، حضرت قبلہ نے کچھ نہ فرمایا۔ بس ہماری گذارش کو سن لیا۔ دس، پندرہ منٹ کے بعد فرمایا "میٹنگ کر لو، ہم کو کہاں رکھوگے؟ جناب خورشید بھائی اور علاء الدین بھائی آپس میں مشورہ کرنے لگے، اسی دوران ہم نے خورشید بھائی سے کہا" ہمارا مکان بھنڈی بازار میں پہلے منزلہ پر ہے۔ صاف ستھری اور کشادہ جگہ ہے، لوگوں کو پہونچنے میں بھی آسانی ہوگی، خورشید بھائی سے ہماری دیرینہ ملاقات تھی وہ ہم سے اور ہمارے گھر سے خوب اچھی طرح واقف تھے، یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا، بیشک آپ کا مکان موزوں رہے گا۔" حضرت قبلہ نے بھی اس گفتگو کو سن لیا اور تھوڑی دیر بعد فرمایا "اپنے ٹھکانے پر چلو۔" تمام حاضرین مجلس بھی کھڑے ہو گئے ہم وہاں سے حضرت قبلہ کو لے کر اپنے مکان پر آ گئے۔ آپ نے واسکٹ وغیرہ اتاری اور فرمایا استنجے کو جائیں گے، وہاں سے فراغت کے بعد آپنے وضو کیا، اور پھر ہم سے دریافت فرمایا کہ "تمہارا نام کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا "احمد بخش کہتے ہیں۔" ہمارے والد کا نام محمد بخش تھا، اس نسبت سے ہمارا نام احمد بخش رکھا گیا، یہی مشہور رہے آپ نے فرمایا "احمد حسن"۔ اُس دن سے آج تک سلسلہ میں یہی نام مقبول ہے۔ حضرت قبلہ بھی تاحیات "احمد حسن" کے نام سے پکارتے رہے۔ اسی نام سے خطوط وغیرہ بھی بھیجے۔ حُسن اتفاق دیکھئے کہ ۱۹۶۲ء میں ہم نے بریلی میں نیا مکان بنانے کے لئے پرانے مکان کو منہدم کرایا، اس وقت پرانے سامان میں آبا و اجداد کے کاغذات ملے۔ اُس میں ایک کاغذ ایسا بھی ملا جو ہمارے والد گرامی

کی طرف سے تھا۔ اُس میں ہمارا نام "احمد حسن" لکھا ہوا تھا۔

آج ہمارے یہاں حضرت قبلہ کے قیام کا دوسرا دن تھا۔ ہم نے بازار سے کچھ چھوارے اور دو ہار خریدے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ہمیں اپنی غلامی میں لے لیجئے۔ آپ نے ہمیں مرید کر لیا۔ اور حسب معمول ذکر نفی و اثبات بالجہر کی تلقین فرمائی۔ ذکر کرتے کرتے ہم پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ہم نے اپنے جسم کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ قلب میں ذکرِ الٰہی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ اُس وقت سے قلب میں جو شعلگی پیدا ہوئی تھی اُس کا اثر آج تک محسوس ہوتا ہے۔ کافی دیر کے بعد حضرت قبلہ کی نظر کرم ہماری طرف دوبارہ مبذول ہوئی، اضطرابی اور بیقراری کی کیفیت ختم ہوئی۔ طبیعت کو قدرے سکون ہوا تو ایک ہار حضرت قبلہ نے اپنے دستِ مبارک سے ہمارے گلے میں پہنا دیا اور فرمایا کہ دوسرا ہار اپنی بیوی کو دے دو۔ تیسرے منزلہ پر ہم گئے اور بیوی کو ہار دیتے ہوئے ہم نے کہا کہ ہم مرید ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ہماری اہلیہ کو بھی حضرت قبلہ نے شرف غلامی عطا فرما کر مرید کیا۔ فللہ الحمد علی ذالک

مہمانوں کی راہ نمائی

۱۹۶۳ء میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے عرسِ مبارک کے موقع پر دہلی سے روزنامہ ملاپ کے ایڈیٹر جناب رام کرشن مضطر، جناب ڈاکٹر پریم لال شفا، جناب لالہ سورج بھان، جناب کول صاحب، جناب کنہیا لال آزردہ عرس میں شرکت کے لئے مرشد نگر حاضر ہوئے۔ تین روز قیام کے بعد عزیز الاولیاء حضرت خواجہ عبد العزیز میاں سجادہ نشین قبلہ سے رخصت کی اجازت لے کر مرشد نگر سے شام کے سات بجے دہلی کے لئے روانہ ہوئے مرشد نگر سے ملک اسٹیشن تک پہونچنے کے لئے حضرت سجادہ نشین قبلہ نے بیل گاڑی کا انتظام فرمادیا۔ راستہ میں موسم اور ماحول کی خوشگواری کا ذکر چھڑ گیا۔ رام کرشن مضطر صاحب نے دربار عالیہ مرشد نگر کے فیوض و برکات، اہتمامِ عرس، اور مرشد نگر کے ماحول کی تعریف کرتے ہوئے اشعار کی صورت میں اپنے جذبات کا اظہار نہایت پُرشکوہ انداز میں کیا تانگہ ملک کی آبادی میں داخل ہوا، یہ لوگ خاموش رہے لیکن جب ملک کی آبادی سے کچھ آگے اسٹیشن کی جانب تانگہ جارہا تھا، جناب لالہ سورج بھان نے فرمایا "جی چاہتا ہے یہیں راستے پر لیٹ جائیں۔" موصوف کی اس بات پر جناب ڈاکٹر پریم لال شفا نے ان کو ٹوکا، اور کہا کہ یہ دربارِ مرشد ہے، یہاں سوچ سمجھ کر گفتگو کرنی چاہیئے۔ تنبیہاً یہ بھی کہا کہ یہاں زبان سے نکلی ہوئی باتیں پوری بھی ہوجاتی ہیں سلسلہ کلام جاری تھا کہ اسٹیشن آگیا۔ تانگہ سواریوں کو اسٹیشن پر اُتار کر واپس مرشد نگر کی طرف چل دیا۔ ملک اسٹیشن سے دہلی کے لئے ٹکٹ خریدے گئے۔ کافی انتظار کے بعد ٹرین آئی۔ رات کا وقت، شدید سردی کا عالم، ٹرین مسافروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی۔ ان حضرات نے بہتیرا شور مچایا مگر کسی نے دروازہ اندر سے نہ کھولا۔ آخرکار ٹرین ان

لوگوں کو چھوڑ کر چلی گئی، دہلی پہونچنا بہت ضروری تھا۔ رامپور، دہلی روڈ پر ملک کی چنگی پر آ گئے کہ شاید دہلی جانے والی کوئی بس ہی مل جائے چنگی پر آئے تو رات کے دس بجنے والے ہوں گے۔ ڈاکٹر پریم لال شفا نے ساتھیوں سے کہا کہ اب تم لوگ سڑک کے کنارے لیٹ جاؤ شاید تمہاری مشکل آسان ہو جائے۔ ویسے بھی تم لوگوں نے بڑی بڑی باتیں زبان سے نکالی تھیں۔ چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے کنہیا لال جی کا بیان ہے اندھیری رات، سخت سردی کا موسم تھا، ہم لوگ سڑک کنارے لیٹے ہوئے تھے اچانک دو آدمی آئے، جن کو پہچان نہ سکے، انھوں نے چنگی پر ڈیوٹی دینے والے شخص سے کہا دیکھو کوئی ٹرک آئے تو روک کر ان لوگوں کو سوار کرا دینا۔ وہ شخص ہماری باتیں سن چکا تھا، اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہمارے ساتھ کیا حادثہ ہو چکا ہے اس شخص نے چنگی کا لمبا سگنل گرا دیا، ایک ٹرک آ کر رک گیا اس شخص نے ٹرک ڈرائیور سے ہمارے بارے میں بات کی، ڈرائیور نے انکار کیا لیکن اس شخص نے ٹرک ڈرائیور کو راضی کر کے ہمیں سوار کرا دیا۔ ملک سے چل کر ٹرک مُراد آباد آ کر رک گیا ڈرائیور نے یہ کہہ کر ہم لوگوں کو ٹرک سے اُتار دیا کہ ٹرک آگے نہیں جائے گا۔ مُراد آباد تک ہی رہے گا، ہم لوگ ٹرک سے اُتر کر سیدھے اسٹیشن پر پہونچے، پلیٹ فارم پر جا کر معلوم ہوا کہ وہی ٹرین جو ہمیں ملک چھوڑ کر چلی گئی تھی مُراد آباد کے پلیٹ فارم پر کھڑی ہے۔ ہم لوگوں نے مُراد آباد سے دہلی کا ٹکٹ خریدا، اور اسی ٹرین سے آرام دعافیت کے ساتھ وقت پر دہلی پہونچ گئے۔ یہاں آ کر ہم لوگوں کو خیال آیا کہ یہ سب معمہ کیا تھا۔ وہ لوگ یقیناً ہمارے حضرت قبلہ کے فرستادہ تھے، جو ہماری رہنمائی کے لئے بھیجے گئے۔ افسوس یہ رہا کہ ہم لوگوں کو یہ خیال اس وقت کیوں نہ آیا، اور ہم لوگ ان دونوں کو پہچان بھی نہ سکے۔

غائبانہ یاد کرنے پر تشریف آوری

اپنے اسلاف کی طرح حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی عادتِ مبارکہ بھی اپنے کو بہت پوشیدہ رکھنے کی تھی، کتنا ہی بڑا واقعہ ہو جائے لیکن حضرت قبلہ اپنے آپ کو اس طرح علیحدہ کر لیتے تھے کہ عوام ہی نہیں بعض خواص کی توجہ بھی اس طرف نہیں جاتی تھی۔ بات اگر عیاں ہو بھی گئی تو رُجحان کو اس طرح پلٹ دیتے کہ اس واقعہ کی اہمیت کے اثرات ذہن میں دھندلا جاتے تھے۔ تمام حیاتِ مبارکہ میں فخر و نمود کی جھلک بھی نہیں ملتی، اور نہ کہیں جلوت یا خلوت میں کسی واقعہ/کرامت پر تبصرہ یا تفاخر کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ زندگی کے کسی موڑ پر کتنا ہی عجیب معاملہ پیش آیا، اور لوگوں کے ذہن اس واقعہ کی طرف لگ جانے لیکن حضرت قبلہ ہمیشہ کترا کر آگے بڑھ جاتے۔ بیشک اللہ والوں کی منزلِ مقصود وہی ذاتِ پاک ہے۔ یہ تمام واقعات رہگذرِ منزل ہیں۔ ان معاملات کو وہی لوگ باعثِ فخر سمجھتے ہیں جن کی نظر منزل پر نہ ہو۔ چند واقعات پیش خدمت ہیں جو اپنے وقت اور اپنی جگہ پر اہم ہیں لیکن حضرت قبلہ نے کبھی پلٹ کر بھی اس طرف نہ دیکھا؛ بلکہ بعض مجالس میں حضرت قبلہ نے واضح طور پر فرمادیا! "خبردار! کبھی کرامت کا قصد نہ کرنا"۔ بعض مرتبہ آپ نے فرمایا! کرامت تو ریاضت کا میل ہے، مقصدِ ریاضت نہیں۔" اصل مقصود تو اُس کی رضا ہے۔ اور اسی رضا کے سانچے میں اولیاء کرام نے اپنے آپ کو اس طرح ڈھال لیا تھا کہ وہ نہ دن کو دن سمجھتے تھے نہ رات کو رات، ہر وقت رضائے خداوندی کے حصول کے لئے مخلوقِ خداوندی کی خدمت کیلئے تیار رہتے۔ ان معاملات میں بعض مرتبہ زمان و مکان کے فاصلوں سے بھی الگ نظر آتے ہیں، بظاہر دُور رہتے ہوئے حقیقت میں اس قدر قریب کہ چشمِ ظاہر بیں حیران ہو جائے، حقیقت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے قلوب معرفتِ خداوندی کے روشن چراغ ہیں۔ ایک چراغ کی کیا حیثیت، بجلی کے ایک بلب کی کیا جسامت، لیکن اُن سے نکلی ہوئی روشنی اپنی جسامت سے سیکڑوں، ہزاروں

بلکہ لاکھوں گنا فاصلوں کو منور کر دیتی ہے روشنی کے لیئے یہ مکانی فاصلہ کالعدم ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح زمان کی حدود میں بھی اس قدر اختصار ہو جاتا ہے کہ ادھر آپ نے بجلی کا بٹن دبایا، اُدھر فوراً روشنی ہو گئی۔ حالانکہ بجلی کے بٹن یعنی سوئچ سے بلب تک کرنٹ پہونچنے میں مکانی او زمانی فاصلہ ہے، لیکن یہ فاصلہ بالکل محسوس نہیں ہوتا، اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں کے ذہن میں شک و شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ یقین کے درجے تک نہیں پہونچ پاتے۔

دوسری جانب یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ حقیقت ناآشنا لوگوں نے دعوے کا لبادہ اوڑھ کر عجب ستم ظریفانہ ماحول پیدا کر دیا ہے۔ حالانکہ ہر عقلِ سلیم اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے کہ دعویٰ کرنے والا اندر سے خالی ہے، بھرے ہوئے برتن سے آواز کا ظہور کہاں! دعویٰ کرنا تو بالکل ہی الگ بات ہے۔

حضرت سلطان الاولیا، قبلہ اس معیار پر بالکل کھرے سونے کی طرح پورے اُترتے ہیں، "بہت کچھ" ہوتے ہوئے بھی آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو "کچھ بھی نہیں" ظاہر کیا، اُس سے بڑی اور کیا کرامت ہو سکتی ہے۔

اپنی اس گذارش کے ثبوت میں ہم کچھ واقعات حضرت قبلہ کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیاروں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ مرشدی و آقائی الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ "بریلی میں ہمارا نیا مکان تعمیر ہوا تھا۔ پانی کی پریشانی تھی۔ ہماری اہلیہ نے جو حضرت قبلہ سے مرید تھی، ہینڈ پمپ گھر میں لگانے کا ارادہ کیا، اور اپنے بھائی عبدالحمید سے کہا کہ ہمارے یہاں ہینڈ پمپ لگوا دیجئے۔ انھوں نے مزدوروں کو بُلا کر اسی دن بورنگ شروع کرا دیا۔ پائپ زمین میں ڈالا گیا تو اہلیہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہمارے گھر میں ہینڈ پمپ لگ گیا تو اب آرام سے پانی پیئیں گے۔ کیا خوب ہوتا کہ ہمارے پیر و مرشد یہاں تشریف فرما ہوتے تو ہم لوگ پہلے آپ کو شربت پلاتے اور پھر ہم لوگ پیتے۔ اُس وقت حضرت قبلہ مرشد نگر میں تھے،

فوراً وہاں سے چلدیئے اور ہمارے مکان "اعظم نگر بریلی" میں ٹھیک اس وقت پہونچ گئے کہ ابھی پانی صاف طور سے برآمد بھی نہیں ہوا تھا۔ ہینڈ پمپ سے جب صاف پانی آنے لگا تو آپ نے فرمایا "ہم آگئے ہیں شربت بنالو"۔ آپ کے حکم کے مطابق شربت بنایا گیا، فاتحہ کرائی اور تمام حاضرین کو پلایا گیا۔ جو شربت بچ گیا تھا، اس کے لئے آپ نے فرمایا کہ چائے بنالو۔ تعمیل حکم کی گئی۔ ہماری اہلیہ نے اپنے دل کی بات حضرت قبلہ کے جانے کے بعد ہم کو بتلائی۔ (بہ روایت آقائی و مرشدی الحاج احمد حسن شاہ صاحب قبلہ)

★

عزیز احمد صاحب جن کے یہاں فرید پور میں حضرت قبلہ کا ابتدائی قیام تھا، فرماتے تھے کہ میرے غریب خانہ پر حضرت قبلہ جلوہ افروز تھے۔ آرام کرتے کرتے اچانک اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا، "چلو، مجھے شاہ آباد جانا ہے۔ مغرب کے بعد ٹرین شاہ آباد آنجی کے اسٹیشن پر پہونچی وہاں سے حضرت قبلہ اور یہ خادم شاہ آباد پہونچے مسجد کے سامنے ایک مکان تھا وہاں حضرت قبلہ جاکر رُک گئے۔ مالکۂ مکان دردِ زہ میں مبتلا تھی، یہ عورت حضرت قبلہ سے مرید تھی، اس کا دیور دوسرے خیال کا آدمی تھا۔ وہ اپنے دیور سے کہہ رہی تھی کہ مجھے کوئی تعویذ لادو، جس سے میری تکلیف کم ہوجائے۔ دیور نے جواب دیا کہ بڑی پیر والی بنتی ہے اب اپنے پیر کو بُلالے، تو میں بھی جانوں؛ حضرت اس کے دروازے پر تھے۔ (غالباً جب یہ بات سُنی تو باہر ہی سے واپس لوٹ آئے۔ رات کو مسجد میں قیام کیا اور) صبح پھر اُس کے دروازے پر پہونچے، اُس کے شوہر کا نام لے کر آواز دی، تو وہ عورت آواز پہچان گئی اُس نے اپنے دیور کو بلایا اور کہا کہ دیکھو میرے پیر آگئے ہیں"۔ حضرت قبلہ اندر مکان میں تشریف لے گئے اور کچھ پڑھ کر اُس عورت پر دم کیا۔ بفضلہ تعالیٰ عورت فوراً اچھی ہوگئی وہاں سے فوراً واپس ہوئے اور مجھ سے فرمایا "چلو فرید پور چلو"۔ راستہ میں یہ بھی فرمایا کہ بچہ پیدا ہونے ہی والا ہے۔ بچہ زندہ رہے گا اور عورت مرجائے گی"۔

چنانچہ فرید پور تشریف لے آئے۔ فرید پور آنے کے تین دن بعد وہاں سے خط آیا کہ بچہ پیدا ہوا ہے اور موجود ہے مگر عورت کا انتقال ہو گیا ہے۔"

نابینا مرید کی سفر میں رہنمائی

حضرت قبلہ کے ایک مرید صوفی سید افضال علی صاحب (مقیم "گھاٹ کوپر بمبئی نمبر ۸۶") نے ایک رات صبح صادق سے کچھ پہلے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ ان کو عجیب انداز میں پیار فرما رہے ہیں۔ خواب سے بیدار ہوئے تو شوقِ ملاقات اس قدر بڑھا کہ اسی دن بذریعہ پنجاب میل بمبئی سے روانہ ہو گئے۔ ٹکٹ آگرہ تک کا خریدا۔ خیال تھا کہ آگرہ پہونچ کر پیر بھائیوں سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ حضرت قبلہ آج کل کس جگہ قیام فرما ہیں۔ اُس دن پنجاب میل تین گھنٹہ لیٹ ہو گیا سوچا کہ چلو جھانسی میں اُتر جائیں، ابھی دن ہے کسی ہوٹل میں ٹھہر جائیں گے۔ رات کو گاڑی آگرہ پہونچتی ہے، کہاں ٹکریں کھاتے پھریں گے۔ چنانچہ جھانسی کے اسٹیشن پر وہ گاڑی سے اُتر گئے۔ ہوٹل میں ٹھہرنے کے ارادے سے اسٹیشن سے باہر نکلے ہی تھے کہ دو حضرات جن سے کوئی جان پہچان بھی نہ تھی سید صاحب کے لباس کو دیکھ کر ان سے مخاطب ہوئے، وہ دونوں حضرات، حضرت قبلہ کے مریدوں میں سے تھے۔ سید صاحب نے اپنا تعارف کرایا تو اِن کو فوراً اپنے گھر محلہ قصابان لے گئے۔ وہاں پر سید صاحب کی ملاقات سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے بہت سے حضرات سے ہوئی، ان لوگوں نے سید صاحب کی بہت خاطر تواضع کی۔ جب ان لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ سید صاحب حضرت قبلہ سے ملاقات کرنے جا رہے ہیں تو انھوں نے بتلایا کہ حضرت قبلہ کل ہی جھانسی سے کوچ کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ پھر ان لوگوں نے سید صاحب کو بڑے اہتمام کے ساتھ ساڑھے دس بجے رات کو گاڑی پر سوار کرا دیا اور سمجھا دیا کہ بارہ بجے رات کو گاڑی ایٹہ کے اسٹیشن پر پہونچے گی وہاں گاڑی چھوڑ دینا۔ صبح چھ بجے کوچ کے لئے گاڑی روانہ ہو گی اس میں سوار ہو جانا۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ

ہم ٹرین میں بیٹھے ہوئے سوچ رہے تھے کہ ہم نابینا آدمی ہیں۔ رات کو بارہ بجے ایٹہ میں کہاں ٹھہریں گے اور پھر صبح چھ بجے ٹرین کیسے پکڑیں گے۔ دل ہی دل میں پیرو مرشد کو یاد کر رہے تھے کہ ایٹہ کا اسٹیشن آگیا، آپ وہاں ٹرین سے اُتر گئے۔ اچانک ایک صاحب سیّد صاحب سے مخاطب ہوئے اور کیفیت معلوم کی، وہ صاحب سیّد صاحب کے ایسے گرویدہ ہوگئے کہ بذریعہ کار سیّد صاحب کو اپنے گھر لے گئے اور بڑے اہتمام کے ساتھ رات کو اپنے یہاں مہمان بنایا۔ اور صبح چھ بجے بذریعہ کار اسٹیشن تک لاکر کوچ جانے والی گاڑی میں آپ کو سوار کرکے رخصت کی اجازت چاہی، اب گاڑی میں بیٹھے ہوئے سیّد صاحب کو پھر ان خیالات نے گھیر لیا کہ ایک تو ہم نابینا ٹھہرے، دوسرے کوچ میں نہ ہم کسی کو جانتے ہیں اور نہ کوئی ہم کو جانتا ہے، تیسرے، حضرت قبلہ نہ معلوم کس جگہ قیام فرما ہوں، خدا معلوم ہم کس طرح حضرت قبلہ تک پہونچیں گے۔ کوچ کا اسٹیشن آگیا اور سیّد صاحب ٹرین سے اُتر گئے۔ ابھی اسٹیشن سے باہر نہیں نکلے تھے کہ آپ کو قوالی کے انداز کی سی آواز سُنائی دی۔ اور آگے بڑھے تو آپ نے بخوبی سُن لیا کہ ایک ہجوم قوالی پڑھتا ہوا جا رہا ہے۔ قوال پڑھ رہے تھے ؎

یہ اسی رہنما کا جوڑا ہے یہ بڑے اولیاء کا جوڑا ہے

سیّد صاحب جب ہجوم کے قریب پہونچے تو کسی صاحب نے سیّد صاحب کو گود میں اٹھا لیا اور ہجوم میں رقص کرنے لگے۔ یہ رقص کرنے والے سیّد صاحب کے پیر بھائی حضرت صوفی علی حسین شاہ صاحب تھے یہ جوڑا اسٹیشن کے قریب سے اُٹھایا جا رہا تھا حضرت قبلہ کا تھا۔ اور یہ ہجوم حضرت قبلہ کے جوڑے کے ساتھ حضرت قبلہ کی قیام گاہ جو تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر تھی وہاں جا رہا تھا۔

سراپائے مبارک

حضرت سلطان الاولیا رقبلہ کا قدِ مبارک درمیانہ، جاذبِ نظر و گداز بدن، چہرۂ انور کتابی، روشن اور شگفتہ، جمال و جلال کا مظہر لیکن صفتِ جمال غالب، روحانیت کی کشش سے بھرپور ہزاروں میں جلوہ فرما ہوں تو آپ ہی پر نظر پڑے۔ بہ نظرِ عقیدت کوئی دیکھے تو رُوح تک سرشار ہو جائے اور جب تک دوبارہ نہ دیکھ لے رُوح کو سکون میسّر نہ ہو۔ پیشانیٔ مبارک کشادہ اور بلندیٔ اقبال کی ترجمان، چار چھ لکیریں کھڑی اور چار لکیریں پڑی، جو خوبصورتی میں چار چاند لگا رہی تھیں، چشمہائے مبارک کی خوبصورتی کے سامنے چشمِ نرگس بھی شرمندہ۔ نظر سے نظر مل جائے تو دل کی گہرائیوں میں اُتر جائے، ایسا محسوس ہو کہ زندگی میں پہلی بار خوشی سے ملاقات ہوئی ہو بپوٹے قدرے بالیدہ، مستقل شب بیداری کا جیتا جاگتا ثبوت، ایسی آنکھوں کی حقیقت کون سمجھ سکتا ہے جن میں خدا شناسی کا نور چمک رہا ہو۔ بینیٔ مبارک ستواں اور بلند، بینیٔ مبارک کے دائیں جانب بالائی سطح پر خوشنما تل، لبہائے مبارک اَن چھوئے نو شگفتہ گلاب کی پتلی پتلی پنکھڑیوں کی طرح سرخ و نازک، رخسارِ مبارک منوّر ہلکی سی سُرخی لئے ہوئے۔ ریشِ مبارک سفید و پُر نور، سرِ مبارک میں شفّاف چاندی کی طرح زلفوں کی جھلملاہٹ۔ رنگ گندمی، ہاتھ پاؤں بہت ہی موزوں، تناسب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے۔ اُنگلیاں نرم و نازک، مائل بہ درازی پاؤں کے تلووں میں گہرائی اور نرمی، قدم بوقت رفتار سبک روی اور مضبوطی کے ساتھ زمین سے لمس کرتے ہوئے۔ گلوئے مبارک میں کچھ لائنیں اس طرح کی تھیں کہ گلہ زیورِ نُورانی سے آراستہ محسوس ہوتا تھا۔

"باطنی خصوصیات"

سراپائے مبارک کی تصویر کشی الفاظ کے ذریعہ محال۔ چہرۂ انور کے بارے میں اتنا ضرور عرض

کروں گا کہ اس چہرۂ انور کو دیکھ کر اہلِ سعادت کے قلوب کی سیاہی کا فور ہو جاتی تھی۔ رقتِ قلب کی کیفیت کا پیدا ہو جانا تو خصوصیتِ عمومی تھی۔ اندازِ گفتگو مختصر، بامعنی، دل کو موہ لینے والا، چشمِ کرم میں سمندر کی سی گہرائی، جس نے بھی اپنے کو ان لہروں کے سپرد کر دیا، دُھل کر پاک صاف ہو گیا۔ ذکر و فکر پر ہر وقت نظر، عام اور دل نشیں انداز میں نصیحت، جذب سے گریز اور سُلوک کی پذیرائی، ہر کام میں ایک خاص سلیقہ اور ترتیب، دُور بینی اور دُور اندیشی، اصلاح کا وہ حکیمانہ انداز کہ مریضِ رُوحانی کو محسوس بھی نہ ہو اور مرض زائل ہو جائے، طبیعت میں انکساری، مزاج میں بُردباری، بناوٹ اور نمائش سے نفرت، سادگی اور سنجیدگی سے محبت، مخاطب کے مزاج کی برائے اصلاح رعایت، سب کے ساتھ اور سب سے الگ، مجلس کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر آنے والے کے قلب میں ماضی میں کیے ہوئے اعمال کی مکمل تصویر آ جاتی اور وہ حضرت قبلہ کی مجلس میں زار و قطار روتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے ہی اٹھتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کا یہ فردِ فرید اور بحرِ معرفت کی پاکیزہ صدف کا یہ دُرِ یتیم، سعادتِ ازلی سے بہرہ ور تھا، مگر اسی کے ساتھ ساتھ سلطان الاولیاء کے عظیم المرتبت منصب تک پہونچنے میں تمام مشکلات کو جس پامردی اور استقلال کے ساتھ صوفی محمد حسن شاہ قبلہ نے برداشت کیا ہے وہ ہم سب کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ اپنی سعادت، اطاعت اور خدمتِ شیخ کی بدولت یہ مُرید، مُراد بن کر اپنی مُراد کو پہونچا، ہم تمام اہلِ سلسلہ کے لئے بھی لازم ہے کہ بارگاہِ ایزدی میں اپنے اعمال کی جواب دہی کے تصور کے ساتھ مخلوق کا رابطہ خالق سے استوار کریں، اور خالقِ کائنات کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک طریقوں کو اپنی روح میں جذب کر کے میدانِ عمل تیار کریں۔ پیر و مرشد کی اطاعت میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے جو مثال قائم کی، وہ ہم سب کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ پیر و مرشد نے بھی جس توجہ اور شفقت و عنایت کے ساتھ مُرید کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی، وہ بھی اپنی جگہ عدیم المثال، شیخ کامل

اور مریدِ صادق کا ایک جگہ جمع ہونا رحمتِ خداوندی کے نزول کی خاص علامت ہے حضرت قبلہ کو شیخِ کامل ملا، اور شیخِ کامل کو مریدِ صادق ملا۔ شیخ نے مُرید کی ہر قدم پر اعتقاداً، عملاً، تحریراً اور تقریراً، اس طرح رہنمائی کی کہ اس سے بہتر مثال ملنی مشکل ہے۔ اصلاح کی کوئی صورت نظر انداز نہیں کی گئی۔ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ایک نصیحت نامہ دستیاب ہوا۔ اب سے ستاون برس پہلے یہ تحریر شیخ نے مرید کے التماس پر نصیحت کے طور پر مختصر مگر جامع انداز میں قلم بند فرمائی اس تحریر کی افادیت جس طرح ستاون برس پہلے تھی آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ اسی عمومی افادیت کے پیشِ نظر قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ درجِ ذیل تحریر ملاحظہ فرمایئے!

طالبِ حق کے لئے چند نصائح

محبت یہ ہے کہ مُحِب صفاتِ محبوب سے متّصف ہو جائے، عشق وہ ہے کہ عاشق ذاتِ معشوق میں معدوم ہو جائے۔ اوّل عرفانِ خداوندی مقدّم ہے، دوست دشمن سے بکشادہ ابرو پیش آنا چاہیئے۔ ماں باپ کو عزیز رکھو اور ان کی واجبی خدمت ادا کرو، اُستاذ کو باپ سے بہتر مانو، خرچ آمدنی کے اندازہ پر کرنا چاہیئے۔ ہر کام میں میانہ روش چاہیئے۔ بداصل آدمیوں سے وفا کی امید نہ رکھو، آدمیوں کو بُرا نہ کہو، کسی سے لڑنا جھگڑنا بھی نہ چاہیئے۔ صدقہ دینے سے عمر دراز ہوتی ہے، مرضیٔ مولا پر راضی بہ رضا رہنا چاہیئے۔ باطن کو ظاہر سے بہتر کرو، ظاہر جائے نظرِ خلق اور باطن نظرگاہِ حق ہے، کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہیئے کہ خدا کے سامنے شرمندگی ہو، غرور و تکبّر نہ کرو، کیونکہ تم کو ایسی جگہ جانا ہے جہاں آقا و غلام برابر ہوں گے، ہمیشہ سامانِ آخرت کرتے رہو، نہیں معلوم کب موت آجائے۔ بدترین زخم وہ ہے کہ کریم لئیم سے حاجت روائی چاہے گا اور حاجت روا نہ ہو۔ اور سخت ترین

ندامت وہ ہے کہ کوئی بزرگ کسی سفلہ کے در پر جائے اور مُراد نہ پائے۔

بر درِ سلطاں مرو رُو یش مبیں ؛ گنج قاروں گر دہد سُو یش مبیں

تونگری قناعت میں ہے۔ سلامتی گوشہ نشینی میں ہے۔ اور سچی دوستی ترکِ طمع میں ہے۔ اپنی تعریف کرنا ناپسندیدہ سچائی ہے۔ اسلاف کی قسم کھانا علامت دروغ گوئی ہے۔ سوائے کرمِ حق تعالےٰ کسی پر اعتماد نہ کرو تو دونوں جہان کی دولت حاصل ہو۔ یادِ حق سے غافل نہ ہو تا کہ شیطان دل میں راہ نہ پائے۔ اسبابِ دنیا پر مغرور مت ہو کہ باعثِ ہلاکت ہے۔ دل کو دوستیٔ خلق سے خالی کرو تو راحت پاؤ۔ بکارِ حق تعالیٰ رہو تو تمہارے کام بنیں۔ مہماتِ دُنیا میں اہتمام تھوڑا کرو تو کفایت حاصل ہو۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کے لئے غمگین نہ ہو تا کہ پریشانی نہ ہو۔ قدرِ نعمت کرو تا کہ تم سے نعمت نہ لے لی جائے۔ خدا تعالےٰ کا شکر بجا لاؤ اگر نعمت دو جہانی چاہتے ہو۔ جاہل کی محبت سے بچو تا کہ دل تاریک نہ ہو۔ حریصِ دُنیا نہ بنو تا کہ ذلیل و خوار نہ ہو۔ جو مانگو با خلاص مانگو تا کہ پاؤ۔ اپنے آپ کو درمیان میں نہ لاؤ معرفتِ حق تعالیٰ کو پہونچو۔ مسکین بنو تو مقبولِ خلائق ہو جاؤ گے۔ دوسرے آدمیوں کا کام نکالو۔ زیردستوں پر شفقت کرو۔ چار چیزیں آدمی کو سُست کر دیتی ہیں، دشمنِ غدار، صحبتِ ناسزاوار، قرضِ بسیار، عقلِ بے شمار، چار چیزیں دولت کی نشانی ہیں "رائے درست رکھنا، اپنا راز کسی سے نہ کہنا، انسانوں سے نیکی کرنا، غرور دُور کر دینا" جھوٹی قسم نہ کھائے، جھوٹ نہ بولے، خلافِ وعدہ نہ کرے۔ کسی خلق پر لعنت نہ کرے۔ کسی کے لئے بددُعا نہ کرے اگرچہ اُس سے آزار ہی کیوں نہ پہونچا ہو۔"

روشن ضمیری

جناب صوفی عبدالغفور شاہ صاحب ساکن گلبرگہ شریف نے فرمایا کہ ۱۹۵۱ء میں، میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں مرید ہو رہا ہوں۔ اس خواب کو دیکھنے کے بعد مجھے بہت حیرانی ہوئی۔

تعجب اس بات پر تھا کہ میرے ذہن کے کسی گوشہ میں بھی اس قسم کا کوئی تصور نہ تھا۔ میں اسکول میں مُدرّس تھا، دورانِ ملازمت ہی نہیں بلکہ پنشن ہو جانے کے بعد بھی زندگی میں کسی بزرگ کی محفل میں شرکت کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اب اچانک بغیر کسی وہم وگمان کے مرید ہونے کا خواب دیکھنا، فطری طور پر انتہائی تعجب خیز امر تھا۔ کچھ عرصہ گزر گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خواب کے نقوش بھی ذہن میں دُھندلانے لگے۔ ان ہی ایام میں جناب صوفی عبدالقادر صاحب روضۂ بزرگ گلبرگہ کے مکان پر غیر معمولی چہل پہل ہونے لگی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کوئی بزرگ تشریف لائے ہیں۔ اور چہل پہل اُن کے معتقدین اور مریدین کی آمد و رفت کی وجہ سے ہے۔ خلافِ توقع میرے دل میں یہ اشتیاق ہُوا کہ جس بزرگ کی خدمت میں اتنی کثرت سے لوگ آرہے ہیں کم از کم زیارت ہی کر لی جائے۔ شوقِ دیدار نے قدموں کا رُخ صوفی عبدالقادر شاہ صاحب کے مکان کی طرف پھیر دیا۔ محفلِ سماع کا آغاز ہو چکا تھا۔ دُور سے حضرت قبلہ کا دیدار ہُوا، قلب میں عجب طرح کی کیفیت کا احساس ہُوا۔ عرصۂ دراز کے دیکھے ہوئے خواب کے نقوش ذہن کے پردے پر اُبھرنے لگے، کچھ دیر ٹھہر کر گھر واپس چلا آیا۔ اب شوقِ دیدار نے شوقِ ملاقات کی صورت اختیار کر لی۔ اگلے روز دن میں حاضرِ خدمت ہو کر ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔ ملاقات کے بعد قلب خلوت کا تمنائی ہوا۔ ایک دن خلوت میسّر ہو گئی۔ دست بستہ عرض کیا، حضور! دُنیا دیکھ لی، بلکہ دُنیا سے جی بھر گیا، ملازمت سے ریٹائرڈ ہو گیا، پنشن ملتی ہے۔ اب آخرت کا خیال دل کو پریشان کیے رکھتا ہے، ایسی کون سی صورت ہے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ میری باتیں سُن کر حضرت قبلہ پر رقّت طاری ہو گئی اور چشم مبارک سے آنسو بہنے لگے، کچھ دیر کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا، بھائی بندہ نواز کی بارگاہ میں اسی مقصد کو لے کر میں بھی حاضری دیتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اجازت چاہی، تو فرمایا، اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ بزرگانِ دین تیری دستگیری کریں گے، ناامید نہ ہو۔ ہمارا کام اس کی بارگاہِ بیکس پناہ میں ہاتھ پھیلانا ہے،

ایک دن محفلِ سماع جاری تھی، مجمع کثیر تھا، میں سب سے پیچھے کھڑا ہوا دُور ہی سے حضرت قبلہ کا دیدار کر رہا تھا۔ آج جب گھر سے چلا تھا تو ایک تمنّا دل میں پیدا ہو گئی تھی، کہ حضرت قبلہ ایک کلاہِ مبارک عطا فرمادیں تو زہے نصیب، مگر اس تمنّا کو حضرت قبلہ کے سامنے بیان کرنے میں شرم محسوس ہوتی تھی۔ شرم کی وجہ سے کسی اور سے بھی بیان نہ کر سکا۔ بس دل کی بات دل میں لئے دُور ہی سے محو دیدار تھا کہ ایک صاحب نے آکر خیالات کا سلسلہ یہ کہہ کر منقطع کردیا آپ کو حضرت قبلہ یاد فرمارہے ہیں، حاضر خدمت ہو کر قدم بوسی کی اور ایک طرف بیٹھ گیا، حضرت قبلہ نے تبسّم فرماتے ہوئے کلاہِ مبارک عطا کردی۔ حاضرین حیران تھے کہ کیا معاملہ ہے ادھر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، میں نے دست بستہ عرض کیا میں بہت خوش نصیب ہوں کہ آپ نے میری التجا قبول فرمالی اور اپنے دامنِ فیض میں مجھ گنہگار کو لے لیا۔ یہ تھی آپ کی روشن ضمیری، کہ اتنے کثیر مجمع میں ہر ایک فرد پر کس قدر توجہ فرماتے تھے۔ آج میرے خواب کی تعبیر میرے سامنے تھی۔ فللہ الحمد علیٰ ذالک

ایک مرتبہ حضرت قبلہ بمبئی سے گلبرگہ شریف دربارِ عالیہ حضرت گیسو دراز، بندہ نواز میں حاضری کی سعادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آٹھ مریدین اور خلفاء آپ کی خدمت کے لئے ہمراہ گئے۔ صوفی عبدالقادر شاہ صاحب (جو حضرت قبلہ کے عاشق مرید ہیں) کے یہاں قیام ہوا۔ دستور کے مطابق شب میں حلقۂ ذکر اور محفلِ سماع کا انعقاد ہوتا تھا۔ فیض یابی کے لئے شہر کے حضرات کثرت کے ساتھ حاضرِ خدمت ہو کر دامنِ فیض سے وابستہ ہونے لگے۔ حضرت قبلہ کی توجۂ باطنی کی تجلّیات کا کچھ ایسا نظارہ دیکھنے میں آرہا تھا کہ آپ کی محفل میں حاضر ہونے والا ہر شخص، ہر ایک مرید آپ پر اس طرح نثار ہونے کی کوشش میں لگ جاتا جیسے شمع پر پروانہ، جو حضرات حلقۂ ذکر میں بیٹھتے وہ ذکر کی رُوحانی حلاوت سے سرشار ہو جاتے، محفلِ سماع میں شریک ہونے والے حضرات جذب و حال، کیف و مستی میں تڑپتے، بے چین و بیقرار ہو جاتے۔ یہ صورتِ حال مقامی حضرات کے لئے بالکل نئی تھی، حقیقت

ناشناس لوگوں نے اعتراضات کرنے شروع کردیئے، یہاں تک کہ ایک بڑا حلقہ مخالفت پر کمربستہ ہوگیا۔ شہر کا کوئی فرد مُرید ہوتا تو اغیار اس کو ڈانٹتے، بُرا بھلا کہتے، اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ دو چار آدمی محفل میں آتے اور وجد وحال کرنے والے کو محفل سے زبردستی اُٹھا کرلے جاتے حضرت قبلہ مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے یہ سب تماشا دیکھتے رہتے، اور کچھ نہ فرماتے، خدّام کی کیا مجال کہ حضرت قبلہ کے معاملے میں دخل اندازی کریں۔ ایک جمعرات کو مخالفین تقریباً ڈیڑھ سو یا دو سَو کی تعداد میں اس بات پر متفق ہوکر جمع ہوئے کہ اگر یہ صوفی لوگ محفلِ سماع میں وجد وحال کریں گے تو ہم لوگ شوروغل اور فساد کرکے مجلس کو منتشر کردیں گے۔ مخالفین کے اس منصوبے کی خبر ہم لوگوں تک پہونچ گئی تھی۔ حسبِ معمول شب میں حلقۂ ذِکر ہُوا، اس کے بعد محفلِ سماع کا آغاز ہوا۔ قوّال نے حضرت خواجہ محمد عثمان ہارونی (پیرومرشد خواجہ خواجگان غریب نواز قُدِسَ سِرُّہٗ) کی مشہور معروف غزل کا یہ مصرع پڑھا

ع نمی دانم کہ آخر چوں دمِ دیدار می رقصم

تو گلبرگہ شریف کے متعارف مست فقیر جن کا لباس بھی بوسیدہ تھا، مگر اس کے باوجود تمام اہلیانِ شہر اُن کو عزّت واحترام سے دیکھتے تھے اور اُن کے منصب کے بارے میں تمام مقامی حضرات کو اس بات کا یقین تھا کہ یہ حضرت گلبرگہ شریف کے قطب ہیں، ان حضرت پر یہ مصرع سُن کر کیفیت طاری ہوگئی اور بھری مجلس میں سب کے سامنے وجد کرنے لگے۔ ان حضرت کا یہ حال دیکھ کر تمام مخالفین تعجب وحیرت کے سمندر میں ڈوب گئے۔ اور وہاں سے کھسک جانے میں ہی عافیت سمجھی، یکے بعد دیگرے سب کے سب محفل سے خاموشی کے ساتھ اُٹھ کر چلے گئے۔ جس ارادے سے آئے تھے وہ پورا نہ ہوسکا۔

ایک دن ایسا ہُوا کہ حضرت قبلہ کے چہیتے خلیفہ محترم صوفی علی حسین شاہ صاحب کو ایک مقامی آدمی بُلا کرلے گیا۔ تھوڑے ہی فاصلہ پر تقریباً ڈیڑھ سو آدمی پہلے سے

جمع تھے صوفی علی حسین شاہ صاحب جب اُس مجمع کے قریب پہونچے تو چاروں طرف سے آوازیں آنی شروع ہو گئیں "مارو، مارو"۔ مگر کسی نے کہا "ٹھہرو" اور صوفی علی حسین شاہ سے کہا گیا کہ تم آٹھوں آدمی اپنے پیر کو لے کر ابھی اسٹیشن پہونچ جاؤ۔ اور شہر خالی کر دو۔ جب تک ٹرین کا وقت ہو وہیں انتظار کرو۔ آج رات ہی تم سب لوگوں کو یہاں سے چلے جانا ہے۔ ورنہ تم سب کی خیریت نہیں۔ ورنہ ہم لوگ تمہارے ساتھ بہت بُرا سلوک کریں گے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سخت سُست کہا۔ صوفی علی حسین شاہ صاحب نے واپس آکر تمام ماجرا پیر بھائیوں کو سُنایا مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ حضرت قبلہ سے کوئی اس کا ذکر کرے۔ پندرہ بیس روز حضرت قبلہ کا قیام گلبرگہ شریف میں رہا اور شہر میں مخالفین کا یہ زور، مگر اس تمام کے باوجود مالکِ خانہ نے یا کسی خادم نے حضرت قبلہ سے اس واقعہ کا تذکرہ بالکل نہیں کیا۔ بلکہ حضرت قبلہ کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا گویا حضرت قبلہ ان تمام معاملات سے واقف ہیں تقریبًا بیس روز کے بعد حضرت قبلہ اور ہم تمام خادموں کی واپسی ہوئی، اس عرصہ میں مخالفین کی ہر طرح کی کوششوں کے باوجود حضرت قبلہ کے کسی بھی معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اس سفر سے واپسی کے کچھ عرصہ بعد مرشد نگر سے حضرت قبلہ کا گرامی نامہ آیا۔ تحریر فرمایا تھا کہ فلاں فلاں آٹھ افراد گلبرگہ شریف حاضر ہو کر حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نواز قدّس اللہ سرّہُ العزیز کے عرس میں شرکت کرو۔ اور قوّالی کے ساتھ چادر شریف مزارِ اقدس پر پیش کرو۔ چنانچہ حضرت قبلہ کے حکم کی تعمیل کی گئی بمبئی سے گلبرگہ شریف جانے والوں کے قلب و دماغ میں اُس وقت کی مخالفتوں کا نقشہ موجود تھا، لیکن اس مرتبہ حاضری کے موقع پر یہ بھی اک تعجب خیز اَمر تھا کہ اب ایک فرد بھی مخالفت کرنے والا نظر نہیں آیا حضرت قبلہ کے یہ خدّام آٹھ روز تک وہاں مقیم رہے اور حسبِ معمول حلقۂ ذکر فاتحہ خوانی، محفلِ سماع ہوتی رہی۔ حضرت قبلہ کی توجّہات سے گلبرگہ شریف میں مریدین کثیر تعداد میں ہیں نیز حضرت

قبلہ کے متعدد خلفائے کرام سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی توسیع اور افادۂ عوام میں مصروف ہیں۔

تصرفات

جناب حاجی حکیم ضیاءالدین صاحب ساکن محلہ مردہان، فرید پور (یوپی) نے بتلایا کہ ایک شخص جس کا نام ریاست اللہ عرف للو تھا، میران پور کٹرہ کا رہنے والا تھا، محکمۂ سی۔ آئی۔ ڈی میں تھانہ فرید پور میں تعینات تھا۔ فرید پور میں جناب صادق علی صاحب کے مکان پر عرس تھا، قل شریف کے موقع پر معتقدین اور مریدین شیرینی پیش کر رہے تھے۔ ریاست اللہ سپاہی نے بطور مذاق دو عدد چھوٹی سی پڑیوں میں قل شریف میں شیرینی پیش کی۔ ہونٹوں پر بھی طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ حضرت قبلہ مسند پر جلوہ افروز تھے اور وہاں بیٹھے بیٹھے یہ تمام ماجرا دیکھ رہے تھے۔ عرس شریف کے اختتام پر مہمان وغیرہ رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن چاند کی ۱۸ تاریخ تھی، آپ نے اُس سپاہی کو بلوایا۔ جب وہ حاضر خدمت ہو گیا، تو آپ نے اُسے بیٹھنے کو اشارہ کیا جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے اس سے فرمایا پڑھو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اُس نے پڑھا۔ دوبارہ آپ نے فرمایا' ارے زور سے پڑھ۔ اُسوقت آپ پر جلال کی کیفیت تھی۔ مریدین اور معتقدین اس کیفیت کو دیکھ کر کانپ اٹھے، اور آپ کے سامنے سے ہٹ گئے۔ بس اُس سپاہی کا زور سے پڑھنا تھا کہ ایک دم اُس نے کپڑے پھاڑنے شروع کر دیئے۔ اور دیوانگی کی حالت میں دو دن تک پھرتا رہا۔ اس دوران آپ کے پاس ہیڈ کانسٹبل اور تھانہ کا انچارج آیا اور کہا کہ ہم اس کی غیر حاضری لکھ دیں؟" آپ نے فرمایا کہ ایسے ہی رہنے دو۔" اس کے بعد حکیم حاجی ضیاءالدین صاحب نے حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ سالک فقیر ہیں، اس کی غلطی کو معاف فرما دیں۔ وہ سپاہی بھی حکیم صاحب کے ساتھ خدمت اقدس میں آیا تھا، حضرت قبلہ نے اس کی پیٹھ پر ایک ہاتھ مارا، اور اپنی چادر اُڑھا دی، وہ

فوراً اُسی وقت باہوش ہوگیا اور حضرت قبلہ کی چادر مبارک اوڑھے ہوئے اپنی قیام گاہ پر آیا۔ پھر نہا کر اور پاک صاف کپڑے پہن کر حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرف غلامی سے فیض یاب ہوا۔ حضرت قبلہ نے اُس سے فرمایا "میری چادر؟" اس نے عرض کیا کہ "حضور وہ مجھے عنایت فرما دیں۔" حضرت قبلہ نے خاموشی اختیار فرمائی، اور اس نے اس مبارک چادر کو عطر میں بسا کر بڑے پیار اور احترام کے ساتھ اپنے پاس رکھ لیا۔"

●

آقائی و مرشدی الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ صوفی عبدالمجید شاہ قبلہ ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ بمبئی میں ان کی ٹیلرنگ شاپ ہے۔ ایک مرتبہ موصوف اپنے وطن پلی بھیت گئے، دُکان ملازمین کے سپرد کی اور ہم سے فرمایا کہ دُکان کی دیکھ بھال رکھئے گا، ہم مقدمہ کی تاریخ تک واپس آجائیں گے۔ وقت مقررہ پر خود تو تشریف نہ لا سکے بلکہ ایک خط ہمارے نام آیا، جس میں تحریر تھا کہ مقدمہ کی تاریخ بڑھوا دیجئے۔ ہماری ملاقات ہمارے پیر و مرشد سے پندرہ برس کے بعد ہوئی ہے۔ اور آج کل حضرت قبلہ کی صحبت اور خدمت میں دن گذر رہے ہیں، جب تک مجلس سرکار سے اجازت نہیں ملے گی ہم نہیں آسکیں گے خط میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ "ہم نے داڑھی رکھ لی ہے۔" اس بات پر یقین نہیں آیا۔ کیونکہ صوفی عبدالمجید شاہ مروّجہ فیشن کے اعتبار سے بہت ہی ٹھاٹ باٹ سے رہنے والے آدمی تھے۔ اور عمر بھی ۲۵ یا ۲۶ برس کی ہوگی۔ لیکن جب بمبئی واپس آئے تو انہیں دیکھتے پر یقین نہ آیا۔ مگر حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے چہرہ پر داڑھی، سر پر تاج جہانگیری اور جسم پر کوٹ شرٹ اور ٹائی کی جگہ کُرتا پینٹ کے بجائے تہبند، اُن کا یہ صوفیانہ لباس و روش دیکھ کر ہمارے قلب و ذہن نے فوراً فیصلہ صادر کر دیا کہ اس شخص میں اس طرح کی تبدیلی کسی معمولی انسان کے بس کی بات نہیں، یہ تو کسی ولیٔ کامل کے تصرف ہی سے ہو سکتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، حضرت سلطان الاولیاء کے فیضِ نظر اور تصرف سے

مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہو کر بندگانِ خدا کی رُشد و ہدایت میں مشغول ہیں، ہزاروں افراد آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہیں بیشک حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی ذاتِ گرامی :

ع "آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند"

کی جیتی جاگتی تصویر تھی ایسی تصویر جسے قدرت نے بیشمار صفاتی رنگوں سے مزین فرمایا تھا۔

●

فرید پور میں قیام کے دوران حضرت قبلہ نے ایک مرتبہ "احمداللہ" نامی ایک لڑکے کو اس کے گھر سے بلوایا، بلانے کے لیے جانے والے شخص سے احمداللہ کی والدہ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ للّو کا تو یہ حال ہو گیا تھا، اب میرے بچّے کو کوئی بات ہو گئی تو کیا ہو گا؟ اس لیے میں نہیں بھیجوں گی۔ قاصد واپس آ گیا، حضرت قبلہ نے بھی خموشی اختیار کر لی۔ اور پھر اچانک اس لڑکے کی طبیعت ایسی خراب ہوئی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ تو اس لڑکے کی والدہ، حکیم ضیاء الدین اور کچھ لوگ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے، حضرت قبلہ نے صوفی انعام اللہ شاہ صاحب (جو حضرت قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ تھے) سے فرمایا "جاؤ، کان میں کلمہ پڑھ دینا، حکم کی تعمیل کی گئی صوفی انعام اللہ شاہ صاحب نے اس لڑکے کے کان میں کلمۂ توحید پڑھا، لڑکا ٹھیک ہو کر حاضرِ خدمت ہوا اور مُرید ہو گیا۔

خواب میں تصرّف

اللہ والوں کے فیضان کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ان کے فیضان کا دریا ہمیشہ جاری رہتا ہے، اس میں رات اور دن کی کوئی تخصیص نہیں، اور فائدہ اٹھانے والے بحالت بیداری ہی نہیں بلکہ بحالتِ خواب بھی ان کی نورانی اور رُوحانی شعاعوں سے روشنی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ مرشدی و آقائی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ

ہمارے دفتر (عالمگیر ہوٹل کے دفتر) میں ایک صاحب منشی نصیح کام کرتے تھے، حساب کتاب میں مہارت کے ساتھ ساتھ خوش خط بھی تھے، شجرہ طیبہ میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے ایک شعر چھوٹ گیا تھا۔ پانچ سو نسخوں میں یہ شعر لکھنا تھا، منشی جی سے کہا گیا کہ آپ یہ شعر شجرۂ طیبہ میں لکھ دیں۔ وہ آمادہ ہو گئے، مگر اُن کی آنکھوں میں سخت تکلیف تھی، مگر اس کے باوجود وہ لکھنے بیٹھ گئے، دو چار شجروں میں شعر لکھنے کے بعد جب مزید لکھنا دشوار ہو گیا تو وہ آنکھیں بند کر کے کچھ آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے، لیٹے لیٹے انہیں نیند سی آ گئی، خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ دفتر میں تشریف لائے ہیں، حضرت قبلہ روحی فداہ کو دیکھ کر وہ احتراماً کھڑے ہو گئے حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا، "بیٹھ جاؤ"۔ تم جو کام کر رہے ہو وہ بہت ضروری ہے، اس کے بعد حضرت قبلہ نے ان کی آنکھوں پر اپنے دست مبارک کے انگوٹھے رکھ دیئے، اُسی وقت اُن کی آنکھ کھُل گئی، اُن کو محسوس ہُوا کہ تکلیف بالکل ختم ہو گئی، بلکہ آنکھوں میں روشنی پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہو گئی۔

منشی نصیح صاحب عموماً دفتر کے کاموں میں اس قدر مصروف رہتے تھے کہ حضرت قبلہ کی صحبت بابرکت سے فیضیابی کا بہت ہی کم موقع مل پاتا تھا۔ لیکن حضرت قبلہ کے اس باطنی تصرف کے بعد ان کی آنکھیں کھُل گئیں خواب سے بیدار ہوئے تو اُن پر رقت طاری تھی۔ یہ پہلا دن تھا کہ ہم نے نصیح صاحب کو حضرت قبلہ کی خدمت میں آنسوؤں کی صورت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے دیکھا

ع شاہاں چہ عجب، گر بنوازند گدا را۔

کمسن بچوں پر تصرف

باشعور، عمر دراز افراد کے بارے میں تو یہ امر قرینِ قیاس ہے کہ وہ کسی کی ظاہری شخصیت، گفتگو، چال ڈھال سے متاثر ہو جائیں، لیکن بچوں کی بات بالکل الگ تھلگ ہے،

اُن کی پاکیزہ دنیا میں اس قسم کے تکلفات کا گذر نہیں ہوتا۔ لیکن بچّوں کی اس پاک صاف دنیا میں بھی بزرگوں کے نورانی و روحانی اثرات کس طرح پاکیزگی کی خوشبوئیں بکھیرتے ہیں، اس کا اندازہ زیر نظر واقعہ سے ملاحظہ فرمائیے۔

آقائی و مرشدی زیدت فیوضہم ارشاد فرماتے ہیں، کہ حضرت قبلہ کا قیام ہمارے غریب خانے پر تھا۔ کھانے کیلئے دسترخوان بچھادیا گیا تو ہماری اہلیہ باورچی خانے سے ایک ایک چیز سلطان میاں (صاحبزادہ حضرت آقائی و مرشدی) کے ذریعہ بھیج رہی تھیں۔ روٹی کے سلسلہ میں یہ اہتمام کیا گیا کہ تازہ و گرم روٹی حضرت قبلہ کے دسترخوان پر ہو۔ جب دسترخوان پر کئی روٹیاں ہوگئیں تو ہم نے باورچی خانے میں جاکر منع کیا کہ اب روٹی نہ بھیجو اور سلطان میاں کو بھی منع کیا کہ اب کچھ نہ لے جانا۔ لیکن منع کرنے کے باوجود وہ نہیں مانے۔ اور کچھ نہ کچھ لاکر حضرت قبلہ کے دسترخوان پر رکھتے رہے، سلطان میاں کی یہ بات ہمیں ناگوار سی گذری کہ ہم منع کررہے ہیں اور یہ لڑکا مانتا نہیں۔ لیکن جب سلطان میاں کی حالت پر غور کیا تو واضح ہوا کہ وہ یہ سب باتیں حضرت قبلہ کی ضیافت کے شوق میں بے اختیارانہ طور پر کررہے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ وہ حضرت قبلہ کو کھانا کھلانے کے شوق میں اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے حضرت قبلہ کے سامنے پلیٹیں بڑھا رہے ہیں اور ساتھ ہی حضرت قبلہ کے چہرۂ انور کو دیکھتے بھی جاتے ہیں، گویا اصرار کررہے ہیں کہ حضرت قبلہ اور کھائیں۔ اور حضرت قبلہ بھی عجب انداز سے مسرت کے ساتھ، خموشی سے ان کی لائی ہوئی چیزوں کو تناول فرمارہے ہیں۔ اس سے پہلے ایسا منظر ہماری نظروں سے نہیں گذرا، اور نہ اس کے بعد، کیونکہ اوّل تو حضرت قبلہ بہت ہی کم خوراک تھے اور پھر دسترخوان پر کسی کی کیا مجال کہ اپنی مرضی سے کوئی چیز حضرت قبلہ کے آگے بڑھائے، اور حضرت قبلہ اس کو تناول فرمالیں، مگر اس وقت کی کیفیت دیکھ کر ہمارے دل سے بے ساختہ یہ نکلا، اللہ اکبر، سات سال کے بچّے کی کیا بساط، کہ وہ اپنے اختیار سے ایسا کرگذرے، بیشک حضرت قبلہ کے تصرّف نے اسے اس قدر گرویدہ اور بے خود کردیا کہ

وہ آپ کی تواضع اور مہمانداری میں بالکل منہمک ہو گیا۔

فرید پور کے اطراف میں میوالاڑ پور، ایک گاؤں ہے۔ یہاں میواتی لوگ رہتے ہیں۔ اسی گاؤں میں ایک عورت حضرت قبلہ کی مُرید تھی، اُس نے ایک مرتبہ حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں نہایت عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ عرض کیا حضور گھر میں اب تک کوئی چراغ روشن نہ ہو سکا، حضور دُعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری گود ہری کر دے۔ حضرت قبلہ نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور خاموشی اختیار کر لی اُس نے پھر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا "اچھا بھائی دُعا کریں گے۔" حضرت قبلہ کی دُعا بارگاہِ خداوندی میں قبول ہو گئی، اور کچھ ہی عرصہ میں اُس کی زندگی کے چمن میں ایک خوشنما پھول کِھلا، اس کی محبّت اور عقیدت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ جب اُس کا لڑکا چھ مہینے کا ہُوا تو اچانک ایسا بیمار ہو گیا کہ اس کے بچنے کی کوئی اُمید ہی نہ رہی، کافی علاج کے باوجود لڑکا جانبر نہ ہو سکا، اور اس کا انتقال ہو گیا۔ اہلِ خانہ اور متعلقین نے اس کے کفن دفن کا انتظام کرنا شروع کر دیا۔ لیکن اس عورت کی عقیدت دیکھئے وہ کہتی تھی کہ یہ نعمت تو مجھے میرے پیر کی دُعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی، یہ مجھ سے کیسے چھینی جا سکتی ہے۔ سب کے سمجھانے کے باوجود اُس کو یقین ہی نہیں آیا کہ اُس کا لڑکا مر گیا ہے۔ اتفاق کی بات، حضرت قبلہ اُس وقت فرید پور میں حضرت صوفی عزیز اللہ شاہ صاحب کے مکان پر جلوہ افروز تھے۔ وہ عورت اُس مُردہ لڑکے کو لے کر فرید پُور آ گئی اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر حضرت قبلہ کے قدموں میں رکھ کر کہنے لگی "پیر جی آپ نے جو امانت مجھے دی وہ امانت لے لیجیے" حضرت قبلہ نے حسبِ عادت انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا "اپنے پیر بھائیوں سے کہہ کر اس پر پڑھ کر پھونک دیں، اس کی سانس اُلجھ گئی ہے۔" لہٰذا سب پڑھ پڑھ کر اُس پر دم کرنے لگے، اور حضرت قبلہ مراقبہ کی کیفیت میں آنکھیں بند کر کے منہمک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھئے کہ حضرت قبلہ کی توجہ سے اس لڑکے میں سانس چلنے کی حرکت محسوس

ہونے لگی، اور پھر آہستہ آہستہ زندگی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ لڑکے نے آنکھیں کھول دیں۔ اس وقت حاضرین کی حیرت و مسرت تو اپنی جگہ تھی مگر اُس عورت کی خوشی کا کیا ٹھکانہ، فوراً اُس نے حضرت قبلہ کی قدم بوسی کی، بلکہ قدموں سے چمٹ گئی، حضرت قبلہ نے فرمایا "جا" چنانچہ وہ خوشی خوشی اپنے لڑکے کو لے کر گھر روانہ ہو گئی۔"

★ حضرت قبلہ روحی فداہ کی چشم مبارک میں موتیا کا اثر ہو گیا۔ اس سلسلہ میں نہ کبھی حضرت قبلہ نے کچھ فرمایا اور نہ کسی خادم نے یہ محسوس کیا کہ آپ کی آنکھ میں موتیا ہے۔ بمبئی میں قیام کے دوران آپ نے اپنے ایک پارسی عقیدت مند سہراب سے فرمایا کہ تم کسی آنکھ کے ڈاکٹر کو جانتے ہو۔ ہمیں اپنی آنکھ کا معائنہ کرانا ہے۔" سہراب صاحب نے "ڈاکٹر دستور" کا نام بتلاتے ہوئے کہا، کہ وہ آنکھوں کے علاج میں بہت مشہور ہیں اور آپریشن بھی کرتے ہیں۔ بمبئی میں اُن کا ذاتی اسپتال فلورا فاؤنٹن پر ہے۔ آپ اجازت دیں تو ٹیلی فون پر رابطہ قائم کر کے وقت مقرر کر لیا جائے گا۔ حضرت قبلہ کی اجازت پاکر انھوں نے ڈاکٹر دستور کو ٹیلی فون کیا۔ ڈاکٹر دستور صاحب نے اُسی دن شام کو ۴ بجے کا وقت ملاقات کے لئے دے دیا۔ وقتِ مقررہ پر سہراب صاحب اور کچھ مریدین حضرت قبلہ کو ڈاکٹر دستور کے اسپتال واقع فلورا فاؤنٹن لے گئے۔ ڈاکٹر نے معائنہ کیا، اور کہا کہ "موتیا" آپریشن کے لائق ہو گیا ہے۔ ایک دوا لکھ کر دی کہ اس کو چار روز آنکھوں میں ڈالیں، چار دن کے بعد ٹھیک چار بجے دن میں اسپتال میں آجائیں، آپریشن ہو جائے گا۔ آپریشن فیس ساڑھے چار سو روپے بتائی گئی جسے ہم نے منظور کر لیا چار دن کے بعد مقررہ وقت پر حضرت قبلہ کے ہمراہ ہم لوگ ڈاکٹر صاحب کے اسپتال پہونچ گئے۔ ڈاکٹر نے آپریشن کر دیا۔ اس سلسلہ میں تقریباً بیس یا بائیس ۲۲ دن حضرت قبلہ کو اسپتال میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ مزاج پُرسی کے لئے مریدین اور معتقدین کی کثیر تعداد میں آمد و رفت رہتی تھی، بہت سے مریدین حضرت قبلہ کی خدمت میں رہتے تھے، جن کے ہمراہ حضرت قبلہ اسپتال میں باقاعدہ دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے تھے۔ ایک

دن حضرت قبلہ حسبِ معمول دس' بارہ مریدین کے ہمراہ دستر خوان پر کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کہ ڈاکٹر دستور کی بیوی آپ کے کمرے میں آئی اور کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر واپس چلی گئی۔ دوسرے دن پھر آئی اور حضرت قبلہ سے کہنے لگی "تو خدا کا ولی ہے" میں نے کل تجھے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو یہ محسوس ہُوا کہ تو اس طرح کھانا کھا رہا تھا جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) اپنے حوارین کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت وہ کبھی انگریزی زبان میں کبھی اُردو زبان میں کچھ بات کر رہی تھی۔ اُس دن کے بعد سے حضرت قبلہ جب تک اسپتال میں مقیم رہے وہ روزانہ آتی' اپنے ساتھ مختلف قسم کے پھل' کیک' بسکٹ' مٹھائی وغیرہ لاکر قبلہ کی خدمت میں مؤدبانہ پیش کرتی۔ بلکہ ڈاکٹر جو دوائیاں لکھتا اپنے پیسے سے خرید کر لاتی۔ اب صورتحال یہ ہوگئی کہ اسپتال کا تمام عملہ حضرت قبلہ کا گرویدہ ہوگیا۔ اسپتال کا صدر دروازہ تمام رات کھلا رہتا۔ اور مریدین و معتقدین کی آمدورفت ہمہ وقت جاری رہتی۔ (دستور' پارسی مذہب کے مبلّغ کو کہتے ہیں) ڈاکٹر اور اس کی بیوی دونوں ہی پارسی مذہب کے مبلّغ تھے۔ ڈاکٹر کی طرف سے جب اسپتال سے رخصتی کا اجازت نامہ مل گیا' اور حضرت قبلہ کو مکان لانے کی تیاری ہونے لگی تو اسی اثنا میں ڈاکٹر کی بیوی آگئی۔ اُس نے حضرت سے مخاطب ہوکر کہا "تو اپنی آنکھ دکھلا' اب کیسی ہے؟ اُس وقت ہرے کانچ کا چشمہ آپ لگائے ہوئے تھے۔ آپ نے چشمہ اُتارا ہی تھا کہ وہ عورت بے ہوش ہوکر گر پڑی۔ صرف ڈاکٹر کی بیوی ہی نہیں بلکہ جتنے مریدین اور معتقدین وہاں موجود تھے اُن سب پر بھی' ہوش اور بے ہوشی کی سی کیفیت کا ایک عجیب و غریب لمحہ گذر گیا۔ ڈاکٹر دستور دروازے میں کھڑے ہوئے یہ تمام ماجرا دیکھ رہے تھے وہ بھی سکتے کے عالم میں رہ گئے"۔ کافی دیر کے بعد حضرت قبلہ کی اسپتال سے رخصتی ہوئی۔ اس کے بعد وہ حضرت قبلہ کی قیام گاہ پر حاضری دینے لگی۔ حضرت قبلہ ہمیشہ اُس سے فرماتے کہ تم تنہا نہ آیا کرو' اپنے شوہر کو بھی ساتھ لایا کرو۔ ایک مرتبہ اس کے تنہا آنے پر حضرت قبلہ نے مجلس میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔" آقائی و مرشدی حضرت الحاج میاں صوفی احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا' ہمارے

غریب خانے پر حضرت قبلہ کا قیام تھا۔ رات کے وقت مریدین ذکر الٰہی کے لئے حلقے کی صورت میں بیٹھتے اور حضرت قبلہ مسند پر جلوہ افروز ہوتے، اس تمام منظر کو ڈاکٹر دستور کی بیوی بڑے غور اور اشتیاق کے ساتھ دیکھتی تھی، سُننے میں یہ بھی آیا کہ وہ اپنے مکان پر ذکر جلی کیا کرتی تھی جس کی آواز سے آس پاس کے پارسی جمع ہو جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے محکمہ خفیہ پولس میں ایک رپورٹ درج کرائی، جس کی انکوائری کے لئے راوی کے یہاں خفیہ پولس کے تین افسران بھی آئے راوی نے جو کچھ آنکھوں سے دیکھا تھا، بیان کر دیا، بیان قلمبند کر کے چلے گئے۔ ان تین پولس افسران کے ساتھ دو پارسی حضرات بھی تھے۔ اس کے بعد ہمیں کوئی ایسی اطلاع نہیں ملی کہ خفیہ پولس کے افسران نے حضرت قبلہ سے براہ راست بات چیت کی ہو۔

★ گلبرگہ شریف میں حضرت قبلہ کے ایک خلیفہ عبدالقادر اونٹ والے کے لڑکے کی بیماری کا سلسلہ چل رہا تھا۔ ڈاکٹروں کے علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا، اور نوبت یہاں تک آگئی کہ زندگی سے مایوسی ہوگئی، ڈاکٹر بھی نا اُمید ہوگئے، اتفاقاً اس وقت حضرت قبلہ گلبرگہ شریف میں قیام فرما تھے۔ رات کو حسبِ معمول محفلِ ذکر منعقد ہوئی، اس کے بعد سماع کا سلسلہ شروع ہوا، سماع کے دوران انھوں نے بچے کو گھر سے لا کر حضرت قبلہ کے قدموں میں رکھ دیا۔ بچے کی ظاہری حالت ایسی تھی کہ کسی کو اس کے بچنے کی امید نہ تھی، آنکھیں بند اور بے ہوش تھا۔ ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہوگئے تھے۔ حضرت قبلہ نے بچے کی طرف دیکھا اور دُعا فرمائی۔ بفضلہ تعالیٰ بچے نے آنکھیں کھول دیں، سانس کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ گویا نئی زندگی مل گئی،

راز و نیاز

"سالک کو مراقبہ کے دوران جو مشاہدات ہوتے ہیں" اصطلاحِ تصوّف میں اس کو "راز" اور "رمز" کہتے ہیں۔ "راز" سے آگاہی سالک کو ہوتی ہے یا سالک کے خالق کو، اس رمز اور راز سے کراماً کاتبین کو بھی آگاہی نہیں ہوتی۔ دراصل یہ وہ احساسات ہیں جن

کا تعلق رُوح سے ہے۔ ان کا ظاہر میں بھی کوئی وجود نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ کوئی تیسرا فردان حقائق تک نہیں پہونچ سکتا۔

البتہ ان احساسات کو سالک کی شدّتِ مشاہدہ، خارج میں وجود عطا کردیتی ہے کراماً کاتبین تو افعالِ ظاہری کو تحریر کرنے کے مکلّف ہیں جن کا وجود خارج میں ہو۔ اوران کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہو۔

اسی طرح مرشد اور مرید کے درمیان بھی بعض مرتبہ ایسی بات ہوجاتی ہے کہ دیگر موجودہ حضرات نہ اُس کو محسوس کرسکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی ذاتِ بابرکات سے متعلق اس قسم کے واقعات متعدد حضرات نے مختلف مقامات پر دیکھے، خلوت میں بھی، ان واقعات کی تشریح کے بارے میں نہ کسی کو اتنی ہمت ہوئی کہ حضرت قبلہ سے معلوم کرسکے اور نہ حضرت قبلہ نے کبھی اس کی وضاحت فرمائی بس جس کے ساتھ جو خاص معاملہ ہُوا وہی اِس رَمز کو سمجھا، یا پھر حضرت قبلہ، دیگر حضرات نے بچشمِ حیرت اس کا مشاہدہ توکیا لیکن اصل حقیقت کی خبر نہ پاسکے۔ اُن بہت سے واقعات میں ایک واقعہ آقائی ومرشدی حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ کی روایت کے مطابق پیشِ خدمت ہے۔

بریلی میں ہمارے غریب خانہ پر حضرت قبلہ قیام فرما تھے۔ عورتوں اور مردوں کی بکثرت خدمت اقدس میں حاضری ہو رہی تھی۔ ہم سے تنہائی میں حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا۔ ”بھائی عورتوں سے میرا دل گھبراتا ہے۔“ دوسرے دن صبح کو دروازے میں کُنڈی لگادی گئی اور ہم نے اپنی اہلیہ سے کہا ”دیکھو کُنڈی مت کھولنا، عورتیں آکر گھس جائیں گی“۔ ہم اندرونِ کمرہ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ کسی نے دروازے پر دستک دی دروازہ کھول کر دیکھا تو ایک صاحب آدھی آستین کی قمیص اور گھٹنوں سے کچھ نیچی لنگی پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ بڑی معصومیت کے ساتھ حضرت قبلہ کے بارے میں دریافت کیا، ہم نے کہا کہ ابھی حضرت قبلہ آرام فرمارہے ہیں، پھر کسی وقت تشریف لائیے گا، اور دروازہ بند کر

کر دیا۔ کافی دیر کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا، باہر کون کھڑا ہے بُلالو" ہم نے یہ سوچتے ہوئے کہ اتنی دیر ہو گئی ہے وہ شخص چلا گیا ہو گا، دروازہ کھولا، دیکھا تو وہ صاحب اُسی طرح معصومیت کے ساتھ باادب کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ اُن کے قریب پہونچ کر ہم نے کہا کہ اندر تشریف لے چلئے، حضرت قبلہ یاد فرمارہے ہیں۔ انھوں نے قدم آگے بڑھایا اور دروازے ہی سے قدم بوسی شروع کر دی۔ کمرے کے اندر داخل ہو کر نیچی نظریں کئے ہوئے حضرت قبلہ کے سامنے دامن پھیلا دیا۔ یہ صاحب ابھی کچھ فاصلے ہی پر تھے کہ حضرت قبلہ نے اپنی جیب سے کچھ پیسے نکالے اور ہاتھ میں لے کر فرمایا "لے" انھوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا، اور پیچھے ہٹتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا کہ "یہ لینے نہیں آیا ہوں۔" حضرت قبلہ نے پھر اپنی جیب سے کچھ اور پیسے نکالے، ہمارا اندازہ تھا کہ اب یہ شخص راضی ہو جائے گا، مگر یہ صاحب پیچھے کی طرف ہٹتے گئے اور کہتے گئے کہ "یہ لینے نہیں آیا۔" حضرت قبلہ نے وہ پیسے اپنی جیب میں نہیں رکھے بلکہ کسی مرید کی طرف ہاتھ بڑھا کر فرمایا "لے" اس کے بعد اس شخص نے زمین بوسی کی اور واپس چلا گیا۔ حضرت قبلہ نے ایک چیخ ماری اور لیٹ گئے، کچھ وقفے کے بعد فرمایا۔ "میرا یہ مرید مجھے لُوٹ کر چلا گیا۔"

ابتدائی دَور سے اہل اللہ سے محبت، درویشوں کی خدمت، اور مفلوک الحال لوگوں کی اعانت آپ کے مزاج میں داخل تھی۔ بزرگانِ دین سے سچی عقیدت، مزارات پر نیازمندی کے ساتھ حاضری، آپ کی فطرتِ سلیم میں شامل تھی، ان تمام معاملات میں متعدد بار ایسے اُمور کا مشاہدہ مریدین اور حاضرین خدمت نے کیا جس کی وجہ کسی کی سمجھ میں نہ آئی، کہ حضرت قبلہ نے ایسا کیوں کیا، اور اس کام میں کیا مصلحت ہے۔ مثلاً آپ نے وصال سے کچھ دنوں پہلے پانچ درگاہوں کے دروازوں پر ہرے رنگ کے پردے لٹکائے۔ سب سے پہلے حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کاکی قدس

سرہٗ العزیز کے مزار مبارک پر پھر حضرت سیدنا محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ العزیز اس کے بعد حضرت سیدنا شاہ فرہاد قدس سرہٗ العزیز کے مزار مبارک پر دہلی میں پردے لٹکائے۔ اس کے بعد حضرت سیدنا علاء الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ العزیز اور پھر آگرہ میں حضرت سیدنا ابوالعلیٰ قدس سرہٗ العزیز اور لکھنؤ میں حضرت سیدنا شاہ مینا قدس سرہٗ العزیز کے مزار پر۔

ان درگاہوں میں چاروں جانب دروازوں پر پردے لٹکائے گئے، پردوں کے لئے کپڑا خریدنے کے لئے دُکان پر آپ بذاتِ خود تشریف لے جاتے تھے پردوں کی سلائی کے لئے جو درزی بلایا جاتا اس سے آپ خود بات کرتے، کسی خادم کو اس میں ذرا سا بھی دخل دینے کی مجال نہ ہوئی یہاں تک کہ جن درگاہوں پر پردے لٹکائے گئے، اس جگہ کا ناپ لینے میں اور پردوں کا سائز تیار کرانے میں درزی کے مددگار خود ہی رہتے۔ ان معاملات میں شروع سے آخر تک کسی نے دخل نہ دیا اور نہ اس کی وجہ دریافت کرنے کی کسی کو ہمت ہوئی۔

پانچ لڑکوں کا پندرہ دن میں انتقال

مرشد نگر میں سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے عرسِ مبارک کے اختتام پر عوام و خواص رخصت ہو چکے تھے، کچھ مخصوص متعلقین، جن کی تعداد پندرہ ۱۵ سے بیس ۲۰ تک ہوگی، حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، دوپہر کا وقت تھا۔ یہ موجودہ پیر بھائی آپس میں ایک دوسرے کی مزاج پرسی، گھریلو حالات اور اہل خانہ کی خیر و عافیت، بچوں کی تعداد اور مشغولیت کے موضوع پر بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت قبلہ اندرونِ خانہ تھے اور مردانہ بیٹھک سے زنانخانہ کا فاصلہ اتنا ہے کہ باہر کی آواز اندر نہ جا سکے اور نہ اندر کی آواز باہر آ سکے۔ اور پھر ادبِ شیخ کی وجہ سے اندازِ گفتگو بھی ایسا تھا جس میں آواز کی بلندی نہیں تھی۔ کافی دیر تک گفتگو کا سلسلہ چلتا رہا۔ اور آپ بیتیاں بیان ہوتی رہیں۔

اُسی رات کو دو ۲ بجے کے قریب حضرت قبلہ اندرونِ خانہ سے باہر مردانہ بیٹھک میں تشریف لائے۔ جناب صوفی خادم شاہ صاحب کو، جو کہ موضع ٹسوا، تحصیل فرید پور، ضلع بریلی کے رہنے والے ہیں، سوتے سے اٹھایا، اور فرمایا "بیٹے ذرا ہماری پیٹھ دبا دو۔" تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "بیٹے! تم لوگ آج دوپہر میں آپس میں کیا باتیں کر رہے تھے؟ خادم شاہ صاحب نے عرض کیا "حضور پر سب روشن ہے۔" ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے کی خیریت، گھریلو اور کاروباری حالات، ایک دوسرے کے بال بچوں کی تعداد کا تذکرہ کر رہے تھے، اس کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا "بیٹے تم نے کیا کہا؟" انھوں نے عرض کیا "حضور! میں نے کہا کہ میرے چھ بیٹے ہیں۔" آپ نے فرمایا بیٹے! آئندہ سال جیٹھ کے مہینے میں پانچ لڑکے مر جائیں گے، کھاتے پیتے مر جائیں گے، چلتے پھرتے مر جائیں گے، پندرہ دن کے اندر مر جائیں گے۔ اس بات کو خادم شاہ صاحب نے صیغۂ راز میں رکھا، کسی پیر بھائی، عزیز و اقارب، حتّٰی کہ بیوی تک کو یہ بات نہیں بتائی۔ لیکن اکثر و بیشتر اُن کے دل میں

یہ خیالات گذرتے اور وہ اپنے آپ کو ثابت قدم رہنے کی دُعا کرتے۔ آخر کار جیٹھ کا مہینہ آگیا۔ شام کے وقت میرا بڑا لڑکا عزیز احمد میرے ساتھ اچھا بھلا کھیت سے واپس آیا، گھر پر آکر کھانا بھی ایک ساتھ کھایا۔ کھانا کھا کر میں عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد آگیا۔ آخری نفل کے لئے نیت باندھ ہی رہا تھا کہ مسجد کے دروازے سے کسی کی آواز آئی "خادم صاحب آپ کے لڑکے کی حالت خراب ہے، طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی ہے۔" نفل نماز ادا کی، گھر آیا، لڑکے کی حالت دیکھی، فوراً ہی حکیم صاحب کو لینے کے لئے گیا، حکیم صاحب کو لے کر جب مکان پر پہونچا، لڑکے کا انتقال ہو چکا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اسی شب میں تکفین و تدفین عمل میں آئی۔

بالکل اسی انداز میں تیسرے دن دوسرا لڑکا صغیر احمد، اچھا خاصا، اچانک بیمار ہوا۔ اور معالج کے پہونچنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ اور پھر چوتھے دن تیسرا لڑکا قدیر احمد بھی اسی طرح اچانک انتقال کر گیا، اس کے تین دن کے بعد چوتھا لڑکا جس کا نام "واجد" تھا اللہ کو پیارا ہو گیا، چار لڑکوں کے انتقال کے بعد ہم فرید پور آگئے، اس وقت حضرت قبلہ کا قیام حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ قبلہ جہانگیر ثانی کی سالانہ فاتحہ کے سلسلہ میں حاجی عزیز اللہ شاہ قبلہ کے مکان پر فرید پور میں تھا، دو دن کے بعد پانچویں لڑکے عبدالمجید کے انتقال کی خبر آئی۔ حضرت قبلہ نے ہمیں بلا کر پوچھا "رہو گے یا جاؤ گے؟" ہم نے عرض کیا حضور! ہم جائیں گے تب بھی اور نہ جائیں گے تب بھی اُسے تو دفن ہی کیا جائے گا۔" یہ سن کر حضرت قبلہ نے خموشی اختیار کر لی اور ہم حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں رہے لیکن اس بارے میں حضرت قبلہ نے پھر کوئی گفتگو نہ کی اور حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں رہنے سے اتنے بڑے حادثہ کا اثر ہمارے دل سے زائل ہو گیا۔

سیدنا سرکار کی زیارت

ایک مرتبہ حضرت قبلہ فرید پور میں تشریف فرما تھے۔ مریدین اور متعلقین کی کافی

تعداد خدمتِ اقدس میں حاضر تھی۔ حضرت قبلہ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر میں بھی نشواے فرید پورا گیا۔ دوسرے دن حضرت قبلہ نے سیّدنا سرکار میں حاضری کا ارادہ کیا۔ آگرہ شریف جانے کے لئے مریدین اور معتقدین حضرت قبلہ کے ساتھ فرید پور اسٹیشن پہونچ گئے۔ حضرت قبلہ کے ساتھ میں بھی اسٹیشن پر آ گیا۔ اسٹیشن پر پہونچنے کے بعد ہمارے ایک پیر بھائی نے حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا، حضور کتنے ٹکٹ آئیں گے؟ آپ نے فرمایا گیارہ ٹکٹ لے آو۔ ان گیارہ ٹکٹوں میں میرا ٹکٹ شامل نہیں تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر میرا دل بھر آیا، اور دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میرے پاس پیسہ ہوتا تو میں بھی حضرت قبلہ کی معیّت میں سیّدنا سرکار میں حاضری کے لئے آگرہ جاتا۔ دل میں اس بات کا خیال آتے ہی حضرت قبلہ نے میری بیٹھ پر بڑے پیارے ہاتھ رکھا، اور فرمایا، "تم آج ہی رات کو دیکھ لینا۔" حضرت قبلہ کے اِس ارشادِ مبارک سے دل کو اطمینان حاصل ہوگیا۔ اور وہ خیال دل سے نکل گیا۔ لیکن یہ خیال دل میں رہا کہ حضرت قبلہ نے جو، یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "تم آج ہی رات کو دیکھ لینا۔" اس کا مفہوم پوری طرح سمجھ میں نہ آیا، اور اتنی ہمت بھی نہ ہوئی کہ حضرت قبلہ سے یہ معلوم کرتا کہ کیا چیز دیکھ لینا۔ لیکن اتنی بات ضرور تھی کہ دل میں اپنی عدمِ استطاعت سے جو احساسِ کمتری پیدا ہوگیا تھا، وہ ختم ہوگیا۔ دل نے کہا کہ تیرا پیر تو روشن ضمیر ہے، اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ نعمت ضرور ملے گی۔ اور اس حقیقت کا مشاہدہ اُس وقت ہوا، جب رات کو ایک خواب دیکھا۔ "کہ آگرہ شریف سے میرے مکان تک ایک سیدھی سُرنگ ہے

جو سیّدنا سرکار کے مزارِ مبارک سے میرے مکان تک ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مزارِ اقدس سے ایک بزرگ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ جو لوگ یہاں آتے ہیں، وہ بھی ہم کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے، جس طرح تم ہم کو دیکھ رہے ہو، یہ سب تمہارے پیر کی بات ہے۔"

خادم شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم کو اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت قبلہ نے ایک مرتبہ ارشاد

فرمایا تھا کہ ہمارے بزرگ جسے جیسا سمجھتے ہیں ویسا ہی بنا دیتے ہیں اور اُسے ویسا ہی دکھا دیتے ہیں۔" آج حضرت قبلہ کی یہ بات بھی ہمارے سامنے آگئی۔

وصال کے متعلق پیش گوئی

یہ بات بالکل سامنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ خاص چیزوں سے نوازا جاتا ہے۔ ان خاص چیزوں سے عام لوگ بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں ان معاملات کو رُموز کہا جاتا ہے۔ ان رموز کی تشریح بزرگوں نے یہ بیان کی ہے "کہ کچھ خاص چیزوں کا علم اور کچھ خاص معاملات کا مشاہدہ"۔ اور یہ اصولی اور بدیہی امر ہے کہ جس کے مشاہدے میں جو حالات، معاملات اور کیفیات آجائیں، وہ اس کے لئے غیب نہیں، شہود ہوتی ہیں۔ اولیاء اللہ کے ساتھ اس قسم کے واقعات کا ظہور پذیر ہونا بکثرت ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمت میں حاضر باشی کی سعادت سے بہرہ ور حضرات تسلسل اور تواتر کیساتھ اسطرح کے واقعات کے راوی ہیں۔ البتہ اِن رموز اور بھیدوں کے بارے میں یہ پابندی ہوتی ہے کہ ان کو تفصیلی یا اجمالی طور پر ظاہر نہیں کیا جاتا۔ کبھی کبھی ضرورۃً اشارے کنائے میں یا اس انداز میں کہ بات لوگوں کے سروں سے گذر جائے، بیان بھی کر دیا جاتا ہے۔ ان ہی معاملات میں ایک معاملہ وصال کا بھی ہے۔ بیشک اِس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن ذاتِ پاک اگر کسی کو نواز دے تو کس کو مجال دم زدن ہے؟ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی ذات گرامی سے متعلق جہاں اور بہت سے معاملات کا مشاہدہ مریدین اور معتقدین نے کیا وہاں یہ بھی مشاہدہ ہُوا کہ اپریل ۱۹۴۷ء میں قصبہ آنولہ میں حضرت صوفی اسلام احمد شاہ صاحب قبلہ کے مکان پر حضرت قبلہ کا قیام تھا۔ اچانک حضرت قبلہ کی طبیعت اس قدر زیادہ ناساز ہوگئی کہ مریدین اور معتقدین حضرات نا اُمید ہو گئے۔ اور آپس میں مشورہ

کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ اکثریت اس بات پر متفق ہو گئی کہ حضرت قبلہ کو مرشد نگر لے جایا جائے۔ کچھ خادمانِ خاص نے دست بستہ حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں گذارش کی کہ مرشد نگر تشریف لے چلیں حضرت قبلہ نے ان لوگوں کی گذارش سن کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا تم لوگوں کا خیال غلط ہے۔ "ابھی تو گیارہ برس تک سلسلہ کا کام کرنا ہے"۔ آپ کا یہ ارشاد تمام حاضرین نے اپنے کانوں سے سُنا، لیکن حضرت قبلہ نے کچھ اس انداز سے ارشاد فرمایا تھا کہ بات سَروں پر سے گذر گئی اور کسی کو اس کا گمان تک نہ ہوا کہ حضرت قبلہ بارگاہِ خداوندی کے فیصلے کا اظہار فرما رہے ہیں۔ گیارہ برس مکمل ہونے کے بعد سنہ ۱۹۵۹ء میں جب حضرت قبلہ نے وصال فرمایا، تو ہم تمام لوگوں کو آپ کا وہ ارشادِ مبارک یاد آیا۔ ہم پیر بھائی کافی عرصہ تک اس کا چرچا کرتے رہے اور کفِ افسوس ملتے رہے، لیکن اب افسوس کرنے سے کیا فائدہ؟ حکمِ الٰہی کا نفاذ ہو چکا۔

اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بزرگانِ دین نے کبھی رموز و اسرار سے پردہ نہیں اٹھایا۔ اور نہ ہی اس قسم کے علم اور واقفیت پر فخر کا اظہار فرمایا۔ ان کی توجہ ہمیشہ خالق کی اِطاعت اور مخلوق کی اصلاح و خدمت کی طرف مبذول رہی۔ اور صحیح معنیٰ میں دارین میں کامرانی کی یہی نشانی ہے۔ بزرگوں کی زندگی تو اس امر کی آئینہ دار رہی ہے ؎

تو اگر نواز دے تو یہ ترا کرم ہے ورنہ ٭ تری رحمتوں کا بدلہ مری بندگی نہیں ہے

سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کیلئے جدّوجہد

اجازت و خلافت سے تا دمِ واپسیں آپ آرام سے نہیں بیٹھے۔ شب و روز یہی فکر رہتی تھی کہ جس طرح بھی ہو مخلوق کا رابطہ خالق سے قائم ہو جائے۔

قسامِ ازل نے آپ کو اسی لئے بنایا تھا۔ اور یہ خدمتِ جلیلہ آپ کے ذریعہ انجام پذیر ہونی تھی سو ہو کر رہی۔ "یہ کسی کی اختیاری بات نہیں بس فضلِ خداوندی پر سب کچھ موقوف ہے تمام عمر بامقصد سفر میں بسر ہوئی، سال بھر میں دو یا تین مرتبہ اپنے دولت خانہ مرشد نگر میں پندرہ، بیس روز سے زیادہ مقیم نہ رہے۔ اتفاقاً اس سے زیادہ کبھی قیام ہوا تو ایک ماہ یا چالیس دن، مسلسل سفر میں رہنے کی وجہ سے اب تو دیس بھی آپ کے لئے پردیس بن گیا تھا۔ جب کبھی دولت خانہ پر قیام رہتا تو چاروں طرف سے مریدین کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا۔

شہروں، قصبات اور دیہاتوں کے سفر میں جب کوئی سواری دستیاب نہ ہوتی تو آپ پیدل ہی سفر فرماتے۔ ۱۹۵۱ء سے پہلے تو آپ بیس ۲۰ میل تک کا سفر پیدل ہی فرماتے تھے۔ پیلی بھیت میں قیام کے دوران ایک مرتبہ آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی، برسات کا موسم تھا بارش اس قدر ہوئی کہ گاؤں اور دیہات میں پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ اچانک آپ نے سفر کا قصد فرمالیا۔ ایسی حالت میں کوئی سواری کام نہیں کر سکتی تھی۔ ایک مرید دو ہاتھی لے آئے۔ بس پھر کیا تھا، آپ چل پڑے۔ راستہ بھی کچا، اور پانی کہیں تین فٹ اور کہیں چار فٹ تھا۔ ہاتھیوں کے سوائے کسی اور سواری کا گذر ہی ممکن نہیں تھا۔ ایسی حالت میں آپ نے پیلی بھیت کے متعدد گاؤں کا دورہ کیا۔ رفیع پور میں صوفی قمر شاہ صاحب کے دولت کدہ کو زینت بخشی، مہہ چندی میں پہلوان صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ بھکاری پور میں صوفی ننھو صاحب اور حافظ عزیز الرحمٰن صاحب کے مکان پر جلوہ افروز رہے، اس کے بعد نوریا تھبن پور تشریف لے گئے۔ ان حالات میں آپ کا معمول یہ تھا کہ دن میں سفر کرتے اور رات میں مریدین سے ذکرِ الٰہی کراتے اور فرماتے، "بھائی، اُن کی یاد کو دل

یں قائم کر لینا ہی سب سے بڑا مقصد ہے۔ جب تک سانس ہے اُس کی یاد سے
ہرگز ہرگز غفلت مت کرنا۔ اگر اُس کے ذکر کے ساتھ سانس ختم ہو جائے تو
سمجھ لو بیڑا پار ہے۔" خود آپ کا معمول بھی آخری سانس تک یہی رہا۔ سلسلہ کی
اشاعت اور ذکر و فکر کے بارے میں آپ نے اپنے آرام و راحت اور صحت
کا کبھی دھیان نہیں رکھا۔ طبیعت چاہے جس قدر ناساز ہو جائے۔ ڈاکٹر اور
حکیم لاکھ منع کریں لیکن حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے معمولات اور عزیمت
میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ اس سلسلہ میں چند واقعات برائے سبق
پیشِ خدمت ہیں۔

آنولہ میں آپ کا قیام تھا، بواسیر کی تکلیف نے شدت اختیار کر لی۔ تکلیف
کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک ایک وقت میں ایک
ایک سیر خون آپ کے بدن سے خارج ہو جاتا تھا مریدین کو آپ کی حیاتِ
ظاہری کی طرف سے ناامیدی ہو گئی تھی، مگر اس کے باوجود آپ تمام رات
ذکر میں مصروف رہتے اور دوسروں کو بھی مصروف رکھتے۔ طبیعت میں ذوق و شوق پیدا کرنے
کے لئے محفلِ سماع کا سلسلہ بھی قائم رہتا۔

ہمارا کوئی مکان نہیں

حیاتِ مبارکہ کی آخری چند دہائیوں میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ
کے ہمراہ سفر و حضر میں خلفاء کرام اور مریدین کثیر تعداد میں خدمت کے لئے
حاضر رہتے تھے۔ سفر کے دوران اگر کسی معتقد یا مرید نے کتنا ہی بیش قیمت
تحفہ حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیا، تو وہ تحفہ یا نذرانہ سامان کی صورت
میں ہو یا نقد کی صورت میں، اس کو حضرت قبلہ دورانِ سفر ہی کسی کو مرحمت

فرمادیتے تھے۔ کبھی اپنے پاس کچھ نہ رکھا۔ گھرلے جانا تو بڑی بات ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ تحفہ پیش کرنے والے مرید یا معتقد کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ حضرت قبلہ ہدیۂ پیش کی ہوئی چیز کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر خود استعمال فرما لیں۔ یا ہمارا یہ نذرانہ حضرت قبلہ کے دولت کدہ تک پہونچنے کی سعادت حاصل کر لے۔ مگر ایسا کبھی نہ ہو سکا۔ آقائی و مرشدی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیار قبلہ کی خدمت اقدس میں ہمارے پیر بھائیوں نے اور دیگر معتقدین حضرات نے بڑے بڑے قیمتی نذرانے اور تحفے پیش کیے حضرت قبلہ ان تحفوں کو قبول فرماتے ہوئے اظہار مسرت اس انداز میں فرماتے تھے گویا آپ کو اس سے بہت دلچسپی ہے بعض مرتبہ زبانِ مبارک سے تعریفی کلمات بھی ادا فرماتے تھے۔ حالانکہ یہ سب پیش کرنے والے کی دل جوئی ہوتی تھی ورنہ حضرت قبلہ کو کبھی کسی سامان سے دلچسپی نہ ہوئی۔ آپ کا دھیان تو صرف اُسی ذاتِ پاک میں لگا رہتا تھا۔

ایک سفر میں حسب عادت حضرت قبلہ کے ہمراہ بہت سے مریدین تھے اور نُورا پیرا قوال کی پارٹی بھی تھی، ایک جگہ قیام فرمایا۔ میزبان مرید نے دل و جان سے حضرت قبلہ اور دیگر خدّام کی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔ ایک خاص قسم کی مٹھائی دسترخوان پر پیش کر دی گئی اور آدھی مٹھائی ڈبے میں رکھ کر میزبان نے نُورا پیرا قوال کو دیدی اور یہ تاکید کر دی کہ جب آپ حضرت قبلہ کے ساتھ مرشد نگر پہونچو تو یہ مٹھائی کا ڈبہ حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں میری طرف سے پیش کر دینا۔ قوال صاحب نے بہت احتیاط کے ساتھ چُھپا کر وہ ڈبہ رکھ لیا۔ ٹرین کے ذریعہ سفر سے واپسی ہوئی۔ ٹرین ہی میں حضرت قبلہ نے تمام لوگوں کے سامان سے قطع نظر صرف نُورا پیرا قوال سے دریافت فرمایا۔ ”ارے یہ کس کا سامان ہے؟ قوال نے عرض کیا

حضور! یہ خادم کا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا! ارے بھائی اس سامان میں کیا کیا ہے؟
قوال صاحب نے عرض کیا کہ فلاں فلاں چیز ہے اور مٹھائی کے ڈبے کا ذکر نہ کیا۔
پھر آپ نے ارشاد فرمایا! اور کیا کیا ہے۔ اس نے پھر اپنا جواب دُہرایا۔ پھر حضرت قبلہ
نے ارشاد فرمایا، بھائی اور کچھ بھی تو ہے، اب مجبوراً قوال صاحب کو ظاہر کرنا پڑا،
ہاں حضور ایک مٹھائی کا ڈبّہ بھی ہے۔ آپ نے فرمایا! ارے بھائی کس نے دیا ہے
تب نُورا پیرا قوال نے عرض کیا کہ حضور فلاں صاحب نے حضور والا کی خدمت
میں پیش کرنے کے لئے دیا ہے اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی کر دی ہے کہ حضرت قبلہ
جب اپنے مکان پر پہونچ جائیں تو ہماری طرف سے پیش کر دینا۔ حضرت قبلہ نے
ارشاد فرمایا! بیٹے اگر ہمارا مکان ہوتا تو تم ہمیں کیسے ملتے۔؟ ہمارا تو کوئی مکان ہی
نہیں! اس کے بعد آپ نے وہ مٹھائی ٹرین کے ڈبے ہی میں سب کو تقسیم کر دی۔

یہ ایک بہت ہی معمولی سا واقعہ ہے مگر اس سے حضرت قبلہ کے مزاج اور طبیعت
کی کیفیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی عنوان سے متعلق ایک اور واقعہ پیش
خدمت ہے۔ جس کو آقائی و مرشدی نے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ سخت سردی کے
ایام میں مرشد نگر خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل ہُوا۔ ہم نے دیکھا کہ
حضرت قبلہ ایک پُرانا لحاف اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ چارپائی پر جو گدا بچھا
ہُوا تھا وہ بھی بہت معمولی تھا۔ یہ دیکھ کر ہمیں بہت افسوس ہُوا کہ اتنے عالی مرتبت
ہمارے پیر و مرشد اس قسم کا لحاف اور گدّا استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ایک درمیانی
طبقے کے شخص کا لحاف اور گدّا اس سے کہیں زیادہ قیمتی، بہتر اور عمدہ ہوتا ہے۔
ہم بریلی اپنے مکان پر واپس آئے۔ اور ایک بہت قیمتی ریشم کا لحاف اور گدّا
مع تکیہ کے تیار کرا کے حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نہایت
عاجزی و ادب کے ساتھ حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ حضرت

قبلہ نے اس کو دیکھ کر نہایت پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور بہت دیر تک دستِ مبارک لحاف پر پھیرتے رہے۔" اور ساتھ ساتھ ارشاد فرماتے کہ" ارے یہ تو بہت اچھا ہے۔" ارے یہ تو بڑی قیمت کا ہے۔" اور اسی طرح کے تعریفی کلمات ادا فرماتے رہے۔" ہم اپنے دل میں خوش ہو رہے تھے کہ حضرت قبلہ نے ہماری یہ نذر قبول فرمالی۔ اب حضرت قبلہ اس کو ضرور استعمال فرمائیں گے۔ ہم منتظر تھے کہ اب حضرت قبلہ ارشاد فرمائیں گے کہ بھائی ہمارا پرانا لحاف اور گدّا بدل کر یہ نیا والا لحاف اور گدّا ہماری چارپائی پر رکھ دو۔ بہت دیر تک حضرت قبلہ نے کچھ ارشاد نہ فرمایا، حضرت قبلہ کے کمرے کے ایک کونے میں لحافوں اور گدّوں کا ایک ڈھیر رکھا رہتا تھا۔ اور یہ تمام آنے جانے والوں کے استعمال میں آتا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ارے بھائی۔ اس لحاف اور گدے کو اُسی طرف رکھ دو۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی۔ اور دل میں یہ سوچتے رہے کہ شاید شام کو یا رات کو سوتے وقت ہمارا پیش کردہ لحاف اور گدّا حضرت قبلہ استعمال فرمائیں گے۔ لیجئے، رات بھی گذر گئی۔ اور لحاف جوں کا توں رکھا رہا۔ پھر اگلے دن ہم کسی کام سے حضرت قبلہ کی خدمت سے الگ ہو گئے۔ شام کو آکر دیکھا تو وہ لحاف اور گدّا موجود نہ تھا۔ ہم نے سمجھا کہ شاید رکھے ہوئے ڈھیر میں دب گیا ہوگا نہایت خاموشی سے ہم نے سب لحاف اور گدّے دیکھ ڈالے۔ لیکن پتہ نہ چلا۔ ہم نے اپنے ایک پیر بھائی سے دریافت کیا کہ بھائی صاحب کل اس ڈھیر پر ایک نیا اور ریشمی لحاف گدّا رکھا ہوا تھا۔ اُس کا کیا ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ آج دن میں کوئی خستہ حال آدمی حضرت قبلہ کی خدمت میں آیا تھا۔ حضرت قبلہ نے وہ ریشمی لحاف گدّا اس کو عطا فرما دیا۔ اس کے بعد حضرت قبلہ نے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں فرمایا۔ البتہ ہماری آنکھیں کھُل گئیں اور

ہم کو حضرت قبلہ کی طبیعت اور مزاج کا اندازہ ہوگیا۔ اور یہ بھی احساس ہو گیا کہ حضرت قبلہ نے کس قدر خاموشی اور عمدگی کے ساتھ ہم کو یہ تعلیم دیدی کہ دنیاوی آرام و آسائش کے اسباب کی کوئی اہمیت نہیں، البتہ جسم کو بھی کبھی کبھی بقدرِ ضرورت آرام دینا چاہیئے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیاوی اسباب، آرام و آرائش کے اعتبار سے کتنے ہی قیمتی اور عمدہ ہوں، لیکن بارگاہِ خداوندی سے نیک بندوں کو جو آرام و آسائش آخرت میں عطا کی جائیگی وہ بے مثال، قیمتی اور پائیدار ہوگی۔ اسی لئے بزرگوں نے دُنیاوی اسباب کو بقدرِ ضرورت ہی محدود رکھا ہے۔ اور وہ بھی صرف جسم و جان کی ظاہری حفاظت کے لئے۔ تاکہ اطاعت الٰہی کا فریضہ بخیر و خوبی انجام پا سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تحمُّل اور استقلال حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی فطرتِ ثانیہ تھی مگر اس کے ساتھ ہی خلفاء کرام اور مریدین کو بھی آپ کی یہ خاص نصیحت تھی کہ صبر و استقلال کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اس امر میں تاکیدی حکم فرماتے تھے۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ، لوگوں کے اِس مزاج سے باخبر تھے کہ جس جگہ کسی ایک خیال کے افراد وافر تعداد میں موجود ہوں، اُس وقت کچھ دوسرے خیال کے افراد اپنی کم فہمی کی وجہ سے کوئی ایسی ویسی بات نہ کہدیں کہ اس کی وجہ سے یہ اختلافی صورتِ حال مخالفت کے دھارے میں بدل جائے اور پھر اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو جائے، کیونکہ اس صورتِ حال میں افہام و تفہیم کی راہیں بالکل بند ہو جاتی ہیں۔ اصلاحِ مزاج کی منزل بہت دُور ہو جاتی ہے تبلیغِ دین اور سلسلہ کی اشاعت کا معاملہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

اس موقع پر حضرت قبلہ نے اپنے مریدین اور خلفاء کے سامنے ایک مرتبہ یہ مفہوم نہایت افسوس اور حسرت کے ساتھ فرمایا تھا "بھائی اس دَور میں مادّیت کا اس

قدر زور ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں حق کو ماننے کے لئے تو کجا، حق کو جاننے کے لئے بھی بڑی مشکل سے آمادہ ہوتی ہیں۔ اگر کہیں تھوڑی بہت اللہ اللہ کرانے کی ابتدا کی جاتی ہے تو شیطانی طاقت کی سخت ڈیوٹی لگ جاتی ہے۔ بس اللہ جس کو توفیق عطا فرما دیتا ہے وہ تو اس راہ میں ٹِک جاتا ہے ورنہ کون رُکتا ہے۔؟ بس سارا معاملہ تو مشیئتِ خداوندی پر موقوف ہے۔ ہمارا کام ارادہ کرنا اور خیال کو پاک کرنا ہے۔"

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی نگاہ فلک پیما سے یہ تمام نزاکتیں چھپ کر جائیں بھی تو کہاں جائیں۔ پھر اس انفرادیت اور عزیمت کے ساتھ "موعظت بالحکمت" کے قرآنی فرمان کو ہمیشہ آپ نے مشعلِ راہ بنائے رکھا، ان تمام صفات کے پہلو بہ پہلو جب آپ نے سلسلہ کی اشاعت فرمائی تو نتائج کا تمام دنیا نے مشاہدہ کرلیا۔ زیرِ نظر واقعہ پر آپ غور فرمائیں گے تو مذکورہ بالا تشریح کی حقیقت آپ کی نظروں کے سامنے آجائے گی۔

سرکار غریب نواز کے آستانۂ عالیہ پر حاضری کے لئے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے رختِ سفر باندھا۔ اور پھر یہ فرمایا کہ پہلے آگرہ میں حضرت سیدنا ابوالعلیٰ قُدِّسَ سِرُّہٗ کی بارگاہ عالیہ میں حاضری دی جائے، اس کے بعد سرکار غریب نواز کے آستانۂ عالیہ کی حاضری کی سعادت حاصل کی جائے گی۔ آگرہ کے قریب ہی فیروزآباد ایک مشہور شہر ہے۔ یہاں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے ایک عظیم المرتبت خلیفہ جناب صوفی سید ابرار حسین صاحب کا دولت خانہ ہے۔ انھوں نے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمتِ اقدس میں بصد ادب گذارش پیش کی کہ حضور والا میرے غریب خانہ کو زینت بخش دیجئے۔ آپ نے خاموشی اختیار کی۔ متعدد بار گذارش کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "اچھا بھائی ہم

چلیں گے"۔ چنانچہ مریدین اور معتقدین کی کثیر تعداد کے ساتھ حضرت سلطان الاولیار قبلہ صوفی سید ابرار حسین شاہ صاحب قبلہ کے دولت کدہ پر جلوہ افروز ہوگئے۔ مکان پر اپنے ہمسفر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو اور ہم کو یہاں کے لوگ بُرا کہیں گے لیکن تم لوگ خاموشی کے ساتھ برداشت کرنا۔ آج کل تو لوگ اپنی ہی بُرائی برداشت نہیں کرتے، چہ جائیکہ پیر و مرشد کی شان میں کوئی گستاخی کرے اور مُرید برداشت کرلے، یہ بڑی ہی مشکل بات ہے۔ حضرت قبلہ کا یہ ارشاد گرامی ہم لوگوں نے سُن تو لیا، لیکن کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ حضرت قبلہ ایسا کیوں فرمارہے ہیں۔ رات کو جب محفل سماع شروع ہوئی تو ہمسفر مریدین و معتقدین کے علاوہ مقامی حضرات بھی محفلِ سماع سُننے کے لئے نہیں بلکہ دیکھنے کے لئے آئے۔ محفلِ سماع میں والہانہ انداز میں وجد و حال کا منظر جب انھوں نے دیکھا تو اُن لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اور سمجھ میں بھی کیا خاک آتا۔ دروازے اور کھڑکیاں بند ہوں تو روشنی کا گذر کیسے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ آپس میں سرگوشیاں شروع ہوگئیں اور پھر یہ سرگوشیاں بڑھتے بڑھتے بلند آوازوں میں تبدیل ہوگئیں۔ صاف سُنائی دے رہا تھا کہ یہ لوگ حضرت قبلہ اور وابستگانِ سلسلہ پر ناشائستہ الفاظ کی بوچھار کر رہے ہیں۔ اختتام محفل تک وہ لوگ اپنے کام میں لگے رہے اور ہم لوگ محفلِ سماع کی کیفیات میں منہمک رہے۔ حضرت قبلہ تو بس ایک خاموش تصویر بنے ہوئے مسند پر جلوہ افروز رہے۔ اختتام مجلس پر حضرت قبلہ نے دُعا فرمائی اور وہ لوگ بُرا بھلا کہتے ہوئے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے۔ ہم لوگ کچھ دیر آرام کے لئے لیٹ گئے۔ صبح کی نماز کے بعد ناشتہ پر پھر حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا "بھائی تم لوگ بازار وغیرہ جاؤ گے تو یہاں کے لوگ ہم کو اور تم کو بُرا بھلا کہیں گے۔ لیکن خبردار! کسی سے جھگڑا نہ کرنا۔ چنانچہ

بازار اور گلیوں میں حضرت قبلہ کی پیش گوئی کا لفظ بہ لفظ مشاہدہ ہوا۔ ہم لوگوں نے بھی حضرت قبلہ کے ارشادِ مبارک کے مطابق نہایت ہی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ حضرت قبلہ کے فرمانِ مبارک کی مصلحت پر تو سب کو یقین تھا، لیکن اس حکم میں کیا مصلحت تھی، اس کا مشاہدہ نہ ہونے کی بنا پر ہم لوگوں پر حیرت و اضمحلال کی سی کیفیت ضرور طاری تھی اب پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ عصر کے بعد الحاج صوفی سید ابرار حسین شاہ قبلہ کی ہمشیرہ صاحبہ تانگہ میں سوار ہو کر حضرت قبلہ سے مُرید ہونے کے لئے اپنے بھائی کے گھر آئیں۔ اتفاق سے اُن کا ایک سونے کا کنگن راستے میں گُم ہو گیا، لیکن اُن کو کنگن کی گمشدگی کا احساس مغرب کی نماز کے لئے وضو کرتے وقت ہُوا۔ صوفی سیّد ابرار حسین شاہ صاحب قبلہ نے جب حضرت قبلہ سے اپنی ہمشیرہ کی بیعت کے لئے گذارش کی تھی تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ مغرب کے بعد، لیکن جب صوفی سیّد ابرار حسین شاہ نے حضرت قبلہ کی خدمت میں کنگن کی گمشدگی کا واقعہ سُنایا تو حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ابرار حسین تو نے مجھے اپنے گھر لا کر بڑی اُلجھن میں ڈال دیا۔" یہ فرما کر خاموشی اختیار کی۔ اس کے بعد جب مغرب کی نماز ادا کی۔ چالیس یا پینتالیس افراد نے حضرت قبلہ کے ساتھ نماز میں شرکت کی۔ مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت قبلہ نے اپنا سر مبارک جُھکا لیا۔ ٹھیک اٹھارہ منٹ بعد وہی تانگہ والا صوفی سیّد ابرار حسین شاہ صاحب کے مکان پر آ کر بلند آواز میں پکار کر کہنے لگا کہ آپ کے یہاں جو صاحبہ میرے تانگہ میں آئی تھیں اُن کا یہ کنگن میرے تانگے میں گر گیا تھا۔ یہ لیجئے اور اُن کے سپرد کر دیجئے۔ انھوں نے وہ کنگن تانگے والے سے لیا، اور تانگے والے کو لے کر مکان کی چھت کے اوپر گئے جہاں حضرت قبلہ اور ان کے مریدین و معتقدین کا قیام تھا۔ اس نے جب حضرت قبلہ کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اور اچانک چیخ اٹھا اور کہنے لگا کہ ہاں

یہی بزرگ جو بیٹھے ہوئے ہیں مجھے کوڑے سے مار رہے تھے۔ بدن پر جو کوڑا پڑتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوڑے میں آگ بھری ہو۔ ایک ایک کوڑا ناقابلِ برداشت تھا، پھر بھی میں نے بہت ضبط کیا، لیکن جب بات برداشت سے باہر ہو گئی تو میں پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہیں کنگن کی وجہ سے تو یہ مصیبت نہیں نازل ہوئی ہیں نے کنگن کو ہاتھ میں لیا تو کوڑے لگنے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ تو میں فوراً کنگن لے کر آپ کے پاس آ گیا۔ آپ ان بزرگ سے میری غلطی معاف کرا دیں۔ چنانچہ تانگے والے کو حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ اس نے حضرت قبلہ کی قدم بوسی کی اور دست بستہ معافی کا خواستگار ہوا۔ حضرت قبلہ نے اُس کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا "بھائی آئندہ ایسا مت کرنا"

حضرت قبلہ کی ذاتِ گرامی سے متعلق اس واقعہ کی خبر فیروز آباد میں جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔ حسبِ معمول دوسری رات کو حلقۂ ذکر اور اس کے بعد محفلِ سماع منعقد ہوئی۔ ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہی لوگ جو کل رات کو اور دن کے اُجالے میں اہلِ سلسلہ اور حضرت قبلہ کو بُرا بھلا کہتے ہوئے ذرا بھی نہیں جھجک رہے تھے وہ حلقۂ ذکر میں خوب جھوم جھوم کر اللہ اللہ کر رہے ہیں اس کے بعد محفلِ سماع میں ان لوگوں نے نہایت ذوق و شوق کیا تھ حصہ لیا، محفلِ سماع کے اِختتام پر حضرت قبلہ نے دُعا فرمائی۔ اس کے بعد یہ لوگ دست بستہ حضرت قبلہ کی خدمت میں معافی کے خواستگار ہوئے یہی نہیں، بلکہ اصرار کے ساتھ دامنِ عاطفت میں پناہ کی درخواست بھی کر رہے تھے۔ اُس وقت حضرت قبلہ کے چہرۂ مبارک پر ایک خاص کیفیت کا نمایاں طور پر ظہور ہو رہا تھا۔ آپ نے دستارِ مبارک کو دراز کر دیا اور لوگوں کی کثرت کی وجہ

سے ایک ایک مرتبہ میں بیس ۲۰ بیس ۲۰، پچیس ۲۵ پچیس ۲۵ آدمیوں کو مُرید کیا۔ رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر یہ تمام افراد ہم لوگوں سے بڑے خلوص و محبت کے ساتھ گلے ملے۔ اب حضرت قبلہ کے فرمانِ مبارک کی مصلحت سمجھ میں آئی۔ قربان جائیے آپ کے اِس انداز پر کہ آپ نے اسقدر مختصر عرصہ میں دلوں کی کایا پلٹ دی۔ اور کتنی آسانی کے ساتھ اسلامی اخوت قائم کر دی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ علماءِ صالحین اور بزرگانِ دین وارثینِ انبیاء ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام کی صداقت، پاکیزگی اور محافظت کی سند بارگاہِ خداوندی سے عطا کی جاتی ہے۔ اس کے باوجود توحید کی تبلیغ اور احکام خداوندی کی اشاعت میں ان مقدس ہستیوں کو کس قدر تکالیف اور دشواریاں پیش آئی ہیں، ان کی تفصیل و تشریح قرآن مجید، احادیث پاک اور تاریخ میں مستند اور معتبر انداز میں موجود ہے۔ اِسی طرح وارثینِ انبیاء علماءِ صالحین اور بزرگانِ دین جب اس راہ پر گامزن ہوئے تو لامحالہ اُن کو بھی اس وادئ پُرخار سے گذرنا پڑا۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو توفیقِ خداوندی سے جب یہ سعادت میسّر ہوئی اور آپ نے اس منصبِ عظیم کی ذمّہ داریوں کو پورا کرنے کا عزم کیا، تو کامیابی نے بھی ہر منزل پر آپ کے قدم چومے۔ زندگی کے آخری سانس تک رشد و ہدایت کی تعلیم و تربیت میں آپ کا انہماک رہا۔ اور اِس راہ کی دشواریوں کو کبھی خاطر میں نہ لائے۔

تربیت کا انداز

آقائے و مرشدی الحاج میاں صوفی احمد حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ہم سے ارشاد فرمایا "ہمیشہ باوضو رہا کرو"۔ حسبِ ارشاد ہم نے اس پر پابندی سے عمل کرنا شروع کر دیا کچھ دنوں کے

بعد مرشد نگر حاضری کی سعادت میسر ہوئی۔ جنوری کا مہینہ تھا، سخت سردی کا موسم تھا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے بار بار پیشاب کی ضرورت پیش آتی، فراغت کے بعد وضو کرنا ضروری تھا خصوصاً رات میں اس عمل کی تکرار میں بھی اضافہ ہو جاتا تھا۔ تین چار دن تک حضرت قبلہ ہمارے اس عمل کو دیکھتے رہے، ایک دن ہم وضو کر کے آرہے تھے کہ آپ نے باآواز بلند ہمارا نام لے کر پکارا، فوراً ہی ہم حاضر خدمت ہو کر قدم بوس ہو گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"ارے بھائی! ایک بات یاد آگئی۔ تم بھی سُن لو۔" ہمارے مرشد گرامی سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا "صوفی جی ہمیشہ باوضو رہنا صوفی کے لئے نہایت ضروری ہے، تن کی پاکی کا مَن کی پاکی پر ضرور اثر پڑتا ہے۔" آپ کے ارشاد کے مطابق ہم ہمیشہ باوضو رہنے لگے۔ دن رات میں کتنی مرتبہ وضو کرنا پڑتا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے، اب تو ہمیں تعداد بھی یاد نہیں رہی، برسوں تک یہی معمول رہا۔ ایک دن ہم کچھ غور و فکر (مراقبہ) میں بیٹھے ہوئے تھے کہ منجانب اللہ ہم کو وضو کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ پھر آپ نے اپنے دستِ مبارک کی ہتھیلی پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی مارتے ہوئے بڑے والہانہ انداز میں فرمایا "بس صاحب ہم کو وضو کی حقیقت معلوم ہو گئی، اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور پیرانِ عظام کی دعاؤں سے آج تک باوضو ہیں" تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی۔ اس کے بعد فرمایا، "بھائی! ایک وضو تو وہ ہے جو ہم نماز کے لئے کرتے ہیں، یہ وضو نماز کے وقت نماز کی ادائیگی کے لئے کیا جاتا ہے۔ دوسرا وضو چوبیس ۲۴ گھنٹے کے لئے ہوتا ہے اور یہ وضو ہے خیال کا پاک کرنا۔ خیال پاک ہو گا تو ارادہ

بھی پاک ہو گا اور جب ارادہ پاک ہو گا تو عمل بھی پاکیزہ ہو گا، وہ عمل خواہ ہاتھ سے ہو یا پاؤں سے ہو۔ ہاتھ کوئی غلط کام نہیں کرے گا، پاؤں کسی غلط کام کے لئے یا غلط مقام کے لئے نہیں اٹھے گا۔ نگاہ کسی غلط کام کے لئے نہیں اٹھے گی، زبان کسی غلط بات کے لئے نہیں کھلے گی، کان کوئی غلط بات نہیں سنیں گے۔"

بس صاحب! ہم کو تو یہی بتلایا گیا ہے اور یہ بات ہماری سمجھ میں اس طرح بیٹھ گئی ہے کہ بس پوچھو مت۔" آگے تمہاری سمجھ، اللہ توفیق دے تو ہماری اس بات کا خیال رکھنا۔"

آقائی و مرشدی ارشاد فرماتے تھے کہ یہ اندازِ تربیت کہیں اور نہ دیکھا۔ کتنی اہم بات اور کس قدر آسان انداز میں دل میں اتار دی۔"

حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان کے تمام افعال کا انحصار خیال پر ہے۔ خیال ہی سے ارادہ کا ظہور ہوتا ہے اور ارادے سے عمل کا صدور ہوتا ہے۔ اس سے بڑی اور کیا کرامت ہو سکتی ہے کہ انسان کو اطاعتِ خداوندی کے لئے ہمہ وقت کا پابند کر دیا جائے۔ اور یہ بتلا دیا جائے کہ وہ اُس کی غلامی سے ایک لمحہ کے لئے بھی آزاد نہیں۔"

تمام مُریدین پر یکساں نظرِ کرم

اللہ والوں کی نظر میں دُنیاوی مال و دولت، جاہ و حشمت کی وقعت ہی نہیں ہوتی، یہ حضرات تو بس خالقِ کائنات کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔ مخلوق کی تیار کردہ (بنائی ہوئی اشیاء) کی ان کی نظر میں کیا حیثیت! پیسہ اور دیگر آرام و آسائش کا سامان تو انسان نے بنایا ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی حیاتِ مبارکہ کے

شب و روز میں اس امر کا مشاہدہ ہزار ہا مرتبہ ہُوا ہو گا۔ کوئی غریب مرید بھی آپ کو اپنے مکان پر لے جانا چاہتا تو آپ خوشی خوشی، باقاعدہ اہتمام کے ساتھ اُس کے گھر تشریف لے جاتے۔ البتہ اس بات کا ہمیشہ خیال فرماتے کہ ہماری ضیافت بارِ خاطر نہ ہو جائے۔

ایک مرتبہ ایک غریب مرید نے چائے کی دعوت کی۔ حسبِ دستور تمام مریدین اور معتقدین حضرات بھی آپ کے ہمراہ گئے، اس شخص نے ایک پُرانی اور بد قلعی پتیلی میں چائے پکا کر آپ کے سامنے رکھ دی۔ کچھ مٹی کے آب خورے، کچھ معمولی قسم کے گلاس اور ٹوٹے پھوٹے کپ بھی اُس پتیلی کے ساتھ رکھے، حضرت قبلہ نے باقاعدہ دستر خوان بچھوایا اور فاتحہ خوانی ہوئی، شجرہ شریف بھی نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھا گیا، حضرت قبلہ نے دُعا فرمائی۔ اس کے بعد تمام حاضرین کی تواضع اسی پتیلی کی چائے سے کی گئی، آپ کو بھی وہی چائے پیش کی گئی، آپ نے بہت ہی خوش دلی کے ساتھ چائے پی۔ مریدین اور معتقدین حضرات نے بھی آپ کی اتباع میں مٹی کے آب خوروں اور ٹوٹے ہوئے کپ میں چائے پی۔" اصل میں بات یہ ہے کہ بزرگانِ دین روحانی حکیم ہوتے ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اور حضرت سلطان الاولیار قبلہ کی دانائی اور حکمت تو ضرب المثل تھی۔ اب اِسی ایک معمولی واقعہ پر غور فرمائیں گے تو واضح ہو جائے گا، ایک تو مریدین کے نفس کی اصلاح دوسرے ایک غریب مرید کی دلداری، تیسری بات یہ کہ دنیاوی آسائش و عیش کی بے وقعتی۔ چوتھی اہم بات یہ جتلانا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں خلوصِ نیت کی قدر ہے۔ دستر خوان پر خواہ کتنی ہی کم قیمت اور معمولی چیز ہو لیکن فاتحہ اور شجرہ خوانی میں حسبِ معمول اہتمام کیا جائے۔

خصوصیات

عوام و خواص اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے صفتِ جلال یا صفتِ جمال سے متصف ہوتے ہیں۔ کسی میں صفتِ جمال کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی میں صفتِ جلال کا۔ کسی کو علم ظاہری سے نوازا جاتا ہے اور کسی کو علم باطنی (علم لدنّی) عطا کیا جاتا ہے، اور کوئی ظاہری و باطنی علوم سے سرفراز ہوتا ہے۔ کسی میں انتظامی اور ترتیبی امور کا رجحان ہوتا ہے اور کوئی شانِ بے نیازی کا مظہر ہوتا ہے۔ کسی کے یہاں ضابطے اور قانون پر عمل ہوتا ہے۔ اور کسی کے یہاں رابطے کی کارفرمائی ہوتی ہے۔" غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات کا ظہور ایک مخصوص پیمانے پر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں تیسرے پارے کا آغاز اسی مفہوم سے ہوتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ (الآیۃ) ترجمہ: یہ پیغمبر (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں) ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ ان میں سے بعض ایسے پیغمبر ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا، اور بعض پیغمبروں کو دوسرے امور میں بلند مرتبے عطا فرمائے۔ اور عیسیٰ ابن مریم (علیٰ نبیّنا و علیہ السّلام) کو ہم نے کھلی ہوئی نشانیاں عطا فرمائیں اور رُوح القدس سے ان کو مدد دی۔"

یہ معاملہ تو انبیاء علیہم السلام کا تھا، اور ان تمام صفات کی جامع ذات پاک نبی آخر الزماں سیّدالانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ نسلِ انسانی کے آغاز سے انجام تک چمنستانِ دہر میں ایسا کوئی پھول کھلا ہے اور نہ کھلے گا۔ نبی آخر الزّماں کے بعد نبوّت کا دروازہ بند ہوگیا۔ اس کے بعد علمائے صالحین، سالکانِ راہ سلوک اِس منصب

پر سرفراز کئے گئے۔ ان حضرات میں بھی مختلف خصوصیات اور صفات مختلف انداز میں جلوہ گر ہوئیں۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کا ظاہر و باطن بھی ان صفات سے نہایت اعلیٰ پیمانے پر آراستہ و پیراستہ تھا جن کو دائرہ تحریر میں لانے کے لئے ایک ضخیم دفتر، وسیع نظر اعلیٰ تعلیم و تدبیر کی ضرورت ہے۔ پھر بھی خدا ہی جانے کہ اس مرحلے کی تکمیل ہو نہ ہو۔ تاہم "مشتے نمونہ از خروارے" چند خصوصیات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ تاکہ حلقہ بگوش حضرات کے لئے بصیرت ہو، اور طالبانِ حق یہ جان لیں کہ اس قحط الرجال کے دور میں بھی ایسی خصوصیات سے متصف حضرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے فائز المرام ہو کر مخلوق خدا کی رہنمائی کے لئے جلوہ افروز ہوئے اور آئندہ بھی جب تک مشیتِ ایزدی ہوتی رہے گی، جلوہ گر ہوتے رہیں گے۔

مقصدِ حیات:۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو "احسان" کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ "احسان" کے ذریعہ سے اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ طاہرہ کے پھول کھلتے ہیں اور چمنستانِ دہر اس طرح مہک جاتا ہے کہ ہر قلب و دماغ اس کی خوشبوؤں کی لہروں میں فرحت و سکون محسوس کرتا ہے۔ راہِ سلوک میں قدم رکھنے والے طالبانِ حق کے لئے یہ ایک ایسی روشن شاہراہ ہے جس پر چل کر دین و دنیا میں سرخروئی اور کامیابی ملتی ہے، احسان کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ مقام حاصل نہ ہو تو یقین کرو کہ اللہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس اصول کے تحت آپکی تربیت کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے۔

اندازِ تربیت:۔ مریدین کے مزاج اور روحانی اصلاح پر حضرت قبلہ کی ایسی گہری نظر رہتی تھی کہ ہر مرید کا اس کے مرض کے مطابق علاج تجویز فرماتے تھے، کسی میں بخل ہے تو اس کو سخاوت کے راستہ پر لگا دیا۔ کسی میں بے عملی ہے تو اس کو مجاہدہ کرایا، کسی میں غصہ ہے تو اس کو صبر و تحمل کی تعلیم دی اور ایسے مقام پر اس کی ڈیوٹی لگا دی کہ مزاج درست ہو جائے، جس کے مزاج میں ٹھہراؤ نہیں ہے تو اس سے چلہ کرا لیا، عیش و عشرت

کے دلدادہ افراد کو محنت ومشقت کا عادی بنادیا۔ نمود ونمائش کا غلبہ اگر کسی میں ہے تو اس کو ایسا لباس پہنادیا کہ جس سے تمام ظاہری شان وشوکت کافور ہوگئی۔

لیکن اس تمام اصلاحی معاملے میں ایک بات ہمیشہ مدنظر رہی کہ مرید میں خود شناسی کا شعور بیدار ہوجائے حضرت صوفی شمشاد علی قبلہ (مقیم حال کراچی) نے فرمایا، کہ میں حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا تھا مگر زیادہ نہیں ٹھہرتا تھا، اور نہ خدمت کا جذبہ بیدار ہوتا تھا۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے، بن سنور کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، قدم بوسی کی، کچھ دیر ٹھہرا، اور پھر رخصت ہوگیا، ایک مرتبہ حضرت قبلہ نے مجھے آنولہ (ضلع بریلی) کے اسپتال میں مکمل چالیس روز تک شب وروز اپنی خدمت میں اس طرح مشغول رکھا کہ ہم کو نہ اپنے آرام کا خیال، نہ کھانے پینے کا ہوش، نہ گھومنے پھرنے کا ذوق، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقت میں حضرت قبلہ کی طبیعت ناساز ہوگئی تھی یا میری تربیت کے لئے ایسا کیا، بہرحال مکمل چالیس دن تک ہم سے کھلا چلہ کرایا۔ اور پھر اسکے بعد مزاج میں تبدیلی ہی نہیں بلکہ انقلاب آگیا، اور بحمد اللہ اب تک وہی ٹھہراؤ اور استقلال ہے، لطف کی بات یہ ہے کہ مزاج کی یہ تبدیلی ایسے غیر محسوس انداز میں کی گئی کہ ہم کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔

مُریدوں سے پیار:۔ تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ حضرت قبلہ مریدوں سے اس طرح پیار فرماتے کہ جسم میں ایک خاص قسم کی حرارت پیدا ہوجاتی تھی۔ اور پھر مرید اپنا سب کچھ حضرت قبلہ کے قدموں پر نچھاور کرنے کے لیے ہم وقت تیار رہتا۔

مجلس کی خصُوصیت:۔ آقائی ومرشدی اور بہت سے ذی فہم اور باشعور حضرات کا بیان ہے کہ جو بھی خلوص اور سچائی کے ساتھ حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اُس پر اس قدر رِقت طاری ہوجاتی تھی کہ بے اختیار حضرت قبلہ کے قدموں سے چمٹ کر روتا، اور پھر اس رونے والے کے آنسوؤں سے حضرت قبلہ کے کپڑے تر ہوجاتے۔ کوئی زمین پر لوٹتا اور کوئی چیخیں مار کر زار وقطار روتا، کسی کی چشم ظاہر تو نم ہے لیکن چشم قلب ہزار

آنسو بہا رہی ہے۔ بہت سے حضرات دست بستہ لب بستہ آنسوؤں کے سیلاب بہا رہے ہیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ تمام افراد اپنی زندگی کی تمام خطاؤں کو ایک آئینے میں دیکھ رہے ہیں، اور وہ آئینہ آپ کی ذاتِ مبارک تھی۔

محفل سماع کی خصوصیت:۔ بزرگانِ طریقت میں سماع کے سلسلہ میں اختلافِ مزاجی رہا ہے، کسی کا رجحان اور مزاج کا میلان اس طرف ہوا، اور کسی کا نہ ہوا، بہر حال اس میں بنیادی اختلاف کبھی نہیں ہوا۔ بعض محتاط حضرات کی طرف سماع کے سلسلہ میں پوچھے جانے والے سوال کے جواب میں یہ مقولہ منسوب ہے "نہ ایں کار می کنم نہ انکار می کنم" (نہ یہ کام میں کرتا ہوں اور نہ اس کا انکار کرتا ہوں) یعنی مجھ کو سماع کا ذوق نہیں ہے اور اگر کوئی سماع سنتا ہے تو اس پر طعن بھی نہیں کرتا" پھر بھی اجازت دینے والے حضرات نے تین شرطیں سماع کی رکھی ہیں، "زمان، مکان، اخوان" یعنی سماع کے لئے وقت بھی خاص ہونا چاہیئے، اور سماع کے لئے جگہ بھی خاص ہونی چاہیئے، اور سننے والے حضرات بھی خاص ہونے چاہئیں۔" ان شرائط کا مقصد یہ تھا کہ سب ایک ہی خیال کے افراد ہوں اور ان کی توجہ بھی صرف ایک ہی طرف یعنی ذاتِ پاک کی جانب ہو، حضرت قبلہ کی سرپرستی میں جہاں کہیں بھی محفل سماع منعقد ہوئی، اور کسی بھی خیال کا آدمی اس محفل میں شریک ہو گیا تو یہاں پر آکر اس کا خیال اس کا رجحان یکسو اور پاک صاف ہو گیا، اس کو یہ ہوش ہی نہ رہا کہ وہ کس وقت میں کس جگہ میں کن لوگوں کے درمیان ہے، آغاز محفل سے انتہا تک سامعین پر یہی کیفیت طاری رہتی تھی۔ اور شریک ہونے والا ہر فرد صفائی قلب و دماغ کے ساتھ مسرور و شاداں واپس ہوتا تھا۔

خاکساری:۔ خاکساری اور عاجزی آپ کے مزاج میں اس طرح رچ بس گئی تھی کہ آپ مریدوں کے ساتھ زمین پر آرام کرنا پسند فرماتے، مریدوں کے اصرار کے باوجود چارپائی یا تخت یا نمایاں مقام پر آرام کرنا یا بیٹھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

حلقۂ ذکر:۔ حلقۂ ذکر میں ہفتہ واری حلقۂ ذکر کے علاوہ کوئی وقت مقرر نہیں تھا، جس وقت بھی ذکر جلی کی کیفیت کا ظہور ہوتا، اسی وقت آپ سب کو ترتیب کے ساتھ بٹھا کر فرماتے "بھائی اب اللہ اللہ کریں گے"۔ اکثر مرتبہ تو یہ دیکھا گیا ہے کہ ذکر کا سلسلہ اتنا طویل ہو جاتا کہ نوجوان حضرات بھی پست ہو جاتے، لیکن آپ کی جولانی اور کیفیت میں فرق نہ آتا تھا۔ بلکہ وقفۂ ذکر جوں جوں طویل ہوتا جاتا آپ پر شباب کی کیفیت طاری ہوتی جاتی تھی۔

عفو و درگذر:۔ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کے لئے آپ کی انتھک جد وجہد اور صبر وتحمل مثالی تھا۔

جو لوگ آپ پر غلط انداز میں تنقید کرتے تھے، ان کے بارے میں نہ کبھی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور نہ کوئی سخت اور ناز یبا لفظ استعمال کیا۔ اگر کسی عقیدت مند نے ازراہِ عقیدت صورتِ حال سے آگاہ بھی کر دیا تو آپ خاموشی اختیار فرما لیتے یا تبسّم فرماتے۔ بعض مرتبہ تو ایسا بھی ہوا کہ معتقدین اور مریدین حضرات کو تنقید کرنے والوں کا انداز نہایت ناگوار گذرتا۔ معاملہ اخلاقی حدود سے آگے بڑھ جائے تو برداشت کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، مگر ان حالات میں بھی حضرت قبلہ کی جانب سے دفاعی یا اقدامی معاملہ کبھی نہیں ہوا۔ اور نہ اس بارے میں کسی مرید یا معتقد کی ہمت افزائی کی، مریدین حضرات اپنی طبیعت پر جبر کر کے مجبوراً خاموش رہتے تھے،

لیکن چند دنوں کے بعد ہی آپ کی حکمت و دانائی کا مشاہدہ بارہا اس طرح ہُوا کہ وہی لوگ جن کی زبانیں بُرا بھلا کہتے نہ تھکتی تھیں، بصد منّت و انکساری حاضر خدمت ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے، حضرت قبلہ نے گذری ہوئی باتوں کا کوئی ذکر کبھی نہیں کیا، اور اپنی شفقت و محبت سے ایسا سلوک کیا گویا اس سے پہلے کوئی بات ہی نہ تھی۔ ان تمام حضرات کو معاف فرما کر دامن عاطفت میں چھپا لیا یہی سنت اللہ اور اُسوۂ رسول ہے،

کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ماقبل اسلام کی معافی ''۔

اس قسم کے معاملات میں سب سے زیادہ پُرلطف بات یہ تھی کہ یہی حضرات جب حضرت قبلہ سے قریب ہوئے تو ان کے اقوال و اعمال سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ بیس پچیس برس پرانے مرید ہیں۔

جذبۂ خدمت:۔ سن شعور ہی سے خدمت خلق کا جذبہ آپ کے قلبِ مبارک میں تھا، اور یہ مبارک جذبہ آپ کو اس لئے عطا کیا گیا تھا کہ ایک دن آپ کو "مخدوم" بننا تھا۔ مثل مشہور ہے "ہر کو خدمت کرد او مخدوم شد" خلافت و اجازت کی نعمت سے سرفراز ہونے کے پیشتر آپ کے اس جذبۂ خدمت کا چرچا تھا، والدین بھی اپنے لاڈلے اور اکلوتے بیٹے کے معاملاتِ خدمت میں کبھی رکاوٹ نہ بنے، بلکہ ایک طرح سے انھوں نے اس ہونہار بچے کے سامنے گویا ہتھیار ڈال دیئے ہوں۔ حضرت قبلہ کے والدِ محترم کا مقولہ اس بات کی تائید کرتا ہے کہ کوئی شیخ رمضان علی صاحب کے گھر دریافت کرنے آتا کہ آپ کا لڑکا گھر میں ہے؟ تو آپ کے والد محترم فرماتے "بھیا وہ تو کسی فقیر کی کسی مجبور کی یا کسی بے سہارا کی تلاش میں ہوگا، کوئی مل گیا تو گھر لایا جائے گا بدن میلا ہوگا تو غسل دلایا جائے گا کپڑے خستہ ہوں گے تو نئے کپڑے پہنائے جائینگے اور پھر چارپائی پر بٹھا کر مہمان کی طرح کھانا کھلایا جائے گا۔''

غرض کہ اس طرح کے واقعات بچپن میں روزمرّہ کے معمولات میں داخل تھے یہ ہونہار بچہ جو اپنے وقت کا قطب ہونے والا تھا، شانِ مخدومیت ازل سے لےکر آیا تھا۔

اس عہد کے بعد جب راہِ سلوک میں قدم رکھا تو اپنے پیر و مرشد قبلہ کی ایسی خدمت کی جسکی مثال ملنی مشکل ہے، پیر و مرشد کے گھرانے کا بھی وہ احترام کیا جسکی کوئی انتہا نہیں، اس کے بعد جب تاجِ جہانگیری پہنایا گیا اور لاکھوں مریدوں اور خلفاء کرام کے پیر و مرشد ہوتے تب بھی جذبۂ خدمت میں کوئی کمی نہ آئی۔

ارکانِ حج کی تکمیل کے بعد جب مدینہ منورہ روانگی کی تیاری ہو رہی تھی اور سامان باندھا جا رہا تھا، ایک خادم غسل کر رہے تھے، غسل سے فراغت کے بعد وہ کپڑے بدلنے کے لئے غسل خانہ سے باہر تولیہ لپیٹ کر آئے اور کپڑے بدل کر اپنا گیلا تہبند اُٹھانے کے لئے غسل خانے میں گئے، تو دیکھا کہ حضرت قبلہ ان کا تہبند نچوڑ رہے ہیں، خادم نے لینا چاہا تو آپ نے فرمایا" کیا حرج ہے جو ہم نے یہ کام کر دیا۔

سفرِ حج کے لئے بمبئی سے بذریعہ محمدی جہاز روانگی ہوئی تو اسی جہاز پر مظفر پور (بہار) کے رہنے والے علی حسین صاحب بھی ہمسفر تھے، ساٹھ برس کے لگ بھگ عمر ہوگی بھاری بھر کم بدن، کہ اٹھنا بیٹھنا دشوار، نہ کوئی شناسا ہمسفر، سلسل البول کے مرض میں مبتلا مشکل سے پندرہ بیس منٹ ان کا وضو قائم رہتا، اسلئے بار بار کپڑا دھو کر سکھاتے، اس طرح بھیگے ہوئے کپڑوں کی اچھی خاصی تعداد جمع ہو جاتی، حضرت قبلہ کو جب ان صاحب کا حال معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم ہمارے گروہ میں شامل ہو جاؤ جدّہ پہونچ کر علی حسین صاحب نے اپنے طے شدہ معلم کو چھوڑ دیا اور واپسی تک حضرت قبلہ کے ہمسفر رہے، حضرت قبلہ کے فرمان کے مطابق اس تمام عرصہ میں حضرت قبلہ کے خدام اُنکی خدمت کرتے رہے بلکہ خورد و نوش کا انتظام بھی حضرت قبلہ کی طرف سے ہوتا رہا۔

حج کے دوران ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ "منیٰ" میں علی حسین صاحب ہم لوگوں سے بچھڑ گئے، حضرت قبلہ کے خدّام نے بہت تلاش کیا، لیکن نہ مل سکے، اتنی مخلوق کے درمیان کسی ایک فرد کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں، ڈرتے ڈرتے حضرت قبلہ سے ان کی گمشدگی کے بارے میں عرض کیا گیا، آپ نے فرمایا" اچھا ہم تلاش کرتے ہیں، اور پھر تھوڑی دیر میں حضرت قبلہ ان کو اپنے ہمراہ اس طرح لے کر تشریف لے آئے گویا کوئی خاص بات ہی نہ ہو

فضول باتوں سے پرہیز: سفر ہو یا حضر، حضرت قبلہ زیادہ تر خاموش ہی رہتے، دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا کہ کسی خاص معاملہ پر غور و فکر فرما رہے ہیں۔

دورانِ سفر اگر کوئی ضروری بات ہوتی تو مختصر جواب مرحمت فرماتے۔ تاحیات آپ کا یہی معمول رہا۔ بیکار باتیں بنانا تو در کنار، ایک جملہ بھی آپ کی زبانِ مبارک سے ایسا نہیں سُنا گیا جو بے مفہوم اور بے مقصد ہو۔

سفر کی کیفیت:۔ سفر اگر ٹرین سے ہو رہا ہے اور کوئی اجنبی شخص قریب میں بیٹھا ہے تو اس کی دل جوئی کرتے، سفر میں اپنے مریدوں اور خدام کا خاص خیال رکھتے، انفرادی ذمہ داری کا احساس بیدار کرنے کے لئے تمام متعلقین کو اپنے اپنے سامان کی حفاظت کی تاکید فرماتے، سفر شروع کرنے سے پہلے اور سفر مکمل ہونے کے بعد سامان کی باقاعدہ جانچ پڑتال کرتے۔

نمائش و نمود سے پرہیز:۔ دیس ہو یا پردیس، سفر ہو یا حضر، کبھی بھی کسی جگہ حضرت قبلہ نے اپنی نمائش کو پسند نہیں فرمایا، آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کتنے عظیم اور حیرت انگیز واقعات کا ظہور فرمایا لیکن کبھی آپ نے گردن اونچی نہیں کی اور نہ زبانِ مبارک سے فخریہ کلمات کا اظہار فرمایا۔

مریدوں کے بارے میں آپ کی یہی نصیحت عملی طور پر رہتی تھی کہ سادگی کو پیشِ نظر رکھیں ایک خصوصی نشست کے موقع پر جبکہ مخصوص مریدین حاضر خدمت تھے، آپ نے ارشاد فرمایا، "دیکھو کرامت کے لئے ہرگز قصد نہ کرنا، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اور جس کے ذریعہ چاہتا ہے کرامت کا ظہور فرما دیتا ہے۔

گھر میں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اچھے سے اچھا کپڑا دستیاب تھا، آغاز شباب میں آپ نہایت نفیس اور زرق برق لباس زیب تن فرماتے، لیکن جب نسبت کا قیام ہو گیا تو تمام شان و شوکت کو رخصت کر دیا۔ پھر تو جیسا بھی مل گیا پہن لیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، "لباسِ معرفت کے سامنے تمام لباس کم قیمت ہیں، جسکو یہ لباس مل گیا دوسرے لباس کی طرف اس کی توجہ ہی نہیں رہتی۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید خاص، جن کو خلافت سے بھی نوازا گیا، نہایت نفیس لباس میں ملبوس حاضر خدمت ہوئے، کُرتے کی لمبائی ذرا زیادہ تھی، آپ نے ان کو اپنے قریب بٹھالیا اور بڑے پیار بھرے انداز میں ان کے لباس کی تعریف فرمانے لگے، "ارے بھائی بہت اچھا کپڑا ہے، بہت خوب سلوایا ہے۔" حاضرین خدمت اور یہ صاحب سمجھنے سے قاصر تھے کہ آج خلافِ معمول لباس کی کیوں بہت تعریف کی جارہی ہے، اور حضرت قبلہ کی کیا منشاء ہے؟ پھر تھوڑی دیر کے بعد کسی خادم سے فرمایا "بھائی ذرا قینچی تو لاؤ کُرتا ذرا زیادہ لمبا ہوگیا ہے، دیکھنے والے سمجھیں گے کہ بڑے صوفی جی ہیں،" چنانچہ قینچی لائی گئی اور پھر آپ نے ایک بالشت نیچے سے ناپ کر، کُرتے کی کٹائی کردی۔" اب بات سمجھ میں آئی، کہ اس سئے تعریف کی جارہی تھی، اور کُرتے کو کاٹ کر خراب کرنا مقصد نہیں تھا، بلکہ نمود ونمائش سے بچنے کی تعلیم دینی مقصود تھی۔ اگرچہ یہ واقعہ ایک معمولی سی بات ہے، مگر اہلِ بصیرت کیلئے اس میں جو حکمت پوشیدہ ہے۔ اگر یہ سمجھ میں آجائے تو انسان کی زندگی کا دھارا بدل سکتا ہے۔

سفر میں مرید اگر ساتھ ہوں تو پیر صاحب کی ایک الگ شان ہوتی ہے۔ لیکن حضرت قبلہ کے یہاں فرقِ مراتب کے باوجود ایسی سادگی ہوتی تھی کہ اجنبی آدمی مشکل سے پہچان پاتا کہ مرید کون اور مرشد کون ہے؟ اگر کسی نے سفر کے دوران آپ سے معلوم کرلیا، کہ یہ حضرات آپ کے مرید ہیں؟ تو آپ فرماتے تھے کہ ہاں یہ میرے دینی بھائی ہیں۔

عالم خواب وبیداری:۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جن کا قلب ذکرِ الٰہی سے بیدار ہوجاتا ہے، ان کا سونا بھی جاگنے کی طرح ہوتا ہے۔ حضرت قبلہ کو ہمیشہ دیکھا گیا خواہ کتنی ہی دیر تک آپ سوئے، لیکن جب اُٹھ کر بیٹھ گئے، تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سونا تو درکنار، آنکھ بھی نہ جھپکی ہو، بالکل تروتازہ، اور چاق وچوبند، نہ تو نیند کا خمار، اور نہ کسی قسم کی سُستی کا اثر۔

روحانی کشش:۔ حضرت قبلہ کی ذاتِ گرامی میں کچھ ایسی کشش تھی کہ جس نے نظر بھر کر دیکھ لیا، وہ اپنے حواسِ خمسہ کو خیر باد کہہ کر صرف آپ میں منہمک ہو جاتا، اور اس کو حضرت قبلہ کے علاوہ اور کسی چیز کا خیال ہی نہ رہتا تھا۔ بس یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت حضرت نظروں کے سامنے رہیں، اور ہم نظارۂ جمال کرتے رہیں۔

پہلا سبق:۔ درس گاہ حسنیٰ کا یہ دستور تھا کہ جس کسی کو سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں شامل کرتے، اس کو ذکرِ جلی کراتے، اور یہ فرماتے کہ ذکر کے وقت اپنی نفی اور ذاتِ پاک کا اثبات کرو۔ اور پھر یہ تصور قلب میں اس طرح قائم ہو جائے کہ تمام علائق کی نفی ہو جائے اور صرف ذات پاک کا اثبات قائم ہو جائے۔ مرید ہونے والے کے قلب میں جب تک گرمی نہ پیدا ہو جاتی تھی ذکر و فکر کا سلسلہ قائم رکھا جاتا۔

گرامی نامے:۔ مریدین کے خطوط کے جوابات مختصر اور بامقصد الفاظ میں تحریر کئے جاتے، حضرت قبلہ کے گرامی نامے میں مکتوب الیہ کے لئے کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہوتی تھی جو دل پر نقش ہو جائے، وصال سے کچھ دنوں پہلے عام طور پر خطوط کے جواب میں یہ جملہ تحریر ہوتا تھا "بیٹا! دنیا چند روزہ ہے معمولات میں وقت کی پابندی ضروری ہے۔ اب ملنے ملانے کے دن قریب آرہے ہیں، تم بھی ملاقات کے لئے آجاؤ۔"

جمال و جلال کی کیفیت:۔ مختلف مقامات پر لوگوں نے مخالفتوں کے طوفان اٹھائے، لیکن حضرت قبلہ کی پیشانی مبارک پر بل تک نہ آیا، حضرت قبلہ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے مگر مزاجِ مبارک میں ذرا سی بھی حرارت نہ پیدا ہوئی، کیونکہ حضرت قبلہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ یہ سادہ لوح نادانی اور ناسمجھی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔ لیکن اگر کسی نے جان بوجھ کر، شعور و ہوش کے ساتھ کوئی نازیبا حرکت کی، یا بزرگوں کے طریقے پر طنزاً کوئی اقدام کیا، اُس وقت جلال کی کیفیت کا ظہور اس طرح

ہوتا کہ چہرۂ مبارک سُرخ ہو جاتیں اور ایک نظر اس پر پڑ گئی تو وہ شخص حال سے بے حال ہو جاتا، کپڑے پھاڑ کر، دیوانوں کی طرح خورد و نوش اور لباس سے مُبرا ہو جاتا، تاہم کسی کی سفارش پر اس کا قصور معاف فرما دیا جاتا۔ اور پھر شفقت و عنایات سے نوازا جاتا۔ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے معتبر اور مستند حضرات نے فرمایا کہ ہم نے صرف دو آدمیوں کو دیکھا جن کو الگ کرنے کے بعد قربت حاصل نہ ہو سکی۔

دُعائیں توسل :۔ آپ ہمیشہ دعائیں توسُّل اور واسطہ اختیار فرماتے، اندازِ دُعا عام طور پر یہ ہوتا کہ اے اللہ! تو اپنی رحمت کے صدقہ میں، اپنے محبوب کے طفیل میں اور اپنے پیارے بندوں کے واسطے میں، میری دعا قبول فرما۔

آخری بات :۔ دل تو یہ چاہتا ہے کہ حضرت قبلہ کی خصوصیات لکھتا جاؤں اور آپ پڑھتے جائیں، مگر کہاں تک! سلسلۂ سخن دراز ہوتا جا رہا ہے۔ آخر میں ایک خاص بات مختصراً یہ عرض ہے کہ اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود حضرت قبلہ نے کسی بھی مقام پر کسی بھی مرحلہ پر اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔ جس نے جو سمجھا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا، جس نے جو مانگا مل گیا، آسمان کی سی بلندی اور سمندر جیسی گہرائی کے پردوں میں اپنی شخصیت کو چھپاتے ہوئے یہ نایاب گوہر ہماری آنکھوں سے ظاہری طور پر جُدا ہو گیا۔ فیض پانے والوں نے اس وقت بھی فیض پایا اور آج بھی فیضیاب ہیں اور آئندہ بھی فیضان کی بارش ہوتی رہے گی، مختصر، کوتاہ نظر اور کم ظرف نہ اُس وقت کچھ حاصل کر سکے اور نہ اب اور نہ آئندہ کچھ حاصل کرنے کی توفیق ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب بندوں کے فیضان سے بہترین طور پر فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بمبئی

اجازت و خلافت کے بعد حضرت قبلہ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مشغول ہو گئے تھے، بمبئی میں بھی آپکی آمد و رفت اسی مقصد کے لئے ہوتی تھی، ۱۹۵۱ء کے بعد باقاعدہ نظم و ضبط کے ساتھ قیام کا انتظام ہو گیا اور حضرت سلطان الاولیا، قبلہ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ کی روز بروز ترقی ہونے لگی، حضرت قبلہ بھی وقتاً فوقتاً بمبئی میں جلوہ افروز ہوتے، اور معتقدین و مریدین حضرات آپ کی خدمت اقدس میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے۔ بمبئی شہر کے علاوہ اطراف بمبئی میں بھی آپ تبلیغی مشن کے لئے تشریف لے گئے، خصوصی طور پر بھیمڑی، ہنویل، ورسُوا، گھاٹکوپر، باندرہ، مانخوردمیں حضرت قبلہ نے قیام فرماکر ہزاروں لوگوں کو سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں داخل فرماکر روحانی فیضان سے فیضیاب فرمایا۔

ہندوستان میں بمبئی کو "عروس البلاد" کی حیثیت حاصل ہے۔ اس عروس کے آنچل میں بے شمار بزرگوں کی ابدی آرام گاہیں چاند ستاروں کی طرح جگمگا رہی ہیں، حضرت سلطان الاولیا، قبلہ جب کبھی بمبئی تشریف لاتے تو مقامی بزرگوں سے روحانی رابطہ قائم کرنے کے لئے آستانوں پر حاضری معمولات میں داخل تھی، خصوصی طور پر مندرجہ ذیل مزارات مقدسہ پر پابندی کے ساتھ حاضری کی سعادت سے فیضیاب ہوتے۔

۱ حضرت مخدوم فقیہ علی ماہمی رحمۃ اللہ علیہ "ماہم شریف" ۲ حضرت بیدر و شاہ رحمۃ اللہ "کرافورڈ مارکیٹ"
۳ حضرت عبدالرحمٰن حاجی ملنگ شاہ رحمۃ اللہ علیہ "کلیان" ۴ حضرت بسم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ "بوری بندر"
۵ حضرت حاجی علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ "حاجی علی" ۶ حضرت بہاء الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ "دھوبی تالاب"
۷ حضرت پیر جنگلی شاہ رحمۃ اللہ علیہ "ورلی" ۸ حضرت غزالی رحمۃ اللہ علیہ "قلابہ"
۹ حضرت کریم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ "چھوٹا سوناپور" ۱۰ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ "چھوٹا سوناپور"
۱۱ حضرت شیخ مصری شاہ رحمۃ اللہ علیہ "وڈالا" ۱۲ حضرت حاجی تجمل حسین عرف پنکھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ "گھاٹکوپر"

بمبئی میں قیام کے دوران حضرت قبلہ جہاں جہاں تشریف لے گئے، تمام ہی مقامات پر عجیب و غریب واقعات کا ظہور ہوتا رہا۔ لوگوں کے دلوں میں آپ کی عظمت کا ایسا سکہ بیٹھ گیا تھا کہ اگر تمام مقامات کے احوال تفصیل کے ساتھ تحریر کئے جائیں تو اچھا خاصا ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ اس لئے صرف ایک دو واقعات پر ہی اکتفا مناسب ہے۔ ماخوذ داسٹیشن سے کچھ فاصلہ پر جنتا کالونی تھی جہاں آقائی و مرشدی حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ کے زیر سرپرستی محفل خانہ جہانگیریہ تھا، حضرت سلطان الاولیاء قبلہ وہاں تشریف فرما تھے، معتقدین اور مریدین بھی کافی تعداد میں موجود تھے، حاضرینِ خدمتِ اقدس میں مؤدب بیٹھے ہوئے تھے، کہ یکایک گفتگو کا موضوع تبدیل کرتے ہوئے حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا کہ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جائے تو اس کے کفن کے لئے کتنا کپڑا درکار ہوگا، حاضرین میں سے کسی نے تفصیل کے ساتھ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا "سچ ہے" اس کے بعد فرمایا "اچھا اگر عورت کا انتقال ہو جائے اس کو کتنے کپڑوں کی ضرورت ہوگی؟" اس سوال کا جواب بھی مفصل عرض کر دیا گیا۔ جواب سن کر آپ نے فرمایا "سچ ہے۔" اس کے بعد آپ نے صدری کی جیب میں ہاتھ ڈالا، اندر باہر کی جیب میں جو کچھ روپیہ تھا نکال نکال کر سامنے رکھا، اور کسی قریبی خادم سے فرمایا "گنو" روپئے کی گنتی کی گئی تو کل چالیس روپے ہوئے۔ آپ نے فرمایا "بھائی ان پیسوں کی کچھ شیرینی وغیرہ لے آؤ، فاتحہ کرنی ہے۔" حاضرین حیرت و تعجب کے ساتھ یہ گفتگو سن رہے تھے اور یہ سب معاملہ دیکھ رہے تھے۔ کسی کو کچھ عرض کرنے کی جرأت تو نہ تھی، البتہ پوشیدہ طور پر ہر ایک کے دل میں یہ سوال موجود تھا کہ خلافِ توقع حضرت قبلہ یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں۔ ایسا تو کبھی دیکھا نہ گیا، آخر کار اس حیرت کا اختتام اس طرح ہوا کہ اگلے دن پوسٹ مین نے ایک ٹیلی گرام لا کر دیا، جو مرشد نگر سے آیا تھا حضرت قبلہ کے حکم کے مطابق ٹیلی گرام پڑھا گیا، پڑھنے پر معلوم ہوا کہ مرشد نگر میں پیرانی اماں کا وصال ہو گیا ہے۔ اور یہ فاتحہ کا اہتمام اسی سلسلہ میں کیا گیا تھا۔ یہ تمام معاملات جنتا کالونی کے محفل خانہ میں ٹھیک اسی وقت پر ہو رہے تھے جو پیرانی اماں کے وصال کا وقت تھا۔

جنتا کالونی میں مسلمانوں کی کثیر تعداد آباد تھی، کئی مساجد بھی تھیں، سیکٹر نمبر ۲ میں آقائی ومرشدی قبلہ نے بھی ایک مسجد تعمیر کرائی ہے جو بحمداللہ اب تک (جنتا کالونی ختم ہونے کے بعد بھی) آباد ہے باقاعدہ نماز پنج گانہ کے علاوہ جمعۃ المبارک کی نماز بھی ادا کی جاتی ہے۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے اس مسجد کے نمازیوں کیلئے پانی کی فراہمی کا معاملہ بہت پیچیدہ اور دشوار تھا۔ کافی فاصلہ سے پانی برتنوں میں بھر کر لایا جاتا تھا، پانی کے لئے کئی مقامات پر مسجد کے احاطے میں اور مسجد کے قریب کافی کھدائی بھی کی گئی، لیکن سب بیکار، کافی گہرائی تک کھدائی کے بعد بھی پانی نہ نکلا۔ پانی کی قلت کے سلسلہ میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا تو آپ نے حسب عادت خاموشی اختیار فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ اُٹھے، ہاتھ میں چھڑی لی، اور مسجد کے احاطے ہی میں ایک مقام پر چھڑی رکھ کر فرمایا "یہاں کھدائی کرو" احکم کے مطابق فوراً کھدائی شروع کردی گئی، ابھی سطح زمین سے ایک یا ڈیڑھ میٹر تک کھدائی ہوئی تھی کہ پانی کی ایک پھوار نکلی، لوگوں کی مسرت کا کیا ٹھکانہ، بس دو میٹر کھدائی کرکے تقریباً تین میٹر کی گولائی میں کنواں تیار ہوگیا۔ پانی بھی ماشاءاللہ نہایت صاف شفاف اور شیریں برآمد ہوا، بحمداللہ حضرت قبلہ کی دُعاؤں سے مسجد بھی آباد ہے اور کنواں بھی مستعمل ہے۔

تیسرا معاملہ یہ ہوا کہ تصوف کی حقیقت سے ناآشنا افراد ہمیشہ اس کے مخالف ہو کر شورش وطوفان برپا کرتے رہے ہیں، کبھی قوالی پر کبھی دست بوسی پر اور کبھی قدم بوسی پر اعتراض کرتے ہیں، اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا۔ مگر اہل حق کبھی ان ناسمجھ لوگوں کے مخالفانہ رویئے سے نہیں گھبرائے اور نہ کبھی ایسے افراد سے نفرت کا اظہار کیا۔ بلکہ پیار محبت اور مخلصانہ کردار، مشفقانہ گفتار سے انہیں حقیقت سے قریب کرانے کی کوشش کرتے رہے جنتا کالونی میں جب اس سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے فیضان کا سلسلہ شروع ہُوا، لوگوں نے بُرائیوں کو ترک کرکے ذکر الٰہی اور نماز وروزہ شروع کردیا، شراب کی بھٹیوں کو توڑ کر شراب سازی اور شراب نوشی ترک کردی، ماؤں اور بہنوں کی عزت وآبرو کا احساس وشعور پیدا ہونے لگا تو شیطان جو اولاد آدم کا ازلی دشمن ہے لوگوں کو ورغلانے

لگا، کچھ سادہ لوح اور ظاہر بین افراد بھی غیر شعوری طور پر نامناسب افراد کے ساتھ ہو گئے۔ جزوی اختلاف کو بنیادی مخالفت کا رنگ دے کر اچھا خاصا طوفان برپا کر کے بازاری سطح پر آ گئے، دین داری کی آڑ میں دنیا داری کی دکان چمکانی شروع کر دی، دین اسلام کے ان نادان دوستوں نے ایک کمیٹی بنا کر ایک شعلہ بار مُقرّر کو جن کا لقب طوطئ ہند تھا بلوایا گیا، لاؤڈ سپیکر لگا دیا اور مناظرہ و مجادلہ کی دعوت دی جانے لگی، ان کی نظر میں اہلِ دانش" کا ایک وفد طوطئ ہند کو لے کر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور نازیبا الفاظ کے ساتھ گفتگو شروع کی، حضرت قبلہ نہایت سکون کے ساتھ طوطی ہند کی گفتگو سنتے رہے حالانکہ حضرت قبلہ کے مریدین و معتقدین کو بھی اشتعال کی لہر نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا لیکن حضرت قبلہ کی موجودگی میں کسی کو کسی قسم کی حرکت کی مجال نہ تھی، اس لئے اس طرف سے مکمل سکوت کا معاملہ رہا، جب طوطئ ہند کی گفتگو ختم ہو گئی تو حضرت قبلہ نے خدا معلوم کیا فرمایا کہ میدان بالکل الٹا ہو گیا، پھر تمام اجتماع کا لوں والوں نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ اب مائک پر وہی طوطئ ہند صوفیاء کی تعریف فرما رہے ہیں۔ حضرت قبلہ کی اس کرامت کے بعد سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی مخالفت کا مزاج ہی ختم ہو گیا اور پھر بہت سے منکر حضرات حضرت سلطان الاولیاء کے دست حق پرست پر مرید ہو کر سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں داخل ہو گئے۔

چالیس کا عدد

ایک ہی معاملہ میں جب چند اتفاقات جمع ہو جائیں، تو انسانی ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ محض اتفاق کی بات نہیں ہے اور یہ واقعات اتفاقاً وقوع پذیر نہیں ہوئے، بلکہ ان اتفاقات کے پسِ پردہ کوئی مصلحت اور حکمت ضرور ہے۔ حضرت قبلہ کی حیاتِ مبارکہ میں "چالیس کے عدد" کا بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ سالکانِ راہِ طریقت نے بھی چالیس کے عدد کو معتبر مانا ہے۔ اور اپنے تجرباتِ صالحہ کی روشنی میں یہ بات مقرر کر دی ہے کہ اگر کوئی کام دلچسپی، لگن اور خلوص کے ساتھ چالیس دن تک کیا جائے تو اس سے مزاج میں تبدیلی کی کیفیت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مراتبِ سلوک طے کرنے کے لئے چلّے کا لفظ بھی اِسی مفہوم کے ماتحت منتخب کیا گیا ہے مصلحتِ شیخ اور حسبِ استعدادِ مرید بھی ایک ہی چلّے پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ دو دو اور تین تین چلّے بھی کرائے جاتے ہیں۔ سائنٹفک طریقے پر تین چلّوں یعنی ایک سو بیس دن میں جسمِ انسانی میں نئے خون کی پیداوار کا آغاز ہو جاتا ہے اور پُرانا خون جسم میں کالعدم ہو جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص ظاہری طور پر پاک اور حلال روزی کا اتنے دنوں مستقل استعمال کرے گا، اور دوسری طرف ذِکر و اذکار کے ذریعہ روحانی غذا روح کو پہونچائے گا تو رحمتِ خداوندی سے اس کے قلب و مزاج کی کیفیات میں بہترین تبدیلیاں ضرور رونما ہو جائیں گی۔ قرآن پاک میں بھی لفظ "اربعین" یعنی چالیس کا ذکر موجود ہے اس کے بعد اس عدد کی تعیین میں حکمت نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے۔

سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے معتبر و مستند حضرات نے راقم سے ارشاد فرمایا کہ "ہمارے پیر و مرشد حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے ایک مخصوص مجلس میں اپنے ایک مبارک خواب

کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، کہ رات ہم کو چالیس "جہانگیری تاج" عطا کیے گئے ہیں۔" آقائی و مرشدی قبلہ نے بیان فرمایا" حضرت قبلہ کا قیام بمبئی میں ہمارے مکان پر تھا۔ آپ کے ایک رشتہ دار بی۔ ایس۔ ٹی "میں "بس ڈرائیور" تھے۔ ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد رات کو بارہ بجے کے قریب وہ حضرت قبلہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ کمرہ میں چارپائی پر آرام فرما رہے تھے۔ اور ہم دروازے کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے لیٹے تھے۔ حضرت قبلہ کے آرام کی وجہ سے ہم نے بجلی کی روشنی بند کر دی تھی۔ یہ صاحب اندھیرے میں آئے اور حضرت قبلہ کی چارپائی کے پاس بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد گفتگو کی آواز محسوس ہوئی۔ آواز صاف سنائی نہیں دے رہی تھی۔ صرف محسوس ہو رہا تھا کہ گفتگو ہو رہی ہے۔ کافی دیر تک سلسلہ گفتگو چلتا رہا۔ بات چیت ختم کرنے کے بعد جب یہ صاحب واپس جانے لگے اور دروازے کے قریب آئے تو ہم نے ان کا پاؤں پکڑ لیا۔ وہ چونک گئے اور ہم سے پوچھا کون ہو؟ یہی سوال ہم نے ان سے کیا کہ آپ کون ہیں؟ وہ بیٹھ گئے تو پھر ایک دوسرے کو پہچانا۔ ہم نے اُن سے کہا" بھائی صاحب کیا کیا راز و نیاز ہوئے کچھ ہمیں بھی بتلا دو۔" انھوں نے کہا کہ حضرت قبلہ نے نہایت رازدارانہ انداز میں فرمایا" مجھے چالیس سردار خلیفہ بنانے ہیں" ہم نے معلوم کیا کہ ان خلفاء کرام کے اسمائے گرامی بھی ارشاد فرمائے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ بس ہم سے صرف یہی فرمایا ہے ناموں کی وضاحت نہیں کی۔"

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ جس وقت پیرانی اماں کا وصال ہوا، اس وقت حضرت سلطان الاولیاء "مانخورد جنتا کالونی، بمبئی" میں قیام پذیر تھے۔ پیرانی اماں کے وصال سے ایک دن پہلے آپ نے حاضرین مجلس میں کسی سے معلوم کیا" ارے بھائی، عورت کے کفن میں کتنے کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس کی ترتیب کس طرح ہوتی ہے۔ اس بات کو تمام حاضرین نے تعجب کے ساتھ سُنا، کہ اچانک حضرت قبلہ نے یہ سوال کیوں دریافت فرمایا۔ جواب عرض کر دیا گیا، بات آئی گئی ہوگئی۔ اگلے دن مرشد نگر سے ٹیلی گرام آیا کہ پیرانی اماں کا وصال

ہوگیا ہے۔ آپ نے خبر سُنی اور خاموشی اختیار فرمائی۔ اس کے بعد جیب میں ہاتھ ڈالا صدری اور کُرتے کی جیبوں میں جو روپے اور ریزگاری تھی، سب کو یکجا کر کے شمار کیا گیا تو پورے چالیس روپے ہوئے، آپ نے فرمایا "بھائی ان پیسوں کی شیرنی لے آؤ، فاتحہ اور ایصال ثواب کریں گے۔

چوتھا واقعہ، حضرت صوفی حسین میاں قبلہ آگرہ والے، جن کے یہاں حضرت قبلہ کا قیام آخری ایام میں رہتا تھا موصوف نے فرمایا، کہ سرکار سیدنا ابوالعلی قدس سرّہٗ کے عرس مبارک میں پابندی کے ساتھ حضرت قبلہ حاضری کی سعادت حاصل فرماتے۔ ابتدا میں حضرت قبلہ کا قیام سرکار سیدنا کے مزار مبارک کے احاطے میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد لوہا منڈی آگرہ میں، اور پھر اس کے بعد حسین احمد صاحب کے یہاں محلہ ہینگ کی منڈی میں مستقل آخر وقت تک قیام رہا، چنانچہ جب بھی سرکار سیدنا کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے آگرہ تشریف لاتے۔ مریدوں اور مہمانوں کے کھانے وغیرہ کے لئے چینی کی پلیٹوں کا انتظام کیا جاتا تھا۔ اب کی مرتبہ آپ نے فرمایا بھائی بازار سے مٹی کی نئور کابیاں خرید لاؤ۔ حسب الحکم مٹی کی رکابیاں خرید کر ایک بڑے ٹوکرے میں رکھ کر رکشا کے ذریعہ گھر تک لے آئے۔ راستے میں جھٹکے لگنے کی وجہ سے کچھ رکابیاں ٹوٹ گئی تھیں، اس کے بعد ایک مزدور کے ذریعہ جب یہ ٹوکرا پہلے منزل پر لے جایا گیا تو زینے کی چوکھٹ کی ٹھیس لگنے سے کچھ رکابیاں ٹوٹنے کی آواز آئی کچھ گھبراہٹ میں اور کچھ حضرت قبلہ کی ناراضگی کے خوف سے ہم سراسیمہ ہو گئے۔ بھاری ٹوکرا تھا۔ مزدور کے سر سے اتارتے وقت توازن قائم نہ رہنے کی وجہ سے کچھ رکابیاں ٹوٹیں۔ ٹوکرا صحن میں رکھ دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت قبلہ صحن میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ بھائی ان رکابیوں کی چھٹائی کرو۔ جو آدھی ٹوٹی ہوئی ہیں اُن کو ایک طرف رکھو۔ جو کم ٹوٹی ہوئی ہیں اُن کو الگ رکھو جو زیادہ ٹوٹی ہوئی ہیں اُن کے ٹھیکرے ایک طرف رکھو، اور جو صحیح سالم ہیں اُن کو الگ کرو۔

آپ کے فرمان کے مطابق سب کو الگ الگ کر دیا گیا، اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو سالم ہیں ان کی گنتی کرو۔ ہم نے ان رکابیوں کو گنا تو پوری چالیس رکابیاں صحیح سالم تھیں باقی شکستہ یا نیم شکستہ تھیں۔ ہم حیران تھے کہ آخر اس طرح الگ الگ رکھوانے کا اور صحیح سالم رکابیوں کو شمار کرانے کا کیا مقصد ہے؟ ابھی ہم اسی خیال میں اُلجھے ہوئے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "بھائی بس یہی پیری مریدی ہے۔ ایک پیر اپنے مریدوں کو جمع کرتا ہے۔ پھر ان کی اصلاح و تربیت کرتا ہے کچھ ان میں سے کامل بن جاتے ہیں اور کچھ نہیں بن پاتے حالانکہ فیضان کا سلسلہ سب کے لئے برابر ہے۔ اب یہ آدمی کے ذوق شوق، کوشش اور عقیدت کی بات ہے کہ وہ اس فیضان سے کتنا فائدہ حاصل کرتا ہے۔، یہاں پر بھی حضرت قبلہ نے درپردہ اس بات کی وضاحت فرمادی کہ آپ کو بشارت میں جو چالیس جہانگیری تاج عطا کئے گئے، اسی مناسبت سے آپ نے چالیس سردار خلفاء کی تعیین کی اور پھر اپنے عمل سے بھی اس معاملہ کو مکمل کر دیا کہ ہمارے خلفاء میں سے چالیس خلفاء عظیم المرتبت ہوں گے۔

غیر مسلموں کی نظر میں

طرحی اور غیر طرحی منقبت کی شکل میں اپنے گلہائے عقیدت سال بہ سال، سلطان الاولیار حضرت الحاج صوفی میاں محمد حسن شاہ قبلہ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرتا رہا ہوں. خیال آیا کہ ان بکھرے ہوئے پھولوں کو "پشپ مالا" کی صورت میں جمع کر دوں، تاکہ منتشر ہو کر نظروں سے اوجھل نہ ہو جائیں، اس لئے یہ مختصر مجموعہ، جو میرے دل کی آواز ہے پیش خدمت ہے۔

حضرت قبلہ سے میری نسبت اس طرح شروع ہوئی کہ حاجی محمد یٰسین صادق دہلوی میرے خواجہ تاش اور بہت پیارے دوست ہیں، وہ حضرت قبلہ کے مرید صادق اور پیارے خلیفہ بھی ہیں، لہٰذا بقول شخصے

ع دو چنداں کیوں نہ چاہوں، تم مرے پیارے کے پیارے ہو

فریدپور کے عرس سے دو روز پہلے حضرت قبلہ کو خواب میں حاجی صادق صاحب کے ہمراہ دیکھا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ مراد آباد کے ایک مشاعرے میں شرکت کے لئے جناب حاجی صادق صاحب، جناب آزردہ حیدری، جناب قیصر حیدری، اور ہربنس لال ایم۔ اے بھی ساتھ تھے۔ وہاں سے حضرت سلطان الاولیار قبلہ کی بارگاہ عالیہ میں حاضری کے لئے مرشد نگر حاضر ہوئے تو حضرت سجادہ صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ موصوف کی سادگی، خلوص و محبت نے اپنا گرویدہ بنا لیا۔

اس کے بعد جب حضرت قبلہ کا "پہلا عرس مبارک" ہوا تو آستانہ پر حاضری کا موقع ملا، حضرت قبلہ کے خلفار کرام اور مریدین کی مقناطیسی شخصیت اور حسن سلوک نے ہم کو

اس سلسلۂ عالیہ کا گرویدہ بنالیا۔ اوراب تو مذکورۃ الصدر دوستوں کے علاوہ جناب جے ناتھ کول اسسٹنٹ ڈائریکٹر انڈین اسٹینڈرڈ انسٹی ٹیوشن اور جناب ٹھاکر داس صاحب پی سی ایس اسسٹینٹ کمشنر دہلی کارپوریشن اور لالہ سورج بھان گپتا اور جناب راجہ رام صاحب، ڈاکٹر فیروز آبادی اور بہت سے احباب بھی سلسلہ عالیہ جہانگیریہ سے اپنی محبت کا اقرار کررہے ہیں۔ (اقتباس از: "پشپ مالا" مرتبہ پریم لال شفار)

ان حضرات کے علاوہ حضرت قبلہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہزاروں کی تعداد میں ہمارے ہندستانی بھائی، حضرت قبلہ کے فیضانِ صحبت اور روحانی فیض سے فیضیاب ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفیاء حضرات نے ہر ایک انسان کو مقامِ انسانیت عطا کیا۔ مذہب، مسلک اور عقیدے کے فاصلوں کو حُسنِ اخلاق، اور اعلیٰ کردار کے ذریعہ قُربتوں میں بدل ڈالا، آج کے دَور میں دوسروں کو انسانیت کا درس دینا تو عام ہے، مگر وہ خود انسانیت کے مقام پر قائم ہے یا نہیں، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ آج انسان، انسان سے ڈرتا ہے، اپنی پہچان گُم کرکے کوئی انسان دوسرے کو کب پہچان سکے گا؟ حضرت قبلہ کے فیض صحبت سے خوش نصیبی کا دروازہ کُھل جاتا تھا اور ایسے مواقع میسر آجاتے تھے کہ انسان خود کو پہچان سکے، دوسرے انسان کو پہچان سکے، انسانیت سے رابطہ قائم کرسکے اور اس ذات پاک کی کہ جو "معیار انسانیت" تھی اطاعت قبول کرکے دارین کی سعادتوں سے مالا مال ہوجائے! اپنے دامن سے منسلک تمامی افراد کے لئے حضرت قبلہ کی یہی کوشش رہی کہ سب ہی منزل مقصود پر پہونچ جائیں، مشیّتِ ایزدی میں کسی کا کیا دخل!

حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اطہر

۲۹ اگست ۱۹۵۱ء وہ مبارک دن تھا جب حضرت سلطان الاولیاء قبلہ محمدی جہاز سے حج بیت اللہ اور روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے ساحل بمبئی سے روانہ ہوئے۔ واپسی بھی محمدی جہاز سے ۱۳ نومبر ۱۹۵۱ء کو ہوئی۔ ساحلِ بمبئی سے حج بیت اللہ اور روضۂ اطہر کی زیارت کی سعادت کے بعد بمبئی واپسی تک ۷۷ دن کا سفر تھا۔

یوپی میں جولائی کا مہینہ گرمی اور بارش کے سنگم کا مہینہ ہوتا ہے۔ بارش ہوگئی تو قدرے سکون ہوگیا، ورنہ گرمی اپنا رنگ دکھاتی ہے، اِسی دو آتشہ موسم میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے قلبِ مبارک میں بیت اللہ کے دیدار اور روضۂ اطہر کی زیارت کی آتش بے پایاں شعلہ زن ہوئی اور آپ نے سفرِ عشق کا ارادہ فرمایا۔ حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ اطہر کا سفر دراصل سفرِ عشق ہے۔ جس طرح عاشق اپنے محبوب کی جستجو میں عیش و آرام اور زیب و آرائش کے لوازمات سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اور زبان پر اُس کا ذکر، قلب میں اُس کی یاد، خیال میں اُس کا تصور ہوتا ہے، محبوب کے ملن کے حسین سپنے سجائے ہوئے شہر شہر، قریہ قریہ، کوچہ کوچہ دیوانہ وار پھرتا ہے اسی طرح ایامِ حج میں بار بار لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، ذات وحدہٗ لاشریک کے پاک گھر کا طواف کرتا ہے، صفا، مروہ کی پہاڑیوں پر کبھی تیزی کے ساتھ اور کبھی آہستہ روی سے سعیٔ کرتا ہے۔ بالوں کی آرائش، ناخنوں کی تراش، لباس کی

زیبائش سے لاتعلق، بغیر سلا ہوا کپڑا لپیٹے ہوئے احکم الحاکمین کے دربار میں سربسجود ہوتا ہے اور ارکانِ حج سے فراغت کے بعد رحمۃ للعالمین کے دیارِ پاک میں ہزار ہا عقیدت و محبت کے ساتھ اس انداز میں حاضر ہوتا ہے کہ دردِ محبت کے سوا کسی بھی شئے کی جانب توجہ نہیں، یہ سب کچھ ارکانِ عشق ہیں جن کی تکمیل کے لئے یہ سفرِ عشق کیا جاتا ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے معاملاتِ عشق کے بارے میں لب کشائی کرنا تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ بلکہ اُن کیفیات کو جو اس عشق میں پیش آئیں اور آقائی و مرشدی حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ نے بیان فرمائیں، اُن کی معمولی سی جھلک بھی تحریر میں لانے سے اپنے کو عاجز سمجھتا ہوں، آقائی و مرشدی جب وہاں کے حالات بیان فرماتے ہیں تو ایک خاص کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی ہے جسے دیکھ کر عظمتِ الٰہی اور محبّتِ رسول کا لافانی نشہ رگ و پے میں سرایت کرتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے، اور یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ ؎

تصویر کا جب یہ عالم ہے وہ حُسنِ مجسّم کیا ہوگا۔

بہر حال جولائی ۱۹۵۱ء کے آخری ہفتہ میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ اور پیرانی اماں (اہلیہ محترمہ) اور کچھ خدام مرشد نگر سے فیروز آباد حضرت صوفی سیّد ابرار حسین شاہ قبلہ کے مکان پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور یہیں سے مغل لائن کمپنی بمبئی سے سفرِ حج کے سلسلہ میں قانونی کارروائی کے لئے رابطہ قائم کیا گیا۔ خط و کتابت کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ۲۹ اگست ۱۹۵۱ء کو بذریعہ محمدّی جہاز، بمبئی سے روانگی ہوگی۔ اس اطلاع کے بعد بمبئی روانگی کی تیاری شروع ہوگئی۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے ہمراہ آپ کے عظیم المرتبت خلیفہ جناب سید ابرار حسین شاہ قبلہ مع اہلیہ محترمہ و چند اقارب فیروز آباد سے بمبئی پہونچے، وی۔ ٹی اسٹیشن پر حضرت قبلہ کے استقبال کے لئے حضرت قاتل شاہ صاحب قبلہ (خلیفہ حضرت مولانا عبدالشکور شاہ نصیر آبادی) کے مریدین اور حضرت قبلہ کے

رفیع منزلت خلیفہ حضرت صوفی عبدالمجید شاہ صاحب قبلہ پھولوں سے سجی ہوئی کار لے کر حاضر ہوئے۔ یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی تشریف آوری سے پہلے حضرت صوفی عبدالمجید شاہ صاحب نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار احمد بخش صاحب سے فرمایا کہ ہمارے پیر و مرشد حج بیت اللہ کے ارادے سے بمبئی تشریف لا رہے ہیں، حضرت قبلہ کے قیام کے لئے کسی عمدہ جگہ کا انتظام کرنا ہے، مریدین اور متعلقین بھی حضرت قبلہ کے ہمراہ ہیں۔ احمد بخش صاحب چونکہ حضرت صوفی عبدالمجید شاہ قبلہ کی اس تبدیلی پر پہلے ہی سے حیران تھے کہ نئی تہذیب کے فیشن کا دلدادہ شخص، جس ہستی کی چند روزہ صحبت میں صوفی و سالک بن گیا، تو وہ بااثر شخصیت کیسی ہوگی۔ احمد بخش صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہی ذاتِ گرامی بمبئی میں جلوہ افروز ہونے والی ہے اس موقعہ کو منجانب اللہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر احمد بخش صاحب نے اپنے مکان واقع بھنڈی بازار نواب مسجد کے قریب، بلڈنگ کے دوسرے منزلہ پر حضرت قبلہ کے قیام کا انتظام کر لیا۔ اور سلطان الاولیاء قبلہ کے استقبال کے لئے جانے والے حضرات کے ہمراہ ایک بہت ہی عمدہ پھولوں کا ہار اور کار لے کر اسٹیشن پر پہونچ گئے۔ وقتِ مقررہ پر گاڑی پلیٹ فارم پر لگی۔ تمام حضرات تیزی کے ساتھ ایک ڈبے کی طرف لپکے۔ اور پھولوں کی بارش میں بصد احترام حضرت قبلہ کو ڈبے سے اُتارا۔ احمد بخش صاحب کی نظر نے جب پہلی مرتبہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا دیدار کیا تو بیگانۂ ہوش ہو گئے۔ بہت دیر کے بعد ہوش آیا تو دیکھا کہ دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھے ہوئے ہیں اور پھولوں کا ہار بدستور ہاتھوں میں اس طرح ہے گویا کسی کو پہنانے کا ارادہ کر رہے ہوں۔ پلیٹ فارم مسافروں سے خالی ہو چکا تھا۔ حضرت قبلہ حضرت صوفی عبدالمجید شاہ صاحب قبلہ اور حضرت قاتل شاہ صاحب قبلہ کے مریدوں کے ہمراہ اسٹیشن سے شہر کے لئے روانہ ہو چکے تھے البتہ خالی ٹرین ابھی تک کھڑی ہوئی تھی۔ ٹرین کے ایک ڈبے کے سامنے پھولوں کی بہت سی پتیاں بکھری پڑی تھیں۔

جن سے احمد بخش صاحب نے اندازہ لگا لیا کہ وہ محترم ہستی اسی ڈبے میں بیٹھ کر بمبئی تشریف فرما ہوئی ہے۔ ڈبے میں جھانک کر دیکھا تو کچھ سامان بستر وغیرہ رکھا ہوا نظر آیا۔ غیر ارادی طور پر ڈبے میں داخل ہوئے۔ ''ہولڈال پر'' صوفی محمد حسن، بھینسوڑی شریف تحصیل ملک ضلع رامپور، یوپی'' لکھا ہوا تھا۔ آپ نے قیاس کر لیا کہ حضرت قبلہ کے استقبال کی گہما گہمی میں سامان کی طرف سے سب کی توجہ ہٹ گئی اور وہ لوگ بھول سے سامان یہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ احمد بخش صاحب نے قلی کی مدد سے وہ تمام سامان اپنی کار میں رکھوایا اور اپنے گھر لا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد لوگوں سے معلوم کیا کہ مرشد نگر (بھینسوڑی شریف) کے رہنے والے مرشدِ گرامی کس جگہ قیام فرما ہیں۔؟ معلوم ہوا کہ جامی محلہ میں حضرت قاتل شاہ صاحب قبلہ کی خانقاہ میں قیام فرما ہیں۔ یہ بات معلوم ہوتے ہی فوراً وہاں پہونچے۔ دیکھا کہ ایک بزرگ مسند پر جلوہ افروز ہیں اور خدام باادب حاضرِ خدمت ہیں۔ کچھ دیر بعد حضرت قبلہ نے معلوم کیا ''ہمارا سامان کہاں ہے؟'' یہ سن کر خدام اور حاضرین حیرانی سے ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگے۔ جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو احمد بخش صاحب آگے بڑھے اور باادب خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دست بستہ عرض کیا ''حضور کا سامان اپنی جگہ پر ہے۔'' حضرت قبلہ نے یہ سن کر فرمایا ''بھائی جہاں میرا سامان ہے میں بھی وہیں چلوں گا''، اور شانۂ مبارک پر رومال رکھ کر، چھڑی ہاتھ میں لی اور دروازے کی جانب رُخ کیا۔ خدام بھی خاموشی کے ساتھ حضرت قبلہ کے پیچھے پیچھے چل دیئے، کسی میں یہ مجال نہیں کہ معلوم کرے کہ یہ اچانک فیصلہ کیوں ہو گیا، باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اور احمد بخش صاحب کے مکان پر آ گئے۔ پھر آپ نے ان کو مرید بھی کیا اور احمد بخش کے بجائے احمد حسن نام عطا فرمایا۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی حضرت قبلہ کو چشمِ باطن سے دیکھنے کے بعد بیگانۂ ہوش ہو جاتے تھے اور جب تک دامنِ عاطفت میں پناہ نہ ملے سکون میسر نہ آتا تھا۔ چنانچہ احمد بخش صاحب بھی مرید ہو کر حضرت صوفی احمد حسن شاہ قبلہ کے اسم

گرامی کے ساتھ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ عاطفت میں آ گئے۔ اب حضرت قبلہ یہیں پر قیام پذیر ہو گئے۔ حج بیت اللہ کے لئے حضرت قبلہ کے ساتھ دو عورتیں تھیں ایک محترمہ پیرانی اماں صاحبہ اور اہلیہ محترمہ سید ابرار حسین شاہ قبلہ، انکے علاوہ دیگر حضرات بھی عمر رسیدہ تھے۔ ہمسفر حضرات میں کوئی نوجوان نہ تھا۔ فیروز آباد سے سید عرفان صاحب حضرت قبلہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے جانے والے تھے، یہ نوجوان، تندرست اور پڑھے لکھے تھے لیکن اسکول کے سالانہ امتحان کی وجہ سے ان کا جانا موقوف کر دیا گیا۔ حضرت صوفی سید ابرار حسین شاہ قبلہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے مزاج شناس تھے مگر یہ کہنے کی جرأت اُن کو بھی نہ ہو سکی کہ کسی اور نوجوان کو ساتھ لے لیا جائے۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے بھی اس معاملہ کی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی۔ ویسے بھی حضرت قبلہ کا ہر ایک کام برمحل ہوتا تھا اور اس قدر مصلحت و حکمت سے بھرپور ہوتا تھا کہ بڑے بڑے ہوشیار، عقلمند اور پڑھے لکھے لوگ اس مصلحت کی گرد بھی نہ پا سکتے تھے۔ بمبئی میں حضرت قبلہ کی تشریف آوری اور صوفی احمد حسن شاہ صاحب کے مکان پر قیام کے بعد صاحب خانہ خدمت گذاری اور جاں نثاری کی تصویر بنے ہوئے تھے، رات دن میں چوبیس گھنٹے حضرت قبلہ کی خدمت، تواضع، ضیافت اور اطاعت میں سرشار تھے۔ روزانہ ذوق و شوق اور زور شور کے ساتھ محفلِ سماع منعقد ہوتی، اور حضرت صوفی احمد حسن شاہ صاحب قبلہ روزانہ ایک دو جوڑا کپڑا محفلِ سماع میں اپنے وجد و حال کی نذر کر دیتے۔ ان کے ذوق و شوق اور خلوص و اطاعت گذاری کو دیکھتے ہوئے ایک رات محفلِ سماع کے بعد جب یہ حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں مصروف تھے، حضرت قبلہ نے فرمایا "احمد"! جواباً عرض کیا گیا "جی حضور"۔ حضرت قبلہ نے فرمایا "ارے بھائی ہم تو حج کو جا رہے ہیں، تمہارا کیا ارادہ ہے؟ دست بستہ عرض کیا "جیسا حضور کا حکم"۔ شیخ اور مرید کے درمیان بس اتنی گفتگو ہوئی۔ مرید نے شیخ کا اشارہ سمجھ لیا اور اگلے دن صبح کو حج کمیٹی کے دفتر پہونچ گئے۔

محمدی جہاز کی روانگی میں صرف ایک ہفتہ رہ گیا تھا۔ سفرِ حج کے لئے قانونی کارروائی مکمل ہونے کا بہ ظاہر کوئی امکان نہ تھا۔ حضرت قبلہ کی دُعا اور توجہ کا نتیجہ تھا کہ خلاف توقع ایک ہفتہ سے پہلے ہی ساری کارروائی مکمل ہوگئی اور اسی جہاز سے روانگی کا بندوبست ہوگیا۔ سننے والوں کو حیرت ہوتی تھی کہ اس قدر جلد یہ سب کچھ کیسے ہوگیا۔ اس عرصہ میں حضرت قبلہ حسبِ عادت خاموش رہے اور سفرِ حج کا ذکر تک نہیں کیا۔

آخر وہ مبارک ساعت آگئی کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ ۲۹ اگست ۱۹۵۱ء کو حج بیت اللہ کے لئے محمدی جہاز پر سوار ہوگئے۔ کثیر تعداد میں مریدین اور معتقدین نے حضرت قبلہ اور دیگر ہمسفر حضرات کو رخصت کیا۔ ۷ ستمبر ۱۹۵۱ء کو جہاز جدہ کے ساحل پر جالگا۔ اس کے بعد مکۃ المکرمہ کی حاضری کی تیاری ہوئی۔ مکۃ المکرمہ حاضر ہوکر طواف قدوم کیا۔ آقائی و مرشدی الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ نے یہ طواف اس طرح کیا کہ آپ کا دست مبارک ہمارے داہنے کاندھے پر تھا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت قبلہ ہمارے سہارے چل رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ تھی کہ ہمارے کاندھے پر آپ کے دست مبارک رکھنے سے خود ہم کو اپنا وزن بہت ہی ہلکا محسوس ہورہا تھا۔ گویا ہم چل نہیں رہے تھے۔ بلکہ[1] ...... معلم صاحب نے مکۃ المکرمہ میں قیام کا انتظام جہاں کیا تھا وہ جگہ بیت اللہ شریف سے فاصلہ پر تھی، حضرت قبلہ کسی سہارے کے بغیر، بے تکلف وہاں سے آمد و رفت کرتے۔ ویسے بھی قیام گاہ پر حضرت قبلہ کا قیام برائے نام رہتا تھا۔ شب بیداری تو حضرت قبلہ کی حیات مبارکہ کے دستور العمل میں شامل تھی

---

[1] محفل خانہ جہانگیر پہ چیتا کیمپ ٹرابے بمبئی نمبر ۸۸ میں سفرِ حج پر گفتگو فرماتے ہوئے آقائی و مرشدی الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ جب یہاں تک پہونچے، تو خاموشی اختیار فرمالی۔ اور محفل خانہ کی چھت کی طرف دیکھنے لگے آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ آنسو خوشی کے تھے یا غم کے، یا کسی کی یاد میں ضبطِ غم کی کیفیت تھی ؎
جانے وہ کعبہ تھا، یا بت خانہ تھا، یا کوئے دوست ؛ چلتے چلتے راہ میں ایسی ندا آئی کہ بس۔" اس حقیقت کو تو اہل دل ہی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ ایسے دل نشیں منظر نگاہوں میں چھپے رہتے ہیں جن کے حسین تصورات سے دل کی دُنیا صنم خانہ بنی رہتی ہے۔

بیت اللہ شریف کی حاضری کے بعد اس میں اور بھی چار چاند لگ گئے۔ شب و روز کا بیشتر حصہ حدودِ حرم میں گذرتا، آپ کے طفیل میں خدام کو بھی یہ سعادت میسّر ہوئی۔ کبھی کبھی ارشاد فرماتے " بھائی انسان کی زندگی تو ہر صورت میں گذر ہی جاتی ہے۔ مگر جتنا وقت اُن کی یاد میں گذر جائے، بس زندگی تو وہی ہے۔" اس ذکر و فکر کو تمام عمر حضرت قبلہ نے اپنا دستور العمل بنائے رکھا۔ اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے رہے۔ ایّام حج سے پیشتر، دورانِ حج، نیز ارکانِ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کے اختتام تک آپ پر ایک عجب طرح کی استغراقی و انہماکی کیفیت رہتی تھی۔ لوازماتِ زندگی سے برائے نام رابطہ تھا۔ حالانکہ فیروز آباد کے خدّام اور ہمسفر صاحبِ ثروت تھے اور مکمل انتظام کے ساتھ گئے تھے۔ بفضلہ تعالیٰ اعلیٰ معیار کے خورد و نوش کے کسی بھی سامان کی کوئی کمی نہ تھی۔ حضرت قبلہ کے ایک اشارے سے اعلیٰ سے اعلیٰ سامان مُہیّا ہو جاتا۔ مگر قربان جائیے اس اِستغنار اور فقر پر کہ حضرت قبلہ کے عظیم المرتبت خلیفہ محترم سیّد ابرار حسین شاہ قبلہ یا کوئی دیگر فرد حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں بہترین کھانا پیش کرتا، تو آپ فرماتے " بھائی میرے پیٹ میں نفخ ہے، میں تو بغیر بگھاری ہوئی سادہ دال کا پانی پیوں گا، یا زیادہ پانی والی سادہ دال کھاؤں گا۔ حرمین شریفین کے قیام کے دوران ایک دن بھی کسی عمدہ کھانے کو ہاتھ نہ لگایا۔ ہمیشہ ایسی سادہ غذا استعمال کی کہ اس سے زیادہ سادہ غذا ہونا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے واقعات کا ظہور حضرتِ قبلہ کی ذات گرامی سے ہُوا جو اپنی جگہ ایک مکمل کتاب ہے۔ مکۃ المکرمہ کے قیام کے دوران ایک دن ظہر کے بعد حضرت قبلہ نے صوفی احمد حسن شاہ سے فرمایا کہ جاؤ دو بکرے اچھے موٹے تازے خرید کر لاؤ، حکم کی تعمیل کی گئی، آپ نے دونوں بکرے ذبح کرائے اور تمام گوشت تقسیم کر دیا گیا۔

نہ آپ نے اس سلسلہ میں کچھ فرمایا اور نہ کسی کو یہ معلوم کرنے کی ہمت ہوئی کہ بکرے ذبح کرنے اور تمام گوشت تقسیم کرنے کی کیا وجہ تھی۔ جب حضرت قبلہ حج سے واپس تشریف لائے اور الحاج صوفی احمد حسن شاہ و دیگر حضرات بھی حضرت قبلہ کے ہمراہ واپس ہوئے تو یہاں آکر معلوم ہوا کہ فلاں دن اور فلاں تاریخ کو الحاج صوفی احمد حسن شاہ کے بڑے صاحبزادے میاں سلطان احمد کی طبیعت اچانک بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی، اور حضرت قبلہ نے یہ صدقہ اِن صاحبزادے کی طرف سے کیا تھا۔ اس کے بعد خلاف توقع ان کی طبیعت ٹھیک ہوگئی۔ گھر پر تمام لوگوں کو تعجب تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ بچے کی طبیعت اس طرح خراب ہو جائے اور پھر اچانک ایکدم ٹھیک ہو جائے۔ کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ اور اُن کے اہلِ خانہ کے درمیان جب یہ گفتگو ہوئی تو حضرت قبلہ کے اس مبارک عمل کی حقیقت معلوم ہوئی۔ حضرت قبلہ نے ہمیشہ اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔ واپسی پر بھی آپ نے اس بارے میں ایک لفظ بھی زبانِ مبارک سے نہیں ادا کیا۔ صرف اِسی واقعہ پر موقوف نہیں بلکہ ہمیشہ کسی اہم امر کی انجام دہی کے بعد حضرت قبلہ اُس واقعہ سے اس طرح لاتعلق ہو جاتے تھے گویا آپ کو کچھ معلوم ہی نہیں، یا آپ کے نزدیک اس واقعہ کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ فرماتے ہیں کہ مکۃ المکرمہ کے قیام کے دوران ہمارا پاسپورٹ کہیں گر گیا۔ حضرت قبلہ کو معلوم ہُوا، اُس وقت آپ حُدودِ حرم میں تھے، آپ نے ہم سے فرمایا کہ جاؤ راستے پر کھڑے ہو جاؤ اور آنے جانے والے لوگوں سے کہو۔ "بھائی صاحب ہمارا پاسپورٹ گم ہوگیا۔" آپ کا یہ حکم سُن کر ہم حیران ہو کر سوچنے لگے کہ لاکھوں کا مجمع ہے۔ نہ کوئی ہم کو جانتا ہے اور نہ ہم کسی کو جانتے ہیں۔ اُردو کے سوا کسی اور زبان سے بھی واقفیت نہیں۔ کس سے ہم دریافت کریں گے اور کون ہماری بات کا جواب دے گا۔ کون ہماری مشکل حل کرے گا۔ مگر چونکہ حکمِ مرشد تھا، حکم کی تعمیل

ضروری تھی۔ ہم راستے پر کھڑے ہو گئے اور جو آدمی اُدھر سے گذرتا، ہم اُس سے
کہتے کہ بھائی صاحب ہمارا پاسپورٹ گم ہو گیا ہے۔ ہمزبان نہ ہونے کی وجہ سے بہت
سے لوگوں نے ہماری گذارش پر غور ہی نہیں کیا، بہت سے لوگ ہم سے بچ کر اس
طرح گذر جاتے گویا ہم اُن کے سامنے دست سوال دراز کر رہے ہوں۔ اور بہت
سے لوگ "معافی" کہہ کر آگے بڑھ جاتے۔ ہم ادھر اُدھر گھوم کر جس آدمی کے بارے
میں خیال کرتے کہ شاید یہ ہماری بات کو سُن کر کچھ مدد کرے گا، ہم اُس کی طرف لپکتے
اور عرضِ مدّعا کرتے۔ دو تین گھنٹے اسی طرح گذر گئے۔ ایک صاحب حدودِ حرم میں
صفائی کر رہے تھے، ہم نے سوچا کہ لاؤ ان سے بھی معلوم کریں۔ ہم اُن کے پاس گئے
اور عرض کیا "بھائی صاحب ہمارا پاسپورٹ گُم ہو گیا ہے۔" اُن صاحب نے ہماری
پوری بات سمجھی ہو یا نہ سمجھی ہو، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانے مگر انھوں نے اپنے کام
سے ہاتھ روک لیا، اور استفہامیہ انداز میں کہا "پاسپورٹ"؟ ہم نے اقرار میں سر ہلایا
تو انھوں نے ایک مکان کی جانب اشارہ کیا۔ ہم اُن کے اشارے کے مطابق وہاں
پہونچے۔ وہ معلوماتِ عامہ کا دفتر تھا۔ کام کرنے والے افراد کے سامنے میزیں رکھی ہوئی
تھیں اور کُرسیوں پر بیٹھے ہوئے اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ ہم ایک صاحب کے
پاس پہونچے، ان کی میز پر بہت سے پاسپورٹ رکھے ہوئے تھے ہم نے ان سے کہا کہ
"بھائی صاحب ہمارا پاسپورٹ گُم ہو گیا ہے۔" وہ صاحب اُردو بھی جانتے تھے، انہوں
نے ہمارا نام اور وطن معلوم کیا۔ ہم نے بتلا دیا تو انھوں نے میز پر رکھے ہوئے پاسپورٹ
اُلٹ پلٹ کئے اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ہمارا پاسپورٹ ہم کو دے دیا۔ ہم اللہ تعالیٰ
کا شکر ادا کرتے ہوئے خوشی خوشی حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے
اور عرض کیا "حضور ہمارا پاسپورٹ مل گیا۔" حضرت قبلہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ گویا
آپ کو اس کا پہلے ہی سے مشاہدہ ہو چکا ہو۔ ظاہر بات ہے کہ جو اپنی نظروں سے تمام

واقعہ دیکھ چکا ہو اُس کے سامنے اُسی واقعہ کی روایت بیان کی جائے تو نہ اُس کی معلومات میں اضافہ ہوگا نہ اُس کو حیرت ہوگی ؛ سلطان الاولیار کی عظمتِ باطن اور علوئے مرتبت کی یہ ایک واضح علامت اور روشن دلیل ہے کہ اَن گنت صفات کے راز دار ہیں، لیکن ایک گہرے سمندر کی طرح سطح ظاہری پر نہ کوئی ارتعاش اور نہ کسی ایک لہر کا نشان ۔

میدان عرفات میں قیام کے دوران حضرت قبلہ بصورت مراقبہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی پُشت مبارک پر ایک خطرناک اور ڈراؤنی شکل والا کیڑا آکر گرا، آس پاس کوئی درخت بھی نہ تھا اور فضا میں کوئی پرندہ بھی نظر نہ آیا کہ جس کے ذریعہ وہ کیڑا یہاں تک پہونچا ہو۔ ہم تو اُس کو دیکھ کر بہت گھبرا گئے، لیکن حضرت قبلہ نے نہ حرکت کی اور نہ کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار فرمایا۔ کچھ دیر تک وہ کیڑا آپ کی پُشت مبارک پر بیٹھا رہا اور پھر خود ہی اُتر کر ایک طرف کو جاکر ریت میں غائب ہوگیا۔ وہاں جو دوسرے حضرات عربی النسل موجود تھے انھوں نے اپنی زبان میں کچھ کہا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کیڑا بہت ہی خطرناک ہے اور اس کے کاٹنے سے زندہ رہنا محال ہے۔ حضرت قبلہ سے دریافت کرنے کی ہمّت نہ ہوئی اور نہ حضرت قبلہ نے اس سلسلہ میں کچھ بیان فرمایا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیڑا کہاں سے آیا اور کہاں چلا گیا،

اسی قسم کے بہت سے واقعات جن میں کوئی نہ کوئی سبق اور مشاہدہ کی بات ہوتی تھی، اس سفر مبارک میں حضرت قبلہ کی ذات گرامی سے وابستہ رہے۔ مگر لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت قبلہ نے کبھی ان واقعات کی طرف توجّہ نہیں فرمائی، اور نہ کبھی اشارۃً بطورِ تذکرہ یا بطورِ فخر ان کو بیان کیا۔ اس مبارک سفر میں حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں رہنے والے صاحبِ نظر حضرات نے بخوبی اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ آپ پر ہمہ وقت ایسی کیفیت طاری رہتی تھی جس میں ماسوا کی کوئی گنجائش نہ تھی اور زیادہ واضح الفاظ میں "آپ کی ذات گرامی ع تو خانہ بجوئی و من صاحب خانہ" کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔

بحمد اللہ تعالیٰ حج بیت اللہ کے ارکان کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اب مدینہ منورہ کی حاضری کی تیاریاں شروع ہو گئیں، روضۂ اطہر کی زیارت کے تصور سے حضرت قبلہ کے مزاج میں خوشگواری، لہجہ میں مٹھاس اور یگانگت کے اثرات محسوس ہونے لگے، بالآخر رسولِ پاک کے دیارِ پاک میں حاضری کی سعادت میسر ہوئی۔ نظریں جھکی ہوئی زبان خموش، قدم باادب، قلب میں سرور، چہرۂ مبارک پُر نور، جذبۂ جاں نثاری اور مکمل اطاعت شعاری کے انداز میں دست بستہ روضۂ اطہر کی نورانی اور روحانی برکات کے فیضان سے دامنِ مراد بھر رہے ہیں۔ صحابۂ کرام، تابعین اور بزرگانِ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی آقا و مولا، سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ پاک سے محبت، اطاعت، خلوص اور ادب و احترام کے بارے میں کتابوں میں پڑھا اور بزرگوں سے سُنا تھا، مگر قربان جایئے حضرت سلطان الاولیاء کی ذاتِ گرامی کے، کہ آپ نے ہمیں عملی طور پر حقیقت کا مشاہدہ کرا دیا۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمتِ اقدس میں رہنے والے حضرات نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی رُوحانی و نورانی فضاؤں میں مکمل سولہ دن قیام کی سعادت سے بہرور ہوئے، اس مبارک قیام کے دوران ایک شب سونا تو درکنار، حضرت قبلہ کی آنکھ تک نہیں جھپکی، دن میں آرام کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، رات کے وقت جب عام طور پر مخلوقِ خدا آرام میں مصروف ہوتی، حضرت قبلہ حبیبِ کردگار کے دیارِ پاک کی گلیوں کا طواف کرتے ہوئے نظر آتے تھے، چلتے چلتے کسی بھی جگہ اچانک بیٹھ جاتے، اور گھنٹوں گذر جانے پر بھی انہماک کا سلسلہ ختم نہ ہوتا، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہاں سے ایسی قوت آگئی تھی کہ "تکان کا ہلکا سا اثر بھی نہیں دکھائی دیتا تھا۔" اور اثر کیسے ہو سکتا تھا، کیونکہ یہ وہی مبارک گلیاں تھیں جن کو آقائے نامدار، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کا شرف حاصل رہا ہے۔ آقا و مولا کے مبارک نقشِ قدم کی خوشبو سے آج بھی اس دیارِ

پاک کی گلیاں معطر ہیں۔ اِس کا احساس عاشقانِ پاک طینت کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ حبیبِ کبریا کی اس پاک خوشبوے عاشقِ صادق کو جو سرور و انبساط حاصل ہوتا ہے، کون ہے جو اس کو زبان سے بیان کر سکے، یا اس کیفیت کو الفاظ کی گرفت میں لا سکے؟" ناممکن، ناممکن!

حرمِ مبارک میں حاضری کا یہ انداز ہوتا تھا کہ گویا ایک ادنیٰ غلام، ایک حاکمِ اعلیٰ کے رُوبرُو پیشی کے لئے جارہا ہے۔ دست بستہ باادب کھڑے ہیں تو بس کھڑے ہیں، یہاں کی حاضری کے لیے نہ کسی وقت کی قید تھی اور نہ کوئی حد، گھنٹوں گذر جاتے لیکن نہ آپ کے قیام اور اَدب میں فرق آتا، اور نہ کسی قسم کی تکان کا ظہور ہوتا۔

ایک دن حضرت قبلہ ایک خادم کو لے کر جنت البقیع میں اُس پاک مقام پر حاضر ہوئے جہاں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہل بیت کرام آرام فرما ہیں۔ دوپہر کا وقت تھا اس وقت وہاں کوئی پہریدار موجود نہیں تھا۔ حالانکہ ایامِ حج میں حاجیوں کی واپسی تک انتظاماً وہاں ہر وقت پہرہ رہتا ہے۔ مگر ایسا محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے پہرے دار کو رخصت کر دیا ہو تاکہ عشقِ رسول میں سرشار، اور آلِ رسول کی محبت کا علمبردار خلوت میں نورانی اور رُوحانی فیضان سے فیضیاب ہو سکے، حضرت قبلہ نے خادم سے فرمایا، "جلد جاکر مزاراتِ مقدسہ پر ہاتھ پھیر کر واپس آجاؤ، حکم کی تعمیل کے بعد جب خادم حاضرِ خدمت ہُوا تو آپ سینۂ مبارک کھولے ہوئے کھڑے تھے، آپ نے فرمایا کہ "یہ ہاتھ میرے سینہ پر مَل دو۔" ظاہر کا اثر باطن پر ضرور ہوتا ہے، اس عمل سے جو اثرات باطن میں ظہور پذیر ہوئے ہوں گے۔ اُس کا ادراک تو اہلِ باطن ہی کر سکتے ہیں۔

حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اطہر کے بعد ۵ نومبر ۱۹۵۱ء کو محمدی جہاز جدہ کے بندرگاہ سے بمبئی کے لئے روانہ ہونے والا تھا۔ اس لئے دیارِ محبوب کبریا "مدینہ منورہ"

سے رخصت کا وقت قریب آگیا۔ حسرتوں اور تمنّاؤں کے ہزاروں طوفان چھپائے، خاکِ درِ رسول سے پیشانی سجائے ہوئے ۳؍ نومبر کو حضرت قبلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوگئے۔ جدّہ پہونچ کر ۵؍ نومبر کو محمدی جہاز نے بمبئی کی سمت روانہ ہونے کے لئے لنگر اٹھایا۔ اور ۱۳؍ نومبر کی شام کو بمبئی کے ساحل پر لگ گیا۔ لیکن شام ہوجانے کی وجہ سے بندرگاہ سے دُور روک دیا گیا۔ بمبئی میں تمام متعلقین کو پہلے ہی سے حضرت قبلہ کی واپسی کی اطلاع ہوچکی تھی، اس لئے مریدین اور متعلقین حضرات اگلے دن صبح سویرے حضرت قبلہ کے استقبال کے لئے ساحلِ سمندر پر حاضر ہوکر بصد احترام و نیازمندی قدم بوس ہوئے۔ اس کے بعد حضرت قبلہ تمام متعلقین کے ہمراہ اپنے چہیتے مرید آقائی و مرشدی الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ کے دولت کدہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ بمبئی میں بھی تقریباً دس دن آپ کا قیام رہا۔ اس عرصہ میں بے شمار حضرات زیارت کے لئے حاضر ہوئے، اور دامنِ فیض سے وابستہ بھی ہوئے۔ حضرت قبلہ نے بھی اس مبارک سفر کے بعد ساکنانِ بمبئی پر اپنے لطف و عنایات کی بارش برسادی۔ ساکنانِ بمبئی کو فیضان سے مالا مال کرنے کے بعد مرشد نگر کے لئے روانگی ہوئی۔ راستہ میں جگہ جگہ اسٹیشن پر مریدین و معتقدین حضرات استقبال کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ اس طرح روحانی قافلہ کے سالار نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کے سائے میں سفر میں بھی رُوحانی فیضان تقسیم کرتے ہوئے مرشد نگر پہونچ گئے۔ اور پھر سفرِ عشق کی تکمیل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے حبیب پاک کے صدقہ اور اپنے پیاروں کی دعاؤں کے سائے میں ہم سب کو بھی اس مبارک سفر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آخری سفر

وادیٔ طریقت میں قدم رکھنے کے بعد حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے شب و روز کا کوئی لمحہ ذکر و فکر، رشد و ہدایت اور سلسلہ کی تبلیغ سے خالی نہ رہا۔ متعدد بار طبیعت کی ناسازی اس حد تک پہونچ گئی کہ مُریدین اور متعلقین یہ سمجھنے پر مجبور ہوگئے کہ اس بیماری سے جانبر ہونا ناممکن ہے۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے حضرت قبلہ بیماری سے صحتیاب ہوگئے، اور مکمل تندرست لوگوں کی طرح پھر سلسلہ کے کام میں مصروف ہوگئے۔ علالت و صحت کے اسطرح کے واقعات بکثرت ہونے کی وجہ سے مُریدین و متعلقین کے درمیان یہ بات عام طور پر سُنی جاتی تھی "بھائی ان کی بیماری کیا اور صحت کیا، ذرا سی دیر میں ایسی طبیعت خراب کہ جان کے لالے پڑ گئے اور پھر تھوڑی دیر میں صحتمند ہوگئے" اس بات کی حقیقت سے تو اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے کہ اس میں مشیتِ ایزدی کیا تھی لیکن مشہور اور عوام و خواص کی زبان پر یہی بات تھی جو عرض کی گئی۔ اسی لئے جب آپ کا سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ سے متعلق آخری سفر ہو رہا تھا اور اسکے بعد سفرِ آخرت پیش آنے والا ہے کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ گذری کہ اب حضرت قبلہ سے ظاہری جدائی ہونے والی ہے۔ عموماً لوگ اپنے اپنے خیالات میں مگن اور شادماں تھے۔ البتہ بعض نظریں کچھ قرائن سے کسی انہونی کا احساس کرتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں، لیکن یہ قرائن اتنے مضبوط اور یقینی بھی نہیں تھے جن کے ذریعہ کسی آخری فیصلے پر پہونچا جا سکے۔ یہی وجہ تھی کہ انہونی ہوگئی اور سب دم بخود رہ گئے۔

یہ بھی کیا حُسنِ اتفاق ہے کہ اجمیر شریف میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد سب سے پہلا سفر حضرت قبلہ نے سرکار سیّدنا آگرہ شریف کا فرمایا۔ اب سلسلہ

سے متعلق امور کے آخری سفر کا آغاز بھی سیّد نا سرکار کے دربارِ عالی کی حاضری سے ہوتا ہے۔ مرشد نگر سے آپ سیدنا سرکار میں حاضر ہوئے اور وہاں سے حسبِ معمول فیروز آباد و دیگر نواحی علاقوں میں چشمہ فیض جاری کرتے ہوئے بمبئی تشریف لائے سترہ دن یہاں قیام فرماکر کلیر شریف دربارِ صابری میں حاضری ہوئی، وہاں سے پور قاضی (ضلع مظفر نگر)، ٹھاکردوارہ (ضلع مرادآباد) سے ہوتے ہوئے مرشد نگر تشریف لائے۔
اس کے بعد سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کی بارگاہِ عالیہ لکھنؤ میں حاضری ہوئی لکھنؤ سے مُنڈی اور پھر الٰہ آباد تشریف لے گئے۔ الٰہ آباد سے چاپئل اور چاپئل سے مرشد نگر واپسی ہوئی۔ حضرت سیدنا غوث پاک کی گیارہویں کا اہتمام مرشد نگر میں کیا اور سترہ دن مرشد نگر میں رہ کر دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی جانب رحلت فرمائی۔
قدرت کا اٹل قانون کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہے کسی بھی ذی روح کو اس سے رستگاری نہیں مگر ”موت وہ ہے کہ کرے جس پہ زمانہ افسوس؛ یوں تو دنیا میں بھی آئے ہیں جانے کے لئے“۔ اب ایک ایک کرکے جانے والے حضرات کو حضرت قبلہ رخصت فرمارہے ہیں۔ خلفاء کرام اور مُریدین آخری ملاقات کرکے رخصت ہو رہے ہیں، کسے معلوم کہ اب حضرت قبلہ سے اِس دنیا میں آخری ملاقات ہے۔ آقائی و مرشدی الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ فرماتے ہیں کہ آخر میں ہماری باری بھی آگئی۔ حضرت قبلہ کے قدموں سے الگ ہونے کو دل تو نہیں کرتا تھا، مگر ”حکمِ مرشد سب سے اعلیٰ“ ہم سے فرمایا ”اچھا بھائی تم بھی جاؤ، ابھی تم کو بہت کام کرنا ہے“ مسند پر کھڑے ہو کر سینہ مبارک سے لگایا ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ رخصت کے وقت آپ نے ہمیں گلے لگایا ہو۔ ہم نے قدم بوسی کی لیکن واپسی کے لئے قدم اٹھانا دوبھر ہوگیا، ہم خاموشی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے کھڑے ہیں۔ واپسی کا ارادہ کر رہے ہیں لیکن ہمارے قدم ہمارا ساتھ نہیں دے رہے تھے آپ نے دوبارہ فرمایا ”جاؤ بھائی تمہارے اوپر بہت ذمہ داری ہے، ارے تم کو تو

ابھی بہت کام کرنا ہے۔ ہم نے دوبارہ قدم بوسی کی اور واپسی کے لئے تیار ہو گئے حضرت قبلہ کا دیدار کرتے ہوئے الٹے پاؤں ہم کمرے سے باہر آئے حضرت قبلہ بدستور مسند پر کھڑے ہیں۔ اسلامیہ قبرستان لکھنؤ کا بڑا دروازہ حضرت قبلہ کی قیام گاہ سے کافی فاصلہ پر ہے تھوڑی دُور چل کر ہم نے مڑ کر دیکھا تو حضرت قبلہ چوکھٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑے ہیں۔ ہم رُک گئے اور دُور سے ہی قدم بوسی کی حضرت قبلہ نے کوئی اشارہ نہ فرمایا اور صرف غور سے دیکھتے رہے۔ پھر مجبوراً ہم اور آگے بڑھے اور بڑے دروازے سے باہر آنے سے پہلے ہم نے مڑ کر دیکھا، تب بھی حضرت قبلہ بدستور اسی طرح چوکھٹ پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑے ہیں۔ ہم نے پھر آخری بار قدم بوسی کی۔ اور حضرت قبلہ کا آخری دیدار کرتے ہوئے دروازے سے باہر آکر اسٹیشن کے لئے روانہ ہو گئے۔ لیکن یہ خیال راستہ بھر دل و دماغ پر چھایا رہا کہ آخر اس مرتبہ حضرت قبلہ کے اس اندازِ رخصت کی مصلحت کیا تھی یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود ذہن اس طرف منتقل ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے، اور حضرت قبلہ باخبر ہوتے ہوئے بھی معاملاتِ آسمانی میں کسی قسم کی دخل اندازی کی جرأت نہیں کر پائے۔ یہی "مقام عبدیت" ہے کہ آقا و مالک کی مرضی سے سرِمو انحراف نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت، اپنے حبیب پاک کے صدقہ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کے طفیل ہمیں بھی اس مقام سے آشنائی فرمائے۔ آمین۔ لکھنؤ سے آپ مُنڈی تشریف لے گئے۔ لکھنؤ کے قریب مُنڈی سادات کرام کا ایک قدیم قصبہ ہے، یہاں آپ کے چہیتے مرید حضرت صوفی سیّد محمد زکریا غلام صابر شاہ کے یہاں قیام فرمایا، اور بہت سے حضرات کو داخلِ سلسلہ کیا، یہاں سے آپ الہ آباد تشریف لائے۔ اور جناب محمد آفاق صاحب کے والد محترم جناب دارد غہ صاحب کے مکان واقع محلہ رانی منڈی میں قیام فرمایا۔ یہاں حضرت صوفی سیّد ابرار حسین شاہ قبلہ کے صاحبزادے جناب صوفی سیّد انوار حسین شاہ قبلہ (موجودہ سجّادہ

نشین درگاہ جہانگیریہ ابراریہ فیروز آباد) کا مکان بھی حضرت قبلہ کے فیوض و برکات سے بقعۂ نور بنا۔ یہاں بہت سے حضرات کو داخل سلسلہ کرنے کے بعد ایک قریبی قصبہ چائل میں تشریف لائے۔ اس کے بعد مرشد نگر واپسی ہوئی۔ ہر سال کی طرح اس برس بھی حضرت قبلہ نے حضرت سیدنا غوث پاک کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں شریف کا اہتمام فرمایا۔ بہترین کھانا پکوا کر غربا اور مساکین کو کھلایا۔ یہ تمام معاملات حسبِ دستور سابق انجام پذیر ہو رہے ہیں۔" مرشد نگر میں قیام فرماتے ہوئے گیارہ دن گذر گئے کہ آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ علاج کا سلسلہ شروع کیا گیا، کبھی طبیعت ٹھیک ہو جاتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بات نہیں، چھٹے دن نمازِ عصر کے بعد آپ نے فرمایا کہ قوال کو بلاؤ، سرکاری قوال جناب محمد نقی رضا صاحب اپنی کاشت کے سلسلہ میں کھیت پر گئے ہوئے تھے۔ آدمی کو بھیج کر انھیں بلوایا گیا۔ انھوں نے حضرت قبلہ کی خدمت میں یہ کلام پڑھا — داروئے دردِ نہاں، راحتِ جانی صنما........

حضرت قبلہ کو رقّت طاری ہو گئی، تمام حاضرینِ مجلس بھی اشک بار ہوتے رہے آخر مجلس اختتام کو پہونچی۔ حضرت قبلہ نے دُعا فرمائی اور پھر اپنی قیام گاہ میں آرام فرمانے چلے گئے

حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں مُریدین اور متعلقین کے علاوہ آپ کے خلفاء کرام میں حضرت مولانا صوفی محمد خوشحال شاہ قبلہ حضرت سیّد محمد ابرار شاہ قبلہ حضرت صوفی عزیز بابا (بارہ بنکی)، حضرت صوفی شمس الدین شاہ قبلہ بھی حاضر تھے۔ یہ تمام حضرات خدمت میں مصروف ہیں، حضرت قبلہ نے تین روز پیشتر احرام والا کفن نکال کر دھوپ میں سُکھایا۔ اس بات پر اندرونِ خانہ کچھ بے چینی اور گھبراہٹ محسوس کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ تم بلاوجہ پریشان ہوتی ہو، میرے پیرو مرشد نے تو تین ماہ پہلے ہی اپنا کفن تیار کرا کے رکھ لیا تھا۔ باہر لوگوں کو جب اس بات کی خبر ملی تو ان حضرات پر بھی غم کا تاثر ہوا لیکن کچھ بعد میں یہ تاثر ختم ہو گیا، کیونکہ حضرت قبلہ بالکل صحت مند محسوس ہو رہے تھے۔ اپنے ایک عزیز کو بُلا کر کہا کہ ایک

بوری سمنٹ اور کچھ اینٹیں منگوالو۔ وقت پر کام آئیں گی، سجادہ نشین عزیز الاولیا حضرت عبدالعزیز میاں قبلہ کو کچھ حضرات محمود نگر اٹولہ لے جانا چاہتے تھے حضرت سے جب اجازت مانگی گئی تو آپ نے فرمایا "ارے بھائی تم لوگ ان کو لے جانا چاہتے ہو، اگر ادھر کچھ ہو گیا، تو کیا ہو گا چنانچہ عزیز میاں قبلہ بھی یہیں رہے۔ رات کے دس بج چکے ہیں، حضرت قبلہ بصورتِ مراقبہ خاموش ہیں پھر رات ہی کو ۱۲ بج کر ۴۰ منٹ پر پنجم کے دن اتوار کی شب ۶ جمادی الاول ۹۵ھ کو حضرت قبلہ کا بہ آواز پاس انفاس جاری ہوا، اسی شغل میں ایک سانس اوپر کو کھینچی اور مکمل سکوت فرمایا اور آرام کے ساتھ بستر پر دراز ہو گئے۔ حاضرینِ خدمت یہ سمجھے کہ شاید حبسِ دم کے ساتھ ذکر کا سلسلہ جاری ہے۔ جب کافی دیر تک کسی قسم کی حرکت کے آثار محسوس نہ ہوئے تو تشویش کی لہر دوڑ گئی، حضرت قبلہ کو بیدار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ قبلہ رُخ ہو کر بالکل صحیح انداز میں بارگاہِ بے نیاز میں حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آناً فاناً یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی جس نے سُنا دل تھام کر رہ گیا۔ آہ و بُکا کی آوازیں آسمان تک پہونچ گئیں غم کے بادل چھا گئے۔ آپ کی جدائی میں لوگ اس طرح تڑپ تڑپ کر روتے تھے کہ ان کو دیکھ کر کلیجہ منھ کو آتا تھا۔ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے تاجدار ہم مجبور اور لاچار لوگوں کو چھوڑ کر اپنے مالک کی حضوری میں پہونچ گئے۔ دُور دُور سے عقیدتمندوں کی حاضری کا تانتا لگ گیا۔ چشمِ فلک نے رنج و غم اور عقیدت و محبت کے امتزاج کا یہ منظر کم ہی دیکھا ہو گا۔ آخر کار اتوار کے دن تدفین کا مرحلہ سامنے آیا۔ حضرت قبلہ کی وصیّت کے مطابق مرشد گرامی حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے پائیں مبارک میں قبر کا انتظام کیا گیا۔ آپ کے عظیم المرتبت خلیفہ حضرت سیّد ابرار حسین شاہ قبلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور ہزار ہا عقیدت مندوں کے ہجوم نے اس گوہر نایاب کو بہ ہزار عقیدت و احترام مزارِ مبارک کے سپرد کر دیا۔

حضرت قبلہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا "دیکھتے کیا ہو، یہ جگہ کلیر شریف بنے گی ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ فاتحہ خوانی کے لئے آئیں گے، اس وقت یہ بات ایک فرمان تھی،

مگراب دیکھنے والوں نے اس فرمان کی حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ لاکھوں کی تعداد میں عرسِ مبارک کے موقع پر معتقدین اور مریدین کا مجمع ہوتا ہے۔ عرس کے دنوں کے علاوہ بھی روزانہ بیرونی و مقامی حضرات نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ سچ ہے ؎

رحمتِ حق کا مرکز ہے مرشد نگر
جو یہاں آگیا، پارسا بن گیا

کتبہ مزار شریف واقفِ سرِّ حقیقت، آشنائے رازِ وحدت، قبلۂ عالم
صوفی میاں محمد حسن شاہ قدّس اللہ سرّہٗ العزیز

تاریخ ولیؒ الاکمل

۱۳۷۹ ہجری

مقتدائے ناقصاں، ہم کاملاں — رازدارِ حق امامِ عارفاں
رہنمائے دیں، امیرِ کارواں — جانشینِ خواجۂ ہندوستاں
مظہرِ حق، پیشوائے سالکاں — مرشدِ پاکاں جہانگیرِ زماں
کعبۂ دل، راحتِ آرامِ جاں — قبلۂ حاجات، جانِ عاشقاں
غم گسار و دستگیرِ بیکساں — دامنِ رحمت، پناہِ عاصیاں
نورِ چشم بوالعلیؒ، حیؒ و رضاؒ — قرۃ العینِ عنایتؒ بیگماں

رفت سوئے خلد در حُبِّ خدا
شاہدِ حق، پیر، مخدومِ جہاں

۱۳۷۹ ہجری

تاریخ وصال ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ
مطابق ۸ نومبر ۱۹۵۹ء بروز شنبہ
مرشد نگر، ضلع رامپور
یوپی، انڈیا

حضرت قبلہ کی پسندیدہ غزلیں واشعار

فضلِ خدا کا نام ہے فیضانِ اولیار — فرمانِ کردگار ہے فرمانِ اولیار
وہ جانتے ہیں کیفیتِ بادۂ الست — جو پی چکے ہیں بادۂ عرفانِ اولیار
ہے بخششِ خدا، کرمِ اولیار کا نام — ظلِّ خدا ہے سایۂ دامانِ اولیار
محبوب اور محِب میں یہاں تفرقہ نہیں — واللہ اولیار ہیں محبّانِ اولیار
اے زاہدِ فسُردہ اگر شوقِ خُلد ہے — آ دیکھ لے بہارِ گلستانِ اولیار
ہر دل میں اُن کے نُور کی پھیلی ہے روشنی — مرشد پیا ہیں شمع شبستانِ اولیار

شاہی کی جستجو، نہ تجمّل کی آرزو
بیدمؔ ہے اک غلام غلامانِ اولیار

●

سلامٌ اے ساقیٔ مستاں، سلام اے پیرِ میخانہ — سلام اے مرشدِ پاکاں امامِ بزمِ رندانہ
سلام اے جلوۂ جاناں، سلام اے جانِ جاناناؔ — تجلّی محرم اے زینتِ ایوانِ بُت خانہ
سلام اے خسروِ خوباں، سلام اے مجمعِ خوبی — سلام اے تاجِ محبوباں سلام اے جانِ محبوبی
جبینِ شوق ہو میری، تمہارا آستانہ ہو — ادا شام و سحریوں ہی نمازِ پنجگانہ ہو

سلام اے چارۂ بیدمؔ، علاجِ سوزِ پنہانی
سلام اے مونسِ بیکس طبیبِ دردِ روحانی

●

لے بعد نمازِ فجر بیدمؔ وارثی کے سلام سے یہ پانچ اشعار حضرت سلطان الاولیاء قبلہ بکمالِ ذوق و شوق سماعت فرماتے تھے۔

اللہ رے یہ نزہت تیرے رُخِ تاباں کی — ایسی تو نہیں دیکھی صورت کسی انساں کی
اُس رُوئے کتابی کا نقشہ ہے مرے دل میں — اِک ایک ورق جس کا تفسیر ہے قرآں کی
پوچھے گا خدا مجھ سے کیا لایا ہے دُنیا سے — کہدوں گا کہ لایا ہوں حسرت درِ جاناں کی
اِس پر بھی رہے پیاسا، یہ اُس کا مقدر ہے — تم نے تو بہادی ہیں نہریں مئے عرفاں کی

●

آرزو دارم کہ چوں بینم جمالِ روئے دوست — سجدہ سازم پیشِ محرابِ خمِ ابروئے دوست
سرمۂ چشمِ تمنا سازمم عینُ الیقیں — گر میسّر آیدم یک ذرّہ خاکِ کوئے دوست

●

از سبزہ بر گُل خطمی فزائی — جاں می فریبی جاں می فزائی
شُد عُمرم آخر در جستجویت — اے عمر رفتہ آخر کجائی

اس رباعی پر حضرت سلطان الاولیا قبلہ کو بہت زیادہ رقّت ہوتی تھی اور بعض مرتبہ کیفیتِ گریہ طاری ہوجاتی تھی۔

لکھنؤ کی ایک محفلِ سماع میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ اور آپ کے آقا و مرشد گرامی سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ بھی جلوہ افروز تھے۔ پڑھنے والے نے جب یہ مصرعہ پڑھا ع

دل کُند سجدہ بایں طرزِ خرامیدنِ تو

اس مصرعہ پر آقا و مرشد حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ پر کیفیتِ وجد طاری ہوگئی۔ اس کے بعد جب یہ مصرعہ پڑھا گیا ع

دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدنِ تو

---

[1] ان چار اشعار کے بارے میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ اکثر فرماتے تھے کہ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب قبلہ کو بہت پسند تھے۔ اس لئے ہم کو بھی بہت پسند ہیں۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ جب ان اشعار کو سنتے تھے تو آپ پر بہت زیادہ وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔

اس مصرعہ پر آپ کے مرید صادق حضرت سلطان الاولیاء قبلہ پر کیفیت طاری ہو گئی۔ یہ عجیب منظر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے مرشدِ گرامی تو پہلے مصرعہ کی تکرار کے لئے فرماتے۔ اور آپ کے لاڈلے مرید دوسرے مصرعہ کی تکرار کے تمنائی تھے۔

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

تا ابد یارب ز تو من لطفہا دارم امید | از تو گر امید بجرم از کجا دارم امید
زیستم عمرے بسے چوں دشمناں، دشمن مگیر | بیوفائی کردہ ام از تو وفا دارم امید
ہم فقیرم ہم غریبم، بیکس و بیمار و زار | یک قدح زاں شربتِ دارالشفا دارم امید
نا امیدم از خود و از جملہ خلق و جہاں | از ہمہ نومیدم، اما از ترا دارم امید
ہر کسے امیدوار داز خدا و جز خدا | لیک عمرے شد کہ از تو من ترا دارم امید
ہم تو دیدی من چہا کردم تو پوشیدی ز لطف | ہم تو میدانی کہ من از تو چہا دارم امید
ہم بدم بد گفتہ ام بد ماندہ ام بد کردہ ام | باوجودِ ایں خطاہا، من عطا دارم امید

محیؔ می گوید، کہ خونِ من، حبیبِ من بریخت
بعد ازیں کشتن ازو من لطفہا دارم امید

●

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما | کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما
فتنہ انگیز مشو، کاکلِ مشکیں مکشا | تاب زنجیر نہ دارد دلِ دیوانۂ ما
مرغِ باغ ملکوتیم دریں دیرِ خراب | می شود نورِ تجلائے خدا، دانۂ ما
گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست | گویم آنکس کہ ربودی دلِ دیوانۂ ما

محیؔ بر شمعِ تجلائے جمالش می سوخت
دوست می گفت زہے ہمتِ مردانۂ ما

تم ہو میری قسمت رسا ہو | دردِ دل، دردِ دل کی دوا ہو
سارے عالم سے بیگانہ ہو لے | پھر کوئی یار کا آشنا ہو
بے ترے ساقیا مے تو مے ہے | زہر سمجھوں جو آبِ شفا ہو
دل مٹے بھی تو تیری گلی میں | خاک ہو تو تری خاکِ پا ہو
اُس کا نام و نشاں پوچھنا کیا | جو تری راہ میں مٹ گیا ہو
میری مشکل کو آسان کر دو | یا علیؓ آپ مشکل کشا ہو

زندگی ختم ہو تیرے غم میں
یاد میں تیری بے دم فنا ہو

ہدف[۱] جس کا فقط دل ہو میں ایسے تیر کے قرباں | بدن جس سے نہ گھائل ہو میں اُس شمشیر کے قرباں
تو خاک اپنے قدم کی دے، نہ کر محتاج کندن کا | کسے ملتی ہے یہ دولت میں اُس اکسیر کے قرباں

تراب اُس نے جوانی میں مجھے پیری کی نعمت دی
بنایا پیر ہے مجھ کو میں اپنے پیر کے قرباں

◉

مر جائیں گے پر ساتھ نہ چھوڑیں گے ترا ہم | عاشق ہیں تو بن جائیں گے نقشِ کفِ پا ہم
ہم تیرے شناسا ہیں ہمیں غیر سے کیا کام | آگاہ کسی سے بھی نہیں تیرے سوا ہم

مورے نین لاگیں گیّاں کہو اور رنگ کا ہے | جو تراب کا سجن ہے مورا جی وہی کو جا ہے
ہمہ شہر پُر ز خوباں، منم و خیال ماہے | چہ کنم کہ چشم بد بیں نہ کند بہ کس نگاہے

◉

---

[۱] اس غزل کے یہ تین اشعار حضرت قبلہ کو بہت زیادہ پسند تھے۔

خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

در جاں چو کرد منزل جانانِ ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم | صد در کشاد در دل از جانِ ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ما بلبلیم نالاں در گلستانِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم | ما لولوئیم و مرجاں عمانِ ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مستغرقِ گناہم، ہر چند عذر خواہم | پژمردہ چوں گیاہم بارانِ ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم
من طالب خدایم، بر دینِ مصطفایم | بر در گہش گدایم سلطانِ ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم

در باغ و بوستانم دیگر مخواں معینی
با غم بست قرآں بستانِ ما محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عمرے بر آستانِ تو سودم سرِ نیاز | شاید شوم بر بزمِ وصالِ تو سرفراز
چوں بندہ را، ز خواجہ بود چشم نیکوئے | ما بندہ ایم خواجہ توی کارِ ما بساز
دارم امید آنکہ کنی جائے در دلم | خوش ساعتے کہ دیدہ کنم بر رُخِ تو باز
تبدیل کارہا چوں سراسر ز حکم تست | عشق مرا بکن بہ حقیقت، تو از مجاز

ہر کہ چو قطبِ دیں بہ ہراز وجود خویش
باشد علی الدوام بوصل تو سرفراز

محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

صبا بسوئے مدینہ رُو کن ازیں دعا گو سلام برخواں | بگرد شاہِ مدینہ گرد و بصد تضرع پیام برخواں
بشو ز من صورتِ مثالی، نماز بگزار اندراں جا | بہ لحنِ خوش سورۂ محمد تمام اندر قیام برخواں

لے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ صبح کی نماز کے بعد یہ سلام بہ شوق و ذوق سماعت فرمایا کرتے تھے۔

بہ بابِ رحمت گہے نظر کن بہ بابِ جبریل گہہ جبیں سا | سلامِ ربی علی نبیؐ گہے بہ بابِ سلام برخواں
بنہ بچندیں ادب طرازی، سرِ ارادت بخاک آں کو | صلوٰۃ وافر بروحِ پاکِ جنابِ خیرالانام برخواں

بہ لحنِ داؤد ہمنوا شو، بہ نالہ و درد آشنا شو
بہ بزمِ پیغمبر ایں غزل را ز عبدِ عاجز نظام برخواں

حضرت علی احمد علاءُ الدّین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

امروز شاہِ شاہاں مہماں شدہ است مارا | جبریل با ملائک درباں شدہ است مارا
در بارگاہِ وحدت، کثرت کجا بہ گنجد | ہژدہ ہزار عالم یکساں شدہ است مارا
در خلوتِ گدایاں، مرسل چہ کار دارد | با برگ بے نوائی ساماں شدہ است مارا
بت خانۂ جہاں را بسیار سیر کردم | آئینِ خود پرستی ایماں شدہ است مارا
احمد بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام است | ہر دم رضائے جاناں، رضواں شدہ است مارا

حضرت بو علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

بہ شکلِ شیخ دیدم مصطفےٰ را | نہ دیدم مصطفےٰ را بل خدا را
ز خود فانی شدم دیدم بقا را | نہ دیدم غیرِ ذات خود خدا را
مکن اے زاہد خشک اعتراضے | چہ دانی سرِّ توحیدِ خدا را
اگر گوئی مرا تو بت پرستی | بگویم در بتاں دیدم خدا را

چہ گویم اشرفم یا اشرفیم
مپرس ایں سرِّ پنہانی خدا را

اگر بینم شبے ناگاہ من آں سلطانِ خوباں را | سرم در پائے او آرم فدا سازم دل و جاں را

بگرد کعبہ کے گردم چو روئے یارِ من کعبہ | کنم طوافِ میخانہ، ببوسم پائے مستاں را
روم در بت کدہ، شینم بہ پیشِ بت کنم سجدہ | اگر یابم خریدارے فروشم دین و ایماں را
فروزم آتشے در دل بسوزم قبلۂ عالم | پس آنگہ قبلہ سازم من خمِ ابروئے جاناں را

سرم پیچاں، دلم پیچاں، منم پیچیدۂ جاناں
شرفؔ چوں مار می پیچد چہ بینی مارِ پیچاں را

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ

توجانِ پاکِ سر بسرے آبِ خاک اے نازنین | واللہ زجاں ہم پاک تر روحی فداک اے نازنین
پاکاں چو دیدہ روئے تو جاں دادہ اندر بوئے تو | اینک بگرد کوئے تو صد جانِ پاک اے نازنین
رفتی بگلگشتِ چمن، گُل دید لطفِ آں بدن | از شوق آں بر خویشتن زد جامہ چاک اے نازنین
گر شد چو لالہ پیکرم غرقہ بخوں کے غم خورم | ایں بسکہ بر دل می برم داغت بخاک اے نازنین
دارم زغم بیماری، بیمارِ غم را یاری | گر تو کنی غم خواری، از غم چہ باک اے نازنین
با آنکہ دردم شد قوی خواہم ضعافم لشنوی | ترسم کہ بہر من شوی اندیشہ ناک اے نازنین
جامیؔ کہ دارد با تو خو، ہر گز نہ تابد از تو رُو | گر خود نہی بر فرقِ او تیغِ ہلاک اے نازنین

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ

یا مَنْ بَدَا جَمَالُكَ فِی كُلِّ مَا بَدَا | بادا ہزار جانِ مقدس ترا فدا
می نالم از جدائی تو دمبدم چوں نے | ویں طرفہ ترکہ از تو نیم یک نفس جدا
عشق است و بس کہ در دو جہاں جلوہ می کند | گاہ از لباسِ شاہ و گہ از کسوتِ گدا
برخیز ساقیا ز کرم جرعۂ بریز | بر عاشقانِ غم زدہ از جامِ غم زدا

جامیؔ رہِ ہدیٰ بخدا غیرِ عشق نیست
گفتیم والسّلام علیٰ تابعِ الہدیٰ

از حسنِ ملیحِ خود شورے بہ جہاں کردی — ہر زخمیِ بسمل را مصروفِ فغاں کردی

بے جرم و خطا قتلم از نازِ بتاں کردی — خود تیغ زدی بر من نامِ دگراں کردی

مدہوش بہ یک ساغر اے پیرِ مغاں کردی — دل بُردی و جاں بُردی بیتاب و تواں کردی

دُرِّ معکمُ سُفتی فی اَنفُسِکُم گفتی — در چشمِ نظر بازاں پردہ بہ جہاں کردی

ایں جامیؔ بے چارہ در عشقِ تو آوارہ
آوارۂ غربت را در خاک نہاں کردی

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی قدوسی رحمۃ اللہ علیہ

آستیں بر رُخ کشیدہ ہمچو مکّار آمدی — باخودی خود در تماشا سوئے بازار آمدی

خویشتن را جلوہ کردی اندریں آئینہ ہا — آئینہ اے نہادی خود باظہار آمدی

در بہاراں گُل شدی در صحنِ بازار آمدی — بعد ازاں بلبل شدی با نالۂ زار آمدی

شورِ منصور از کجا و دارِ منصور از کجا — خود زدی بانگِ انا الحق بر سرِ دار آمدی

گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقاء
خود ز خود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ

چمنے کہ تا قیامت گُلِ اُو بہار بادا — صنمے کہ بر جمالش دو جہاں نثار بادا

ز نگاہ میر خوباں بشکار می خرامد — کہ بہ تیر غمزۂ او دلِ ما شکار بادا

بدو چشم من ز چشمش چہ پیالہ ہاست ہر دم
کہ دو چشم از پیالش خوش و پُر خمار بادا

معشوق بہ ساماں شد تا باد چنیں بادا | کفرش ہمہ ایماں شد تا باد چنیں بادا
یارب کہ دلم خستے در بر رُخ من بستے | ہم خانہ و درباں شد تا باد چنیں بادا
قہرش ہمہ رحمت شد زہرش ہمہ شربت شد | عقرب شکر افشاں شد تا باد چنیں بادا
زاں طلعتِ شاہانہ زاں مشعلۂ خانہ | ہر گوشہ چوں بستاں شد تا باد چنیں بادا
غم رفت و فتوح آمد شب رفت و صبوح آمد | خورشید درخشاں شد تا باد چنیں بادا

شمس الحق تبریزی از بسکہ در آمیزی
تبریز خراساں شد تا باد چنیں بادا

حضرت شاہ بہلول رحمۃ اللہ علیہ

روشن از عکسِ جمالش عالمِ امکانِ ما | یک نگاہے نازِ جاناں قیمت ایمانِ ما
عشق آتش می فروزد ہر زماں در جانِ ما | زلف او زنار بستہ تا برد ایمانِ ما
نیست دردِ عشق را جز وصبر درمانِ دگر | نیست جز وصلت دوائے دردِ دل درمانِ ما

روز و شب روئے دلِ بہلول بر درگاہِ تست
یا غیاث المستغیثین بکشا درِ جانانِ ما

بعشق خود مرا دیوانہ کردی | چہ کردی از خودم بیگانہ کردی
چو عمرے داشتم پیمانِ تقویٰ | ہمہ بر باد یک پیمانہ کردی

ہمیشہ خانۂ حسنِ تو آباد
ہزاراں خانماں ویرانہ کردی

حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

اے سروِ ناز رونقِ بستانِ ما توئی — اے نورِ دیدہ شمعِ شبستانِ ما توئی
از بارِ غم چہ غم چو توئی دستگیرِ ما — از دردِ دل چہ باک چو درمانِ ما توئی
ما را برآنچہ حکم کنی اعتراض نیست — ما بندہ ایم حاکم و سلطانِ ما توئی

گنجِ دلِ حسین نہ شد جائے ہیچ کس
مانند گنج در دلِ ویرانِ ما توئی

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

جاں ز تن بُردی و در جانی ہنوز — دردہا دادی و درمانی ہنوز
آشکارا سینہ ام بشگافتی — ہمچناں در سینہ پنہانی ہنوز
مُلکِ دل کردی خراب از تیغِ ناز — واندریں ویرانہ سلطانی ہنوز
ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ — نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز
ما ز گریہ چوں نمک بگداختیم — تو ز خندہ شکّر افشانی ہنوز

پیری و شاہد پرستی ناخوش است
خسروا تا کے پریشانی ہنوز

بخوبی ہمچو مہ تابندہ باشی — بمُلکِ دلبری پائندہ باشی
منِ درویش را کشتی بہ غمزہ — کرم کردی الٰہی زندہ باشی
جفا کم کن کہ فردا روزِ محشر — بروئے عاشقاں شرمندہ باشی
ز قیدِ دو جہاں آزاد باشم — اگر تو ہمنشینِ بندہ باشی

جہاں سوزی اگر در غمزہ آئی | شکر ریزی اگر در خندہ باشی

بہ رندی و بشوخی ہمچو خسرو
ہزاراں خانماں برکندہ باشی

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

چشمِ مستے عجبے زلف درازے عجبے | مے پرستے عجبے فتنہ طرازے عجبے

بہر قتلم چو کشد تیغ، نہم سر بسجود | او بہ نازے عجبے، من بہ نیازے عجبے

طاقِ ابروئے تو مسجود و سرِ من بسجود | چشمِ بد دور کہ، ہستم بہ نمازے عجبے

وقتِ بسمل شدنم چشم بروئش باز ست | مہربانے عجبے، بندہ نوازے عجبے

بوالعجب حسن و جمال و خط و خال و گیسو | سرو قدے عجبے قامتِ نازے عجبے

اے بہ درماندگی پناہ ہمہ | کرمِ تست عذر خواہ ہمہ

قطرۂ ز ابرِ رحمت تو بس است | شستنِ نامہ سیاہ ہمہ

از رہے بر مرا کہ با تو رسم | اے بسوئے درِ تو راہِ ہمہ

گہ ما ہمہ اند فزوں ز قیاس | عفوت افزوں تر از گناہِ ہمہ

جملہ شاہاں گدائے درگاہت | اے بہ احساں تو پادشاہِ ہمہ

خسرو از تو پناہ می جوید
اے پناہِ من و پناہِ ہمہ

حضرت قتیل رحمۃ اللہ علیہ

کن بر سرِ تا بوتم یک جلوہ بہ رعنائی | اے در لبِ لعلیں تو اعجازِ مسیحائی

دیگر چہ طمع داری از عاشقِ بے ساماں　　عقل و دل و دیں بُردی ہم تاب و توانائی
کردیم زخونِ خود آرائشِ کوئے تو　　داری خبرے یا نے اے محوِ خود آرائی
کن پاک زدستِ خود اشک از مژۂ عاشق　　گر دست دہد فرصت از مقنعۂ پیرائی

غیر از تو میرے نے، پیش کے کند زاری
بے چارہ قتیلِ نوائے کافر ترسائی

حضرت شاہ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ

گر بر سرِ بالینم نازاں بخرام آئی　　جاں از سرِ نو یابم ہم تاب و توانائی
ایں آہِ دلِ سردم ویں رنگِ رُخِ زردم　　ماراز دروں ہر دم دارد بسرِ رسوائی
اے رشکِ مسیحا یم از بہرِ خدا دایم　　چوں بر دلِ شیدایم یک جلوہ بفرمائی
خاکِ رہِ کوئے تو ایں طرفہ اثر دارد　　ہم صندلِ دردِ سر ہم سرمۂ بینائی

واقف لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

دل پریشاں دیدہ حیراں کردہ ای　　جانِ من ایں کردہ ای آں کردہ ای
دیدہ گریاں سینہ بریاں کردہ ای　　اے سرت گردم چہ احساں کردہ ای
از کجا می آئی اے طوفانِ حسن　　عالمے را خانہ ویراں کردہ ای
شوخی و بیباکی و ناز و ادا　　بہرِ یک دل ایں چہ ساماں کردہ ای
کے دہم از دست آساں دامنت　　غارتِ دین و دل و جاں کردہ ای

اے کہ داری لعلِ عیسیٰ دم بگو
دردِ واقف را چہ درماں کردہ ای

عزیز صفی پوری رحمۃ اللہ علیہ

اے جمالِ پاک تو ایمانِ من | جلوۂ حسنِ تو نورِ جانِ من
یا محمد، یا نبی، یا مصطفےٰ | جز تو کے شد صورتِ عرفانِ من
آنچہ بنمائی ہمہ عین الیقیں | آنچہ فرمائی ہمہ قرآنِ من
احمدا دردِ دلم از حد گذشت | یا رسول اللہ بکن درمانِ من
بے سروپایم ز عشقت چوں عزیز | ہست بے سامانیم سامانِ من

اے خاکِ درگہِ تو جبینِ نیازِ ما | قربان یک نگاہِ تو عمرِ درازِ ما
ما کے کنیم رُو بہ شفا خانۂ مسیح | لعلِ شکر فروشِ تو بس چارہ سازِ ما
در کنجِ ظلمتم گذر د طلعتِ ہمے | اے آفتابِ عالم و ذرہ نوازِ ما

حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ

سوختن بے وجہم تماشہ را بہ بیں | کشتن بے جرمم مسیحا را بہ بیں
زندہ کس جانے نہ باشد دیدۂ | گر نہ دید ہستی بیا مارا بہ بیں
اے کہ از دیدارِ یوسف غافلی | داغِ یعقوب و زلیخا را بہ بیں
شاہ و درویش و قلندر دیدۂ | سرمدِ سرمست و رسوا را بہ بیں

نظامی رحمۃ اللہ علیہ

سنگِ بابِ میکدہ را سجدہ گاہے ساختم | قبلۂ ایمان و دیں جادو نگاہے ساختم
برطرف صوم و صلوٰۃ و الوداع سجدہ سجود | میکشی خوباں پرستی عزّ و جاہے ساختم

برطرف خاقان وجم درمیکدہ جاہم فزود | کفشِ پائے ساقیم تاج وکلاہے ساختم
قصرِ جنت، دیر وکعبہ جملہ را کردم عدم | جلوہ گاہے ساقیم را بارگاہے ساختم
خوفِ رستاخیز از قلبِ نظامی محو شد | لطفِ پیرِ مے فروشاں راپناہے ساختم

حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

من کیستم کہ طالبِ دیدارِ او شوم | یا چیست نقدِ من کہ خریدارِ او شوم
او یوسفِ عزیز و مرا دست بس تہی | شرم آیدم کہ بر سرِ بازارِ او شوم
او بادشاہِ مملکتِ حسن و من گدا | یارب چگونہ محرمِ اسرارِ او شوم
بر بوئے پرسشے ز لبِ آں مسیح دم | آں دولت از کجاست کہ بیمارِ او شوم

آزادیٔ دو کون چو از بندگیٔ اوست
خواہم کہ چوں حسین گرفتارِ او شوم

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

بملازمانِ سلطاں کہ رساند ایں دعا را | کہ بہ شکر پادشاہی ز نظر مراں گدا را
چہ قیامت است جاناں کہ بعاشقاں نمودی | رخ ہمچو ماہِ تاباں دلِ ہمچو سنگ خارا
دلِ عالمے بسوزی چو عذار بر فروزی | تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا
چوں طبیبِ دردمنداں لبِ لعلِ یار ما شد | دلِ دردمند عاشق زکہ جوید ایں دوا را

بخدا کہ جرعۂ دہ تو بحافظ سحر خیز
کہ دعائے صبح گاہی اثرے کند شمارا

اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کن | رحمے بر من سوختۂ بے سر و پا کن

دارد دلِ درویش تمنائے نگاہے — زاں چشم سیہ مست بیک غمزہ رواکن

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند — اے دوست بیا رحم بہ تنہائی ماکن

بادل شدگان جور و جفا تابکے آخر — آہنگ وفا ترک جفا بہر خداکن

مشنو سخن دشمن بد گوئے خدارا

باحافظِ مسکین خود اے دوست وفاکن

ولایت صفی پوری رحمۃ اللہ علیہ

آمدم بر درت اے رشکِ مسیحا محتاج — اے بیک جنبشِ ابروئے تو پاکاں محتاج

ہاں بدہ خاکِ شفا از درِ خود بہرِ خدا — دل بدردِ تو علیل است و بدرماں محتاج

سبز کن سبز کن اے ابرِ محیطِ رحمت — ہست ایں مزرعۂ خشک بباراں محتاج

اے گدائے درِ تو ہر کہ بود در عالم — اے بغفرانِ دل آویز تو شاہاں محتاج

تابکے باشد ازیں لطفِ ولایت محروم

اے بہ دیدار جمالِ تو دل و جاں محتاج

ممتاز گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

جانے کہ مرا دادی جاناں نذرِ رت بادا — جسمے کہ عطا کردی آں خاکِ درت بادا

زیر کفِ پائے تو بادا سر و چشم من — ایمان و دل و جانم قربانِ سرت بادا

یک جام بدہ ساقی زاں بادہ کہ در مستی — از جملہ شوم غافل لیکن خبرت بادا

در حسرتِ دیدارت جاں آمدہ در چشم — اے کاش بہ بالینم گاہے نظرت بادا

چوں چشم ہمہ عالم برگشتہ شود از من — پرواہ نمی دارم سویم نظرت بادا

گر اشک نمی سازد ممتاز بہ ہجرِ او

از چشم چکاں ہر دم خونِ جگرت بادا

داروئے دردِ نہاں راحتِ جانی صنما — عیسیٰ مردہ دلاں یوسفِ ثانی صنما

دل کے داغوں کو کلیجے سے لگا رکھا ہے — کہ یہی داغ تو ہیں تیری نشانی صنما

تو ہی جب قصۂ غم سے مرے گھبراتا ہے — پھر سُنے کون مرے دل کی کہانی صنما

وقفِ سجدہ ہے ترے در پہ جبینِ بیدم — کعبۂ دل صنما، قبلۂ جانی صنما

⦿

بسے جو آکے دیارِ ابوالعُلائی میں — خدا کو دیکھ لے وہ آنکھ سے خدائی میں

دیارِ ہند معطر ہے تیری خوشبو سے — عجیب پھول ہے تو باغِ مصطفائی میں

انھیں نصیب ہو آغوشِ منزلِ مقصود — جو کشتیاں ہیں رواں تیری ناخدائی میں

غنی بساطِ محبت بچھائے خاک بسر — پڑا ہوا ہے دیارِ ابوالعُلائی میں

⦿

لے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اس غزل کے یہ اشعار وصال سے تقریباً آدھا گھنٹہ قبل نقی رضا خاں سے جو دربارِ عالیہ کے قوال ہیں، سُنے تھے۔ یہ اُس وقت اپنے کھیت پر کچھ کام کر رہے تھے، حضرت قبلہ نے کسی کے ذریعہ رات کے گیارہ بجے اُن کو کھیت سے طلب فرمایا تھا۔

(مؤلف)

عطیہ خاص

سلطان العاشقین ماهتاب صبر و تسلیم و رضا

حضرت سیدنا خواجہ صوفی عنایت حسن شاہ

قدس سرہٗ

مرشد نگر

سلطان الاولیاء خواجہ صوفی محمد حسن شاہ

قدس سرہٗ

مرشد نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم، وعلی الہ واصحابہ واھل بیتہ وازواجہ وسلم۔

امّا بعد! بغرض استفادہ برادران طریقت ووابستگان سلسلہ عالیہ خصوصاً بپاس خاطر لخت جگر نور بصر صوفی محمد حسن صاحب چند کلمات طیبات احاطہ تحریر میں لاکر پیش کیے جاتے ہیں۔ خداوند کریم بہ تصدق حبیب اکرم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھ عاصی کو اور سب کو عمل کرنے کی توفیق نصیب کرے۔

امین ثم امین

مرید کو چاہیے۔ سرتا پا سچائی ہو۔ ظاہر باطن یکساں ہو۔ منافقت کی بُو نہ ہو افراط تفریط سے بچتا رہے۔ نفسانی خواہش سے ریاضت کرنا گمراہی ہے محض عبادت کی نیت سے ریاضت کرنا اولیاء کرام کا منصب ہے قرآن مجید کی تلاوت میں کمال برکت ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے پیشہ اور حرفہ میں رہ کر خدا پرستی کرے تو زیادہ مناسب ہے قدرے دنیا کی ضرورت ہے، تا کہ انسان کے خیالات پراگندہ نہ ہوں پراگندگی سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اگر خداوند کریم سعی یا بلا سعی جائز طور پر مال عطا فرماوے تو اُس کو حق داروں میں صرف کیا جائے لیکن مال میں دل اُلجھانا نہ چاہیے اور زیادہ طلبی کی طرف قدم کبھی نہ بڑھایا جاوے۔ صبر و توکل اختیار کرے۔ مرید کو چاہیئے اول صدق اختیار کرے، برتاؤ اہلِ شریعت کے ساتھ محبت کا رکھے۔ شریعت اور طریقت پر ہر آن نگاہ رکھے۔ برتاؤ دنیا کے لئے شریعت ظاہری اور برتاؤ آخرت کے لئے اقوال وافعال اپنے پیران عظام کے اختیار کرے۔

شور و شغب، تصنع بناوٹ و جدت و بدعت سے پرہیز چاہیئے۔ رئیسوں سے

پرہیز، عزیزوں سے اتحاد ہونا چاہیے، اپنے پیرانِ عظام کی قدم بقدم پیروی ہونا چاہیے۔ شیخ کی اتباع میں فائدہ عظیم ہے، ہر گھاٹ کا پانی پینے سے خرابی ہے اور کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ نقصان کا اندیشہ ہے اپنے پیرانِ عظام کی روش پر چلنا چاہیے دوسرے طریقوں کے رنگ روپ اختیار نہ کرے، اگر کوئی دشمنی کرے اُس کی طرف سے کبھی دل میں دشمنی کی بُو تک نہ آنے دے کیونکہ اس میں اپنا نقصان یعنی کدورت پیدا ہوگی ہر کام و ہر مقام میں نیک نیتی زادِ راہ ہو جو کام کیا جاوے اللہ واسطے ہونا چاہیے، اگر بمقتضائے بشریت خطراتِ فاسدہ پیدا ہوں۔ لاحول پڑھ کر اُن کو مٹانا چاہیے۔ فرائض و واجبات کا ترک کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔ البتہ مجذوب بری ہے کیونکہ وہ مکلّف ہی نہیں۔

شریعت

شریعت اس راستے کو کہتے ہیں جس پر عملدر آمد ہونے سے مسلمان، مومن، مُتقی بنتا ہے۔ وہ بات شریعت اسلام کے پانچ رُکنوں پر مضبوط قائم ہونے سے حاصل ہوتی ہے (۱) کلمہ طیبہ کا اقرار لسانی و تصدیق قلبی (۲) نماز (۳) روزہ (۴) حج (۵) زکوٰۃ، شریعت طریقت کا دروازہ ہے۔ جو شریعت کا عامل نہیں ہوتا ہے طریقت کا راستہ ہاتھ آنا مشکل ہے۔ شریعت مثل فتویٰ کے ہے اور طریقت تقویٰ ہے، اسلام میں ۷۳ فرقے غلط فہمیوں سے ہو گئے ہیں جن میں صرف ایک فرقہ نجات پانے والا ہے باقی گمراہ۔ یوں تو سب مدعی اس بات کے ہیں مگر فرقہ اہلسنت والجماعت حق پر ہے، مقام غور ہے کہ اور کسی فرقہ سے اولیاء اللہ نہیں ہوئے اسی فرقہ سنت والجماعت سے اولیاء اللہ ہوتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے یہ فرقہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے

برابر اب تک اسی طرح احکام کی پابندی کر رہا ہے اور اس فرقہ میں دیگر فرقوں کی طرح اِفراط و تفریط کو دخل نہیں ہے۔

طریقت

اُس راستے کا نام ہے کہ جس سے اولیاء کرام، پیرانِ عظام قربِ ربِّ اَنام سے مشرّف ہوئے ہیں اس راستے کے کئی طریقے ہیں۔ چشتیہ۔ قادریہ۔ سہروردیہ نقشبندیہ وغیرہم۔

طالبِ حق جس طریقہ سے خدا تک پہونچنا چاہے۔ پہونچ سکتا ہے اور بزرگانِ سلف نے ہر چہار طریقوں سے فیض حاصل کیا ہے اہلِ طریقت کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ سالک، مجذوب، مجذوب سالک، سالک مجذوب۔

سالک وہ ہے جو اپنے ارادۂ ظاہری کو باطن کی طرف متوجہ کرے اُس کو طالب ارادت اور سلوک کہتے ہیں۔ جو شخص اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہو جائے پس وہی سالک ہے اور مالک لطیفہ قلبی کا ہوتا ہے اور مجذوب وہ ہے جو مقام سُکر میں پہنچ کر فنا حاصل کرے اور وہ صاحبِ لطیفہ سِرّ ہوتا ہے۔ اور وہ مجذوب سالک ہے جو پہلے فنا ہو کر بقا حاصل کرے اُس کو لطیفہ خفی ہوتا ہے اور سالک مجذوب وہ ہے کہ جو پہلے بقا حاصل کر کے فنا کے مقام پر پہنچے وہ لطیفہ اخفیٰ کا مالک ہوتا ہے۔ طالبانِ حق کی تین قسمیں ہیں۔ عُبّادِ اَخیار۔ زُہّادِ ابرار۔ عُشّاقِ شُطّار۔ عُبّادِ اَخیار مُدّتوں میں اپنی مراد کو پہونچتا ہے اور زُہّادِ ابرار ان سے کچھ پہلے اور عُشّاقِ شُطّار اور ذاتِ پروردگار میں کوئی پردہ نہیں ہے اس کو یہ مقام طُرفۃ العین میں حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ عاشقوں کے لئے توقُّف روا نہیں رکھا گیا ہے۔ طریقت، شرع شریف سے تو برخلاف نہیں ہے لیکن بیوقوف ناسمجھ لوگوں کو شریعت کے

برخلاف معلوم ہوتی ہے ہاں البتہ مسائلِ طریقت بمقابلہ شرع شریف ذرا مشکل ہیں مثلاً کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اپنے خیالاتِ خانگی کو دل میں جگہ دیئے رہے تو اہلِ شریعت اس پر کوئی اعتراض نہیں رکھتے مگر اہلِ طریقت کے نزدیک اس نماز کا خدا وہی چیز سمجھی جائے گی جس کا خیال رہا لہذا حضوریٔ قلب سے تب ہی نماز پڑھی جائے گی جب اس کو نسبتِ عشقیہ کسی کامل شیخ سے پہنچ جائے اور اسی نسبت سے سب کام دنیا و آخرت و طلبِ مولیٰ کے حاصل ہوتے ہیں۔

حقیقت

حقیقت۔ انبیاء علیہ السّلام کے دل پر وارد ہوتی تھی اور مشاہدہ فرماتے تھے اسی طرح اولیائے کرام کے دلوں پر بھی وارد ہوتی ہے اور وہ مشاہدہ فرماتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں۔

حقیقتِ انسان، حقیقتِ محمدی، حقیقتِ حق، حقیقت انسان۔ ایک اسم بامسمٰی نیستی کا نام ہے۔ حقیقت محمدی تعین اوّل کو کہتے ہیں یعنی جان لینا۔ خدائے پاک کو اور اس کی ذات۔ صفات اور کل موجودات کو بطور اجمالی یعنی اکٹھا، کہ جس سے ایک دوسرے میں فرق نہ معلوم ہو اور اس مرتبہ کا نام وحدت بھی ہے۔

حقیقتِ حق۔ وہ ہستی ہے کہ عینِ ذاتِ مطلق سب سے مقدم حقیقتِ انسان ہے اگر انسان اپنی حقیقت سے خبردار ہو جائے تو اس کو حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ حق حاصل کر لینا کچھ مشکل نہیں ہے ؎

ہو ویں ہم گر اپنی حقیقت پر خبیر ؎ ہو ویں ہم دونوں جہاں میں بس امیر

لہذا ہم کو سب سے اوّل اپنی ہی حقیقت معلوم کر لینی چاہیئے۔ سو ہماری حقیقت حقیقت الانسان سے صاف ظاہر ہے کہ ہم ایسے اسم بامسمٰی نیستی ہیں کہ اس کی ہستی

کا وہم و گمان بھی بالکل باطل ہے جب ہم نے یہ جان لیا تو ہم سے حقیقتِ محمدی اور حقیقتِ حق پوشیدہ نہیں رہتی ۔ ؎

دیکھ اپنے میں آپ کو بھائی ⁂ خود تماشہ ہے خود تماشائی

یعنی اے طالبِ صادق تو اپنی ہستی میں آپ غور کر کے دیکھ تو تجھکو معلوم ہو جائے گا کہ تیری ہستی فی الواقعہ نیستی ہے اور تو ایک تماشہ دیکھنے والا اور خود تماشہ

تیری دنیاوی ہستی کے تماشے تیرا بے قدرت ہونا تیرا بے ارادہ ہونا۔ تیرا جاہل ہونا۔ اندھا ہونا۔ بہرا گونگا ہونا۔ مر جانا وغیرہ تیری نیستی کے تماشے ہیں اور تیرا با قدرت ہونا۔ باارادہ ہونا۔ عالم ہونا۔ بینا ہونا۔ سُننے والا ہونا۔ بولنے والا ہونا۔ زندہ رہنا یہ ہستی کے تماشے ہیں ۔ ؎

چھوڑے جبتک اپنی ہستی کو نہ تو ⁂ تجھ پہ ظاہر نہ ہو گا رازِ ہوٗ

جیسا تھا ویسا ہی جب پہچانے تو ⁂ موت سے پہلے ہی ہو تو مُردہ خو

اگر اس کا عامل ہونا ہے تو اپنی ہستی وہمی کو دُور کرے اور خطرات ماسوائے کو دل میں جگہ نہ دے تو اَلآنَ کَمَا کَانَ کا مطلب بھی سمجھ میں آجائے اور جب یہ سمجھ میں آ گیا تو حقیقت بھی منکشف ہو گی۔ کما قال اللہ تعالیٰ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم ان کو اپنی نشانیاں اِس جہان میں ان کے نفسوں میں ظاہر کر کے بھی دکھلادیں گے ان پر حقیقت مخفی نہ رہے گی ۔ مسائلِ حقیقت بھی مسائلِ طریقت کی طرح شریعت سے خلاف تو نہیں ہیں مگر دشوار ضرور ہیں مثلاً اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اُس کے دل میں خطرات ماسوا آجاویں تو شریعت میں تو اس کی نماز ہو جائیگی مگر طریقت میں نہیں ، لیکن نمازِ حقیقت کچھ خیالات ماسوی سے ہی نماز نہیں بگڑتی ۔ بلکہ اپنی ہستی کا خیال لانا بھی نماز کو باطل کرتا ہے ۔

معرفت

معرفت: بصورت میں پہچاننا ذات و صفات الٰہی کو جیسا کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ سے واضح ہے مگر معرفت بدون علم کے دشوار اور علم بے معرفت کے بیکار ہے۔ "معرفتِ نفس" جاننا چاہیئے کہ نفس دو معنی پر محمول ہے۔ اوّل تو کسی چیز کی ذات و حقیقت سے مراد لیتے ہیں جیسا کہ کہدیتے ہیں کہ فلاں شئے بذاتہٖ بنفسہٖ قائم ہے دوئم نفسِ ناطقہ جس کو روح طبعی کہتے ہیں۔

رُوح کی تین قسمیں ہیں۔ روحِ مقیم جو مرتے وقت نکلتی ہے۔ روحِ مسافر جو سوتے وقت نکلتی ہے جس کو روحِ رواں بھی کہتے ہیں۔ روح ایسا جو بعد مُردن آدمی کے ہمراہ رہتی ہے اور مجموعہ خلاصہ لطائف اجزاء و ترکیب بدن کا ہے اور وہ نور جو ان ارواح پر فائز ہوتا ہے روحِ انسانی کہلاتی ہے پس اس نور کے ساتھ الہام غیبی وارد کیا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰاهَا ۝ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قسم ہے اس نفس انسانی کی۔ اور اس حکمت ربانی کی کہ جس نے اس کو اس طرح کا جوہر بنایا پھر نیک بد کی تمیز بھی خطرات میں ڈال دی یا اس کو اچھے بُرے کاموں کا الہام کردیا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا جس نے اس نفس کو پاک کیا شر سے، وہ بامُراد ہُوا اور فلاح پاگیا اور جس نے اُسے شہوت، طمع، حرصِ دنیا میں گاڑ دیا وہ نامُراد اور تباہ ہوگیا۔

"صفات معرفتِ نفس" نفس امّارہ چونکہ معدنِ صفاتِ شر ہے اور مکر و فریب سے خواہشات و شہوت کو مائل کرنے والا طرف لذّات کے ہے اور نفس کے صفاتِ شر، تزکیۂ نفس یا مجاہدۂ کثیر بعسیر اور عشقِ الٰہی کی امداد کے بدون دُور نہیں ہوسکتے یعنی جس شخص میں۔ کفر۔ شرک۔ شہوت۔ عجب وغیرہ صفاتِ شر بھی ہوتے ہوں اسکو معرفتِ

نفس حاصل نہیں ہوتی اور جس شخص میں معرفتِ الٰہی جو سراسر خیر ہے اثر کر گئی ہو اسکو معرفتِ نفس حاصل ہو گئی ہے۔ معرفتِ الٰہی بہ معرفتِ نفس بعد از معرفتِ الٰہی افضل اور برتر اور نافع ہے معرفتِ نفس انسان کے سوا اور کوئی معرفتِ نفس نہیں ہے۔

"معرفتِ روح"، معرفت روح کی تعریف کلام الٰہی سے یوں ثابت ہوئی ہے۔
وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ؕ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے سوال کیا جاتا ہے روح کی معرفت کی بابت، تو کہدو کہ یہ ہمارے رب کا حکم ہے نیز سمجھ لینا کہ روح لطیفہ ہے محل محبتِ الٰہی کا، بس یہی معرفت روح ہے۔

"معرفتِ قلب"۔ اور دل بھی لطیفہ ہے محلِ معرفتِ الٰہی کا، نیز دل معارج ہے جمالِ ازلی کا، اوصاف اس کے حدِ بیان سے خارج ہیں، یہ دل کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ وہ دریائے معرفت میں غوطہ لگاتا ہے۔

معرفتِ عقل، عقل ترجمان روح ہے۔

معرفتِ سِرّ، سِرّ لطیفہ ہے محلِ مشاہدات و تجلیاتِ الٰہی کا، بعض کے نزدیک سِرّ جملہ اعیان سے نہیں ہے بلکہ جملہ معانی سے تسلیم کرتے ہیں اور مراد اس سے ایک حال پوشیدہ درمیان خدا و بندے کے ہے کہ کوئی دوسرا اس پر مطلع نہیں ہو سکتا۔

معرفتِ خاطر، یہ تمیز اور تفصیل خواص علوم سے ہے۔ اور دریافت کرنا فوائد اور عوائد اور ترائد اور دقائق واسطے تحصیل معرفت کے و نیز ترقی ہمت اور مرتبہ اور معرفت بڑھانے کے۔ شعر ؎

خالی ہونا اس میں ہے یہ معرفت ❊ کب ہے عارف ہو نہ جس میں یہ صفت

طالبِ صادق کو معرفت، فنا فی اللہ بغیر ہوئے نہیں ہو سکتی اور فنائیت کی ترکیب کے بارے میں حضرت مولانائے روم قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک ہے۔ ؎

قال را بگذار مردِ حال شو ❊ پیشِ مردِ کاملے پامال شو

اِس کے خلاف ، بمصداق اس شعر کے ہوں گے۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ⁂ پس بہر دستے نہ باید داد دست

ہیں بشکل آدمی شیطان بھی ⁂ ہاتھ میں ہاتھ اُن کے مت دے اے اخی

جاننے والے اپنی اصل سے انجان نہیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہماری اصل ایک نطفہ سے ہے اور ہم ایک کرم مَنویّہ سے بتدریج صورتِ انسانی میں پہونچتے ہیں اور ہمارا جسم اُن چار اشیاء، ہوا، خاک، آگ پانی سے مرکب ہے جو آپس میں ایکدوسرے کے مخالف ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے ان کو متفق و متحد بنایا ہے۔ اور ان کی نااتفاقی اور باہمی خصومت ہماری موت کا سبب ہے اور کسی صانعِ حقیقی نے اپنے نور کے چمکارے اس تیرہ و تار خاک میں ڈال کر اس مردہ جسم کے فانوس کو زندگی کی روشنی سے درخشاں فرمایا ہے جب تک وہ خالق و مالک چاہے اس فانوسِ وجود کو روحانی نور سے روشن رکھے اور جب چاہے اس کو گُل کر دے اس بزمِ عالَم سے علیٰحدہ کسی اندھیرے یا گور میں جا دھرے اس لئے ہم کو مناسب ہے کہ ہم اُسکے احسان بیکران کے مشکور ہوں اور رُوحانی نور کی قدر کریں اس چراغِ روح کے لئے عبادت و ریاضت کا روغن مہیا کریں اور ہم اُس روحانی نور کی جھلک چشمِ باطن سے اپنے اندر دیکھیں ؎

جان و تن میں کوئی بھی پردہ نہیں ⁂ جان و تن کو مگر دیکھ سکتا نہیں

جب تک ہم کو اپنے گھر کا روشن دیا ہی نظر نہ آئے گا۔ تو پھر گھر کی چیزیں ملکوت، جبروت لاہوت وغیرہ کا دیکھنا کب ممکن ہے۔

ناسُوت

ناسوت : عالَمِ موجودات کو کہتے ہیں نیز اس کو عالَمِ کبیر بھی کہتے ہیں انسان عالَمِ صغیر

ہے جو کچھ اس عالمِ ناسوت میں ہے وہ سب کچھ اُس صانع حقیقی نے اِس جامِ جہاں نما یعنی وجودِ انسان میں بھی خود موجود کر رکھا ہے گویا انسان اُس عالمِ غیبی کا اِجمال ہے مجاہدات اور ریاضتِ شاقّہ سے مقامِ ناسوت اول طے کرنا پڑتا ہے یہ مقام تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب سے میسر ہوتا ہے۔ فنافی الوجود بھی اِس کی علامت ہے ہر مقام کے طے ہونے پر طالب کو ایک نور شانۂ راست پر دکھائی دینے لگتا ہے یہ نورِ مرشدِ کامل کی روح کا پرتو ہوتا ہے۔

ملکوت

ملکوت : عالمِ ارواح کا نام ہے اس کو عالمِ ملائکہ بھی کہتے ہیں انسان بھی فرشتہ خصال بننے کے قابل ہے بلکہ جو قابلیت انسان کو ہے وہ فرشتوں میں بھی نہیں پائی جاتی ہے یہ مقام، طالب، بتوسّل اس نورِ شیخ کے فنافی الشیخ ہونے کے ساتھ طے کر جاتا ہے علامت اس کی یہ ہے کہ طالب اس مراقبہ میں عالمِ ارواح کی سیر کر لیتا ہے یہ مقام طے ہوتا ہے تو ایک دوسری قسم کا نور بجائے نورِ شیخ اس کو معلوم ہونے لگتا ہے وہ نور جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا پرتو ہوتا ہے۔

جبروت

جبروت : عالمِ ہیبت اور جلال کو کہتے ہیں اس مقام میں بتوسّل نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فنافی الرسول کے ساتھ ہی عالمِ بالا کی سیر ہونے لگتی ہے طالب آسمانوں کی ہر چیز کو اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرتا ہے حتّٰی کہ ذاتِ احدیت تک پہونچ کر مقامِ فنا حاصل کرتا ہے اور ایک نور بوقلموں اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

لاھُوت

لاھُوت: فنائے ہستی فی الذاتِ باری کو کہتے ہیں جس کو "فنا فی اللہ" ہونا نام رکھتے ہیں اس مقام میں طالب اُس نُورِ بوقلموں کا گرویدہ بن کر استغراق و مراقبہ قیاس میں بسر کرتا ہے حتیٰ کہ اُس کا ہم رنگ ہو جاتا ہے اس کے بعد دو مرتبے یا دو مقام یاہُوت و ہاہُوت کو طے کرتا ہوا مقام ہاہوت تک پہنچ جاتا ہے۔

ھاھُوت

جب سالک مرتبہ فنافی اللہ حاصل کر کے جذب میں گر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو مقام سُکر و صحو سے نکال کر مقام ہوش و سہو میں پہنچا دیتا ہے اور بعض اصحاب سکر سے نکلنا ہی نہیں چاہتے وہ ہمیشہ مجذوب بنے رہتے ہیں۔ ان سے اشاعت و ہدایتِ عالم کا کام نہیں لیا جاتا ہے بلکہ اصلاحِ عالم کا کام سالک کے ہی سپرد کیا جاتا ہے۔

اقسام اَولی یہ ہیں

اوّل وہ ولی کہ جو نہ تو اپنے آپ کو خود ولی جانتا ہو اور نہ اس کو خلقت ہی ولی جانتی ہو۔ دوم وہ کہ اس کو خلقت تو ولی مانتی ہو۔ لیکن وہ خود اپنے کو ولی نہ جانتا ہو۔ سوم: وہ کہ خود بھی جانتا ہو اور خلقت بھی مانتی ہو۔ کرامت اخوارقِ عادات کا نام ہے۔ خوارق نبی معجزہ ہے۔ ولی سے ہو کرامت ہے۔ عام مومنین سے ہو تو معونت گنہگار مومن سے ہو تو جنونیت ہے۔ کافر سے ہو تو استدراج ہے۔ کرامت ریاضت و مجاہدہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تکمیلِ رُوح معہ الخیر کا نام کمال ہے۔ اشیائے خیر نماز، روزہ

وغیرہ اتباع شریعت و ذوق و شوق الٰہی سے روح مکمل ہو کر انسان کو صاحب کمال بنا دیتی ہے۔

اِلہام

اس نادر بات کا دل میں آنا جو کبھی دل میں نہ آئی ہو۔ الہام میں اکثر خیر و شر سے اور دوسروں کو بھی نفع و نقصان سے آگاہی ہوا کرتی ہے۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے درخشندہ ستارے

زیرِ نظر مضمون دراصل ایک سرسری جائزہ ہے ان حضرات کے بارے میں جو خلوص وعقیدت کے ساتھ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ عاطفت میں آئے اور حضرت قبلہ کے دربارِ عالیہ سے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوتے، اور جن کے حالات ہم کو دستیاب ہوئے۔ یقیناً بہت سے قابلِ قدر حضرات کے حالات نہ ملنے کی وجہ سے شاملِ اشاعت نہ ہوسکے، ان سے ہماری گذارش ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں ان کو شامل کرلیا جائے گا تاکہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے فیضان سے زیادہ سے زیادہ لوگ متعارف ہوسکیں۔ (مُرتب)

یوں تو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ وہ تمام حضرات جنہوں نے سچی عقیدت اور صحیح محبت کے ساتھ حضرت قبلہ کی بارگاہ میں نذرانۂ خلوص پیش کیا، اپنی اپنی جگہ درخشندہ ستارے ہیں۔ خواہ ان کو حضرت قبلہ کی حیاتِ مبارکہ میں اجازت وخلافت نہ ملی ہو، حضرت قبلہ کے خلفاءِ کرام کا تو کہنا ہی کیا، چنانچہ اہلِ سلسلہ نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ بہت سے حضرات کو شہیدِ ملت عزیز الاولیاء قبلہ کے دور میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور بہت سے حضرات کو محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں قبلہ سجّادہ نشین کے دور میں اجازت وخلافت سے نوازا گیا، حالانکہ یہ حضرات برسوں پہلے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہو چکے تھے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ جو اجازت وخلافت عطا کی گئی ہے وہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ ہی کی طرف سے ہے۔ جس کا وجود تو حضرت قبلہ کے زمانے میں ہو چکا تھا مگر ظہور محترم سجادگان حضرات کے دور

مسعود میں ہوا۔

معرفت وحقیقت سے معمور و معطر، گلستانِ حسن کے یہ پھول اپنے حسنِ عمل، اخلاق اور جذبۂ عشق سے عالمِ ناسوت کو اپنی خوشبوؤں سے مہکاتے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں فیض العارفین حضرت مولانا علام آسی پیا قبلہ، حضرت الحاج صوفی منصور الحسن شاہ قبلہ، حضرت مولانا خوشحال شاہ قبلہ، حضرت الحاج صوفی عبدالمجید شاہ قبلہ، حضرت صوفی سیّد نواب الدین شاہ قبلہ، حضرت صوفی حاجی جمیل احمد شاہ قبلہ، حضرت صوفی احمد کبیر شاہ بنارسی، حضرت صوفی گلشیر شاہ قبلہ حضرت صوفی سیّد محمد زکریا علام صابر حسنی شاہ قبلہ حضرت صوفی سعید احمد شاہ قبلہ وغیرہم سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں شب و روز منہمک ہیں یادِ رفتگاں سے متعلق کچھ ایسے پھول بھی تھے جو ایک زمانہ تک قلب و رح کو معطر کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے، جیسے محبوب العارفین حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ قدس سرہٗ، حضرت میاں احمد حسن شاہ حسنی جہانگیری مکّی قدس سرہٗ، حضرت الحاج محمد لٰسین صادق دہلوی قدس سرہٗ، حضرت صوفی قربان احمد شاہ قدس سرہٗ، حضرتؒ کامل شاہ جہانگیر آبادی قدس سرہٗ، حضرت صوفی علاء الدین شاہ قدس سرہٗ، حضرت صوفی شمس الدین شاہ قدس سرہٗ، حضرت صوفی سید ابرار حسن شاہ قدس سرہٗ، حضرت صوفی منصور شاہ فریدپوری وغیرہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنے اپنے مقام پر مرکزِ فیض جہانگیری بنے رہے۔ اور ہندوستان و بیرونِ ہند تک سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے فیضان کو پہونچاتے ہوئے دارالبقاء میں قیام پذیر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی آرام گاہوں کو نور سے منوّر فرمائے آمین۔

پاکستان میں نقیب الاولیاء حضرت الحاج نقیب اللہ شاہ قبلہ، حضرت الحاج صوفی شمشاد شاہ قبلہ، حضرت صوفی ثناء اللہ شاہ ثنا بدایونی قبلہ اور بہت سے

دیگر حضرات سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں، البتہ حضرت نقیب اللہ شاہ قبلہ کی ذات گرامی ہندوپاک میں اہلِ سلسلہ کے لئے باعثِ صد افتخار ہے کہ آپ نے پاکستان ہی میں نہیں بلکہ بیرونِ پاکستان عرب ممالک کے علاوہ جرمن، جاپان، برطانیہ، امریکہ کناڈا، اور بہت سے یورپی ممالک میں بھی سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی خوب خوب اشاعت فرمارہے ہیں۔ حضرت صوفی یعقوب علی شاہ قبلہ کے ذریعہ سلسلہ کی خوب اشاعت ہوئی۔" آخر میں تبصروں اور تذکروں سے متعلق ایک گذارش یہ ہے جو قابلِ توجّہ ہے کہ گلستانِ حسن کے یہ مہکتے ہوئے پھول اپنے اپنے مقام پر ایک انفرادی اور خصوصی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ حضرات بھی جن کا تعارف موصول نہ ہونے کی وجہ سے شریکِ اشاعت نہ ہوسکا، وہ بھی اسی طرح قابلِ قدر اور لائقِ صد احترام ہیں۔ یہ وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ کسی کی شخصیت کے بارے میں ذکر نہ ہونے کی وجہ سے کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہوجائے تعارف میں بھی حتی الامکان جو حقیقی رنگ بھرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اگر چنبیلی کے پھول کی تعریف کی جائے تو اس سے گلاب کی توہین ہو، یا چمپا کے پھول کی تعریف سے موگرے کے پھول کی توہین ہو۔ پھولوں کی طرح ہر انسان کی نکہت، رفعت و عظمت بھی منجانب اللہ ہے۔"

ع رہتی دنیا تک رہے اس باغ کی یارب بہار
پھولتا پھلتا رہے یونہی گلستانِ حسن

آمین یارب العالمین
بجاہِ رحمۃ للعالمین

فہرست خلفاء کرام

(شہر بریلی یوپی)

نمبر شمار	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۱	حضرت صوفی حشمت اللہ شاہ صاحب	بریلی	بریلی		
۲	حضرت صوفی سید یوسف علی شاہ صاحب	بریلی	کراچی		بذریعہ صوفی محمد عثمان شاہ صاحب
۳	حضرت صوفی امین الدین شاہ صاحب رسوا	بریلی	بریلی		
۴	حضرت صوفی حامد حسین شاہ صاحب	بریلی	کراچی	بذریعہ ڈاک	سنہ ۱۹۵۴ء
۵	حضرت صوفی محمد عمر شاہ صاحب	بریلی	کراچی	لکھنؤ	سنہ ۱۹۴۳ء
۶	حضرت صوفی محمد عثمان علی شاہ صاحب	بریلی	کراچی	لکھنؤ	سنہ ۱۹۴۳ء
۷	حضرت صوفی نسیم الدین عرف کلو میاں شاہ صاحب	بریلی	کراچی		سنہ ۱۹۵۳ء بذریعہ صوفی محمد عثمان شاہ صاحب
۸	حضرت صوفی حاجی جمیل احمد شاہ صاحب	بریلی	بریلی	مرشد نگر	سنہ ۱۹۶۱ء بذریعہ حضرت عزیز الاولیاء
۹	حضرت صوفی محمد فاروق شاہ صاحب	بریلی	بریلی		
۱۰	حضرت صوفی نور محمد شاہ صاحب	بریلی	بریلی		
۱۱	حضرت[1] صوفی بنّے میاں شاہ صاحب	بریلی	کراچی	مرشد نگر	سنہ ۱۹۶۱ء بذریعہ حضرت عزیز الاولیاء قبلہ
۱۲	حضرت صوفی نبی حسن خاں شاہ صاحب	گیلوئی	کراچی		سنہ ۱۹۵۲ء بذریعہ صوفی محمد عثمان شاہ صاحب

تحصیل فرید پور۔ ضلع بریلی۔ یوپی

۱۳	۱	حضرت صوفی حبیب احمد شاہ صاحب	فرید پور	فرید پور	فرید پور	۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۴ ہجری
۱۴	۲	حضرت صوفی انعام اللہ شاہ صاحب	//	//	مرشد نگر	۵ شوال سنہ ۱۳۶۹ ہجری
۱۵	۳	حضرت صوفی منصور شاہ صاحب	//	//	فرید پور	۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۶ ہجری
۱۶	۴	حضرت صوفی محمد شاہ صاحب رفیق چلہ	//	//	//	۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۶ ہجری
۱۷	۵	حضرت صوفی حافظ رفیع الدین شاہ صاحب	//	//	آنولہ	۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۶ ہجری
۱۸	۶	حضرت صوفی عبد اللطیف شاہ صاحب	//	//	//	۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۶ ہجری

[1] حضرت صوفی بنّے میاں شاہ کی اجازت و خلافت کا اعلان مرشد نگر میں فرمایا۔

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۱۹	۷	حضرت صوفی سرفراز بیگ شاہ صاحب	فریدپور	فریدپور	آنولہ	۵؍ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ ہجری
۲۰	۸	حضرت صوفی حافظ عظمت اللہ شاہ صاحب	"	"	فریدپور	۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ ہجری
۲۱	۹	حضرت صوفی عبدالرب شاہ صاحب	"	پاکستان	"	۱۷؍ربیع الاول ۱۳۶۳ھ ہجری
۲۲	۱۰	حضرت صوفی میاں عطاءاللہ شاہ صاحب	مرشدنگر	مرشدنگر	"	۵؍ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ ہجری
۲۳	۱۱	حضرت صوفی خادم علی شاہ صاحب	فریدپور	ٹسوا		
۲۴	۱۲	حضرت صوفی عزیزاللہ شاہ صاحب [۱]	فریدپور	فریدپور	فریدپور	
۲۵	۱۳	حضرت صوفی میاں جان شاہ صاحب [۲]	"	"	مرشدنگر	

تحصیل آنولہ۔ ضلع۔ بریلی۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۲۶	۱	حضرت صوفی محمد یعقوب علی شاہ صاحب [۳]	آنولہ	کراچی	فریدپور	۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ ہجری
۲۷	۲	حضرت صوفی شمس الدین شاہ صاحب	آنولہ	آنولہ	فریدپور	۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ ہجری
۲۸	۳	حضرت صوفی مولانا حامد علی شاہ صاحب	"	"	"	۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ ہجری
۲۹	۴	حضرت صوفی راحت حسن شاہ صاحب	"	"	"	۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ ہجری
۳۰	۵	حضرت صوفی علاؤالدین شاہ صاحب	"	"	"	" " "
۳۱	۶	حضرت صوفی قربان احمد شاہ صاحب	آنولہ	ڈبائی علیگڑھ	آنولہ	۵؍ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ ہجری
۳۲	۷	حضرت صوفی اسلام احمد شاہ صاحب	"	آنولہ	"	" " "
۳۳	۸	حضرت مولانا غلام احمد عرف جنتی میاں شاہ صاحب	"	"	مرشدنگر	
۳۴	۹	حضرت صوفی محمد اسحاق شاہ صاحب	"	"	"	
۳۵	۱۰	حضرت صوفی رضا شاہ صاحب		"	"	
۳۶	۱۱	حضرت صوفی ننھے میاں شاہ صاحب	"	"	"	

[۱] حضرت صوفی عزیزاللہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کی اجازت وخلافت کا اعلان عزیزالاولیا شہید ملت عبدالعزیز شاہ صاحب قبلہ نے فرمایا تھا۔ جبکہ آپ نے حضرت سلطان الاولیا رقبلہ سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔

[۲] حضرت صوفی میاں جان صاحب مدظلہ العالی کو حضرت سلطان الاولیا رقبلہ کی طرف سے محبوب الاولیا حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ صاحب قبلہ زیدت فیوضہم نے سند اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔

[۳] حضرت صوفی یعقوب علی شاہ صاحب قبلہ کے وصال کے بعد برادر حقیقی حضرت صوفی محمد ایوب شاہ صاحب قبلہ سجادہ نشین ہیں اور سلسلہ کا کام انجام دے رہے ہیں۔

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت

فتح گنج شرقی، ضلع بریلی، یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۳۷	۱	حضرت صوفی نیاز احمد شاہ صاحب	فتح گنج	فتح گنج	مرشد نگر	

فتح گنج غربی، ضلع بریلی۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۳۸	۱	حضرت صوفی علی بخش شاہ صاحب	فتح گنج	فتح گنج	لکھنؤ	۲۷ر ربیع الاول سنہ ۱۳۵۷ ہجری
۳۹	۲	حضرت صوفی حافظ محمد رفیع شاہ صاحب	″	″		

نواب گنج ضلع بریلی۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۴۰	۱	جناب صوفی بشیر احمد شاہ صاحب پارچہ فروش	نواب گنج	نواب گنج		

ضلع پیلی بھیت۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۴۱	۱	حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ صاحب علیہ الرحمۃ	بیسل پور	پیلی بھیت	مرشد نگر	۵ شوال المکرم سنہ ۱۳۵۸ ہجری
۴۲	۲	حضرت صوفی سید کاظم علی شاہ صاحب	پیلی بھیت	″	″	
۴۳	۳	حضرت صوفی ظہور احمد شاہ صاحب	″	″	″	
۴۴	۴	حضرت صوفی محمد احسن شاہ صاحب	″	″	″	
۴۵	۵	حضرت صوفی سکندر شاہ صاحب	″	امیر نگر	″	
۴۶	۶	حضرت صوفی احمد شاہ صاحب	″	″	″	
۴۷	۷	حضرت صوفی احسان الٰہی شاہ صاحب	″	پیلی بھیت		
۴۸	۸	حضرت صوفی حضور احمد شاہ صاحب	″	″		
۴۹	۹	حضرت صوفی کامل شاہ صاحب	″	″		
۵۰	۱۰	حضرت صوفی ننھے شاہ صاحب چائے والے	″	″		
۵۱	۱۱	حضرت صوفی احسان احمد شاہ صاحب	″	″		

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۵۲	۱۲	حضرت صوفی ننھے شاہ صاحب چکی والے	پیلی بھیت	پیلی بھیت		
۵۳	۱۳	حضرت صوفی عبدالغنی شاہ صاحب	"	"		
۵۴	۱۴	حضرت صوفی اچھو میاں شاہ صاحب	"	"		
۵۵	۱۵	حضرت صوفی محمد حنیف شاہ صاحب	"	"		
۵۶	۱۶	حضرت صوفی للو میاں شاہ صاحب	"	"		
۵۷	۱۷	حضرت صوفی محمد صالح شاہ صاحب	"	"		
۵۸	۱۸	حضرت صوفی نبی احمد شاہ صاحب	"	پاکستان		
پورن پور۔ ضلع پیلی بھیت۔ یوپی						
۵۹	۱	حضرت صوفی محمد امین شاہ صاحب	پورن پور	پورن پور		
ککرا۔ ضلع لکھیم پور کھیری۔ یوپی						
۶۰	۱	حضرت صوفی مجید الغنی خاں عرف راجمن صاحب	ککرا	ککرا	مرشد نگر	
ضلع بدایوں۔ یوپی						
۶۱	۱	حضرت صوفی صدیق الحسن شاہ صاحب	بدایوں	کراچی		کراچی ۱۹۵۵ء
۶۳	۲	حضرت صوفی ثناء اللہ شاہ صاحب ثنا	بدایوں	کراچی		
۶۳	۳	حضرت صوفی راحت اللہ خاں شاہ صاحب	"	"	آنولہ	۱۹۴۵ء
۶۴	۴	حضرت صوفی نثار احمد شاہ صاحب	"	"		
۶۵	۵	حضرت الحاج صوفی عبداللطیف شاہ صاحب	"	"		
۶۶	۶	حضرت صوفی عبدالرشید شاہ صاحب	"	"		
قادر گنج۔ ضلع بدایوں۔ یوپی						
۶۷	۱	حضرت صوفی حسین شاہ صاحب عرف ننھے بھائی	قادر گنج	آگرہ	آگرہ	
ضلع شاہجہانپور۔ یوپی						
۶۸	۱	حضرت صوفی حافظ شبیر احمد شاہ صاحب	تلہر	تلہر		

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت

ضلع ہردوئی۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۶۹	۱	حضرت صوفی اظہر شاہ صاحب (بہرے میاں)	ہردوئی	علیگڈھ		

لکھنؤ۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۷۰	۱	حضرت صوفی چھٹن شاہ صاحب عرف بھورے میاں	بشیرت گنج	بشیرت گنج		
۷۱	۲	حضرت صوفی منظور حسین شاہ صاحب	لکھنؤ			

ضلع بارہ بنکی۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۷۲	۱	حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ صاحب (بابا)	بارہ بنکی	بارہ بنکی		
۷۳	۲	حضرت صوفی محمد نعیم شاہ صاحب کورٹ انسپکٹر	//	//		
۷۴	۳	حضرت صوفی محمد صغیر شاہ صاحب خفیہ پولس	//	//		

ضلع سیتاپور یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۷۵	۱	حضرت صوفی حمید الحسن دیوان شاہ صاحب	بجنور	کراچی	فیروز آباد	۱۹۵۱ء

ضلع بلند شہر یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۷۶	۱	حضرت صوفی فضل حسین کامل شاہ صاحب	جہانگیر آباد	جہانگیر آباد		

ضلع علی گڑھ۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۷۷	۱	حضرت صوفی شمشاد علی شاہ صاحب	علی گڑھ	کراچی	فریدپور	۱۷ ذی الحجہ ۱۳۶۳ ہجری
۷۸	۲	حضرت صوفی محبوب حسین شاہ صاحب	//	علیگڈھ		

ضلع آگرہ

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۷۹	۱	حضرت صوفی بندو بھائی شاہ صاحب	آگرہ			آگرہ میں سب سے پہلے اجازت خلافت ملی
۸۰	۲	حضرت صوفی سید ممتاز علی شاہ صاحب	//	آگرہ		۱۰ صفر المظفر ۱۳۶۳ ہجری

نمبر شمار	خلفاء نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۸۱	۳	حضرت صوفی حکیم مرزا محمد جمیل بیگ شاہ صاحب عارفی	آگرہ	کراچی		۵ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ ۱۹۴۶ء
۸۲	۴	حضرت صوفی حکیم ننھے شاہ صاحب	آگرہ			
۸۳	۵	حضرت صوفی محمد یونس شاہ صاحب	آگرہ			
۸۴	۶	حضرت صوفی جلیل احمد شاہ صاحب	آگرہ	حیدرآباد	مرشد نگر	۱۹۵۵ء
۸۵	۷	حضرت صوفی عبدالغنی شاہ صاحب کوثر	آگرہ			
۸۶	۸	حضرت صوفی غلام علی شاہ صاحب	آگرہ			

فیروز آباد

نمبر شمار	خلفاء نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۸۷	۱	حضرت الحاج صوفی سید ابرار حسین شاہ صاحب	فیروز آباد	فیروز آباد		
۸۸	۲	حضرت حافظ سید اسرار حسین شاہ صاحب	〃	〃		
۸۹	۳	حضرت صوفی حکیم الدین شاہ صاحب	فیروز آباد	بجے پور دوسہ		
۹۰	۴	حضرت حافظ محمد اشفاق شاہ صاحب	〃	〃		
۹۱	۵	حضرت صوفی سمیع الدین شاہ صاحب	〃	فیروز آباد		
۹۲	۶	حضرت صوفی محمد عمر شاہ صاحب				

فتح پور سیکری

نمبر شمار	خلفاء نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۹۳	۱	حضرت صوفی سید شجاع الدین شاہ صاحب	فتح پور		پاکستان	۱۹۴۸ء
۹۴	۲	حضرت صوفی ڈاکٹر مرزا غفور بیگ شاہ صاحب	〃		فتح پور	
۹۵	۳	حضرت صوفی نظر حسین شاہ صاحب	〃			بذریعہ شمس الدین صاحب

ضلع باندہ۔ یوپی

نمبر شمار	خلفاء نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۹۶	۱	حضرت حاجی صوفی محمد جمیل شاہ صاحب				

ضلع سلطان پور۔ یوپی

نمبر شمار	خلفاء نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۹۷	۱	حضرت صوفی رفیق احمد شاہ صاحب کانسٹبل	سلطانپور	سلطانپور		

ضلع مرزا پور۔ یوپی

نمبر شمار	خلفاء نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۹۸	۱	حضرت صوفی نذر الحسن شاہ صاحب	مرزا پور	مرزا پور		

ضلع بلیا۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
۹۹	۱	حضرت صوفی مولانا محمد منیر شاہ صاحب	بلیا	لکھنؤ	لکھنؤ	۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۸ ہجری
۱۰۰	۲	حضرت علامہ غلام آسی شاہ صاحب	"	ملک		

ضلع الہ آباد۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
۱۰۱	۱	حضرت صوفی ملا محمد صدیق شاہ صاحب	الہ آباد	پاکستان	فیروز آباد	سنہ ۱۹۵۳ء
۱۰۲	۲	حضرت صوفی فضل الخالق شاہ عرف چھوٹے میاں صاحب	"	الہ آباد	لکھنؤ	سنہ ۱۹۵۸ء

ضلع بجنور۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
۱۰۳	۱	حضرت صوفی مولانا محمد عرفان شاہ صاحب	چاندپور	چاندپور		

ضلع سہارنپور۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
۱۰۴	۱	حضرت صوفی عبد الغنی شاہ صاحب	روڑکی	روڑکی		
۱۰۵	۲	حضرت صوفی محمد عمر شاہ صاحب	"	"		

ضلع مظفر نگر۔ یوپی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
۱۰۶	۱	حضرت صوفی سعید مرتضیٰ شاہ صاحب	پورقاضی	پورقاضی		

ضلع امرتسر۔ پنجاب

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
۱۰۷	۱	حضرت صوفی مولانا محمد منیر شاہ صاحب	امرتسر	امرتسر	آگرہ	
۱۰۸	۲	حضرت صوفی بشیر الحق شاہ صاحب	"	شریف پور		سنہ ۱۹۴۵ء

ضلع اجمیر شریف (راجستھان)

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
۱۰۹	۱	حضرت صوفی مرزا غنی بیگ شاہ صاحب				
۱۱۰	۲	حضرت صوفی عبد المجید شاہ صاحب عباسی	شہر پیران دھار (ایم، پی)			
۱۱۱	۳	حضرت صوفی ڈاکٹر عبد الشکور شاہ صاحب				

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
		ضلع ایٹہ				
۱۱۲	۱	حضرت صوفی چمن شاہ صاحب	سہاور	سہاور		
		دہلی				
۱۱۳	۱	حضرت صوفی محمد یٰسین شاہ صاحب صادق دہلوی	دہلی	گلی قاسم جان		
		صوبہ بہار				
۱۱۴	۱	حضرت مولانا صوفی فضل رسول شاہ صاحب				
		رائے پور صوبہ مدھیہ پردیش				
۱۱۵	۱	حضرت صوفی سید عبدالسبحان عرف بابو بھائی شاہ صاحب		رائے پور		
۱۱۶	۲	حضرت صوفی غلام نبی شاہ صاحب		"		
۱۱۷	۳	حضرت صوفی عبدالغفار شاہ صاحب		"		
		درگ ۔ (ایم ۔ پی)				
۱۱۸	۱	حضرت مولانا صوفی جلال الدین شاہ صاحب رومی	درگ	درگ	آنولہ	۵ ربیع الثانی ۱۳۶۶ ہجری
		ڈونگر گڈھ				
۱۱۹	۱	حضرت صوفی قاری محمد شفیع شاہ صاحب	ڈونگر گڑھ			
		گوالیار				
۱۲۰	۱	حضرت صوفی ڈاکٹر احمد حسن شاہ صاحب درانی	گوالیار			
		اکبر آباد				
۱۲۱		حضرت صوفی عبدالجلیل شاہ صاحب	اکبر آباد	حیدر آباد سندھ		
		بمبئی ۔ مہاراشٹر				
۱۲۲	۱	حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ صاحب	بریلی	ناگپاڑہ	اجمیر شریف	۱۱ رجب ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۵۳ء

نمبر شمار	معاً نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۱۲۳	۲	حضرت صوفی مولانا بشیر احمد شاہ صاحب	بنگال	گھاٹ کوپر	مرشد نگر	
۱۲۴	۳	حضرت صوفی علی حسین شاہ صاحب	آنولہ بریلی	مسجد گلی بمبئی	بمبئی	
۱۲۵	۴	حضرت صوفی منصور الحسن شاہ صاحب	سیالکوٹ پاکستان	بھانڈوپ	مرشد نگر	۶؍شوال ۱۳۶۶ھ
۱۲۶	۵	حضرت صوفی نورالدین شاہ صاحب	رامپور	نواب کی مسجد	〃	۶؍شوال ۱۳۶۶ھ
۱۲۷	۶	حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ صاحب	دہلی	بھنڈی بازار	〃	
۱۲۸	۷	حضرت صوفی چھنے میاں شاہ صاحب	کاٹھیاواڑ	درگاہ بیرسٹر	بمبئی	
۱۲۹	۸	حضرت صوفی محمد بھائی شاہ صاحب	〃	گھوگاری محلہ	بمبئی	
۱۳۰	۹	حضرت صوفی حکیم صائم علی شاہ صاحب	بنگال	مضافات بمبئی	بمبئی	
۱۳۱	۱۰	حضرت صوفی عبدالباری شاہ صاحب	اُناؤ	مدنپورہ	بمبئی	
۱۳۲	۱۱	حضرت صوفی چھوٹے خاں شاہ صاحب	سید پور بدایوں	تیلی محلہ	〃	۲؍شعبان ۱۳۷۳ھ
۱۳۳	۱۲	حضرت صوفی سید نصرت علی شاہ صاحب	〃	〃	〃	〃 〃
۱۳۴	۱۳	حضرت صوفی سید مرتضیٰ علی شاہ صاحب	بسولی بدایوں	〃	〃	〃 〃
۱۳۵	۱۴	حضرت صوفی محمد ادریس شاہ صاحب	اکولہ اورنگ آباد	حجرہ محلہ	〃	〃 〃
۱۳۶	۱۵	حضرت صوفی سید افضال علی شاہ صاحب	ملیح آباد لکھنؤ	گھاٹ کوپر	〃	〃 〃
۱۳۷	۱۶	حضرت صوفی عبدالرحمٰن شاہ صاحب	منگلور	برہانی ہوٹل	〃	〃 〃
۱۳۸	۱۷	حضرت صوفی عبدالرشید شاہ صاحب	〃	〃	〃	〃 〃
۱۳۹	۱۸	حضرت صوفی عبدالمجید شاہ صاحب	پیلی بھیت	انٹاپ ہل وڈالا	〃	〃 〃
۱۴۰	۱۹	حضرت صوفی عبدالسلام شاہ صاحب	امروہہ	〃	〃	〃 〃
۱۴۱	۲۰	حضرت صوفی عبدالخالق شاہ صاحب بنارسی	بنارس	مدنپورہ	〃	〃 〃

گلبرگہ شریف

نمبر شمار	معاً نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن	سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت وخلافت
۱۴۲	۱	حضرت صوفی باشو میاں شاہ صاحب	گلبرگہ شریف	گلبرگہ شریف	گلبرگہ شریف	
۱۴۳	۲	حضرت صوفی عبدالقادر شاہ صاحب اونٹ والے	〃	〃	〃	
۱۴۴	۳	حضرت صوفی عبدالقادر شاہ صاحب ہوٹل والے	〃	〃	〃	
۱۴۵	۴	حضرت صوفی محمد اسماعیل صاحب بھنڈاری شاہ صاحب	〃	〃	〃	
۱۴۶	۵	حضرت صوفی عبدالمجید شاہ صاحب				
۱۴۷	۶	(گلبرگہ کی سکونت ترک کردی)				
۱۴۸	۷	حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ صاحب	دہلی	〃	〃	
۱۴۹	۸	حضرت صوفی محمد یوسف شاہ صاحب	گلبرگہ شریف	〃	〃	معرفت صوفی عبدالمجید شاہ صاحب پیلی بھیتی

نمبر شمار	مقامی نمبر	اسمائے گرامی خلفائے کرام	وطن سکونت	مقام خلافت	تاریخ اجازت و خلافت
		سرحد			
۱۵۰	۱	حضرت الحاج صوفی نقیب اللہ شاہ صاحب	بٹل ضلع ہزارہ نقیب آباد	مرشد نگر	۱۹۳۷ء
۱۵۱	۲	حضرت مولانا صوفی خوشحال شاہ صاحب		"	۶ دسمبر ۱۹۵۱ء
		پاکستان			
۱۵۲	۱	حضرت صوفی محمد شفیع شاہ صاحب	راولپنڈی	فرید پور	۱۷ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ
		افغانستان			
۱۵۳	۱	حضرت صوفی جلال الدین شاہ صاحب	افغانستان میرپور خاص سندھ	فیروز آباد	

نوٹ ۔ خلفائے کرام کی مندرجہ بالا تعداد سے یہ قیاس نہ کیا جائے کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے خلفاء کی مکمل فہرست ہے ۔ امکانی کوششوں میں جہاں تک رسائی اور معلومات ہوئی ، پیش خدمت ہے ۔ اسی طرح اجازت و خلافت کی تاریخیں بحد کاوش صحیح ہیں ۔ پھر بھی اگر کہیں کمی زیادتی ہوگئی ہو تو براہ کرم مطلع فرمائیں ، آئندہ ایڈیشن میں درج کردیا جائے گا ۔ اسی طرح بہت سے خلفائے کرام کا تعارف ، عدم دستیابی کی بنا پر شائع نہ کیا جاسکا ۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج کردیا جائے گا ۔ (مرتب)

فہرست مزید خلفاء کرام حسنی بزمانہ حضرت عزیز الاولیاء و حضرت محبوب الاولیاء

(از)

حضرت مولانا قاری صوفی محمد نور الحسن شاہ لیاقتی ||| حضرت مولانا صوفی محمد قاسم رضا خاکی رزاقی
پیلی بھیتی ||| پیلی بھیتی

محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں سجادہ نشین درگاہ حسنی عزیزی کی نظر ثانی کے بعد یہ جملہ خلفاء کرام جو فہرست اولی میں رہ گئے تھے۔ پیش کئے جا رہے ہیں۔

شہر بریلی شریف

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانہ خلافت	وطن	سکونت
۱	صوفی چھوٹے شاہ حسنی علیہ الرحمۃ (بارادری والے)	عزیز الاولیاء	بریلی	نیسی براہ رشد نگر بھینسوڑی شریف ضلع رامپور (مزار)
۲	محمد اسحاق حسن شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	//	محلہ میراں کا پیٹھ، شہر کہنہ بریلی
۳	محمد نبی احمد شاہ حسنی (نل والے)	//	//	محلہ بھوڑ بریلی
۴	محمد حسین شاہ حسنی رامپوری عرف ننھے میاں	//	رامپور	جگن کی گلی بریلی
۵	بابو میاں حسنی عرف بابو خاں	//	//	// // //
۶	پیارے میاں حسنی	//	بریلی	// // //
۷	صوفی حافظ نثار احمد شاہ حسنی	//	//	خانقاہ نثاریہ حسنیہ جہانگیر محلہ کا کر ٹولہ شہر بریلی

تحصیل فرید پور ضلع بریلی یوپی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانہ خلافت	وطن	سکونت
۸	صوفی وہاب الدین شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	فرید پور	بلاسس روڈ ممبئی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانہ خلافت	وطن	سکونت
۹	صوفی عزیز احمد شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	فرید پور	قصبہ فرید پور ضلع بریلی
۱۰	صوفی عبد الکریم شاہ حسنی	"	"	محلہ اونچا فرید پور ضلع بریلی
۱۱	صوفی محمد رفیق احمد شاہ حسنی	"	"	محلہ ساہوکارہ فرید پور ضلع بریلی
۱۲	صوفی امام الدین شاہ حسنی	"	"	فرید پور ضلع بریلی
۱۳	صوفی نواب الدین شاہ عرف منّے بھائی	"	"	فرید پور ضلع بریلی
	قصبہ نواب گنج ضلع بریلی			
۱۴	صوفی نذیر احمد شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	نواب گنج	قصبہ نواب گنج ضلع بریلی
	شہر پیلی بھیت			
۱۵	صوفی سخاوت حسین شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	پیلی بھیت	محلہ منیر خاں پیلی بھیت
۱۶	صوفی منگل شاہ حسنی	"	"	" " " "
۱۷	صوفی قدرت اللہ شاہ حسنی	"	"	نزد مسجد بہتیان پیلی بھیت
۱۸	" محمد شریف میاں حسنی	"	"	محلہ شیر محمد پیلی بھیت
۱۹	" فدا حسین شاہ حسنی	"	"	" " "
	بیسل پور ضلع پیلی بھیت			
۲۰	صوفی مولوی لعل محمد شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	سلطان الاولیاء	بیسل پور	رضا مسجد بیسل پور ضلع پیلی بھیت میں مزار ہے
۲۱	" حافظ شبیر احمد شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	"	"	محلہ غیاث پور بیسل پور " "
۲۲	" رئیس الدین شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	محبوب الاولیاء	"	" " " " "
۲۳	" محمد احمد سلّن شاہ حسنی	"	"	بلاسس روڈ بمبئی
	پورن پور ضلع پیلی بھیت			
۲۴	صوفی اقبال حسین شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	عزیز الاولیاء	پورن پور	نزد ریلوے کراسنگ پورن پور ضلع پیلی بھیت مزار ہے

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
۲۵	صوفی غریب اللہ شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	عزیز الاولیاء	پورن پور	نزد ریلوے کراسنگ پورنپور ضلع پیلی بھیت مزار ہے
۲۶	〃 شبیر حسین شاہ حسنی	〃	〃	〃 〃 〃
۲۷	〃 صوفی شنو میاں حسنی	محبوب الاولیاء	〃	محلہ نئی بستی گونٹیا پورنپور 〃

پہاڑ گنج تحصیل بیسل پور ضلع پیلی بھیت

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
۲۸	حضرت صوفی احمد کبیر شاہ حسنی عرف بناری میاںؒ	سلطان الاولیاء	بلیا	پہاڑ گنج ضلع پیلی بھیت

سہسوان اور بدایوں

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
۲۹	صوفی سعید احمد شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	سہسوان	گلی چوکیدار والی قریش نگر۔ دہلی
۳۰	〃 انصار حسین شاہ حسنی	〃	بدایوں	محلہ کھنڈ ساری شہر بدایوں
۳۱	〃 احمد شاہ حسنی عرف بچھے شاہ علیہ الرحمۃ	〃	〃	بمبئی
۳۲	〃 بدھن شاہ حسنی (بدھن شاہ)	〃	〃	محلہ ابراہیم پورہ شہر بدایوں

قصبہ تلہر ضلع شاہجہاں پور

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
۳۳	صوفی لطافت حسین شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	تلہر	محلہ عمر پور قصبہ تلہر ضلع شاہجہانپور

علی گڑھ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
۳۴	صوفی انوار اللہ شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	علی گڑھ	علی گڑھ
۳۵	صوفی نواب شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	〃	〃	〃

آگرہ شریف

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
۳۶	صوفی حسین الدین شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	شاہجہانپور	راکسی سینما آگرہ

بلیا یوپی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
۳۷	علامہ صوفی ارشد القادری حسنی	عزیز الاولیاء	بلیا	دار العلوم فیض الرسول جمشید پور، بہار

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
	پکھنی ضلع بریلی شریف			
۴۹	صوفی مقصود حسین عرف مقصود حسن شاہ حسنی (ہمشیرہ زادہ حضور سلطان الاولیاء)	محبوب الاولیاء	پکھنی بریلی	خانقاہ حسنی موضع دھنددری پیلی بھیت
	مرشد نگر بھینسوڑی شریف			
۵۰	صوفی حبیب احمد شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	مرشد نگر	مرشد نگر بھینسوڑی ضلع رامپور
۵۱	صوفی محبوب حسن شاہ حسنی	عزیز الاولیاءؒ	"	" " "
	شہر رامپور			
۵۲	صوفی احمد علی شاہ حسنی	عزیز الاولیاءؒ	رامپور	چترانہ گنج بلاسپور روڈ رام پور
۵۳	صوفی امیر حسن شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	برہ ملک	ضلع رام پور
	شہزاد پور ضلع سانگھڑ۔ پاکستان			
۵۴	صوفی محمد حسن شاہ حسنی	محبوب الاولیاءؒ	شہزاد پور	شہزاد پور ضلع سانگھڑ۔ پاکستان
	موضع مُسنڈی تحصیل پوروہ ضلع اُناؤ			
۵۵	صوفی سید محمد زکریا غلام صابر حسنی	عزیز الاولیاءؒ	مُسنڈی	صابری ہوٹل مسجد اسٹریٹ بمبئی ۳
۵۶	صوفی امانت رسول شاہ حسنی	"	"	خورشید منزل بیکن گنج کانپور
۵۷	صوفی محمد علی عرف بلاقی شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	"	"	مسنڈی میں مزار ہے
۵۸	صوفی مختار علی شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	"	"	" " "
۵۹	صوفی عبدالرشید شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	"	"	" " "
	تحصیل پوروہ ضلع اُناؤ			
۶۰	صوفی خادم حسین شاہ حسنی	عزیز الاولیاءؒ	پوروہ	خدمتگار ہوٹل دو ٹانکی بمبئی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
	الٰہ آباد			
۳۸	صوفی گل شیر حسن شاہ حسنی	عزیز الاولیاء	الٰہ آباد	حسن نگر چھتا ونپور ضلع مرزا پور
	اجمیر شریف راجستھان			
۳۹	صوفی عنایت رسول شاہ حسنی	عزیز الاولیاء	اجمیر شریف	صوفی چوک امام باڑہ اجمیر شریف
	جے پور راجستھان			
۴۰	صوفی علاؤالدین قریشی	عزیز الاولیاء	جے پور	چاندپول گیٹ
۴۱	صوفی مولانا عبدالجبار صاحب علیہ الرحمۃ	〃	〃	〃
	کوکن مہاراشٹر			
۴۲	صوفی حاجی علی شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	کوکن	کرافٹ مارکیٹ بمبئی ۲
	شہر جھانسی			
۴۳	صوفی صدیق حسن شاہ حسنی	عزیز الاولیاء	جھانسی	محلہ نندن پورہ شہر جھانسی
	ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد			
۴۴	چیرمین صوفی عبدالقدیر شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	ٹھاکردوارہ	ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد
	شہر فیروزآباد			
۴۵	صوفی جلال الدین شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	فیروزآباد	محلہ شیش گران فیروزآباد
۴۶	صوفی محمد عمر شاہ علیہ الرحمۃ	〃	〃	〃 〃 〃
	پشاور			
۴۷	صوفی محمد افضل شاہ حسنی عرف کھنا شاہ	عزیز الاولیاء	پشاور	کٹرہ بابا (یہیں مزار ہے)
	امروہہ ضلع مرادآباد			
۴۸	صوفی نذیر احمد شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	امروہہ	امروہہ ضلع مرادآباد

نمبر شمار	اسمائے گرامی	زمانۂ خلافت	وطن	سکونت
	دھندری امریا ضلع پیلی بھیت			
۶۱	صوفی امداد حسین شاہ حسنی (پردھان)	محبوب الاولیاء	دھندری	دھندری نزد امریا ضلع پیلی بھیت
	کلکتہ			
۶۲	صوفی اظہار الحق شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	کلکتہ	کلکتہ
	پرتاب گڑھ			
۶۳	صوفی عطاء اللہ شاہ حسنی	عزیز الاولیاء	پرتاب گڑھ	اٹاپ ہل۔ بمبئی
۶۴	صوفی اعجاز احمد شاہ حسنی	محبوب الاولیاء	"	کھار۔ بمبئی
	کانپور			
۶۵	صوفی احمد اللہ شاہ حسنی (ٹیلر ماسٹر)	عزیز الاولیاء	کانپور	بیکن گنج کانپور
	فتحپور ہسوہ			
۶۶	صوفی سید نواب علی شاہ حسنی	عزیز الاولیاء	فتحپور ہسوہ	اسلامیہ بیکری کرلا بمبئی
	کرلا۔ بمبئی			
۶۷	صوفی جلیل احمد شاہ حسنی مستان	عزیز الاولیاء	جھانسی	کرلا۔ بمبئی
۶۸	صوفی محمد حسن عرف حاجی ہری ہر شاہ حسنی عرف گلاب شاہ	"	بمبئی	میمن واڑہ روڈ نزد چونا بھٹی مسجد بمبئی
۶۹	صوفی احمد اللہ شاہ حسنی	"	ضلع مرزاپور	اندھیری۔ بمبئی
	گھوسی مئوناتھ بھنجن			
۷۰	حضرت علامہ صوفی اویس حسن غلام جیلانی شاہ حسنی علیہ الرحمۃ	عزیز الاولیاء	گھوسی	قصبہ گھوسی ضلع مئوناتھ بھنجن

سکونت	وطن	زمانہ خلافت	اسمائے گرامی	نمبر شمار
			مقام کریلی ضلع بریلی	
موضع کریلی ضلع بریلی	کریلی	عزیز الاولیاؒ	صوفی بابا حالی شاہ حسنی	۷۱
			ضلع بنارس	
موضع رام نگر، ضلع بنارس	رام نگر	محبوب الاولیا	صوفی عبدالغفار شاہ حسنی	۷۲
			قنوج ضلع کانپور	
وصندری ضلع پیلی بھیت	قنوج	محبوب الاولیا	صوفی حکیم احمد حسین شاہ حسنی	۷۳
	جبلپور	عزیز الاولیاء	صوفی سعید احمد شاہ ٹیکسی ڈرائیور	۷۴
ضلع لکھیم پور، یوپی	بھیرا	محبوب الاولیاء	صوفی ظہیر الحسن حسنی	۷۵

حضرت سلطان الاولیا ر قبلہ کے خلفائے کرام

نقیب الاولیار حضرت الحاج صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب زید فیوضہم

اسم گرامی۔ نقیب اللہ، مرشد گرامی حضرت سلطان الاولیا ر قبلہ نے "محمد نقیب اللہ" کے نام سے پکارا۔ اب یہی نام معروف ہے، غیبی لقب: نقیب الاولیار۔

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے خلفائے کرام کے سابقین اوّلین کے گروہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اب آپ نقیب الاولیار حضرت الحاج صوفی محمد نقیب اللہ شاہ قبلہ دامت بر کاتہم کے عنوان سے مسندِ طریقت پر جلوہ افروز ہیں۔

آپ کی ذاتِ گرامی سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے آسمان پر ایک ایسا روشن سورج ہے جس کی نورانی شعاعوں سے ایک عالم روشنی حاصل کر رہا ہے۔ قطبِ عالم، فخر العارفین حضرت مولانا سید عبدالحیٔ شاہ صاحب قبلہ کی پیش گوئی کے مطابق "ایک نئی شان کا ظہور" تو آپ کے مرشدِ گرامی حضرت سلطان الاولیا ر قبلہ کی ذات سے منسوب ہے۔ مگر اس ظہور کا عروج آپ کے ذریعہ ہوا، اور بحمداللہ یہ عروج کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت سلطان الاولیار کے خلفائے کرام کے تعلق سے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی تاریخ کے صفحۂ اوّلین پر نقیب الاولیار حضرت الحاج صوفی محمد نقیب اللہ شاہ قبلہ کا اسم گرامی سنہرے حروف سے تحریر کیے جانے کا مستحق ہے۔ آپ نے اِستقلال، خلوص، محنت اور لگن کے ساتھ جس انداز میں سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں شب و روز مشغولیت اختیار فرمائی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بلا شبہ سلسلۂ عالیہ کے معتبر اور مستند حضرات کو آپ کی ذات پر فخر ہے۔ اگرچہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ مجموعی طور پر اپنی جگہ جہاں گیری شان رکھتا ہے مگر انفرادی طور پر ملکوں ملکوں، شہر شہر، قریہ قریہ جہاں بھی شانِ جہانگیری کے جلوے نظر آئیں گے وہاں حضرت سلطان الاولیا ر قبلہ کے خلفائے کرام

کی مخلصانہ کوششوں میں آپ کی جدوجہد پُروقار انداز میں جلوہ افروز نظر آئے گی۔

آپ کا آبائی وطن ٹل، ضلع مان سہرہ، صوبہ فرنٹیر پاکستان ہے لیکن فی الحال آپ کا قیام نقیب آباد (تحصیل و ضلع قصور، لاہور، پاکستان) میں ہے۔ اندرون ملک سندھ، بلوچستان سرحد، چترال، گلگٹ، آزاد کشمیر میں آپ کے ذریعہ فیضانِ جہانگیری کا دریا رواں ہے جہاں تشنگانِ معرفت کی سیرابی اور سالکانِ راہِ طریقت کی رہبری نہایت ذمہ داری کے ساتھ فرما رہے ہیں۔ وابستگانِ سلسلہ کی تعداد ہزاروں سے گذر کر لاکھوں کی گنتی میں آگئی ہے۔ فللّٰہِ الحمد علیٰ ذالک

آپ کا دائرۂ عمل نہ صرف ملک تک محدود ہے بلکہ امریکہ، انگلینڈ، جرمنی، جاپان، فرانس، ہالینڈ، ڈنمارک، کناڈا، اسپین وغیرہ میں آپ کا روحانی فیض جاری ہے۔ مغربی تہذیب کے طوفان میں آپ نے شریعت و طریقت کی کشتی میں بٹھاکر ہزار ہا بندگان خدا کو ساحل مراد تک پہونچا دیا، دنیاوی عیش و عشرت کی چادر میں لپٹی ہوئی اندھیری راتوں کو ذکر الٰہی کی نورانی شمع روشن کر کے جگمگا دیا۔ اندر سے بکھرے ہوئے انسانوں کو سکونِ قلب کی لذت کا عرفان عطا کر دیا۔

یہ آپ ہی کی ذاتِ بابرکات ہے جس نے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کو ایک طرف ایران ہندستان، بنگلہ دیش تک وسعت بخشی تو دوسری طرف سعودی عربیہ، کویت، دوحہ قطر، ابوظبی، مسقط عمان کے ریگ زاروں میں گلستانِ حسن کے مہکتے ہوئے پھولوں کی خوشبوؤں سے قلب و روح کو معطر کر دیا۔ تادم تحریر مریدوں کی تعداد ۳۰ر لاکھ سے بھی زیادہ ہے، اور بفضلہ تعالیٰ اپنے مرشد گرامی کے مشن میں شب و روز مصروف ہیں۔ خلفائے کرام کی تعداد ۵ر ہزار سے زائد ہے۔ بیشک رحمتِ خداوندی جب کسی کو نوازتی ہے تو ایک معمولی سا واقعہ بھی زندگی کے رُخ کو اس طرح تبدیل کر دیتا ہے جس کو عقل انسانی سمجھ ہی نہیں سکتی۔ صاحب تذکرہ کی زندگی میں یہ نیا موڑ اس طرح آیا، کہ ۱۹۱۵ء کے دوران آپ اپنے

وطن میں قیام پذیر تھے۔ ایک مرتبہ جنگل میں ایک ٹیلہ نُما زمین کے اونچے حصے پر آپ بیٹھے ہوئے تھے، اونچائی دس بارہ فٹ رہی ہوگی۔ اتفاق سے زمین کا وہ ٹکڑا گر پڑا، اور آپ بھی اُس ٹکڑے کے ساتھ ساتھ نیچے آگئے، دیکھنے والوں نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ یہ سمجھ کر انکی طرف دوڑے کہ یہ بھی مٹی میں دب کر مر گئے ہونگے، اُن لوگوں کا یہ قیاس بظاہر درست تھا کیونکہ اتنی اونچائی سے گر کر اتنی ساری مٹی میں دب جانا، زندہ رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن قدرتِ خداوندی کا کرشمہ دیکھئے کہ مٹی کی زد میں آکر تقریبًا بے ہوش سا ہوگیا تھا۔ اسی دوران میرے کانوں میں یہ آواز آئی کہ یہ کلمات پڑھو، کلمات بھی میں نے بخوبی سُن لئے، اور اسی نیم بے ہوشی کی کیفیت میں وہ کلمات میری زبان سے ادا ہوئے اور پھر مٹی کا وزن میرے بدن پر ہلکا محسوس ہونے لگا، اور مجھے کھڑا ہونے میں کوئی تکلف محسوس نہیں ہوا۔ چنانچہ میں صحیح سلامت اُس مٹی کے ڈھیر سے باہر نکل آیا۔ دیکھنے والے مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن اندر کے معاملہ کی کسی کو کیا خبر؟ اب میرے دل میں ایک بات بیٹھ گئی کہ یہ کس کی آواز تھی، اس کے بعد دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ کسی بزرگ سے مرید ہونا چاہیئے اس مقصد کے حصول کے لئے سب سے پہلے میں کوہ مری ضلع پنڈی میں حضرت قاسم علی شاہ صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اور مقصدِ حاضری عرض کیا۔ آپ نے میری گذارش سُن کر خاموشی اختیار کی، اس کے بعد فرمایا "بھائی تمہارا حصّہ کسی اور جگہ ہے۔ اُن کا یہ فیصلہ سُن کر میں واپس ہوگیا۔ اس کے بعد تلاشِ مرشد کی کیفیت میں اضافہ ہی ہوتا رہا، اور جہاں بھی کسی بزرگ کے بارے میں سنتا، اُن کی خدمت میں حاضر ہوجاتا۔ متعدد حضرات کی خدمت میں اس مقصد کو لے کر حاضر ہوتا رہا۔ اور سب جگہ سے تقریبًا ایک سا جواب ملتا۔ کہ تمہارا حصّہ کسی اور جگہ ہے، آتشِ شوق دل میں جتنی شدت سے فروزاں تھی منزل کی یافت اتنی ہی مشکل نظر آتی تھی۔ بس یہی سوچتا رہتا کہ آخر وہ کون سی ہستی ہے جس کے دامنِ فیض سے میری قسمت وابستہ ہے۔ حصولِ مقصد کی ایک مبارک صورت یہ ظاہر ہوئی کہ ایک شب آقائے

نامدار، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارتِ مبارک کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی بائیں جانب دیکھو، حسبِ ارشادِ مبارک میں نے بائیں طرف رُخ کیا تو ایک بزرگ کی شبیہ مجھے دکھائی دی، اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی، لیکن اس مبارک خواب میں جو شبیہِ مبارک دکھائی گئی تھی اُس کا نقشہ دل و دماغ میں راسخ ہو گیا تھا۔ اور پھر میں اُسی شبیہِ مبارک کی تلاش میں رہنے لگا۔

وطن میں فوجی ملازمت کا سلسلہ تھا۔ ۵ رمئی ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ میں زبردست زلزلہ آیا۔ تقریباً تمام شہر غرقاب ہو گیا تھا۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں میرا تبادلہ بریلی چھاؤنی ہو گیا۔ بریلی چھاؤنی سے کچھ فوجی لوگ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لئے فریدپور جایا کرتے تھے۔ اُن دنوں حضرت سلطان الاولیاء کا قیام زیادہ تر فریدپور میں رہتا تھا۔ حضرت قبلہ فریدپور سے کبھی کبھی بریلی چھاؤنی تشریف لاتے اور اہلِ سلسلہ حضرات کو ذکر و فکر کی تلقین فرماتے۔ ایک دن میں بالٹی لئے ہوئے پانی لینے جا رہا تھا۔ صبح کا سہانا وقت تھا، دُور سے دیکھا کہ ایک نورانی شکل و صورت والے بزرگ سبک روی کے ساتھ ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے مریدوں کے ہمراہ چھاؤنی میں تشریف لا رہے ہیں۔ بے اختیار قدم رُک گئے، چہرۂ انور پر نظر پڑی تو اُس خواب کا نقشہ سامنے آ گیا۔ خانۂ ذہن میں محفوظ شبیہِ مبارک صورتِ انسانی میں مجسّم ہو کر نظروں کے سامنے آ گئی، اب پانی لانے کا کس کو ہوش تھا، فوراً ہی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا، ہم جہاں پر ٹھہرے ہیں تم بھی وہیں پر آ جاؤ، کمرہ میں واپس آ کر بالٹی وغیرہ رکھی، وضو کر کے صاف ستھرے کپڑے پہن کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ بریلی چھاؤنی میں حضرت قبلہ کے مریدین کی کافی تعداد تھی، قیامگاہ پر حاضر ہو کر میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ مسند پر جلوہ افروز ہیں اور مریدین باادب بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے قدم بوسی کی، آپ نے ایک خاص انداز سے میری طرف دیکھا، اس کے بعد آپ نے ہمیں مرید کیا، اور کچھ اوراد

پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

آج ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی' اتنے عرصہ کے بعد خواب کی تعبیر سامنے آئی۔ اللہ تعالیٰ کی اس رحمتِ بے پایاں پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ اور مرشدِ گرامی کے حکم کے مطابق اَوراد کا سلسلہ فرائض' واجبات اور سُنن کی ادائیگی کے ساتھ جاری رکھا' بحمداللہ اب تک جاری ہے۔ حضرت قبلہ سے ملاقات کے لئے وقتاً فوقتاً فرید پور حاضر ہوتا رہا کبھی کبھی مرشد نگر بھی حضرت قبلہ کے دولت کدہ پر حاضری ہوتی تھی۔ مرید ہو جانے کے بعد قلب کی کیفیت میں بہترین اور صالح تبدیلی کے آثار محسوس ہونے لگے۔ حضرت قبلہ کے روحانی تصرف سے قلب و دماغ میں روشنی ہونے لگی، اس میں کوئی شک نہیں کہ روزِ اوّل سے آپ کی عنایات و نوازشات کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور بحمداللہ اب تک ہے۔

مرید ہونے کے تیسرے برس ۱۹۳۸ء میں سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے زیرِ نگرانی مرشد نگر میں عرس مبارک تھا، وابستگانِ سلسلہ اور معتقدین اولیاء کرام اکتسابِ فیض کے لئے دربارِ عالیہ میں حاضر تھے کہ آپ نے ہماری اجازت و خلافت کا اعلان فرما کر ہمیشہ کے لئے دامنِ عاطفت میں لے لیا۔ اسی مجلس میں حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ صاحب بسیل پوری اور حضرت صوفی انعام اللہ شاہ فرید پوری کو بھی اجازت خلافت سے سرفراز فرمایا بیشک ع کرم کی بات ہے عقل و خرد کی بات نہیں۔

ذکر، فکر، عمل اور خلوص ایک جگہ جمع ہو جائیں تب ہی گلستانِ طریقت میں بہار آتی ہے، پھول مہکتے ہیں اور پھر خوشبو کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ مرشد کامل کی توجہ سے نقیب الاولیاء حضرت الحاج صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب قبلہ کو یہ تمام خوبیاں حاصل ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑی خوبی آپ میں یہ دیکھی گئی کہ وہ ہر جگہ تصورِ شیخ کو قائم رکھتے ہیں۔" اس کا مشاہدہ راقم الحروف کو اُس وقت ہوا جب حضرت سلطان الاولیاء کے عرسِ مبارک کے موقع پر پاکستان سے تشریف لائے، اور مرشد نگر میں آقائی و مرشدی

حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ سے ایک مجلس میں گفتگو کے موقع پر آپ نے فرمایا
میں جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو اپنے آپ کو درمیان سے ہٹا کر مرشد گرامی کے
سُپرد کر دیتا ہوں۔ مثلاً کسی مریض پر دم کرنا ہے تو اس بات پر یقین کامل کر لیتا ہوں کہ یہ
کام میرے بس کا نہیں ہے۔ میری زبان، میرا ہاتھ، میرا عمل سب کچھ اُنکی طرف سے ہو رہا ہے،
اور پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے یہ کام مکمل کرا دیتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اپنی نفی کرنا،
اگرچہ دیکھنے میں بہت آسان ہے مگر عملاً بہت مشکل ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء کی اس
خصوصیت کا تادمِ آخر مشاہدہ ہوتا رہا، آپکے دامن فیض سے وابستہ حضرات کو بھی نوشتہ
تقدیر کے مطابق اس خصوصیت میں سے حصہ ملا۔

اسی ضمن میں ایک واقعہ آپ نے بیان فرمایا، لکھنؤ میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا
شاہ قبلہ کا عرسِ مبارک تھا۔ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ اور حضرت
سلطان الاولیاء قبلہ دونوں حضرات دربارِ عالیہ لکھنؤ شریف میں جلوہ افروز تھے۔ حسب معمول
شب میں محفلِ سماع ہوتی تھی۔ ایک دن مقامی لوگوں نے سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ
سے شکایت کی کہ محفلِ سماع میں آپ کے سلسلہ کے لوگوں کے وجد و حال کی وجہ سے سکون کے
ساتھ کلام سننے کا موقع نہیں ملتا، محفل کا نظم درہم برہم ہو جاتا ہے، آپ اپنے مریدوں کو
منع کر دیجئے۔ کہ یا تو وہ شرکت نہ کریں یا اگر شریک ہوں تو سکون کے ساتھ رہیں سلطان العاشقین
محمد عنایت حسن شاہ قبلہ نے ان لوگوں کی گفتگو سے اندازہ لگا لیا کہ اگر مریدین کو منع نہیں کیا گیا
تو مقامی لوگ کوئی انتقامی کارروائی کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ سلطان العاشقین حضرت
محمد عنایت حسن شاہ قبلہ نے تمام مریدین سے فرمایا کہ آج کی شب بارہ بجے تک کوئی مرید محفلِ سماع
میں شرکت نہیں کرے گا۔" آپ کے حکم کے مطابق کوئی مُرید وہاں نہیں گیا۔ لیکن ہماری
کیفیت عجیب تھی، ہم محفلِ سماع میں جانے سے طبیعت کو جس قدر روکتے تھے، اُسی قدر بے قراری
میں اضافہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم مجبور اور بے خود ہو گئے۔ اور اسی بے خودی کے عالم میں

محفلِ سماع میں پہونچنے کا ارادہ کر لیا دل میں اس بات کا بھی یقین تھا کہ آج یہ لوگ ہمیں معاف نہیں کریں گے۔ مگر پھر بھی چلے چلتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مقامی لوگ ہم کو مار دیں گے، اور ہماری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ ایک طرف عقل، ایک طرف عشق، ایک طرف ہوش ایک طرف جوش۔ بہر حال عشق کی آگ نے عقل کی کتاب کو جلا ڈالا، اور ہم ان ہی کیفیات کے ساتھ محفلِ سماع میں پہونچ گئے۔ ؎

عقل آمد دین و دنیا شد خراب ٭ عشق آمد ہر دو عالم کامیاب

سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ مسند پر جلوہ فرما تھے اور محفلِ سماع شباب پر تھی۔ ہم بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے دیکھا کہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کے مزارِ مبارک سے روشنی کا ایک ستون آسمان تک بلند ہے جس کا رنگ ہرا اور سفید ہے۔ آنکھوں کے سامنے یہ منظر آنے کے بعد ہم پر کیفیت طاری ہو گئی اور اسی عالمِ کیف میں خوب وجد کیا۔ اُس وقت ہمارے پاس تقریباً سَو روپئے تھے وہ سب کے سب قوالوں کی نذر کر دیئے، سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن قبلہ نے اپنے تمام روپئے قوالوں کی نذر کر ڈالے۔ لکھنؤ کے مقامی حضرات جنہوں نے حضرت سلطان العاشقین قبلہ سے مریدوں کے وجد و حال کے بارے میں شکایت کی تھی وہ سب حضرات مجلس میں موجود تھے، لیکن اُن میں سے کسی نے بھی ہمارے ساتھ تعارض نہ کیا اور محفل بعافیت ختم ہو گئی۔ صبح کو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ، مرشد گرامی حضرت سلطان العاشقین کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، یہ خادم بھی ہمراہ تھا۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے حضرت سلطان العاشقین کی قدم بوسی کے لئے اشارہ فرمایا، ہم نے عرض کیا "حضرت ہم آپ کے سوا کسی اور کو کیا جانیں"۔ تب حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے مرشد گرامی کی قدم بوسی کرائی۔ اُس وقت سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن قبلہ نے خادم سے فرمایا، بھائی رات کو وہ کیا بات تھی کہ لوگ ہمیں مارے بیٹھیں گے یا بوٹی بوٹی کر ڈالیں گے؟ اور اس کے باوجود بھی تم محفل سماع میں شریک ہوئے اور خوب

وجد و حال بھی کیا۔ ہم نے عرض کیا، حضور بات ایسی تھی کہ ایک بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر جا رہا تھا۔ راستے میں نشے میں مست ایک آدمی نے بادشاہ سے کہا کہ اپنی یہ بکری ہمارے ہاتھ فروخت کرو گے؟ جس طرح نشے کی حالت میں وہ شخص بادشاہ کی شان و شوکت سے مرعوب نہ ہُوا اور ہاتھی کو بکری سمجھا، بس یہی کیفیت ہماری تھی۔ ہماری یہ بات سُن کر حضرت سلطان العاشقین قبلہ نے گلے لگا لیا، اور ہمارا قصور معاف فرما دیا۔ اس کے بعد فرمایا "ہم کو ایسے ہی آدمیوں کی ضرورت ہے۔"

حقیقت بھی یہی ہے کہ مرشد سے مرید کا تعلق اسی طرح کا ہونا چاہیئے کہ مرید اپنے مرشد کے سوا سب سے قطع نظر کرلے۔ نقیب الاولیاء حضرت الحاج صوفی محمد نقیب اللہ شاہ صاحب قبلہ نے مرید ہونے کے بعد بلکہ اجازت و خلافت کے بعد بھی مرشدِ گرامی سے اسی قسم کا تعلق قائم رکھا۔ مرشد گرامی کی اجازت سے جب آپ نے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کا کام شروع کیا تو اپنے مریدوں کی باطنی کیفیات سے مرشدِ گرامی کو مطلع فرماتے رہے۔ جب کسی مرید میں اجازت و خلافت کی استعداد کا احساس ہوجاتا تو آپ خود اپنے مرشدِ گرامی حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمتِ اقدس میں اس قسم کا مضمون ارسال فرماتے "حضور، ہمارا فلاں مرید آشنائے راز ہوگیا ہے، اب آپ کا کیا حکم ہے؟ اگر مرشدِ گرامی کی جانب سے اثبات میں جواب ملتا، تو آپ اُس مرید کی اجازت و خلافت کا اعلان فرماتے، مرشد گرامی کی حیاتِ ظاہری تک آپ کا یہی معمول رہا۔ وصالِ مرشد کے بعد جب اس معاملہ کے بارے میں آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے تبسّم آمیز سکوت اختیار فرمایا۔ اور کافی دیر کے بعد فرمایا۔ "جی ہاں" راقم الحروف نے محسوس کر لیا کہ وصال کے بعد رابطۂ شیخ کی کیفیات کے اظہار کی ممانعت ہے، اس لئے حضرت نقیب الاولیاء قبلہ اس کی وضاحت سے پہلوتہی کرتے ہوئے صرف اشارے سے کام لے رہے ہیں۔

مرید کرنے کے بعد آپ کا یہ معمول ہے کہ مرید کو چند روزہ صحبت میں اصولِ شریعت وطریقت کا ایک خاکہ بتلا دیتے ہیں کہ تم کو زندگی اس طرح گذارنی ہے۔ ذکرِ جلی اس طرح

اور ذکرِ خفی اس طرح کرکے نفی و اثبات کا تصور قائم کرنا ہے۔ خطرۂ نفسانی، خطرۂ شیطانی، خطرۂ ملکی، خطرۂ رحمانی کی تفصیلات سے بھی مرید کو آگاہ فرما دیتے ہیں۔ اب جو مرید بھی ان اصول و قواعد کے ساتھ زندگی کے شب و روز کو وابستہ کرلیتا ہے، اس کے لئے دونوں جہان کی نعمتوں کے راستے کھُل جاتے ہیں۔ اور وہ سعادتِ دارین کا مستحق ہو جاتا ہے۔

مقصدِ حیات کے بارے میں راقم کے سوال کرنے پر حضرت نقیب الاولیا رقبلہ نے ارشاد فرمایا "بھائی اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مرشدِ گرامی کے فیض سے ہماری سمجھ میں بس اتنی سی بات آئی ہے کہ اطاعتِ خدا، محبتِ رسول اور خدمتِ خلق، مقصدِ زندگی ہے۔ ہم جس طرح اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنی جان کو ایک امانت سمجھتے ہیں اسی طرح مرید کو بھی ایک امانت سمجھتے ہیں اور امانت جب ہمارے سپرد ہو گئی تو اس کی ہر طرح کی حفاظت ہمارے لئے ضروری ہے۔ خدمتِ خلق کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ خدمت کا مقصد یہ نہیں کہ مخلوق کے ہاتھ پاؤں دبائے جائیں یا کھانا کھلایا جائے یا بذریعہ مال ان کی امداد کی جائے، بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ مرید کی ظاہری و باطنی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ اُس کو اپنی زندگی کی قیمت اور وقعت کا احساس ہو جائے اور اس کے قلب کا رابطہ خالق سے ہو جائے۔ جب قلب خالق کے سامنے سجدہ ریز ہو گا تو قالب بھی اس کی اِتّباع کرے گا، خورد و نوش اور دیگر لوازماتِ زندگی تو اس کے ضمن میں آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے بہتر اور مقصدِ حیات کیا ہو گا جس میں آخرت اور دنیا دونوں کی بھلائی موجود ہے

اس کے بعد راقم نے عرض کیا "حضرت سلطان الاولیا رقبلہ کی کسی حکمتِ عملی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟" آپ نے فرمایا "بابا! ہمارے حضرت تو ایسے حکیم تھے جن کی نظر بیماری کی جڑوں تک پہونچی ہوئی تھی۔ اور کمال یہ تھا کہ مریض کو احساس بھی نہ ہوتا تھا اور آپ اس کا آپریشن ہی نہیں بلکہ پوسٹ مارٹم فرما دیتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک مرتبہ حضرت قبلہ فتح پور سیکری میں قیام فرما تھے حسبِ دستور مریدین اور خدّام آپ کے ساتھ تھے۔

یہ خادم بھی موجود تھا۔ وہاں ایک ڈاکٹر عبدالغفور صاحب بھی رہتے تھے۔ جو عقیدہ کے اعتبار سے "دہریہ" تھے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اس ڈاکٹر کے قلب کی کیفیت کا ادراک کر لیا' اور چاہا کہ صراطِ مستقیم کی طرف اس کی رہنمائی کی جائے' اس معاملہ میں آپ کی حکمت عملی کا مشاہدہ اس طرح ہوا کہ اچانک آپ کی طبیعت بہت زیادہ ناساز ہو گئی' اور آپ نے باآواز بلند کراہنا شروع کر دیا۔ معالج کی تلاش ہوئی تو اسی ڈاکٹر کو بلوایا گیا۔ اُس نے معائنہ کیا' اور کہا کہ اس وقت تو میں کسی اور جگہ جا رہا ہوں، وہاں سے واپسی تک اگر یہ زندہ رہے تو ان کا علاج کروں گا' اگرچہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے ان کا زندہ رہنا محال ہے' کیونکہ دونوں گُردے بالکل بیکار ہو گئے ہیں۔

رات کو جب وہ ڈاکٹر واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ حضرت قبلہ محفلِ سماع میں وجد میں مصروف ہیں اور بالکل تندرست ہیں۔ بیماری کا یا کمزوری کا نام تک نہیں' بہت دیر تک اُس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ تصویرِ حیرت بنا ہوا وہ یہ منظر دیکھتا رہا۔ اس کے بعد حضرت قبلہ مکمل طور سے ہشاش بشاش مسند پر جلوہ افروز ہو گئے۔

یہ معاملہ دیکھ کر اس کے قلب کی کیفیت میں ایسی تبدیلی ہوئی کہ فوراً خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست پیش کی' اور حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اس کو مرید فرما لیا۔ پھر اس کو وقتِ مقررہ پر اجازت و خلافت کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا۔

یہ تھی ایک معمولی سی جھلک حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے روحانی تصرف اور حکمت عملی کی۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ع "نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں" اس کا مشاہدہ حضرت سلطان الاولیاء کی مجلس میں ہوتا رہتا تھا۔

آپ کے وصال کے بعد محترم کرنل صوفی محمد عظمت اللہ شاہ (صاحبزادۂ موصوف) کو آپ کا سجادہ نشین مقرر کیا گیا ہے۔ بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ آپ کے ذریعہ کلمۂ حق کی اشاعت اور سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی عالمگیر توسیع ہو۔ آمین

محبوب العارفین حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ قبلہ

ضلع پیلی بھیت (یوپی) میں قصبہ بیل پور ایک قدیم آبادی ہے اولادِ صحابیِ رسول حضرت سیدنا غازی کمال شاہ انصاری العربی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی برکت سے یہاں اسلام کی روشنی پھیلی، آج بھی کمال شاہ صاحب کی بارگاہ مرجعِ خلائق ہے اسی بابرکت قصبہ میں حضرت شیخ مولا بخش حسینی القریشی کے دولتکدہ میں ۱۹۱۶ء کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اردو، ہندی، سنسکرت اور دیگر دنیوی علوم حاصل کرنے کے علاوہ عربی فارسی کی تعلیم بھی مستند علماء سے حاصل کی ۱۹۲۹ء میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ فیض سے آپ کی وابستگی ہوگئی تھی جسکی مختصر روداد اس طرح ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے فرید پور میں حضرت کھرے پیر کی مسجد میں چلہ کیا۔

اس چلہ کے بعد حضرت سلطان الاولیاء قبلہ ۱۹۲۹ء میں بیلپور تشریف لائے تو آپ کا قیام اولاد صحابیِ رسول حضرت سیدنا غازی کمال شاہ انصاری العربی نور اللہ مرقدہٗ کے آستانہ مبارک پر ہوا۔ جمعہ کا دن تھا، نمازِ جمعہ کے بعد درگاہ کمالیہ پر حاضری کا دستور ہے حاضری کے لئے آنے والوں میں سے کسی نے حضرت قبلہ سے معلوم کیا تو حضرت قبلہ نے اپنا تعارف کرایا، اسی دوران ایک زمین دار صاحب اپنے پندرہ سالہ لڑکے کو لے کر درگاہ کمالیہ پر حاضر ہوئے۔ یہ لڑکا کئی دن سے سکتے کی بیماری میں مبتلا تھا، علاج سے کام نہ چلا تو درگاہ کمالیہ پر حاضر ہوئے جب یہاں بھی ہوش نہ آیا تو کچھ لوگوں کے مشورے سے حضرت قبلہ کی خدمت میں لے آئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ آپ ہی کرم فرمادیجئے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اتنے بڑے بزرگ کے ہوتے ہوئے میں کیا کر سکتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا، حضور انھیں کی

طرف سے یہ معاملہ آپ کے سپرد کیا گیا ہے، حضرت قبلہ نے فرمایا "بھائی اللہ کی خوشی میں راضی رہنا چاہیئے۔" اور پھر آپ نے آنکھیں بند کرلیں اور پانی طلب کیا، پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور لڑکے کے منہ پر چھینٹے مارے، وہ ہوش میں آگیا۔ اِس واقعہ سے آپ کی شہرت تمام قصبہ میں ہوگئی۔ لوگوں نے اپنے گھر لے جانے کیلئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم صرف مُریدوں کے گھر جاتے ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ مرید ہوئے آپ لوگوں کے ہمراہ جھبری پکریا تشریف لائے اور اسی کے نیچے قیام کیا۔ شام کے وقت محفل ذکر و فکر کے بعد مجلس سماع منعقد ہوئی، دیگر افراد کے ساتھ حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ قبلہ بھی محفل سماع میں ترکی ٹوپی اور شیروانی پہنے ہوئے شریکِ محفلِ سماع ہوئے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ مسند پر جلوہ افروز تھے۔ کیف و سُرور کا عالم تھا، کبھی کبھی نگاہ اٹھا کر مجمع کی طرف بھی دیکھ لیتے تھے۔ حضرت قبلہ نے مولانا کو قریب بلا کر اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا، حضرت مولانا فرماتے تھے کہ سینۂ مبارک سے لگنے کے بعد مجھے ہوش نہ تھا، کافی دیر کے بعد ہوش آیا۔ اس دوران جو حالات مشاہدہ میں آئے ان کے بیان سے زبان و قلم عاجز ہے۔ بہرحال جب ہوش آیا تو حضرت قبلہ کے زانوئے مبارک پر ہمارا سر تھا۔ حضرت قبلہ نے دستِ شفقت سر پر پھیرتے ہوئے نہایت محبت کا معاملہ کیا، ہم سوچ رہے تھے کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ جھبری پکریا کے شیخ صاحبان جو حضرت قبلہ سے مرید ہوچکے تھے انھوں نے عرض کیا حضور! یہ شیخ مولا بخش قریشی کے صاحبزادے ہیں، پھر حضرت قبلہ نے نام اور تعلیم کے متعلق دریافت فرمایا، معلوم ہوا کہ نام عبدالرزاق ہے، اور عربی، فارسی، اُردو، ہندی، سنسکرت بھی جانتے ہیں، حضرت قبلہ نے دیوان سے فال کھولی تو یہ شعر ملا

؎ نشانِ مردِ خدا عاشقیست بخود آئی ٭ کہ در مشائخ شہر ایں نشاں نمی بینم

یعنی اے مخاطب ہوشیار ہو کہ مردِ خدا کا نشان عاشقی ہے، اور مجھے اس شہر کے مشائخ

میں ایسی بلندی کا نشان نظر نہیں آتا۔

اس کے بعد حضرت قبلہ نے فال والی غزل پڑھنے کے لئے فرمایا۔ حضرت قبلہ کو کیفیت ہوئی اور پھر چند اور غزلیں سماعت فرما کر مجلس ختم کر دی، حاضرین کو رخصت فرمادیا۔ لیکن ہم سے گفتگو فرماتے رہے، جب کافی رات گذر گئی تو ہم نے عرض کیا "دل تو نہیں چاہتا مگر والد صاحب رات میں بغیر اطلاع کے گھر سے غیر حاضری پر ناراض نہ ہوں، اجازت مل جائے تو بہتر ہے، آپ نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ صبح ملاقات کرنا، دو دن تک برابر جب موقع ملتا تھا، ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے، تیسرے دن ہمارے والد صاحب نے فرمایا کہ بیٹے درگاہ کمالیہ میں جو بزرگ تشریف لائے ہیں بڑے صاحب کرامت ہیں۔ ملاح پور کے زمیندار کا لڑکا ان کی دعا سے نئی زندگی پا گیا۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ تم ان کو اپنے گھر لے آؤ اور یہیں ان کا قیام کراؤ، ہم نے عرض کیا کہ یہ کار خیر اگر آپ کریں تو زیادہ اچھا ہے۔ والد صاحب کے ہمراہ خدمت اقدس میں حاضری ہوئی۔ انھوں نے حضرت قبلہ کو گھر تشریف لے جانے کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ فرمانِ مرشد کے مطابق ہم مرید ہی کے گھر جا سکتے ہیں والد صاحب اور ہم نے وضو کیا اور مرید ہو گئے، حضرت قبلہ محلہ حبیب اللہ خاں شمالی میں تشریف لے آئے۔ رات کو حلقۂ ذکر، فاتحہ اور محفل سماع ہوئی ہمارے خاندان اور محلے کے بہت سے افراد کے علاوہ حبیب اللہ خاں جنوبی اور رخیا پور کے بھی بہت سے افراد سلسلہ میں داخل ہوئے۔ ایک ہفتہ تک کئی جگہ حلقۂ ذکر اور محفل سماع ہوتی رہی اور لوگ آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہوتے رہے ایک ہفتہ کے بعد لوگوں نے بچشم نم آپ کو رخصت فرمایا۔ چلتے وقت آپ نے فرمایا کہ اگلے ماہ فرید پور میں چاٹگام والے سرکار کا عرس ہے اگر دل چاہے تو شرکت کر لینا۔ حضرت مولانا نے فرمانِ شیخ کے مطابق شرکت کی، پھر مرشد گرامی کی خدمت اقدس میں حاضری کا سلسلہ روز افزوں ہوتا چلا گیا۔

۱۹۳۸ء میں حضرت سلطان الاولیاء کی طرف سے آپ کو سند اجازت و خلافت عطا ہوئی ہے۔ ۱۹۴۰ء میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے تحصیل پورن پور سے سترہ میل دور جنگل میں کٹیا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر تن تنہا آپ کو چلّہ کرایا۔ اس چلّے میں آپ کو نورانی مشاہدے ہوئے۔ چلّہ مکمل ہو جانے پر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ مریدین اور قوالوں کے ساتھ تشریف لائے۔ اور آپ کو اپنے ہمراہ مرشد نگر لاکر اپنے مرشد گرامی سلطان العاشقین حضرت صوفی محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کی زیارت سے مشرف کرایا۔

اسی طرح مرشد نگر کے چلّے میں آپ نے ایک رات دیکھا کہ ہم ایسے مقام پر ہیں جہاں تا حد نظر نورانی شکل بزرگ موجود ہیں اور درمیان میں نورانی شعاعوں سے مزین ایک تخت رکھا ہوا ہے کسی بزرگ سے آپ نے معلوم کیا کہ یہ کیسا اجتماع ہے؟ جواب ملا کہ اس دور کے "سلطان الاولیاء" کی تشریف آوری ہے۔ وہ اس تخت پر جلوہ افروز ہوں گے۔ آپ نے دیکھا کہ تمام حضرات آسمان کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں اور ایک پالکی آسمان سے اتر رہی ہے اور تخت پر آکر رک گئی پھر پالکی تو غائب ہوگئی مگر ایک بزرگ تخت پر جلوہ افروز ہوگئے، سب لوگ ان کی طرف دوڑنے لگے، ہم بھی ملاقات کے لئے دوڑے قریب پہونچ کر دیکھا تو یہ بزرگ ہمارے پیر و مرشد حضرت سلطان الاولیاء قبلہ ہیں۔ ہم نے جوں ہی قدم بوسی کی وہ منظر ختم ہوگیا۔ چلّہ کے بعد آپ نے اس کا ذکر حضرت قبلہ سے کیا، تو آپ نے فرمایا "صاحبزادے! وہ تمہاری عقیدت تھی جو ہمیں تم کو اس طرح نظر آیا۔" ورنہ کجا سلطان الاولیاء اور کجا محمد حسن" لیکن اس بات سے حضرت مولانا کو تسلی نہیں ہوئی اور آپ نے یہ محسوس کرلیا کہ حضرت قبلہ حسب عادت انکساری کرتے ہوئے اپنے آپ کو چھپا رہے ہیں چنانچہ ایک شب آپ کسی کیفیت میں تھے کہ حضرت مولانا نے پھر اسی مشاہدہ کی بات چھیڑ دی، تو حضرت قبلہ نے فرمایا "میاں تم نے جو دیکھا وہ حقیقت پر مبنی منظر تھا۔"

اس واقعہ سے جہاں مرشد گرامی حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا اس مرتبہ اعلیٰ پر فائز ہونا

معلوم ہوتا ہے وہاں آپ کے مرید حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ قبلہ کا مرشد گرامی سے مخصوص و مضبوط تعلق کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ فللہ الحمد علیٰ ذالک۔

محبوب العارفین حضرت مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ قبلہ بڑے اُولوالعزم، صاحب علم وفن اور فعال شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ آپ نے دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ اسی لئے کسب معاش کے لئے مختلف مشاغل اختیار کئے اور ساتھ ساتھ خدمتِ شیخ میں حاضری کا سلسلہ بھی قائم رکھا۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی خواہش تھی کہ یہ عظیم المرتبت خلیفہ سلسلہ کی اشاعت کا کام کرے، آپ دنیاوی متعلقات ترک کر کے خدمت میں حاضر ہوگئے قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو حضرت قبلہ نے تبسم فرماتے ہوئے بڑے والہانہ انداز میں فرمایا "ہاں بھائی ٹھیک ہے اب تم سلسلہ عالیہ کی اشاعت کرو" فرمانِ مرشد کے مطابق بیل پورے پاپیادہ کھیری کی جانب تشریف لے گئے پانچ دن کی مسافت کے بعد آپ نے قبرستان مسجد کھمبا میں قیام فرمایا، اور رات کو ذکر وفکر میں مشغول ہو گئے۔ شب کے آخر میں دیوار سے ٹک گئے۔ آنکھ لگ گئی، حضرت قبلہ خواب میں فرماتے ہیں میاں صاحبزادے ہم نے تم کو جنگل کے لئے نہیں آبادی کے لئے بھیجا ہے آبادی کی مسجد میں جاکر رہو۔ آپ اسی وقت مسجد سے چل پڑے اور شہر میں جاکر مسجد طویلہ میں قیام کیا۔ صبح کو حافظ ذوالفقار علی اور چیرمین امام علی اور تقریباً اڑھائی سو افراد سلسلہ میں داخل ہوئے۔ ۱۹۹۲ء کا زمانہ تھا۔ مرشد گرامی کی دعاؤں سے سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں روز بروز ترقی ہوتی رہی اور آپ نہایت مستقل مزاجی اور تدبر کے ساتھ لوگوں کو ذکر وفکر میں مشغول کرتے رہے۔ اس کے بعد مرشد گرامی کے حکم سے مہونہ شریف ضلع لکھنؤ میں سلسلہ عالیہ کی اشاعت شروع کر دی اور ایک مرکزی خانقاہ بھی قائم فرمائی۔ اسی کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے لئے مدرسہ رضاوی غریب نواز بھی قائم کیا جو بحمداللہ اب تک جاری ہے، دوسری خانقاہ اور مدرسہ بمقام کلاں بہادر پور ضلع سیتاپور میں تیسری خانقاہ قصبہ کھیری میں چوتھی

گڈوا کھیڑا ضلع کھیری میں اور پانچویں خانقاہ پٹھان کا پوروہ ضلع سلطانپور میں قائم کی۔

اگرچہ مرشد گرامی کی جانب سے آپ کو یوپی میں اودھ، روہیل کھنڈ اور کمایوں کا علاقہ دیا گیا تھا، لیکن آپ کے فیض سے صوبہ بہار، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر، مدراس، کیرالا کے علاقے اندرون ملک فیضیاب ہوئے۔ بیرون ملک میں نیپال، پاکستان اور عرب ممالک میں بھی آپ کا فیضان پہونچا ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو آپ نے سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں داخل فرمایا۔ چالیس حضرات کو اجازت و خلافت سے نوازا۔

مرشد گرامی نے جس کو عارف باللہ کا لقب عطا فرمایا، برادران سلسلہ جس کو شیرازیِ بسیل پور کہہ کر پکارتے تھے جس کو عالم غیب میں محبوب العارفین کا خطاب ملا، ایسی بے مثال شخصیت نے سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں مصروف رہتے ہوئے ۱۶ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ بروز جمعہ وصال فرمایا۔ اور صوفی نگر، پیلی بھیت میں آخری آرامگاہ میں قیام کر لیا۔

آپ نے سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت و نگرانی کے لئے اپنی حیات میں ۸ جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ خانقاہ حسنی جہانگیری، مہونہ شریف ضلع لکھنؤ میں اپنے ہمشیر زادہ اور داماد خاص مولانا حافظ قاری ڈاکٹر محمد قاسم رضا نقوی کو مرید فرمایا اور اجازت و خلافت عطا کی۔ علالت کے دوران وصال سے چند روز قبل اپنے مکان پیلی بھیت میں اہلِ خانہ کی موجودگی میں اپنا جانشین مقرر کیا، آپ کے عرس چہلم کے موقع پر آپ کے تمام خلفاء اور مریدین نے حضرت کی جگہ پر نذریں پیش کیں اس کے بعد عرس عنایتی حسنی کے موقع پر ۶ شوال ۱۴۱۰ھ کو فیض العارفین حضرت مولانا غلام آسی پیا قبلہ نے سجادگی کی تصدیق کا اعلان عام کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور پیران عظام کی دعاؤں سے صاحب سجادہ حضرت مولانا صوفی محمد قاسم رضا شاہ نہایت آب و تاب، اولو العزمی اور انتھک جد و جہد کے ساتھ اپنے مرشد گرامی کے مریدین کی نگرانی کے ساتھ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت اور جذبہ صادق کو قائم رکھے۔ آمین۔

فیض العارفین حضرت علامہ الحاج غلام آسی پیا حسنی قبلہ دامت برکاتہم

سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں حضرت الحاج علامہ غلام آسی پیا قبلہ کی شخصیت متعدد خصوصیات کی بنا پر انفرادیت کی حامل ہے۔ مسندِ تدریس پر ایک بہترین مدرس، میدان تربیت میں ایک دانشمند معلم، منبر پر بے مثال مقرر، تحریر میں والہانہ انداز، سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں شب و روز مشغول، تمام سال مقررہ اوقات پر عرس و فاتحہ کے لئے مختلف مقامات پر حاضر ہونا آپ کا معمول مسلسل شب بیداری کے باوجود تکان سے کوسوں دور، اللہ بہتر جانتا ہے کہ ساقی میخانہ نے کون سی پلادی ہے جس کا سرور ہلکا ہونے میں نہیں آتا۔

۱۳۳۹ھ میں بروز دوشنبہ بمقام سید پورہ ضلع بلیا (یوپی) میں صاحب نسبت والدین کی انجمن میں ایک شمع روشن ہوئی، والد محترم عمدۃ عبد اللطیف قادری علیمی رشیدی علیہ الرحمۃ اور والدہ ماجدہ بی بی نبیہن قدس سرہا۔ دونوں حضرات، حضرت علامہ صوفی عبد العلیم آسی سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جونپور (یوپی) کے جاں نثار مرید تھے۔ حضرت مولانا کے جد امجد مولانا عظیم اللہ صاحب قادری رشیدی داماد (منسوب) بحضرت علامہ مصطفےٰ رشید مصنف مناظرہ رشیدیہ تھے۔ والد محترم نے اپنے مرشد گرامی حضرت علامہ صوفی شاہ عبد العلیم آسی علیہ الرحمۃ کی طرف نسبت کرتے ہوئے "غلام آسی" نام رکھا پیران سلاسل کی بارگاہ سے فیض العارفین اور فیض الرسول جیسے بابرکت خطاب عطا ہوئے۔

حضرت علامہ نے حافظ ملت مولانا عبد العزیز محدث مبارک پوری، حضرت علامہ مجاہد ملت حبیب الرحمن صاحب جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد اور محدث و مفسر حضرت علامہ سردار احمد شاہ صاحب جیسے صاحبان علم حضرات کی خدمت میں رہ کر برسوں تحصیل علم میں صرف کئے۔ تحصیل علوم

سے فراغت کے بعد آنولہ میں منصب افتاء اور پھر ناگپور میں مسند حدیث پر رونق افروز رہے اور اب سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مشغول ہیں۔

ابتدائی تعلیم کے مراحل والد محترم اور جدِّ امجد رحمہما اللہ کی سرپرستی میں طے کیے۔ حدیث و تفسیر اور فقہ و دیگر علوم کی تکمیل کے لیے متعدد علمائے کرام کی خدمت میں حاضری ہوئی علوم ظاہری سے فراغت کے بعد تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی عملی منزل کی جانب گامزن ہوئے، مختلف سلاسل کی خانقاہوں میں متعدد برگزیدہ شخصیات کی خدمت میں حاضری کی سعادت میسّر ہوئی قابلِ ذکر شخصیت جس کی خدمتِ اقدس میں تقریباً چھ برس تک علوم باطنی کی تحصیل کا رشتہ قائم رہا، شیخ طریقت حضرت علامہ سیّد فدا حسین شاہ منعمی سرکار پٹنہ کی ہے۔ جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد، اور دارالعلوم مظہر اسلام بریلی سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد قصبہ آنولہ، ضلع بریلی میں، مفتی ہو کر آئے۔ اسی قصبہ میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے پہلی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور حضرت قبلہ نے اپنے دامن فیض سے وابستہ کر لیا یہیں سے دو مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارتِ مدینہ منورہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ناگپور تشریف لائے اور سات برس تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ کر خدمت حدیث انجام دیتے رہے۔ اسی درمیان میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے سرکار تاج الاولیاء بابا سید محمد تاج الدین قدس سرّہ کے دربار گہربار میں دوسری مرتبہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ دربار تاج الاولیاء میں سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز کرتے ہوئے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ارشاد فرمایا:

> یہ مولانا غلام آسی سلمہٗ چھ برس تک بظاہر ہم سے جُدا رہے اب ہمارے سرکاروں کی جانب سے اور سرکار تاج الاولیاء کے حکم سے جہانگیری تاج ان کو عطا کیا جا رہا ہے آج سے ان کو سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی خدمتِ اشاعت پر مامور کر دیا گیا' اب

یہ مرشد نگر (بھینسوڑی شریف) جاکر خانقاہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی ہر طرح سے خدمت انجام دیں۔"

چنانچہ ۱۹۵۲ء سے اسی حکم کی تعمیل میں مشغول ہیں۔ سات برس تک حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمتِ اقدس میں شب و روز رہے۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے وصال کے بعد شہید ملت عزیز الاولیاء حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ قبلہ مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے تو سات برس تک شبانہ روز خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اسی دوران حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے سوانح حیات سے متعلق ایک کتاب بنام تاریخی "چراغ پاک ابوالعلائی" تحریر فرمائی، جو شائع ہو چکی ہے، نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ مولانا کے پروگرام میں شامل ہے۔

بارہ برس کے بعد شہید ملت عزیز الاولیاء حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ قبلہ کے وصال کے بعد محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف منّے میاں قبلہ سخی داتا کے ذریعہ خانقاہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی خدمت میں ابھی تک مصروف ہیں۔ اللّٰھم زد فزد خدائے قدیر جلّ مجدہٗ بفضلِ پیرانِ عظام آپ کی چہل سالہ خدمت کو قبول فرمائے۔

سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی توسیع اشاعت میں تنظیم و استحکام کے لئے متعدد مقامات پر خانقاہوں کی تعمیر بھی آپ کی توجہ سے وجود پذیر ہوئی۔ خانقاہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ حسنیہ مرشد نگر میں اولیاء مسجد کی تعمیر، اور لکھنؤ میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کی خانقاہ میں رضا مسجد کی تعمیر میں آپ کا خصوصی حصہ ہے۔ سلسلہ کی اشاعت کا دائرہ ہندوستان سے باہر بھی ہے۔ لاکھوں کی

تعداد میں آپ کے مریدین ذکر و فکر میں لگے ہوئے ہیں، اور نظم و ضبط کے ساتھ آپ کے خلفائے کرام بھی سلسلہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ بمبئی میں آپ کا قیام خانقاہ جہانگیری آسوی جمری مری میں پابندی کے ساتھ اوقات مقررہ پر ہوتا ہے۔ یہاں کا انتظام و انصرام آپ کے چہیتے خلیفہ حضرت صوفی بسم اللہ شاہ صاحب کے سپرد ہے، جس کو موصوف نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

بارگاہ لایزل میں دست بہ دعا ہوں کہ ان حضرات کی اور ہم سب کی سعی اور جدوجہد کو اپنی رحمتِ خاص کے صدقہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے آمین، اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور پیران عظام کی دعاؤں کی برکت سے سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی خلوص وللہیت کے ساتھ اشاعت کی توفیق عطا فرماتے۔ آمین

فیض العارفین صوفی علامہ حضرت الحاج غلام آسی پیا زیدت فیوضہم کے تعارف کے بارے میں خصوصی طور پر یہ بات قابل ذکر اور لائق فخر ہے کہ نظم و نسق، تسلسل اور پابندی کے ساتھ سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی ہمہ گیر اشاعت میں آپ کی چالیس سالہ خدمات کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب معرضِ وجود میں آئے تاکہ دیگر حضرات کے لئے چراغ راہ کے طور پر معاون و راہنما ہو۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس چراغ حسنی کی قلب و روح کو منور کرنے والی نورانی شعاعیں دور تک اور دیر تک نور افشاں رہیں۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین و اولیائہ المقربین۔

حضرت مولانا الحاج صوفی خوشحال میاں قبلہ زیدت فیوضہم

اسم گرامی: **محمد خوشحال** ۔ وطن مبارک: قصبہ بالاکوٹ کاغان، مان سہرہ، ضلع ہزارہ صوبہ فرینٹر۔ تاریخ بیعت ۱۹۵۱ء، اجازت خلافت ۱۹۵۲ء، تعداد مریدین کئی لاکھ، اجازت و خلافت عطا کرتے ہیں نہایت محتاط اور اصول و ضوابط کے پابند ہیں، اس لئے ابھی تک پچیس تیس حضرات کو نوازا گیا ہے۔

حضرت مولانا خوشحال میاں قبلہ کی شخصیت سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں علم و فضل اور مجاہدہ کے اعتبار سے ایک انفرادی اور امتیازی شان سے معمور نظر آتی ہے خوش گوئی، خوش علمی، خوش عملی، خوش مزاجی، اور خوش اخلاقی سے خوشحال نہیں بلکہ مالامال ذہانت و ذکاوت کا یہ پیکر بے مثال اُردو، فارسی، عربی، انگریزی میں مہارت کی خوبیوں سے مزیّن ہے۔

کاشانہ علم کو خیر باد کہہ کر سلوک و تصوف کی پُر خار وادی میں آپ کی آمد کس طرح ہوئی اس کا بیان آپ ہی کی زبان سے ملاحظہ فرمایئے آپ نے فرمایا۔

بمبئی میں ایک بزرگ تھے جو بظاہر دنیاوی لباس میں رہتے تھے لیکن ان کے مریدین اور معتقدین کی تعداد بہت تھی۔ موصوف سنجیدگی اور بُردباری کے باوجود خوش مذاق بھی تھے۔ میرے مزاج میں بھی طبعی طور پر خوش مذاقی تھی یہ چیز ہم دونوں کے درمیان مشترک تھی اس لئے ان کی صحبت میں ایک گونہ طمانیت قلب کا احساس ہوتا تھا۔ اور یہی کشش مجھے کھینچ کر ان کے پاس لے جاتی تھی۔ ایک دن ان بزرگ نے فرمایا" تم کسی عارف باللہ سے مرید ہوگے، اور پھر اس عارف باللہ کا سراپا

بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا لباس اس طرح کا ہوگا، اور شکل و شباہت ایسی ہوگی،،

ان بزرگ کی باتیں سن کر ایسا اثر ہوا کہ اسی روز سے اس عارف باللہ کی جستجو کا خیال دل و دماغ سے ایک لمحہ کے لئے جدا نہ ہوا۔ دن کا چین اور رات کی نیند ختم، رات دن بس یہی ایک خیال کہ ایسے عارف باللہ سے کب اور کیسے ملاقات ہوگی" جویندہ یابندہ "یعنی ڈھونڈنے والے کو منزل ضرور ملتی ہے۔ بالآخر ایک دن دلی مراد بر آئی۔ اور اسی انداز کی ایک شخصیت کی زیارت ہوگئی۔ دل سے آواز آئی کہ یہی وہ شخصیت ہے جس کی جستجو ہے، اس کے بعد حضرت سلطان الاولیار قبلہ کے دامن فیض سے وابستگی ہوگئی۔

سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں آپ کی آمد سے پیر بھائیوں میں مسرت و حیرت کے ملے جلے جذبات کا تاثر پیدا ہوا۔ عام طور پر یہی خیال ہوتا ہے کہ مولانا حضرات نفیس الطبع اور نازک مزاج ہوتے ہیں یہ حضرت کس طرح اس وادیٔ پُرخار میں سفر کریں گے لیکن کیا کہیے میکدہ جہانگیر کے، جبکے ساقی اسوقت سلطان الاولیا قبلہ تھے، ایسی پلائی گئی جس کے سُرور میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اور حضرت مولانا خوشحال میاں قبلہ اس سر در سرمدی کے ساتھ شریعت، طریقت معرفت وحقیقت کی راہوں پر بے مثال عزم و استقلال کے ساتھ گامزن ہوئے کہ ع

صد ہزاراں آفریں بر ہمتِ مردانہ اش

اسی لئے آپکی ذات گرامی صوفیائے ہم شتہ و ہم مرتبہ کے درمیان ایک مثالی شخصیت بن گئی، ریاضت و مجاہدہ کا جب ذکر آتا ہے تو حضرت مولانا کا اسم گرامی لوگوں کی زبان پر ضرور آتا ہے۔

۱۹۵۲ء میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہونیکے بعد آپ نے اپنے پیران عظام کی روش پر چلتے ہوئے ریاضت و مجاہدہ کے میدان میں قدم رکھا۔ چودہ برس تک کسی اناج کا ایک دانہ نہیں چکھا، بس زندگی کو باقی رکھنے کے لئے بہت معمولی چیزوں کا بقدر ضرورت استعمال کیا۔ شب و روز ذکر فکر میں مشغول رہنا آپ کے مزاج میں شامل ہوگیا تھا۔ نماز روزہ اور دیگر فرائض و واجبات کی پابندی، ذکر و فکر، مراقبہ اور مشاہدہ میں مستقل مزاجی کے ساتھ بغیر کسی تسہل کے مصروف رہنا آپ کے معمولات میں داخل تھا۔ لذائذِ دنیوی کو اپنے اختیار سے ترک کیا۔ اور تجرد کی زندگی اختیار کرلی اس سے روحانیت میں اضافہ تو ضرور ہوتا ہے، مگر سنت نبوی کی پیروی روحانیت میں اضافہ کا سب سے بڑا، اور سب سے زیادہ پاکیزہ عمل ہے، بشرطیکہ سنتِ نبوی کو سنت کی روح کے ساتھ معمول بنایا جائے، اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اس پر عمل کیا جائے"، چنانچہ ان تمام امور کے پیش نظر آپ نے ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔ حالانکہ عام طور پر عمر کی یہ وہ منزل ہے جہاں آدمی پہونچ کر تھک جاتا ہے اور خواہشیں دم توڑتی ہوئی نظر آتی ہیں، لیکن حضرت مولانا خوشحال میاں قبلہ نے ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ نفسِ امارہ کی چاہتوں کو تو موت کی نیند سلا دیا اب ازدواجی زندگی کا آغاز اور سنتِ نبوی کی اتباع پاکیزہ جذبات کے ساتھ ہوئی، اسمیں بھی رضائے الٰہی کا جذبہ کارفرما تھا۔

حضرت مولانا خوشحال میاں قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے مولانا صائم علی صاحب سے دریافت فرمایا کہ دنیا میں اس وقت کل کتنے قلندر ہیں؟ مولانا نے جواب دیا "ساڑھے چار" حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ان ساڑھے چار کا خمیر مجھ میں شامل ہے یہی وجہ تھی کہ فیضانِ قلندریہ کا بھرپور عکس حضرت قبلہ میں تھا، اور اسی عکس کا ہلکا سا اثر حضرت مولانا خوشحال میاں قبلہ پر پڑا

کہ آپ نے با اختیار ہو کر ترک کو اختیار فرمایا۔

بہت سے واقعات ایسے بھی مشاہدے میں آئے کہ جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کو حضرت مولانا سے ایک خاص تعلق ہے اور حضرت مولانا کو بھی اپنے مرشد گرامی کی ذات پر ہزار نیازمندی کے ساتھ بڑا ناز بھی ہے اس راز و نیاز سے تو مرشد اور مرید ہی واقف ہو سکتا ہے، لیکن فیروز آباد میں یہ واقعہ دیکھنے کو ملا، کہ حضرت قبلہ، حضرت صوفی سیّد ابرار حسین شاہ قبلہ کے یہاں قیام فرما تھے۔ حسب معمول آپ کی خدمت اقدس میں بہت سے مریدین اور خلفاء بھی تھے۔ جن میں حضرت مولانا خوشحال میاں قبلہ بھی شامل تھے۔ حضرت مولانا نے اپنے کسی پہلوان مرید کی سفارش کا معاملہ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور عرض کیا حضور اس کو فتح سے ہمکنار کر دیجئے۔" حضرت قبلہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت مولانا بھی مرجھاتے ہوئے چہرے کے ساتھ باہر آ گئے، اب کھانا کھانے کا وقت آیا تو سب مریدین اور خلفاء موجود ہیں، حضرت مولانا نہیں آئے، آپ نے کسی سے فرمایا" ارے مولانا کو تو بلا کر لاؤ، وہ صاحب حضرت مولانا کے پاس گئے اور کہا کہ حضرت قبلہ یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ صاحب واپس گئے، اور صورت حال حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کر دی، حضرت قبلہ نے مکرر ارشاد فرمایا کہ ان کو ضرور بلا کر لاؤ، پھر حضرت مولانا حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں آ کر قدم بوس ہو گئے۔ آپ نے مشفقانہ تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ارے بھائی کھانا تو کھا لو۔ جب تمہاری ضد ایسی ہے تو جاؤ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے گا۔ حضرت مولانا کا چہرہ کھل اٹھا اور قدم بوسی کے بعد کھانے والوں کی صف میں بیٹھ گئے۔

حضرت سلطان الاولیا کے تعلق کی یہ ایک ہلکی سی جھلک تھی، جس میں صاف

طور پر یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت قبلہ کس طرح اپنے چہیتوں کی ناز برداری فرماتے تھے ہزار بار قربان جایئے ایسی ہستی پر جو اپنوں کی لاج کی رکھوالی اس انداز سے کرتے ہیں ؎

جہاں کہیں مرے قدموں میں لغزشیں آئیں
ترے نثار وہیں آسرا دیا تو نے

سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کے تعلق سے حضرت مولانا خوشحال میاں قبلہ کی جدوجہد اور مخلصانہ کاوشوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ہندستان میں صوبہ یوپی کے بہت سے اضلاع میں جہاں دیگر حضرات کی کوشش بارآور نہ ہوسکیں، حضرت مولانا کے قدوم میمنت لزوم سے وہ علاقے باغ و بہار ہو گئے یوپی کے علاوہ مہاراشٹر، کرناٹک، آندھرا پردیش اور دیگر صوبوں میں بھی آپ کے مریدین اور خلفاء کرام کی تعداد بہت کافی ہے۔ مریدین میں بھی اکثریت اہلِ علم اور اہلِ ثروت اور اہلِ دل کی ہے۔ بیرونِ ملک میں سری لنکا، پاکستان، کابل، سنگاپور، سعودی عربیہ، دبئی، امارات العربیہ متحدہ، لندن، نیویارک، کناڈا، ویسٹ انڈیز اور امریکہ تک آپ کا سلسلہ جاری ہے۔

لاکھوں کی تعداد میں مریدین ہیں۔ پھر بھی جذبۂ خدمت اور سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کی اُمنگ میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ ہر جگہ اور ہر وقت مستعد، ہوشیار اور کھلتے ہوئے پھول کی طرح تر و تازہ نظر آتے ہیں۔ مولویت، صوفیت اور قلندریت کے تین عناصر سے مرکب، علم و عمل سے آراستہ و پیراستہ یہ شخصیت سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے لئے باعثِ صد افتخار ہے۔ مذکورہ بالا ممالک میں جہاں جہاں آپ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کے لئے تشریف لے گئے، وہاں وہاں ہزاروں کی تعداد میں پروانوں کی طرح لوگ اس شمع جہانگیریہ کے اِرد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔

آج کل مظفر نگر شہر کے آخری حصہ پر بجنور جانے والی سڑک کے کنارے ایک پُر فضا مقام بہار گڈھ میں آپ نے ایک عالیشان خانقاہ تعمیر کی ہے۔ جس میں قیام کرنے والوں کیلئے تمام سہولتیں میسر ہیں۔ تاکہ ذکر و فکر اور اوراد و معمولات میں یک سوئی کیساتھ مشغولیت رہے۔ آپ ہی کی جدّ و جہد سے یہ ویرانہ چمن میں تبدیل ہوگیا ہے۔ اور اس چمن میں کھلنے والے پھول ہزاروں میل تک کے علاقوں کو اپنی خوشبو سے معطّر کر رہے ہیں بارگاہِ خداوندی میں دعا ہے کہ یہ چمن سدا بہار رہے اور روحانیت کے پھول یہاں ہمیشہ کھلتے رہیں، آمین یا رب العالمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم ۔

حضرت صوفی عبدالمجید شاہ قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

شہر پیلی بھیت صوبہ یوپی میں علما، صلحا، اور اولیاء کرام کا ایک قدیم مرکز ہے۔ روہیلہ خاندان کے تحت جب یہ علاقہ آیا تو نواب حافظ رحمت علی خان نے اس علاقہ کا نام حافظ آباد رکھا۔ اگرچہ یہ علاقہ رحمت آباد کے نام سے عوام میں متعارف و مشہور نہ ہو سکا، لیکن رحمتِ خداوندی کا نزول اس خطہ پر ضرور ہوتا رہا۔ اسی خطۂ مبارکہ میں ۱۹۱۷ء میں حضرت صوفی عبدالمجید شاہ قبلہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد قرآن پاک اور دینیات کا علم حاصل کیا۔ اور اس کے بعد ٹیلرنگ کا کام سیکھ کر شاہجہان پور کی سرکاری فیکٹری میں پانچ برس تک ملازمت کا سلسلہ جاری رہا۔ اُمور متعلقہ کو ذمہ داری کے ساتھ پورا کرنا ابتداء سے آپ کے مزاج میں شامل تھا۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ جب پہلی مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے تو آپ کا قیام حمید اللہ عرف للومیاں کے یہاں ہوا۔ حمید اللہ صاحب رشتے میں حضرت صوفی عبدالمجید شاہ قبلہ کے ماموں ہوتے تھے، اس وقت موصوف کم عمر تھے۔ لیکن حضرت قبلہ نے آپ کو مرید کر لیا تھا۔ اس کم عمری میں پیری مریدی کا مفہوم تو سمجھ میں آنے سے رہا۔ لیکن آپ مرید ہو گئے۔ پھر حضرت قبلہ کی واپسی ہو گئی اور پندرہ برس تک حضرت قبلہ سے ملاقات کا موقع نہ مل سکا۔ ایک دن آپ سے ماموں حمید اللہ صاحب نے آپ سے کہا کہ مرشد نگر سے حضرت قبلہ تشریف لائے ہیں۔ چلو ہم لوگ بھی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کریں۔ یہ دونوں حضرات حضرت قبلہ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے تو حضرت قبلہ چادر اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ آپ نے قدم بوسی کی تو حضرت قبلہ نے رخِ مبارک سے چادر ہٹائے بغیر فرمایا "عبدالمجید"۔ حضرت قبلہ کی زبان مبارک

سے اپنا نام سن کر آپ کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس کے بعد بہت سے واقعات پیش آتے رہے جن کی وجہ سے آپ کی حیرت عقیدت میں اور عقیدت، محبت میں تبدیل ہوتی چلی گئی اور پھر قلب میں محبت کی ایسی شمع روشن ہوئی جس کی تابندگی میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔

سنہ ۱۹۴۴ء میں آپ بمبئی تشریف لائے اور یہاں ٹیلرنگ کی دکان شروع کی جو آپ کی خوش اخلاقی وضعداری اور تواضع کی وجہ سے گراہکوں کے علاوہ بہترین احباب کی نشست و برخاست کا مرکز بن گئی تھی خوش اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ آپ خوش پوش بھی تھے۔ بمبئی کے فیشن کے مطابق کوٹ پینٹ اور ٹائی وغیرہ کا استعمال معیاری شخصیت کی علامت تھی۔ لیکن حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے فیض سے آپ کی بالکل کایا کلپ ہو گئی جب حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس سے رخصت ہو کر بمبئی آنا ہوا تو آپ کو دیکھ کر احباب کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ یہ وہی صاحب ہیں جو کچھ دن پہلے سوٹ بوٹ میں ملبوس رہتے تھے اور اب کرتا، تہبند اور سر پر تاج جہانگیری" آپ کی تبدیلی نے تمام ملنے والوں، احباب واعزّا کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ شخصیت کس قدر عظیم المرتبت ہے جس کے فیضِ نظر سے انسان کی کایا کلپ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور حقیقت بھی ہے جس کا ادراک اہلِ نظر کر سکتے ہیں کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ایک شمعِ جہانگیری روشن کر کے حضرت صوفی عبدالمجید شاہ قبلہ کی صورت میں بمبئی روانہ کی تھی جسکی روشنی میں مجازی حجابات ختم ہو گئے اور طالبانِ حق کی نگاہیں حقیقت کی جستجو میں لگ گئیں۔ اس کے بعد حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے فیضان سے اہلِ بمبئی باقاعدہ فیضیاب ہوئے۔

اور جب حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے آپ کو سنہ ۱۹۵۲ء میں اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تو اس جہانگیری شمع کی روشنی بمبئی، احمد نگر، اور بمبئی کے اطراف و جوانب کے علاوہ یوپی میں اعظم گڈھ، بنارس، گونڈہ۔ بستی، قنوج میں ایک لاکھ سے

زائد افراد کے قلوب کو منور کر گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیران عظام کی نگرانی
میں سلسلہ کی اشاعت کے کام میں مصروف ہیں۔ ۲۵۔ افراد کو آپ نے اجازت
وخلافت سے سرفراز فرمایا، جو الحمدللہ سلسلہ عالیہ کی اشاعت و توسیع میں مشغول ہیں
غرض کہ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی روشن کی ہوئی اس شمع کی روشنی کا دائرہ
روز بروز بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض کو زیادہ سے زیادہ عمومیت
عطا فرمائے۔ آمین۔

اس فیضان محبت سے عرفان محبت تک پہونچنے کے دشوار ترین مرحلوں کو
جس خلوص، استقلال اور ہمت کے ساتھ آپ نے طے کیا، یہ ایک الگ کتاب ہے
تعارفی مضمون میں اس کی گنجائش بھی نہیں، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کے لئے
اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ نے سب سے پہلے ایک چلّہ کرلا (بمبئی)
میں کیا، دوسرے برس وڈالا (بمبئی میں حضرت شیخ مصری کی درگاہ کے قریب) میں کیا
اس کے بعد سلسلہ کی اشاعت کا کام باقاعدہ شروع کردیا، اس کے ایک برس بعد
بارگاہ خواجہ غریب نواز اجمیر شریف میں ارکاٹیا دالان میں اور پھر شیخ مصری وڈالا میں چلّہ
کیا۔ اسکے بعد بغداد شریف میں سرکار سیدنا غوث اعظم کی بارگاہِ عالیہ میں
حاضر ہو کر ایک چلّہ وہاں بھی مکمل کیا۔ بغداد شریف کی روحانی فضاؤں سے قلب
ودماغ معطر و منور ہو گیا تو ہندستان واپسی ہوئی۔ وہاں سے آنے کے بعد
لکھنؤ شریف میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کے مزار مبارک اور گنبد
کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا تو اس میں آپ نے شب و روز، آرام و راحت کی پرواہ کئے
بغیر کام کرتے رہے اور جب تک کام مکمل نہ ہوا آپ کا قیام مستقل طور پر وہیں رہا۔
وڈالا (بمبئی) میں حضرت شیخ مصری کی درگاہ کے قریب آپ نے خانقاہ
جہانگیریہ بہت ہی پُرفضا مقام پر تعمیر کی۔ اب آپ کا مستقل قیام یہیں رہتا ہے۔ ہفتہ وار

محفل ذکر و فکر اور مجلس سماع کے علاوہ اپنے سلسلہ کے پیران عظام کی فاتحہ کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ لکھنؤ شریف اور مرشد نگر کے تمام اعراس میں پابندی کے ساتھ مریدین کے ہمراہ حاضری دینا آپ کے معمولات میں شامل ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کے لئے بھی آپ سفر کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ درازئ عمر اور صحت وعافیت کے ساتھ یہ جہانگیری شمع روشن رہے اور اس کا فیضان زیادہ سے زیادہ ہو۔ آمین۔

حضرت صوفی منصور الحسن شاہ قبلہ مدظلہ العالی

غیر منقسم ہندستان میں سیالکوٹ، سرحدی علاقوں میں علم وادب، شریعت وطریقت عزم واستقلال، شجاعت وسیاست میں ایک انفرادی شان کا علاقہ تھا۔ آج بھی اس علاقہ کی مردم خیزی قابل صد رشک ہے۔ سیاسی افق پر تبدیلیوں سے بے نیاز شریعت وطریقت کی منزلوں کی جانب رہنمائی اور رہبری کے لئے ان گنت افراد اس علاقہ میں جلوہ افروز ہیں۔

اسی علاقہ کی تحصیل نارووال میں معزز افراد کے خاندان میں ایک ہونہار اور بلند اقبال بچے نے آنکھ کھولی۔ والدین نے منظور الحسن نام رکھا۔ سرخ سپید رنگ در وپ جمالِ ظاہری اور درخشندہ پیشانی کی بناء پر یہ فرزند ارجمند سب کا منظور نظر ہوگیا۔ تصنع اور بناوٹ سے دُور سیدھے سادے اور دیندار ماحول نے پاکیزگی، راست روی اور سچائی کی بنیادیں طبیعت میں مضبوطی کے ساتھ قائم کردی تھیں۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ کا جذبہ طبیعت میں موجزن ہُوا۔ فطرتِ صالحہ اور نگاہ عبرت پذیر کے ساتھ مختلف علاقوں کی سیر کی۔ آخر میں عروس البلاد (بمبئی) میں مستقل قیام ہوگیا۔ کسب معاش کے لئے جو پیشہ پسند کیا اُس میں ایک خوبی تھی کہ دُنیوی مسافروں کو اپنی اپنی منزل اور مکانوں تک بہ سہولت پہونچا دینا۔ ٹیکسی ڈرائیونگ کے دوران ہزاروں میل کا سفر ظاہری طے کیا۔ لیکن تقدیر میں قسام ازل نے ایک اور ہی منزل کی رہبری کی سعادت آپ کے لئے لکھی تھی۔ یہ سفر بھی بہت مبارک، منزل بھی بہت اعلیٰ اور مسافر بھی باسعادت۔ فطرتِ صالحہ کا رجحان بھی باطنی سفر کی طرف تھا۔ جس کے حصول کے لئے کسی شیخ کامل کی تلاش کا

سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ مستقل مزاجی کے ساتھ سچی لگن اور ہمتِ مردانہ بھی ہو تو رحمتِ خداوندی سے منزلِ مقصود ایک نہ ایک دن ضرور ملتی ہے۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں رحمتِ خداوندی سے سفر کی سمت تبدیل ہو گئی۔ اب ظاہری سفر کے بجائے باطنی سفر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اُن مُبارک دنوں میں حضرت سلطان الاولیاء الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ قبلہ کا بمبئی میں تسلسل کے ساتھ تشریف آوری کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ طالبانِ حق کے قافلہ میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ بمبئی کے اطراف و جوانب بھی آپ کے روحانی فیضان سے فیض یاب ہونے لگے۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی بارگاہِ عالیہ میں جو بھی خلوصِ دل کے ساتھ حاضر ہوا۔ خالی ہاتھ نہ گیا۔ آخر ایک دن وہ مبارک گھڑی آ گئی جسکا انتظار مُرید صادق کو تھا یا مرشد کامل کو، یا دونوں حضرات کو اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ پہلی ہی ملاقات میں یہ نظارہ دیکھنے کو ملا کہ نظر سے نظر ملنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا گویا انتظار کا تعلق دونوں ہی طرف ہو۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی اور حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اپنے دامنِ فیضان میں چھپا لیا۔ دل کی دنیا جو ایک عرصہ سے غیر آباد تھی ایک ہی لمحہ میں اس قدر شاندار طریقے سے آباد ہو گئی کہ بس تصورِ شیخ ہی اوڑھنا بچھونا بن گیا، اور خیالِ یار میں کیف و سُرور کا یہ عالم ہو گیا کہ اب شیخ کے قدموں سے ایک لمحہ کی جُدائی بھی کوہِ گراں معلوم ہونے لگی۔ ایک برس تک خدمتِ شیخ میں رہنے کے بعد آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔ دربارِ حسنی سے تاجِ جہانگیری عطا ہوا اس کے بعد بھی آپ نے مرشد کامل کی خدمت میں رہنے کو تمام اُمور پر ترجیح دی۔ اِن ایام میں جو مشاہدات آپ کو ہوئے اگر ان کا ذکر کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے گی۔

آپ کے والدین نے آپ کا نام منظور الحسن رکھا تھا، اور واقعی جمال ظاہری کی بنا پر بچپن ہی سے آپ اہل خانہ اور اہل خاندان کے منظورِ نظر رہے، مرشد کامل نے جمال باطنی کی نسبت سے آپ کو منصور الحسن کہہ کر پکارا اور یہی نام مقبول عوام و خواص ہوا۔ اب

آپ کی شخصیت جمال ظاہری اور باطنی کی وجہ سے مجمع البحرین کہی جا سکتی ہے سلسلۂ جہانگیریہ میں آپ کی شخصیت مستند ہے، گفتار و کردار سے شان محبوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے، سفر و حضر میں حضرت قبلہ کی خدمت میں خلوص و مستعدی کے ساتھ رہنے والے افراد میں بھی آپ کو شامل رکھا جاتا تھا؛ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں شب و روز محنت کی، مریدین کی اصلاح و تربیت کے لئے بمبئی شہر کے اطراف "بھانڈوپ" میں پہاڑ کے دامن میں پُر سکون اور پُر فضا مقام پر خانقاہ حسنیہ جہانگیریہ کی وسیع اور خوبصورت عمارت تعمیر کی۔ یہ اقامتی خانقاہ ہے۔ جہاں ہر وقت مریدین اور متعلقین کی آمد و رفت اور قیام بھی رہتا ہے، بلاشبہ یہاں آکر مکان اور مکین کو دیکھنے کے بعد دل چاہتا ہے کہ کچھ دیر اللہ اللہ کر لیں۔ اسلاف کی قدیم خانقاہوں کے روحانی سکون کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ مریدین کا سلسلہ صرف بمبئی کے اطراف ہی میں محدود نہیں ہے، مخلوق کا خالق سے رابطہ قائم کرنے کے لئے آپ نے ملک اور بیرون ملک سفر بھی کئے۔ ہندستان میں مہاراشٹر کے علاقے کولہاپور، سانگلی، بیلگام وغیرہ، گجرات میں احمد آباد و اطراف، کرناٹک میں بنگلور وغیرہ، صوبۂ بہار آسام مغربی بنگال کے علاقے، صوبۂ یوپی میں بنارس، جون پور، مرزا پور، پرتاپ گڈھ، سلطان پور، گونڈہ، بستی، شاہجہاں پور وغیرہ میں لاکھوں افراد کو آپ نے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں شامل کیا۔ بیرون ملک میں بنگلہ دیش، پاکستان کے متعدد شہروں، اور اپنے آبائی وطن سیالکوٹ تحصیل نارووا، اور جنوبی افریقہ تک آپ کے مریدین کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی طرف سے متعدد حضرات کو اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا گیا، جو بحمد اللہ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

مرشد کامل سے نسبت رابطے کے بارے میں یہ واقعہ قابل توجہ ہے جس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو جائے گی کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو آپ سے کس قدر قریبی تعلق تھا۔ بمبئی کے اطراف میں "گھاٹ کوپر" کے مقام پر آپ کے ایک پیر بھائی کی خانقاہ ہے، اطراف و جوانب

سے سلسلۂ عالیہ سے وابستہ حضرات محفل ذکرو سماع میں شرکت کے لئے آتے رہتے تھے شریک ہونے والے افراد میں عبدالرحیم نام کا ایک شخص تھا جو پابندی کے ساتھ حلقۂ ذکر و محفل سماع میں شریک ہوتا تھا۔ لیکن ابھی تک کسی سے مرید نہیں ہوا تھا۔ حضرت صوفی منصورالحسن شاہ قبلہ کے ایک مُرید نے موصوف کی دعوت کی، دعوت دینے والے مرید اور عبدالرحیم میں باہمی رشتہ داری کے ناطے عبدالرحیم بھی دعوت میں آیا۔ اس دعوت میں حضرت منصورالحسن شاہ قبلہ سے اس کی ملاقات ہوئی کسی قسم کی گفتگو نہ ہوئی۔ اگلے دن یہی شخص حضرت منصورالحسن شاہ قبلہ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور بیعت کی درخواست پیش کی۔ آپ نے عبدالرحیم سے فرمایا کہ اتنے دنوں سے تم مختلف حضرات کی محفلوں میں شریک ہو رہے ہو، اب تک مرید کیوں نہیں ہوئے؟ اُس نے عرض کیا حضور! رات میں نے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو خواب میں دیکھا، آپ فرمارہے ہیں کہ جس کو حضرت خواجہ غریب نواز کو دیکھنا ہو وہ منصور میاں کو دیکھ لے۔" اس خواب کے بعد دل میں ایسی تڑپ پیدا ہوگئی جس کا زبان سے اظہار نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد حضرت صوفی منصور شاہ صاحب قبلہ نے اس کو مرید فرمایا، یہ تھی نسبت مرشد کی ایک مثال۔

دوسرا واقعہ اس طرح ہے کہ ہر سال سلطان العاشقین حضرت شاہ محمد عنایت حسن قبلہ کے عرس مُبارک کے موقع پر روشنی کے اہتمام کے لئے پیٹرومیکس وغیرہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ مرشد نگر میں اس وقت باقاعدہ بجلی نہیں آئی تھی۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ عرس مُبارک کا اہتمام فرماتے تھے۔ روشنی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بعض افراد فکرمند رہتے تھے۔ اس کی سبیل اس طرح ہوئی کہ آقائی و مرشدی حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ حسنی جہانگیری بمبئی سے آئیل انجن لے کر مرشد نگر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اُدھر حضرت صوفی منصورالحسن شاہ قبلہ جنریٹر لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ چنانچہ عرس مُبارک کے موقع پر رات کے نو بجے پہلی بار بجلی کی روشنی سے تمام ماحول جگمگا اُٹھا۔ حضرت سُلطان الاولیاء قبلہ

نے اظہارِ مسرت کرتے ہوئے فرمایا کہ جس جس نے اس روشنی میں حصہ لیا، ان کو بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ روشن فرمائیگا۔ آج حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کا نتیجہ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں حضرات کی خانقاہوں میں کیا خوب روشنی عطا فرمائی ہے، جہاں بندگانِ خدا اپنے دلوں میں نورانی فیضان کی دولت لے کر جاتے ہیں۔

طویل العمری کے باوجود ہمت مردانہ رکھنے والی یہ شخصیت سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے مایۂ ناز افراد میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کا سایۂ ہم سب کے سر پر عرصۂ دراز تک قائم رکھے اور سلسلۂ عالیہ کی اشاعت آپ کے ذریعہ سے ہوتی رہے۔ خانقاہ کے انتظامات کے سلسلہ میں جو حضرات شب و روز آپ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے ہیں ان کی مخلصانہ جدوجہد بھی قابل ستائش ہے۔ جن کی ظاہری و باطنی تربیت کا تعلق حضرت صوفی منصور الحسن شاہ قبلہ سے ہے، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی خدمات کو شرف قبولیت اعزاز سے نوازے۔ آمین

۳۰ مارچ ۱۹۹۶ء مطابق ۱۰ ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ کو آپ نے دارالبقاء کی جانب رحلت کی۔

آپ کے نبیرۂ محترم صوفی سید وسیم الرحمٰن عرف جگنو میاں کو مسند سجادگی تفویض کی گئی ہے

درگاہ منصوریہ مرشد نگر کھنڈی پاڑہ ملنڈ ویسٹ، بمبئی ۸۲ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

چہلم اول کی تقریب صوفی سید ظفر اقبال شاہ کی سرپرستی میں انجام پذیر ہوئی، جبکہ اس تقریب کے داعی صوفی عبدالنعیم شاہ منصوری تھے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ کلمۂ حق کی اشاعت اور سلسلۂ عالیہ کی توسیع میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔ آمین

حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ حسنی جہانگیری مدنی قدس سرہٗ

اسم گرامی: **احمد بخش**۔ مرشد گرامی نے احمد حسن کہہ کر پکارا تو یہی نام مقبول خاص و عام ہوگیا۔ ولادت باسعادت: ۱۹۱۸ء بمقام: شہر پیلی بھیت (یوپی) وصال ۱۹۸۹ء بمقام مدینہ منورہ، بیعت: ۱۹۵۱ء: اجازت و خلافت ۱۹۵۲ء تعداد مریدین: تقریباً ۲۰ ہزار، تعداد خلفاء: ۲۱۔ سلسلہ کی اشاعت: یوپی، بہار، بنگال، مدھیہ پردیش راجستھان، مہاراشٹر، کراچی پاکستان، نیپال: مرکزی خانقاہ: چیتا کیمپ، ڈی سیکٹر، بمبئی ۸۸؛ دوسری خانقاہ، وڈالا تیسری: رفیق نگر (بمبئی) چوتھی: کراچی میں۔

سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی مستند، معتبر اور عظیم المرتبت شخصیت فیض العارفین حضرت مولانا غلام آسی پیا زید ت فیوضہم نے چراغ ابوالعلائی میں ایک حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ

"پیلی بھیت اور اس کے علاقہ کو دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے

کہ حضرت قبلہ نے سب سے زیادہ انعام و اکرام اسی علاقہ پر فرمایا ہے الخ۔۔۔

پیلی بھیت کے دامن میں کیسی کیسی نادر روزگار شخصیتیں وجود پذیر ہوئیں، ان شخصیتوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے بےمثال کارناموں کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ علماء کرام نے قرآن و سنّت کے نور سے ماحول کو منور فرمایا تو صوفیاء عظام نے اس نور کو زیادہ سے زیادہ وسعت دے کر لوگوں کے دل، دماغ اور روح میں اُتارنے کی مبارک اور بابرکت کوششیں فرمائیں، آسمانِ تصوّف کے درخشندہ ستاروں میں سے ایک روشن ستارہ حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ کی ذات گرامی ہے

۱۹۵۱ء میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ حج بیت اللہ کے ارادے سے بمبئی تشریف لائے۔ فیروزآباد کے معزز افراد آپ کے ہمراہ تھے۔ بمبئی میں حضرت قائل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ٹھہرنے کے بعد حضرت قبلہ کا قیام آپ کے مکان واقع بھنڈی بازار میں ہوا۔ اس مبارک سفر میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے آپ کو دامنِ عاطفت میں لے لیا۔ مکان میں قیام کے پہلے دن آپ کی اہلیہ محترمہ بھی حضرت قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہو گئیں۔ اور پھر حضرت قبلہ نے آپ کو اپنے ساتھ سفرِ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کی اجازت بخشی۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی پُرنور اور رُوح پرور فضاؤں میں حضرت سلطان الاولیا کی رہنمائی میں روحانی فیوض و برکات سے دامنِ مُراد بھر کر آپ کی واپسی ہوئی۔ ۱۹۵۲ء میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجۂ خواجگان کی بارگاہ میں جہانگیری تاج عطا فرما کر اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد ۱۹۵۲ء میں ایک مبارک خواب کے ذریعے سلسلہ عالیہ کی اشاعت کے لئے بمبئی کے اطراف میں ایک مقام کی نشان دہی کی گئی، اس مبارک خواب میں یہ منظر آپ کو دکھلایا گیا کہ وی۔ ٹی اسٹیشن سے ایک ٹرین کرلا اسٹیشن تک آئی، پھر وہ عام گاڑیوں کے جانے والی لائن سے ہٹ کر ایک دوسری طرف جا رہی ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء اس ٹرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ جہاں اس گاڑی کی آخری منزل ہے وہاں سے تمہاری منزل شروع ہوگی۔ صبح کو آپ نے لوگوں سے اس راستے پر جانے والی ٹرین کی کیفیت معلوم کی، پتہ چلا کہ کرلا اسٹیشن سے چل کر یہ ٹرین مانخورد اسٹیشن تک جاتی ہے اور پھر واپس آجاتی ہے۔ اسی شام آپ تن تنہا اس سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔ برسات کا زمانہ تھا، اور پھر "بمبئی کی برسات" رات کو گیارہ بجے کے قریب مانخورد اسٹیشن پر اُتر کر لوگوں سے معلوم کیا کہ ادھر کوئی

آبادی ہے؟ دو نوجوان لڑکے ملے، انھوں نے جنتا کالونی کا پتہ بتایا۔ اور معلوم کیا کہ میاں صاحب آپ کو کہاں جانا ہے؟ آپ نے فرمایا، جہاں تم لے چلو، چنانچہ وہ دونوں نوجوان جن کے ہاتھ میں ٹارچ بھی تھی آپ کے ہمراہ جنتا کالونی تک آئے اندھیری رات، چاروں طرف سناٹا، راستے میں سانپوں کی بے تکلف آمدورفت آخر کاران دونوں نوجوانوں نے ایک ایسی جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو بانس کی ٹٹیوں سے گھری ہوئی تھی، "میاں صاحب یہ مسجد ہے"۔ اس کے بعد ان دونوں کا پتہ نہیں چلا، کدھر چلے گئے۔

آپ نے فرمایا کہ ہم مدتوں تک ان نوجوانوں کو تلاش کرتے رہے، لیکن اس دن کے بعد سے اب تک ملاقات نہ ہو سکی اسی مسجد سے آپ نے سلسلہ کی اشاعت کا آغاز کیا۔ بنگال کے رہنے والے عبدالکریم جو فوج سے ریٹائرڈ ہو چکے تھے۔ وہ اس گھری ہوئی جگہ میں اذان اور نماز کا اہتمام کرتے تھے۔ اس جگہ سے متصل ایک درخت ان کی اذان گاہ تھا اور ٹین کے کنستر لکڑی میں باندھ کر کاندھے پر رکھ کر دور سے وضو کا پانی لاتے تھے، یہ ایک پہاڑی علاقہ تھا جہاں پانی کی سخت قلت تھی دو سو تین سو فیٹ کی گہرائی میں پانی نکلتا تھا۔ مگر حضرت سلطان الاولیا قبلہ جب یہاں تشریف لائے تو پانی کی پریشانی دیکھ کر ایک دن آپ نے مسجد کے احاطہ میں ایک مقام پر چھڑی رکھ کر فرمایا "بھائی یہاں کھود لینا"۔ آپ کے ارشاد کے مطابق جب کھدائی کی گئی تو صرف دو ڈھائی میٹر میں نہایت صاف شفاف اور شیریں پانی نکل آیا حضرت قبلہ کی یہ کرامت آج بھی اسی حالت میں موجود ہے۔ اس مسجد کی تعمیر بھی حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ نے کرائی ۱۹۷۶ء میں جنتا کالونی کو موجودہ چیتا کیمپ میں منتقل کر دیا گیا، اور وہاں بھابھا ریسرچ اٹیمک انسٹی ٹیوٹ قائم کر دیا گیا اس وقت جنتا کالونی میں کئی مساجد تھیں، لیکن

اب ان میں سے صرف یہی مسجد باقی رہ گئی ہے جس میں اب تک باقاعدہ پانچ وقت کی نماز اور جمعہ کی نماز کا اہتمام ہے۔

اس وقت جنتا کالونی کی حالت زار کے بارے میں لوگوں نے بتایا کہ جب حضرت الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ یہاں تشریف لائے تھے تو یہاں کا ماحول اس قدر خراب تھا کہ اللہ کی پناہ۔ پینے کا پانی ملنا مشکل، لیکن شراب آسانی سے دستیاب ہو جاتی تھی، بہت سے گھروں میں شراب کشید کرنے کی بھٹیاں لگی ہوئی تھیں، غنڈوں کا راج تھا کسی بھی گھر میں گھس کر غنڈہ لوگ لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتے اور کوئی پرسانِ حال نہ ہوتا تھا، یہاں کی آبادی بمبئی کے جرائم پیشہ لوگوں کی پناہ گاہ تھی۔ ہفتہ میں ایک دو قتل ہو جانا معمولی بات تھی۔ اس قدر خراب ماحول میں جہاں کی آبادی میں ہر طرف گناہوں کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آپ نے نور کی ایک شمع روشن کی، آہستہ آہستہ لوگ مانوس ہونا شروع ہوئے حلقۂ ذکر، فاتحہ اور محفلِ سماع منعقد ہونے لگی، شیطانی طاقتیں اس نورانی عمل کو کب برداشت کر سکتی تھیں، چنانچہ نہایت زور و شور کے ساتھ آپ کی مخالفت شروع ہو گئی، غنڈہ عناصر نے مذہب کے ٹھیکیداروں کو خرید کر مذہبی رنگ میں مخالفت کا طوفان برپا کر دیا۔ کئی مرتبہ قاتلانہ حملہ کیا گیا، لیکن سلطان الاولیاء کے شیر نے ہمت مردانہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، صبر و ضبط اور مسلسل کوشش کی روش کو اپنائے رکھا، یہاں تک کہ اللہ کی مدد آئی اور اس طوفان کو رحمت کی ہواؤں نے خاک میں ملا دیا۔ اندھیرا دور ہوا قلب و دماغ سے ظلمات کے پردے ہٹے لوگوں کو نظر آنے لگا، کہ اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ کتنے ہی لوگوں نے گناہوں سے توبہ کر کے نئی زندگی شروع کر دی، کتنے ہی لوگوں کے گھروں میں رہنے والی عورتوں کے نکاح پڑھوا کر حرام کاری کے راستہ کو ختم کرایا۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ان حالات کو بچشم خود دیکھا، لیکن آپ تو صبر و تحمل کا ایک پہاڑ تھے ان

مخالفتوں کا کیا اثر لیتے، آپ نے فرمایا کہ "نیکی کی رفتار جتنی تیز ہوتی ہے برائی اس سے دس گنا زیادہ طاقت کے ساتھ اپنا کام شروع کرتی ہے۔ مگر رضائے الٰہی کی راہ پر چلنے والے کو برائی کی اس رفتار سے گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں، برائی باسی ہانڈی کا ایک اُبال ہے جو ہانڈی میں رکھی ہوئی چیز کے سڑنے سے پیدا ہوتی ہے ذرا صبر و تحمل اور دانشمندی سے کام لیا جائے تو یہ اُبال تھوڑے سے وقفہ میں خود ختم ہو جاتا ہے اسی طرح برائی بھی کچھ عرصے کے لئے اپنے دم خم دکھلاتی ضرور ہے، لیکن پھر رفتہ رفتہ آپ اپنی موت مر جاتی ہے۔ جنتا کالونی میں آپ کے ایک چلّہ کی تکمیل کے وقت سلطان الاولیاء قبلہ جنتا کالونی میں تشریف لائے اور اپنے لاڈلے کو اپنے مبارک ہاتھوں سے چلّے سے باہر نکال کر لائے، اس چلّہ میں جن عجائب و غرائب کا ظہور ہوا۔ ان کی تفصیل کے لئے ایک کتاب درکار ہے، جنتا کالونی چیتا کیمپ میں منتقل ہونے کے بعد آپ تمام مریدین اور معتقدین کے ساتھ چیتا کیمپ تشریف لے آئے اور ڈی سیکٹر میں محفل جہانگیریہ کے نام سے ایک شاندار خانقاہ تعمیر کی، جہاں ہفتہ کے دن گیارہ بجے شب کو حلقۂ ذکر، فاتحہ اور محفل سماع کا انعقاد، اور سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے بزرگوں کی سالانہ فاتحہ، عرس کی طرح دھوم دھام سے ہوتی ہے، اسی خانقاہ سے متصل سلسلہ عالیہ کے بارے میں اشاعتی کام کے لئے مکتبہ جہانگیریہ کے لئے ایک عمارت بھی آپ نے تعمیر کرائی۔ کلید اعجاز شرح مثنوی گنج راز کی اشاعت کے بعد حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی حیات مبارکہ کے حالات پر مشتمل "نگار یزداں" اس مکتبہ کی دوسری کتاب ہے اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ماہانہ اشاعتی پروگرام اور سلسلہ عالیہ کے عمومی تعارف کے لئے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے خلفاء کرام کا تفصیلی تعارف اور ان کے اوپر والوں کا تعارف بلکہ سید ناسرکار ابوالعلی سے اب تک کے حالات کا تفصیلی

ذکر وغیرہ آپ کے پروگرام میں شامل ہے تاکہ سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی مفصل مستند اور معتبر تاریخ سے عوام وخواص متعارف ہوں۔

بمبئی میں ایک خانقاہ وڈالا میں اور ایک رفیق نگر، گوونڈی میں بھی آپ نے قائم کی، ان دونوں مقامات پر بھی بحمداللہ حلقۂ ذکر، فاتحہ اور محفل سماع ہوتی ہے۔

ہندستان کے بہت سے صوبوں کے علاوہ پاکستان کے شہر کراچی میں بھی آپ نے سلسلہ عالیہ کا کام کیا، اور لیاقت آباد کراچی میں ایک خانقاہ قائم کی ہزاروں افراد کو داخل سلسلہ کیا، اور پانچ افراد کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

آخری بار حج بیت اللہ کے لئے ۱۹۸۹ء میں تشریف لے گئے وہاں پر بھی سلسلہ عالیہ کی اشاعت کا خیال آپ کے دل پر قائم رہا۔ اس قدر مختصر قیام کے دوران وہاں بھی سلسلہ عالیہ کی اشاعت فرمائی۔

اپنے مرشد گرامی کے وصال کے بعد سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ اور حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی آرام گاہوں پر عالیشان گنبد وخانقاہ کی تعمیر آپ کے حسن عقیدت کی سچی شہادت ہے۔ اس سے پیشتر پیلی بھیت کی خانقاہ کی اولین تعمیر بھی آپ کے دست مبارک کے ذریعہ ہوئی۔ بمبئی میں چھوٹا سوناپور قبرستان کے بالمقابل محفل خانۂ جہانگیریہ کی تعمیر بھی آپ کے ذریعہ ہوئی جس میں بہت سے پیر بھائیوں نے آپکی ہمنوائی کی، حضرت صوفی عبدالسلام شاہ امروہوی (خلیفہ حضرت قبلہ) کے صاحبزادے جلالی کے ساتھ یونس بھی شریک تعمیر رہے۔

آپ دو مرتبہ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے تھے، جب ۱۹۸۹ء میں تیسری بار تشریف لے گئے تو حج بیت اللہ کے تمام ارکان کی تکمیل کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت سے مشرف ہوئے اور باری تعالیٰ نے اپنے محبوب کے محبوب (سلطان الاولیاء) قبلہ کے چہیتے اور لاڈلے مرید وخلیفہ حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ کو اسی پاک سرزمین کے لئے قبول فرماکر اہل بیت کرام کے قدموں میں

ابدی آرام گاہ عطا فرمادی۔ آپ کے صاحبزادے صوفی مشتاق احمد شاہ، آپ کے وصال کے بعد عمرہ کے لئے گئے اور مدینہ منورہ بھی حاضری ہوئی، آپ نے فرمایا کہ جنت البقیع میں حضرت کی آرام گاہ اہلِ بیت کے پائیں میں ہے جہاں گنبدِ خضریٰ کی روشنی کے دائرے کی آخری حد میں حضرت کی آرام گاہ ہے۔ یہ سرکار کا کرم ہے کہ وہاں بھی آپ کو اپنے سایۂ نور میں رکھا۔ اب صاحبزادۂ محترم جناب صوفی سلطان احمد شاہ آپ کے سجّادہ نشین ہیں۔ آپ کی سجادہ نشینی بھی انوکھی شان کی ہے۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے اپنی حیات میں بمبئی میں قیام کے دوران کم سنی میں آپ کو اپنی گدی پر بٹھا کر ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارا سجّادہ نشین ہے اور اپنے خلفاء کرام اور مریدین سے ان کی قدم بوسی کے لئے فرمایا۔ چنانچہ تمام حاضرین نے صوفی سلطان احمد شاہ قبلہ کی قدمبوسی کی اور نذریں پیش کیں، اب موصوف، حضرت سراج السالکین الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ کی سجّادہ نشینی کے امور کی انجام دہی فرما رہے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیر و مرشد کے نقشِ قدم پر خلوص کے ساتھ چلنے کی مزید توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضرت الحاج صوفی سید ابرار حسن شاہ قبلہ نور اللہ مرقدہٗ

اسم گرامی: سید ابرار حسین، مرشد گرامی حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی زبانِ مبارک نے "صوفی ابرار حسن" کہہ کے پکارا، پھر یہی نام معروف و مقبول ہوا۔ فیروز آباد جو کانچ کے کام کے لئے ملک اور بیرونِ ملک مشہور رہے اسی مشہور شہر فیروز آباد (یوپی) میں آپ کی ولادت، سادات کرام کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جہاں دینی اور دُنیاوی تعلیم کے چراغ روشن تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے محکمۂ آب پاشی میں سرکاری ملازمت کرلی۔ ہندستان کی آزادی کے لئے تحریک سول نافرمانی کے تحت ملازمت چھوڑ کر آزادانہ طور پر عرائض نویسی شروع کردی اور اپنے علم و فہم اور محنت سے ایک انفرادی مقام حاصل کرلیا، عیش و آرام کے ساتھ زندگی کا کارواں شاہراہِ حیات پر گامزن تھا کہ سرکار آگرہ سیدنا ابوالعلیٰ قدس سرہٗ کے آستانۂ مبارک پر حضرت سلطان الاولیا، قبلہ کی نظر مبارک آپ پر پڑ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا انقلاب آپ کی زندگی میں آیا کہ تمام دُنیوی عیش و آرام کو بالائے طاق رکھ کر حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہنے کو سعادت دارین سمجھنے لگے۔ کہاں وہ شان و شوکت، نفاست پسندی، خوش لباسی اور وضعداری، اور کہاں یہ فقیرانہ رکھ رکھاؤ۔ عمدہ اور قیمتی شیروانی اور بغیر سلوٹ کے پاجامے کی جگہ ٹاٹ کا لباس۔

۱۹۳۶ء میں حضرت سلطان الاولیا، قبلہ نے آپ کو اپنے دامنِ عاطفت میں لے لیا، اس کے بعد خدا جانے کونسی ایسی چیز پلادی کہ ماضی سے بالکل رشتہ توڑ دیا۔ یہ کتنا بڑا مجاہدہ ہے کہ جس شخص نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی، بچپن کی حدود

سے جوانی کی دہلیز میں قدم رکھا، ایسا ماحول جہاں ظاہر داری کے اصول ہی باعث افتخار ہوتے ہیں، ایک ہی کروٹ میں ان تمام چیزوں کو چھوڑ دینا، ایک ایسا مرحلہ ہے جہاں عقل کے تمام دروازے بند نظر آتے ہیں۔ اور اب منشی سیّد ابرار حسن صاحب کی جگہ صوفی سیّد ابرار حسن شاہ قبلہ کی شخصیت جہانگیری تاج سر پر سجائے ہوئے سامنے آتی ہے جس کی حکمرانی جسموں پر نہیں بلکہ دلوں اور رُوحوں پر ہے۔

۱۹۵۳ء میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اب آپ کی زندگی سے صرف اپنی اور اپنے گھر والوں ہی کی زندگی وابستہ نہ تھی بلکہ ہزاروں لوگوں کی دُنیوی اور اُخروی زندگی سنوارنا آپ کا نصب العین بن گیا تھا۔ چنانچہ یوپی، راجستھان، بہار، بنگال کے صوبوں میں چالیس ہزار سے زائد افراد آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں داخل ہوئے۔ پچیس حضرات کو آپ نے اجازت وخلافت عطا کی جو اب سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

مگر یہ منصبِ اعلیٰ، دولتِ لازوال اور یقینِ کامل کی یہ نعمت آسانی سے دستیاب نہیں ہوئی، حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے آپ سے مجاہدہ بھی ایسا کرایا جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ یہ سب کچھ حضرت قبلہ کا فیضان اور آپ کی سعادتمندی کی نشانی تھی کہ آپ کو اس مقام سے کامیابی کے ساتھ گذار دیا گیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس شخص نے شہر کی حدود سے قدم باہر نہ نکالا ہو اور شہر میں بھی روٴسا اور اُمراء کے درمیان باوقار انداز میں رہا ہو، وہ اب ٹاٹ کے کپڑے پہنے ہوئے اَن دیکھے گاؤں دیہاتوں اور قصبات میں لوگوں کو اللہ کی طرف بُلانے کا اہم ترین فریضہ انجام دینے لگا ہو، سردی کی شدّت، گرمی کی حدّت، برسات کی تعمیر وتخریب سے بے نیاز ہو کر تعلق مع اللہ کی ڈور ہاتھ میں لئے ہوئے سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہو، اِن تمام اُمور کو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا فیضان ہی کہا جاسکتا

ہے۔ اور حضرت قبلہ کو بھی آپ سے اس قدر قریبی تعلق تھا جس کی تفصیل اگر مختصر طور پر بھی بیان کی جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔ مثال کے طور پر دو واقعات پیش کیے جا رہے ہیں۔ محترم جناب انصار حسین شاہ، صاحبزادہ محترم حضرت صوفی الحاج سید ابرار حسن شاہ قبلہ نے اس طرح بیان کیا کہ:

۱۹۴۹ء میں حضرت والد صاحب قبلہ اپنی بھتیجی کی شادی میں اراؤں ضلع مین پوری جانے کی تیاری میں مصروف تھے کہ دوپہر کو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ تشریف لے آئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت صوفی منصور حسن شاہ فرید پوری حضرت صوفی یعقوب علی شاہ اور حضرت شمس الدین شاہ آنولوی بھی تھے۔ حضرت قبلہ نے سفر کی تیاری دیکھی تو فرمایا "کہاں کا ارادہ ہے؟" والد محترم حضرت ابرار حسن شاہ نے عرض کیا "حضور! بھائی کی لڑکی کی شادی میں جانا ہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا" بھائی اگر کہو تو ہم بھی چلیں! انھوں نے عرض کیا" اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہوسکتی ہے۔ نو بجے رات کو ٹرین اراؤن اسٹیشن پر پہونچتی ہے وہاں سے تانگے کے ذریعہ گاؤں جانا پڑتا ہے چنانچہ ٹرین سے اُترنے کے بعد ہم لوگوں نے ۲ تانگے کرائے پر لیے۔ ایک پر حضرت قبلہ اور دیگر خدام سوار ہو گئے اور دوسرے پر گھر کی عورتیں اور بچے۔ حضرت قبلہ کی گاڑی آگے تھی اسٹیشن سے ڈیڑھ کیلومیٹر کے فاصلے پر گاڑی بان نے اچانک گاڑی روک لی، حضرت قبلہ نے فرمایا، ارے بھائی گاڑی کیوں روک لی۔ گاڑی بان نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ گاڑی آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ اس زمانے میں اس علاقے میں اسمٰعیل ڈاکو کا بہت شہرہ تھا۔ گاڑی روکنے والوں میں بھی مشہور ڈاکو اور اس کا گروپ تھا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا" ارے گاڑی چلا، چلاتا کیوں نہیں؟ مجھے اپنی بیٹی کی شادی میں جانا ہے آپ کے حکم کے بعد گاڑی بان نے گاڑی چلادی

ڈاکوؤں کے ہاتھ سے بندوقیں گر پڑیں اور وہ گم سم حیران و پریشان کھڑے رہ گئے
دونوں گاڑیاں خیریت کے ساتھ گھر پہونچ گئیں۔ حضرت قبلہ نے اسی رات فجر سے پہلے
منصور حسن شاہ کو مسجد میں بھیجدیا کہ وہاں صفائی کرو اور پانی وغیرہ کا انتظام کرو کیونکہ
مقامی لوگ مسجد میں بہت کم آتے تھے منصور حسن شاہ صاحب نے مسجد کی صفائی کی
اور صبح کی نماز حضرت قبلہ نے پڑھائی۔ نماز کے بعد تمام حضرات قیام گاہ پر آ گئے۔
تمام گاؤں میں اس بات کا چرچا ہو گیا کہ اس گاؤں میں ایسا فقیر آیا ہوا ہے جس نے
اسمٰعیل ڈاکو کی بندوقیں گرا دیں، حضرت قبلہ کی زیارت کے لئے گاؤں کے لوگ آنے
لگے، دس بجے دن کے قریب ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام شخص آکر کھڑا ہو گیا۔
حضرت قبلہ چارپائی پر آرام فرما رہے تھے، کبھی کبھی آنکھ کھول کر حاضرین پر ایک
نظر ڈال لیتے تھے۔ جب وہ شخص بیٹھ گیا تو لوگ آپس میں اشارے کنائے سے بات
کرنے لگے کہ یہی اسمٰعیل ڈاکو ہے۔ ظہر کی اذان ہونے پر حضرت قبلہ اُٹھ کر بیٹھ گئے
اسمٰعیل ڈاکو نے سلام کیا، آپ نے دریافت فرمایا بیٹے تمہارا نام کیا ہے کہاں سے
آئے ہو کیا اسی گاؤں کے رہنے والے ہو؟ وہ خاموش رہا اور کوئی جواب نہیں دیا۔
پھر آپ نے تمام حاضرین کو نماز پڑھنے کے لئے کہا، ان کے ساتھ ہی اسمٰعیل
ڈاکو بھی چلا گیا۔ مسجد میں حضرت قبلہ نے اس سے معلوم کیا کہ تم کو نماز آتی ہے؟
لیکن اس کو نماز تو کجا وضو کرنا بھی نہیں آتا تھا۔ حضرت قبلہ نے صوفی ابرار حسن
شاہ سے فرمایا کہ اس کو وضو کراؤ، پھر اس نے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ وہیں
بیٹھ گئے اور اسمٰعیل کو اپنے پاس بلا کر فرمایا "اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ بوٹی
بوٹی کر کے بکھیر دی جائے گی۔ کیا تجھے اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اللہ کے بندوں
کو تکلیف پہونچائے؟ اسمٰعیل وہیں قدموں میں گر گیا اور پھر حضرت قبلہ نے
اس کو مُرید کیا اور فرمایا "روزی کمانے کے بہت سے طریقے ہیں، جا سامنے ٹیلے

پر جاکر بیٹھ جا، تیری روزی وہیں ملتی رہے گی۔ فرمانِ مرشد کے مطابق وہ ٹیلے پر بیٹھ گیا اور ذکر و فکر میں مشغول رہنے لگا اور اسی جگہ اس کا انتقال ہوا، قبر بھی وہیں بنائی گئی جو آج تک موجود ہے، اس طرح حضرت قبلہ نے اتنا عظیم الشان کام کر دیا کہ ظالم کو ظلم سے روک دیا اور مخلوقِ خدا کو ظالم کے پنجے سے رہائی دلا دی۔

اسی سفر میں ایک معاملہ یہ پیش آیا کہ جب آراؤں اسٹیشن پر ہم سب لوگ ٹرین سے اُتر گئے تو ایک بکس جس میں زیورات وغیرہ قیمتی سامان تھا ٹرین ہی میں رہ گیا۔ اور کسی کو اس کا خیال نہ رہا۔ قیامگاہ پر جاکر سامان کی گنتی کی اس وقت پتہ چلا کہ ایک بکس ٹرین سے نہیں اُتارا گیا۔ جس ٹرین سے ہم لوگ سفر کر رہے تھے مین پوری سے ہی ٹرین گیارہ بجے واپس آتی تھی۔ حضرت قبلہ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمایا "ارے جلدی اسٹیشن جاؤ میری بچی کا بکس لے کر آؤ، چنانچہ چند آدمی وہاں گئے، ٹرین واپس آئی تو بکس اسی طرح اس ڈبے میں رکھا ہوا تھا کسی نے اس کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا حضرت قبلہ کے کرم سے وہ بکس بھی مل گیا۔

۱۹۵۲ء میں حضرت صوفی سید ابرار حسن شاہ قبلہ بمبئی میں الحاج صوفی احمد حسن شاہ قبلہ کے مکان پر حضرت قبلہ کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے، عرفان علی صاحب نے فیروز آباد سے ٹیلی گرام کیا کہ فوراً تشریف لائیے۔ حضرت قبلہ سے اجازت لے کر فیروز آباد آ گئے۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ معظم علی میونسپل کارپوریشن کے الیکشن میں کھڑے ہوئے ہیں۔ چند روز بعد خبر ملی کہ حضرت سلطان الاولیار قبلہ بمبئی سے آگرہ تشریف لاتے ہیں اور سید نا سرکار میں حاضری کے بعد مرشد نگر جائیں گے صوفی سید ابرار حسن شاہ قبلہ فیروز آباد سے آگرہ حضرت سید نا سرکار کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت سلطان الاولیار قبلہ کے پائے مبارک پکڑ کر عرض کیا کہ میرا نواسہ معظم علی کارپوریشن کے الیکشن میں کھڑا ہو گیا ہے حضور اس کے لئے

دعا فرما دیں! حضرت قبلہ نے فرمایا" ارے بھائی مجھے سیاست سے کیا مطلب؟ انھوں نے عرض کیا حضور! عزت کا معاملہ ہے آپ دُعا فرما دیں، آپ نے فرمایا " ارے بھائی میں کیا کروں"، حضرت قبلہ کی یہ بات سن کر وہ رونے لگے۔ حضرت قبلہ نے سیدنا سرکار میں دعا فرمائی کہ یہ لڑکا اوّل نمبر کامیاب ہو جائے۔ سیدنا سرکار میں حبیب شاہ نام کے ایک صاحب رہتے تھے جو ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے، حضرت قبلہ ان کے پاس گئے اور دس روپے ان کی نذر کئے اور ان سے عرض کیا کہ لڑکے کو اوّل نمبر پر کامیاب کرا دیجئے۔ حبیب شاہ نے عرض کیا حضور آپ ہی کہہ دیجئے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بھائی ہم نے تو کہہ دیا، اب آپ بھی ذرا کہدیجئے گا، حبیب شاہ نے کچھ کاغذ پر لکھا اور ایک پرچہ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے دست مبارک میں دیا، آپ نے اس پرچے کو اپنے تاج میں رکھ لیا۔ بہر حال الیکشن ہوا اور معظم علی اوّل نمبر پر کامیاب ہوئے جبکہ بظاہر حالات ایسے تھے کہ موصوف کی کامیابی کی کوئی امید نہ تھی۔

بہر حال اس قسم کے بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے جن کی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ حضرت قبلہ کے دامنِ فیض سے منسلک یہ عظیم المرتبت شخصیت سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے، اب آپ کے صاحبزادے جناب صوفی سید انوار حسین شاہ مسند سجادگی پر جلوہ گر ہیں اور سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں محترم سجادہ نشین کے علاوہ آپ کے خلفائے کرام سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں شب و روز مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

حضرت صوفی میاں علی حسین شاہ قبلہ

"یوپی کے مشہور اور قدیم تاریخی قصبہ "آنولہ" کو آپ کی ولادت باسعادت کا شرف حاصل ہے"
حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی عوام وخواص میں مقبولیت اور آنولہ تشریف لے جانے کے سبب سے غائبانہ تعارف ہو چکا تھا، پھر رفتہ رفتہ یہ تعارف عقیدت کی شکل اختیار کرتا چلا گیا، لیکن ابھی تک خدمتِ اقدس میں حاضری کی سعادت میسّر نہیں ہوئی تھی۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے رحمتِ خداوندی نے جو مبارک ساعت اور مبارک مقام اس مبارک اور مقدس رشتے کیلئے مقرر کیا تھا، وہ قابل صد رشک ہے۔ ۱۹۴۱ء میں حضرت قبلہ، سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے عرس مبارک کی سعادت سے فیضیاب ہونے کے لئے اجمیر شریف میں حاضر ہوئے۔ حسب معمول اس زمانے میں حضرت قبلہ کا قیام آستانۂ مبارک کے آس پاس ہوتا تھا، زیادہ تر سفر تنہا کرتے یا کچھ مریدین ہمراہ ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت قبلہ سبیل کے پاس ایک درخت کے نیچے مع چند مریدین کے مقیم تھے، حضرت صوفی علی حسین شاہ قبلہ بھی عرس مبارک میں شرکت کے لئے اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ پائیں کے دروازے سے جب یہ واپس ہوئے تو ان کی نظر جانب مشرق اٹھی۔ حضرت قبلہ نے بھی ایک نظر ان کی طرف دیکھا، حضرت قبلہ کے ایک نظر دیکھنے ہی سے ان کو محسوس ہوا گویا کائنات زیروزبر ہو رہی ہے۔ اور پھر یہ زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگے، اور اسی حالت میں حضرت قبلہ کے قدموں کے پاس پہونچ گئے، حضرت قبلہ نے فرمایا کہ کون شخص ہے اٹھاؤ اٹھاؤ"، کچھ مرید ان کو پہچانتے تھے، انہوں نے عرض کیا "یہ آنولہ کے سیٹھ علی حسین ہیں۔ کچھ دیر بعد ان کو ہوش آگیا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ غریب نواز کے چلّے پر جائیں گے، اور پھر تشریف لے جانے لگے۔ ان کو ساتھ چلنے کا اشارہ کیا، راستے میں اچانک ان کے پیٹ میں شدید درد ہوا کہ بیقرار ہو گئے، حضرت قبلہ نے ان کی بیقراری دیکھ کر فرمایا،

سامنے لوگ حُقّہ پی رہے ہیں، تم بھی پی لو، اچھے ہو جاؤ گے۔" حُقّہ پیتے ہی درد ختم، پھر فرمایا۔ آؤ مسجد چلیں، وضو کیا، اور فرمایا کہ اس طرح بیٹھو۔ اور اپنا ہاتھ بڑھاؤ"۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ فرمایا۔ ہم تم کو مرید کرتے ہیں اور توبہ کراتے ہیں"۔ اس کے بعد فرمایا کہ دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرو۔

عرس مبارک کی تقریبات کے اختتام پر حضرت قبلہ آگرہ تشریف لے گئے۔ اور یہ آنولہ ہوتے ہوئے بمبئی چلے آئے۔ دس برس کے بعد بمبئی میں ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔ اب حضرت قبلہ کی خدمت میں رہنے کی تسلسل کے ساتھ سعادت نصیب ہوئی۔ سنہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۹ء تک حضرت قبلہ کے ساتھ سفر و حضر میں رہنے کے مواقع حاصل ہوئے۔ حضرت قبلہ نے آپ سے بہت محبت و شفقت کا معاملہ رکھا۔ بمبئی میں آپ کو اجازتِ خلافت سے نوازا، اور دکن کے علاقہ میں سلسلہ کی اشاعت کے لئے فرمایا۔ حیدرآباد۔ گلبرگہ شریف، بنگلور، بحمد اللہ تعالیٰ آج بھی اس ضعیفی کے باوجود سلسلہ کی اشاعت کے لئے زیادہ تر سفر میں رہتے ہیں۔ دینی تعلیم کی اشاعت کے لئے آپ نے بنگلور میں ایک عظیم الشان دینی درسگاہ اور خانقاہ کی تعمیر کا سلسلہ جاری کیا۔ پیرومرشد کی توجہات سے حوصلہ اتنا بلند ہے کہ نوجوان بھی میدان عمل میں تھک کر بیٹھ جائے۔ لیکن یہ مردانِ خدا کی بات ہے کہ تمام معاملات کو احسن طریقہ پر طے کرنے کے لئے منزل کیطرف گامزن ہیں۔ بیشک ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم ❊ جہادِ زندگی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

آپ کے لئے بارگاہ ایزدی میں دُعا ہے کہ حوصلوں میں مزید استحکام عطا فرمائے اور دارین میں کامرانی میسّر ہو۔ آمین۔

حضرت قبلہ کی بابرکت صحبت میں بے شمار واقعات کا تعلق آپ کی ذات سے ہے، اختصار کی وجہ سے ان واقعات کو تحریر میں نہیں لایا گیا۔ آپ نے بتلایا کہ ۱۹۵۷ء میں ہماری آنکھوں کی روشنی غائب ہو گئی۔ ایک مرتبہ حضرت قبلہ کھانا کھا رہے تھے اور آپ لقمہ بنا کر دے رہے تھے۔ جیسے ہی آپ لقمہ منہ کے پاس لے گئے تو حضرت قبلہ نے فرمایا "دیکھو دیکھو میری آنکھوں میں کیا ہو گیا ہے۔ خدام نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ موتیا بند ہے، فوراً ہی آپریشن کی تجویز ہوئی، حضرت

الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے آپریشن کے سلسلہ میں ڈاکٹر دستور کا نام پیش کیا، آپریشن ہو گیا۔ اور کامیاب رہا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اب تک حضرت قبلہ کی چشم مبارک کی روشنی میں اس سے پہلے کسی قسم کی کمی نہ تھی، اچانک موتیا بند ہو گیا؟ اور ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد کہا کہ موتیا پک گیا ہے، آپریشن ضروری ہے، حالانکہ عام طور پر موتیا بند کا اثر آہستہ آہستہ ہوتا ہے، اور کافی دنوں کے بعد آپریشن کے لائق ہوتا ہے۔ لیکن حضرت قبلہ کی چشم مبارک میں اچانک موتیا کا ظہور ہونا اور ڈاکٹر یہ تصدیق کرے کہ موتیا بند آپریشن کے لائق ہے، اس کو کرامت ہی تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ اپنی اچھی خاصی آنکھوں کی روشنی ان کو دیدی اور ان کی بیماری خود لے لی۔ اس قسم کے بےشمار واقعات کا مشاہدہ حضرت صوفی علی حسین شاہ قبلہ کو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی ذاتِ بابرکات کے تعلق سے ہوتا رہا۔ جن کے تفصیلی ذکر کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔

بارگاہِ لم یزل میں دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں اور پیرانِ عظام کی دعاؤں کے طفیل آپ کو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور آپ کے روحانی فیضان کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا صوفی جلال الدین خضر رومی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ کے شب و روز سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی توسیع اور اشاعت کیلئے وقف کر دیئے تھے۔ اور اس کے لئے ایسی انتھک محنت کی جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ رحمتِ خداوندی نے ہندستان و بیرونِ ہند کے مختلف علاقوں کے ایسے منتخب افراد کو آپ کے اِرد گرد جمع کر دیا تھا جو اپنی اپنی جگہ آسمانِ تصوّف پر چاند اور سورج بن کر نمودار ہوئے اور اپنی نورانی و روحانی شعاعوں سے تاریک دلوں کو منوّر کر گئے، اخلاقی اور انسانی قدروں پر مشتمل تربیت گاہیں اور خانقاہیں قائم کر کے صدقۂ جاریہ کی ایک نیک اور بہترین مثال قائم کر کے خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

ایسے ہی منتخب افراد میں حضرت مولانا صوفی جلال الدین خضر رومی قدس اللہ سرہ العزیز کی شخصیت بھی امتیازی شان رکھتی ہے۔ حضرت مولانا کا تعلق ہندستان کے قلب میں واقع صوبہ مدھیہ پردیش (ایم۔پی) سے ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مولانا ایم۔پی کی روحانی سلطنت کے پی۔ایم (پرائم منسٹر) وزیر اعظم ہیں تو بے جا نہ ہو گا۔ ایم۔پی میں رائے پور وہ خوش نصیب اور مبارک خطہ ہے جس کو آپ کے آبائی وطن ہونے کا فخر حاصل ہے۔ روایاتِ قدیمہ کے مطابق آپ کو اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم دلوائی گئی۔ جلال و جمال سے آراستہ یہ ذاتِ گرامی قدرت کی فیاضیوں سے بھی مالا مال تھی۔ ذہانت اور ذکاوت

سے بھی آپ کو قدرت نے نوازا تھا۔ تعلیمی درگاہ میں قابل استاد، لائق اور فرمانبردار شاگرد اکٹھے ہو جائیں تو تحصیل علم کے نتائج یقینی طور پر بہترین برآمد ہوں گے۔ اس لائق شاگرد کے ساتھ بھی علم حاصل کرنے میں یہی معاملہ سامنے آیا۔ اردو فارسی، عربی میں سند مہارت لے کر فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد رائے پور ہی میں ایک مسجد میں امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد روحانی تشنگی کی تکمیل کے لئے آپ نے کسی مرشد کامل کی جستجو شروع کر دی۔ مختلف مقامات کے سفر بھی کئے، لیکن قدرت نے آپ کا حصہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں مقرر کر رکھا تھا، اس لئے کہیں بھی منزلِ مقصود کا پتہ نہ چل سکا۔ اسی دوران دُرگ کیلا باڑی میں حکومت کی طرف سے نقشہ نویسی (DRAFT MAN) کی ملازمت آپ کو مل گئی۔ فرائض شرعیہ کی ادائیگی کے ساتھ ملازمت کے فرائض بھی ذمہ داری اور حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ اور اپنے طور سے کچھ ذکر و فکر کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا تھا۔ اِن ہی ایام میں تاجدار سلسلہ جہانگیریہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ سے رویا رصالحہ کے ذریعہ آپ کا روحانی تعلق قائم ہوگیا جس کی وجہ سے مجاہدہ میں فیضان کا رنگ جھلکنے لگا۔ لیکن اس فیضان کا ظہور اور تکمیل اس وقت ہوئی جب حضرت مولانا، حضرت سلطان الاولیاؒ قبلہ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے۔ اس کے بعد آپ کے ظاہر و باطن میں بہترین تبدیلی ہو گئی۔ کرتا، صدری اور تہبند سر پر تاج جہانگیری، اس لباس میں جو بھی بچشم باطن دیکھتا، ہزار جان سے فدا ہو جاتا۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی محفل میں اپنے ہم عصر اور ہم رتبہ حضرات میں قدرتی طور پر نمایاں خصوصیت حاصل تھی۔ عمومی مجلس میں اُردو، فارسی کے بامقصد اور بہترین اشعار اور غزلیں نہایت ہی پُرسوز اور والہانہ انداز میں اس طرح پڑھتے تھے کہ اہل محفل پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔

فاتحہ کے موقع پر قرآن پاک کی قرأت اور شجرہ خوانی میں جن حضرات نے آپ کو سنا ہے اُس کی یادیں آج بھی دلوں میں بسی ہوئی ہیں۔ ۱۳۶۶ھ میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد آبائی وطن میں سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت پر مامور کیا گیا۔ وطن واپس ہوکر آپ نے مستقل سکونت دُرگ کیلا باڑی میں اختیار کی، اور یہیں پر ایک تربیتی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ سرکاروں کے کرم سے آپ کی ذات مرجع خلائق بن گئی اور آپ کے ذریعہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں داخل ہوئے۔ بہت سے خوش نصیب مریدوں کو آپ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ رائے پور میں بھی آپ کے دو خلیفہ ہیں، جن کو حضرت مولانا بہت پیار کرتے تھے، حسنِ اتفاق کہ ان دونوں جلیل القدر خلفاء کے نام بھی جلیل ہیں۔ یہ حضرات بھی اپنے مرشد گرامی کے مشن سے مخلصانہ تعلق رکھتے ہیں۔

مدھیہ پردیش (ایم۔پی) میں علاوہ رائے پور کے دیگر علاقوں میں بھی آپ نے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت فرمائی۔ چھتیس گڈھ، بھلائی، کٹنی اور دیگر مقامات پر ہزاروں خوش نصیب افراد آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ صوبہ اڑیسہ اور اُتر پردیش میں ضلع باندہ، ضلع حمیر پور اور دیگر بہت سے اضلاع میں کثیر تعداد میں آپ کا سلسلۂ ارادت پھیلا ہُوا ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد حضرات آپ کے ذریعہ داخلِ سلسلہ ہو چکے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ نشین جو بذاتِ خود نہایت سمجھ دار ہیں، سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مستعدی اور کردار وگفتار کی تمام خوبیوں کے ساتھ شب وروز مصروف ہیں۔ سعادت مندی اور فیروز بختی کے آثار سجادہ نشین کی مبارک پیشانی سے عیاں ہیں۔ محبوبُ الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں قبلہ بھی موصوف کے ساتھ

نہایت مشفقانہ تعلق رکھتے ہیں۔ بارگاہ خداوندی میں دُعا ہے کہ محترم سجادہ نشین سعدی میاں کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی نہایت شاندار پیمانے پر اشاعت ہو۔ رب العزت سرکاروں کے طفیل ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا صوفی جلال الدین خضر رومی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اس دارِ فانی میں ستّر سال قیام فرمایا۔ اجازت و خلافت کے بعد سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں ایسے نقوش چھوڑے ہیں جن کو اگر قلم بند کیا جائے تو الگ سے ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو جو تعلق خاطر حضرت مولانا کے ساتھ تھا، اور جو معاملات روحانی طور پر جلوت و خلوت میں ظہور پذیر ہوتے رہے، جن کا ذکر حضرت مولانا کبھی کبھی مخصوص ہمعصر حضرات کے درمیان فرماتے تھے، اُن کیفیات کو بھی اختصار کے پیشِ نظر تحریر نہیں کیا گیا۔ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کرتے ہوئے حضرت نے وصال فرمایا اور دُرگ کیلا باڑی میں آپ کے مزار کی شاندار عمارت تعمیر کی گئی۔ جہاں پر ہندستان بھر سے معتقدین حضرات حاضر ہوتے ہیں۔ جن میں غریب، امیر، نواب اور راجہ بھی شامل ہوتے ہیں۔ مقررہ وقت پر سالانہ عرس کی تقریبات شاندار روایات کے ساتھ اعلیٰ پیمانہ پر سجادہ نشین صوفی سعید الدین عرف سعدی میاں کے زیرِ نگرانی انجام پذیر ہوتی ہیں۔ زائرین اور معتقدین و اہل سلسلہ حضرات کے لئے قیام و طعام اور دیگر سہولیات کا انتظام خانقاہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

رہتی دنیا تک رہے اس باغ کی یارب بہار
پھولتا پھلتا رہے یونہی گلستانِ حسن

آمین یارب العلمین

حضرت صوفی سیّد احمد کبیر بنارسی شاہ قبلہ

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے خلفاء کرام میں حضرت صوفی سیّد احمد کبیر میاں قبلہ سابقین اوّلین کا مقام رکھتے ہیں، یعنی حضرت قبلہ کے دورِ اوّل کے اُولوالعزم خلیفہ ہیں۔ یہ وہ دور تھا کہ حضرت قبلہ کی قبولیتِ عامّہ اور شہرت کا ستارہ عروجِ روحانی کی منزلوں میں تھا۔ اس دور میں جتنے حضرات بارگاہِ حسنی سے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمائے گئے، اُن کی آن بان اور شان ہی نرالی ہے۔

مشرقی یوپی کا مردم خیز خطہ "بلیا" کو آپ کا وطن ہونے کا فخر حاصل ہے۔ زمانۂ قدیم سے اب تک ضلع بلیا میں ایسے ایسے نامور علماء، صلحاء، فنکار، محقق اور سیاست داں پیدا ہوئے جنھوں نے تاریخ کے صفحات پر سنہرے حروف سے اپنا نام لکھوا دیا سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی یہ بے مثال شخصیت اپنے اندر ایک جہان لئے ہوئے ہے، خاموشی، سادگی اور تفکر آپ کے مزاج میں داخل ہے، سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے لئے آپ کی بے مثال جدّوجہد دیگر ہم عصر حضرات کے لئے نمونۂ عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کا یہ فرمانِ مبارک "اگر ہم کو چیرو گے تو بنارسی نکلے گا اور بنارسی کو چیرو گے تو ہم نکلیں گے" حضرت صوفی سیّد احمد کبیر میاں بنارسی سے بہت مخصوص اور قریب ترین تعلق کی کھلی ہوئی نشانی ہے۔

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے مرشد گرامی سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن قبلہ کے وصال کے تین سال بعد مرید ہوئے۔ مرید ہونے کے بعد خدمتِ شیخ کو اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ سچّی عقیدت اور لگن کے ساتھ مرشد گرامی کے ہمراہ سفر وحضر میں مستعدی اور بغیر کسی تکان کے ساتھ ساتھ رہتے۔ اور فیضانِ روحانی سے فیض یاب ہوئے۔

اپنے مرید ہونے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا، کہ ایک مرتبہ ہم چھپرہ جارہے تھے، راستہ میں دلدلی زمین تھی جو بظاہر خشک اور سخت زمین محسوس ہوتی تھی ہم نے اس پر پاؤں رکھا تو دلدل میں پھنستے ہی چلے گئے۔ نوبت یہاں تک آئی کہ ہم کو زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ اتنے میں ایک آواز آئی "ہاتھ کو اوپر کرو" ہم نے اپنے دونوں ہاتھ اُوپر کرلئے۔ اور پھر ہم نے اپنے آپ کو دلدل سے باہر پایا۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد آپ کو حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا اس وقت آپکو یقین ہوگیا کہ یہی وہ آواز تھی جسکے سننے کے بعد انھوں نے دلدل میں پھنسنے کی حالت میں ہاتھ اوپر اُٹھائے تھے اس کی تصدیق حضرت قبلہ نے مرید کرنے کے وقت اس طرح کردی" آپ نے فرمایا بھائی بہت سی باتیں کہنے کی نہیں ہوتیں ہمّت کو بلند رکھو اور کوشش کرو، کامیابی مل جائے گی۔"

اس بات کو یہاں بیان کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ حضرت کے اس عمل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت قبلہ کی اِسی باطنی توجہ کا فیض تھا کہ جب حضرت صوفی سید احمد کبیر میاں قبلہ نے سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کا کام پیلی بھیت کے اطراف اور نینی تال کے مختلف علاقوں میں شروع کیا تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخلِ سلسلہ ہونے لگے۔ اور روز بروز آپ کی مقبولیت میں چار چاند لگ گئے اور حیرت انگیز اضافہ ہونے لگا۔

سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کی راہ میں خلوص، جدّوجہد اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ سلوک کے مراحل کو فنائیت کے ساتھ طے کرنا چاہیئے۔ یعنی جس کو مرشد گرامی کی بارگاہ سے اجازت و خلافت کے بعد سلسلہ کی اشاعت کا حکم مل جائے اس کو چاہیئے کہ وہ اپنی ہستی کو کچھ نہ سمجھے، اور یہ یقین کرلے کہ میری ذات فنا ہوگئی ہے اور ہر جگہ

مرشد کے تصور کو قائم کرے، اگر کسی کو مُرید کر رہا ہے یا دُعا دے رہا ہے غرض جو عمل بھی ہو اس کو مرشد گرامی کی طرف منسوب کرلے۔ اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسانی سرشت کے مطابق لغزش کا امکان کم سے کم ہو جاتا ہے۔ اور مرشد گرامی کی روحانی توجہ ایسے مرید کو بہت بڑی آفت سے بچا کر چھوٹی سی بات میں اس کو خبردار کر دیتی ہے۔ کسی بھی مقام پر سالک کو مایوسی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ سُنّتِ آدم سُنّتِ انبیا، اور سُنّتِ سرکار دو عالم، علیٰ نبینا و علیہم السّلام پر عمل کرتے ہوئے رجوع الی اللہ کے عمل کو تیز تر کر دینا چاہیئے، بزرگوں کے سائے میں رہنے والے کسی بھی فرد کو ضائع نہیں کیا جاتا بس ایسی کیفیت کا ظہور ہوتا ہے جیسے کوئی مسافر چلتے چلتے تھک کر آرام کے لئے بیٹھ جائے، اس لئے مسافر کو ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ بلکہ تکان ختم ہوتے ہی نئے عزم و حوصلے کے ساتھ نئی شاہراہ پر سفر کرتے رہنا چاہیئے، منزل ضرور ملے گی۔

حضرت صوفی سید احمد کبیر بنارسی میاں قبلہ نے عزم و استقلال اور بے مثال جدّوجہد کے ساتھ سلسلہ عالیہ کی اشاعت کا آغاز کیا۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر ہبیل پور اور نینی تال کے علاقہ میں سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کے لئے مامور فرمایا۔ مرشدِ گرامی کے حکم کے مطابق آپ نے کام شروع کیا تو عوام و خواص کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اشاعتِ سلسلہ کے لئے پہاڑ گنج ضلع نینی تال میں ایک اقامتی خانقاہ تعمیر کی، دوسری خانقاہ ہبیل پور میں قائم کی۔ مختلف مقامات پر ہزاروں افراد آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ مخصوص اور باصلاحیت افراد کو آپ نے اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کے لئے آپ کی طویل اور پُر اخلاص جدّوجہد قابل قدر ہے۔ بحمد اللہ اب تک اشاعتی سلسلہ جاری ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرما کر سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے آمین

حضرت صوفی حکیم محمد جمیل عارفی صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز

کون کہہ سکتا تھا کہ ۱۹۰۶ء بمقام سعد آباد، ضلع متھرا، صوبہ یوپی (ہندستان) میں عدم سے وجود میں آنے والا یہ ہونہار بچہ لوگوں کے جسم اور روح پر حکومت کرے گا اور ہزاروں کی تعداد میں جسمانی اور روحانی امراض کی شفایابی کے لئے لوگ اس کی ایک نگاہِ کرم کے تمنائی ہوں گے، بس اللہ تعالیٰ جس کو نوازے اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔ والد گرامی حکیم مولوی مرزا فتح علی قدس سرہ کا شمار اس وقت کے حاذق حکیموں میں ہوتا تھا، موصوف کا روحانی رابطہ پیر طریقت حضرت سید میر قربان علی شاہ نقشبندی بجے پوری سے تھا۔ اسی آستانہ مبارک سے اجازت وخلافت کی نعمت ملی، اور اسی کے ساتھ عارف باللہ کا لقب بھی عطا ہوا۔ ایسے ظاہری وباطنی کمالات سے مالا مال والد بزرگوار کے زیر سایہ آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ چھ برس کی عمر میں قرآن پاک ختم کیا۔ اس کے بعد عربی کی درسی کتابیں اور حدیث وفقہ کی تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ ابھی تعلیمی سلسلہ جاری تھا کہ والد بزرگوار کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا، مگر اس حادثہ جاں کاہ سے آپ کے پائے استقلال میں کوئی لرزش نہ آئی۔ چونکہ عارفی صاحب قبلہ نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی تھی جہاں ہر شخص کو ذکرِ حق اور عبادتِ الٰہی میں مشغول پایا، علم وعمل کا نور چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ یہی مبارک ماحول آپ کی آئندہ زندگی کے لئے ایک مضبوط بنیاد ثابت ہوا۔ قیافہ شناس نگاہیں اس بات کی نشان دہی کر رہی تھیں کہ اس سکون کے پردے میں کوئی طوفان چھپا ہوا ہے۔ اور پھر قدرت نے آپ کو بے مثال ذہانت، قابلِ رشک وجاہت وصحت، لائقِ تحسین اخلاق سے نوازا تھا، اس کے ساتھ توکل اور بلند حوصلگی کے

جوہر بھی آپ کی ذاتِ گرامی میں موجود تھے، چنانچہ تعلیم و تربیت کی تکمیل کے لئے سفر کا ارادہ کر لیا۔ ابتدا میں آپ کی ملاقات حضرت منیر عالم شاہ افغانی عرف کمبل پوش سے ہوئی۔ آپ نے بابا کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ بابا صاحب پر جذب کا غلبہ رہتا تھا۔ ایک دن حضرت کمبل پوش بابا نے آپ کو تعلیم کی تکمیل کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے حدیث و فقہ کی تعلیم کے بعد طبیہ کالج لکھنؤ سے طب یونانی کی تعلیم مکمل کی۔ روحانی تربیت کی تکمیل کے لئے آپ نے شیخ طریقت مولانا عبدالرحمٰن حیا کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ ان کے وصال کے بعد حضرت عارفی صاحب قبلہ دہلی تشریف لے گئے اور محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزارات پر کئی برس تک مراقبہ اور گوشہ نشینی میں مشغول رہے۔ دہلی کے قیام کے دوران آپ کی ملاقات ایک بے مثال عالم، جید فقیر، مولوی عبدالسلام سے ہوئی۔ علم کے اس سمندر سے سیرابی کا آپ کو خوب خوب موقع ملا۔ بزرگوں کی تربیت اور علماء کی صحبت سے دامنِ مراد بھرے ہوئے آپ نے دہلی سے جے پور (راجستھان) کی طرف قصد سفر کیا۔ اور حضرت انوار الرحمٰن بسمل کے دامنِ فیض سے وابستہ ہو گئے۔ مرشد گرامی نے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ مرشد کامل کے وصال کے بعد آپ نے یہاں کی سکونت ترک کر کے آگرہ میں قیام فرمایا۔ بزرگوں سے روحانی رابطہ قائم رکھنے کے لئے آپ کی حاضری سرکار آگرہ حضرت سیدنا ابوالعلیٰ قدس سرہٗ کے دربار گہربار میں پابندی کے ساتھ ہوتی تھی۔ ہر سال صفر المظفر کے مہینے میں سرکار آگرہ حضرت سیدنا ابوالعلیٰ قبلہ کا عرس مبارک ہوتا ہے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ اس موقع پر پابندی کے ساتھ شرکت کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ حکیم صاحب قبلہ بھی حسب معمول آستانۂ عالیہ میں حاضری کیلئے آئے۔ اچانک حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی نظر مبارک آپ کی جانب متوجہ

ہو گئی۔ حکیم صاحب بے اختیار ایک انجانی کشش کے ذریعہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضرت قبلہ نے احوال دریافت کئے۔ تھوڑی دیر کی صحبت نے کیا رنگ دکھایا اور کون سے روحانی معاملات ہوئے۔ اس کی خبر تو عالم الغیب ہی کو بہتر معلوم ہے۔ دیکھنے والوں نے تو بس اتنا دیکھا کہ حکیم صاحب قبلہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۹۴۶ء کا ہے۔ آزادی وطن کی تحریک شباب پر تھی۔ آئندہ برس ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہو گیا۔ اس کے ساتھ ملک کی تقسیم بھی عمل میں آئی۔ اسی برس حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے تاجِ جہانگیری سے حکیم صاحب قبلہ کو سرفراز فرما کر اجازت و خلافت کی دولتِ سرمدی عطا کر دی۔ اس کے بعد پانچ برس تک آپ کا قیام آگرہ میں رہا۔ یہاں پر طب کے ذریعہ مخلوقِ خدا کی خدمت میں مشغولیت جاری رکھی۔ اسی کے ساتھ ساتھ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ ۱۹۵۲ء میں مع اہل و عیال کراچی پاکستان میں ہجرت فرمائی۔ یہاں پہونچنے کے بعد بھی سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مشغول رہے اور ہزارہا بندگانِ خدا کی روحانی تربیت فرمائی۔ کراچی شہر کے قلب یعنی صدر کے علاقہ میں آپ کا آستانۂ عالیہ ہزاروں طالبانِ حق کی ہدایت و رشد کا مرکز بنا رہا۔ جمعرات کو خصوصی محفل کا اہتمام ہوتا تھا۔ آپ کے خلفاء کرام کی تعداد ایک سَو سے زیادہ ہے۔ ہندو پاک کے علاوہ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کنیڈا امریکہ، سری لنکا میں بھی کی۔ آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ حضرات میں عوام کے علاوہ ڈاکٹر، انجنیئر، پروفیسر، وکلاء بھی شامل ہیں۔ آپ کی شخصیت میں حسناتِ دنیا و آخرت دونوں جمع تھیں۔ دنیا کے بارے میں آپ کا یہ تصور ہمیشہ قائم رہا کہ یہ آخرت کی کھیتی ہے۔ اس لئے آخرت کی بھلائی کے ساتھ دنیوی خیر پر بھی آپ کی توجہ مرکوز رہتی تھی۔ لیکن آپ نے اپنے اعلیٰ روحانی منصب کو حصولِ

دنیا کا ذریعہ نہیں بنایا۔ ملت کے افراد کی فلاح و بہبودی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے خصوصاً قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کی جانب آپ کا میلانِ طبع بہت زیادہ رہا۔ اِسی جذبہ کے تحت ایک اسکول بھی قائم کیا، جہاں دین و دنیا کی تعلیم کا معقول بندوبست کرنا آپ کا نصب العین تھا۔ دنیائے طبابت اور جہانِ طریقت کا یہ درخشاں آفتاب ہزاروں افراد کے قلوب کو منوّر کرتا ہوا ۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ بروز پیر مطابق ۸ رمئی ۱۹۷۸ء کو ۵ ربجے شام خالقِ حقیقی کے دربار میں حاضر ہوگیا، اپنی حیات ہی میں فرزندِ اکبر جناب حکیم محمد اجمل عارفی کو مسند سجّادگی عطا فرمادی تھی۔ یہ بحمد اللہ تعالیٰ سلسلہ کی اشاعت میں ذوق و شوق رکھتے ہیں۔ ان ہی کی نگرانی میں حکیم صاحب قبلہ کا عرس مبارک ہر سال بڑے اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے۔ آخری آرام گاہ سخی حسن کے قریب جے بلاک، ایس ٹی ۱/۲ نارتھ ناظم آباد میں ہے۔ عرس مبارک کے موقع پر پاکستان اور بیرونِ ملک کے ہزاروں افراد شرکت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نونہال کے ذریعہ روحانی اور جسمانی فیضان کے سرچشمہ کو جاری رکھے۔ آمین

حضرت الحاج صوفی شمشاد علی قبلہ حسنی
مدظلہ العالی

آپ کی ولادتِ باسعادت ۱۹۱۴ء میں علیگڈھ ، یوپی ، ہندوستان میں ہوئی ۱۹۳۹ء میں دورانِ قیام آگرہ ، شعبان المعظم کی پندرھویں شب کو سرکار سیدنا ابوالعلیٰ قدس سرّہٗ کے مزارمبارک پر چند احباب کے ہمراہ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ مزار مبارک کے احاطہ کی مسجد میں کثیر تعداد میں لوگ نوافل پڑھنے اور دعائیں مانگنے میں مشغول تھے۔ ہم بھی سب کے ساتھ نوافل پڑھنے میں لگے رہے۔ بعد نماز فجر آستانہ مبارک کے دروازے کھول دیئے گئے۔ والہانہ انداز میں حاضرین فاتحہ خوانی کے لئے مزارِ مبارک میں حاضر ہونے لگے۔ ہر ایک آدمی بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ پھیلائے ہوئے صاحبِ مزار کے توسّل سے دعائیں مانگ رہا تھا۔ ہم ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے سوچ رہے تھے کہ کیا دُعا مانگیں ، اُس وقت نہ اس کا سلیقہ تھا اور نہ ضرورت ، چند منٹ سوچنے کے بعد بے اختیار زبان سے یہ جملہ ادا ہوا "سرکار سیدنا مجھے اپنا بنا کر رکھنا۔

آئندہ سال یعنی ۱۹۴۰ء میں اچانک ایک دن حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے ملاقات ہوگئی۔ صرف دو تین منٹ گفتگو ہوئی۔ سر پر ہاتھ پھیرا ، دعائیں دیں اور رخصت ہوگئے۔ اس قدر مختصر ملاقات سے مزاج میں ایسی تبدیلی ہوگئی کہ دوبارہ ملاقات کے لئے دل بیقرار ہوگیا۔ بڑی جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ کا قیام محلہ لوہامنڈی آگرہ میں ہے۔ صبح نو بجے کے قریب حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضرت قبلہ اور دیگر حضرات ناشتہ سے فارغ ہوچکے تھے۔ ایک پلیٹ میں کچھ بسکٹ

وغیرہ پہلے ہی سے رکھوا دیئے تھے۔ ہماری حاضری کے بعد فرمایا "لاؤ یہ تبرک شاید انہی کے نصیب کا ہے۔" اس کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا "میاں کچھ اشعار وغیرہ بھی یاد ہیں" ہم نے عرض کیا "زبانی یاد نہیں ہیں۔ ایک کتاب 'فیضانِ جہانگیری' عطا ہوئی چند منٹ ورق گردانی کے بعد ایک شعر پر نظر جم گئی، آپ نے فرمایا جو شعر پسند آگیا ہو پڑھو!
ہم نے یہ شعر پڑھا سے میں تلاوت میں ہوں کس کی محو آج۔ سامنے قرآن ہے یا روئے دوست
بار بار اس شعر کو پڑھوایا۔ ہمارے ساتھ ساتھ حضرت قبلہ کے خدام جناب صوفی انعام اللہ شاہ، جناب مولانا صوفی عبدالرزاق شاہ، جناب صوفی حافظ عظمت اللہ شاہ، جناب صوفی منصور حسن قلندر فریدپوری بھی پڑھتے رہے۔ حضرت قبلہ کو اور دیگر حضرات کو کافی رقّت ہوئی۔ ہماری کیفیتِ مزاجی ایسی ہوگئی جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اب ہمارے دل میں تمنا پیدا ہوگئی کہ ہم بھی مرید ہوں گے۔ آخر کار اسی شب کے آخری حصے میں تقریباً ساڑھے تین بجے حضرت قبلہ نے غلامی کا شرف عطا فرمایا نفی اثبات کے ساتھ ذکرِ جہری کی تلقین فرمائی، کچھ دیر تک ہم ذکر کرتے رہے، ہوش آیا تو فجر کی اذان ہو رہی تھی، حضرت قبلہ نے نہایت شفقت فرمائی اور فرمایا "بیٹے دو رکعت نماز نفل شکرانے کی پڑھ لینا۔ سیّد ناسرکار نے تمہیں اپنا بنالیا، بڑا کرم کیا" گذشتہ برس سید ناسرکار کی بارگاہ میں کی ہوئی یہ التجا مجھے یاد بھی نہ تھی اور نہ کبھی کسی سے اس کا ذکر کیا، آج حضرت قبلہ نے اپنی زبانِ مبارک سے بیان فرمایا تو ہمیں بڑا تعجب ہُوا۔ کیونکہ ہماری زندگی میں یہ پہلا اتفاق تھا، اس کے بعد حضرت قبلہ کے ہمراہ تین ماہ تک سفر میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس وقت والد محترم ضلع دہرہ دون میں حکمت کرتے تھے۔ والدہ محترمہ بہت سخت بیمار تھیں، ان کی بیماری کی اطلاع والد صاحب نے متعدد خطوط کے ذریعہ ہم تک پہونچائی، لیکن وہ خطوط ہم کو نہ ملے۔ ان ہی ایام میں حضرت قبلہ کے ہمراہ صابر پاک کے عرس مبارک میں حاضری

ہوئی۔ ابھی ایک ہی دن گذرا تھا کہ حضرت قبلہ نے فرمایا "شمشاد میاں اپنے گھر جاؤ"
اس اچانک حکم پر ہم کو بڑی حیرت ہوئی۔ کہاں تو اس قدر نوازشیں اور عنایات
اور آج اچانک ایسا حکم، ادھر ہماری یہ حالت کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی ظاہری جدائی
گوارہ نہیں۔ ہم نے کچھ عرض کرنا چاہا، مگر آپ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا "تم کو ابھی
جانا ہوگا، اور ایک خادم سے کہا، جاؤ ان کو تانگے پر سوار کرا دو۔ با دلِ ناخواستہ روانہ
ہو گئے۔ راستے میں سوچتے رہے کہ اب کہاں جائیں تانگہ کلیر شریف سے رڑکی اسٹیشن
تک پہونچ گیا تو ہم نے سوچا کہ دہرہ دون میں والد صاحب کی خدمت میں حاضری دیدیں
وہاں پہونچے تو دیکھا کافی مرد عورتیں گھر کے باہر اور اندر جمع ہیں معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ
کی علالت آخری منزل پر پہونچ گئی۔ یہ دل خراش منظر دیکھ کر ہمارے ہوش وحواس
معطل ہو گئے۔ ادھر والد صاحب نے وہ خبر لی کہ بس کچھ نہ پوچھئے۔ ہماری حالت
اور بھی غیر ہو گئی۔ والدہ صاحبہ کا جسم چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ والدہ کے سرہانے
چارپائی کی پٹی سے سر ٹیک کر ہم بیٹھ گئے۔ دل غم سے پھٹا جا رہا تھا۔ آنکھیں آنسو بہا رہی
تھیں، زبان خاموش تھی۔ والدہ کی یہ حالت دیکھ کر ہمیں اپنے حال کی بالکل خبر نہ رہی
اسی عالم میں ہمیں محسوس ہوا کہ کوئی ہم سے کہہ رہا ہے۔ "بیٹے پریشان نہ ہو، تمہاری
ماں اچھی ہو جائے گی۔ ابھی بہت عمر ہے، ہم دعا کر رہے ہیں۔" اچانک ہم کو ہوش
آ گیا۔ چارپائی سے سر اٹھا کر والدہ کی طرف دیکھا، انھوں نے بھی آنکھیں کھول کر ہماری
طرف دیکھا۔ اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ بحمد اللہ سانس کی رفتار بھی معمول پر آنے لگی۔ اور پھر
رفتہ رفتہ صحت بحال ہو گئی۔ پھر ہم نے تمام احوال والدہ صاحبہ کے گوش گذار کئے، حضرت
قبلہ کی خدمت میں پھر حاضر ہونے کی اجازت چاہی اجازت ملنے پر لکھنؤ میں سلطان
العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ کے آستانۂ مبارک پر حاضری ہوئی، حضرت قبلہ
اس وقت آستانۂ مبارک پر قیام پذیر تھے، ہمارے پیر بھائیوں نے بتلایا

کہ تمہارے آنے سے کچھ دیر قبل حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "دیکھے شمشاد میاں سے کب ملاقات ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہم حاضر ہو گئے۔ اور بحمد اللہ یہ حاضری روحانی اعتبار سے آج تک قائم ہے۔ پاکستان آنے کے بعد بھی اس کا سلسلہ جاری ہے
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ فرید پور میں جلوہ افروز تھے آج آپ کی عنایات و نوازشات کا بحر بیکراں عجب انداز سے موجزن تھا، جس کی طرف نگاہ التفات ہو جاتی، اس کی دین و دنیا سنور جاتی، اور زبان حال اس امر کی ترجمانی کرتی ہوئی نظر آتی۔ ع یک نگاہِ نازِ جاناں قیمتِ ایمانِ ما۔

اسی مبارک ساعت میں حضرت صوفی شمشاد علی قبلہ کو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی بارگاہ عالیہ سے اجازت و خلافت عطا کی گئی۔ کچھ عرصہ تک ہندستان میں قیام رہا، پھر آپ حضرت قبلہ کی اجازت سے پاکستان منتقل ہو گئے۔

ہزاروں افراد آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو چکے ہیں۔ اب تک سترہ حضرات کو اجازت و خلافت سے آپ نے نوازا۔ ہندو پاک میں سات خلفاء سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ آپ کا قیام اس وقت "آستانہ حسنی ۲/۷، ار بی ایریا، لیاقت آباد کراچی ۱۹، ع ۱۹ میں ہے۔" بارگاہِ ایزدی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے آپ کے فیوض و برکات میں مسلسل اور پائیدار ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت صوفی ثناء اللہ شاہ ثنا بدایونی زیدت فیوضہم

بدایوں شہر، یوپی میں مردم خیز، قدیم اور مشہور و معروف شہر ہے۔ اس مبارک سرزمین پر ایسے بے مثال افراد جلوہ افروز ہوئے جنہوں نے تاریخ کے صفحات پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جن کی شہرت اور مقبولیت کا چاند آج بھی بدر کامل کی طرح روشن ہے سیکڑوں برس گذر جانے کے بعد بھی ہندوستان کے دل "دہلی" کی روحانی سلطنت کے تاجدار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی ذات بابرکات ایک عالم کی مرکز نظر ہے۔ روحانیت کا یہ چراغ آج بھی تمام عالم کو روز اوّل کی طرح روشنی عطا کر رہا ہے۔ حضرت خواجہ کا وطن مبارک بھی یہی شہر ہے مغلیہ دور کے مشہور و مستند مؤرخ ملّا عبدالقادر بدایونی بھی اسی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ علم و ادب شعر و شاعری، سلوک و تصوّف کے چشمے آج تک کسی نہ کسی شخصیت کی صورت میں اس مبارک سرزمین سے جاری ہوتے رہے، ہمیں فخر ہے کہ سلسلۂ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ کی مشہور و معروف اور معتبر شخصیت حضرت صوفی ثناء اللہ شاہ ثنا بدایونی مدظلہ العالی بھی اسی مبارک سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ شرفاء کی روایت کے مطابق تحصیل علم کے بعد علم کے فروغ کے لئے حضرت ثنا بدایونی قبلہ ہندستان میں مختلف مقامات پر علمی خدمت انجام دیتے رہے۔ ہزاروں افراد کو علمی فیض پہونچایا خوش اخلاقی وضعداری شرافت کے ساتھ علم، عمل اور خلوص بھی جمع ہو جائے تو اس شخصیت کی ایک الگ پہچان ہو جاتی ہے۔ اہل نظر کی نگاہوں کے سامنے سے جب ایسا فرد گذرتا ہے تو یہ حضرات اس کی پیشانی کے نور سے باطن کی کیفیات کا اندازہ ضرور کر لیتے ہیں۔ کچھ یہی معاملہ آپ کے ساتھ ہوا۔ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ

کی نظرِ مبارک نے آپ کو منظور نظر بنالیا، اور دامن عاطفت میں لے لیا۔ ۱۹۵۰ء میں آپ پاکستان چلے گئے۔ اس زمانے میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کا عرس مبارک مرشد نگر میں بڑی دھوم سے کرتے تھے۔ ۱۹۵۶ء کو حضرت ثنا بدایونی قبلہ عرس عنایتی میں شرکت کی غرض سے پاکستان سے تشریف لائے۔ عرس مبارک کی تقریبات مکمل ہو چکی تھیں، کچھ خاص خاص افراد حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ ۷ جون ۱۹۵۶ء بروز دوشنبہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے بہت سے لوگوں کو مرید کیا اسی مبارک ساعت میں حضرت ثنا بدایونی قبلہ بھی تجدید بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اور بقول حضرت ثنا بدایونی قبلہ "ہم کو اس کی اشد ضرورت بھی تھی"۔ اس کے بعد اجازت وخلافت کی خلعت عطا کی گئی۔

حضرت صوفی ثناء اللہ شاہ قبلہ نے طلبِ حق میں کافی ریاضت ومجاہدہ کیا، جس کی وضاحت آپ کے اطوار واشغال اور سلسلہ عالیہ کی توسیع واشاعت، اندازِ تربیت، سے ہو جاتی ہے۔ ہندستان، پاکستان اور بیرونِ پاکستان میں بھی آپ نے سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں کافی کام کیا۔ اب تک سلسلہ عالیہ کی توسیع میں آپ کی کوششیں جاری ہیں۔ مرشدِ گرامی حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے عرس مبارک میں شرکت کے لئے جب جب مرشد نگر کی حاضری ہوتی ہے۔ تو تقریباتِ عرس کی تکمیل کے بعد خدمتِ خلق میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ رشد وہدایت کے عمل سے ذرا بھی غافل نہیں رہتے۔ آرام وآرائش سے کنارہ کشی کر کے ہمہ وقت ذکر وفکر اور تبلیغ میں مصروف رہنا آپ کے مزاج میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ تحریر وتقریر نظم ونثر، نعت ومنقبت کی خوشبوؤں سے ماحول کو معطر کرتے ہوئے روحانیت کی شعاعوں سے قلوب کو منور کر رہے ہیں۔ بارگاہِ ایزدی

ہمیں دعا ہے کہ آپ کے فیض کو مزید عمومیت حاصل ہو آپ کے صاحبزادے طاہر میاں ہیں جو ابھی آپ کے زیر تربیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی سلسلہ عالیہ کے لئے قبول فرمائے اور صحت و عافیت عطا فرمائے آمین۔ پاکستان میں آستانہ جہانگیری لیاقت آباد ۶۶۵/ ۱۰ کراچی میں آپ قیام پذیر ہیں۔

حضرت الحاج صوفی محمد یٰسین صادق دہلوی قدس سرہ العزیز

اسم گرامی محمد یٰسین، صادق تخلص، دہلی ہندوستان کا دل ہے۔ اس شہر بیں جہاں بے مثال، باحوصلہ، اولوالعزم فرماں رواؤں نے تختِ شاہی پر رونق افروز ہو کر سیاست، تدبر اور حکمتِ عملی کا اہلِ جہان سے عرصہ دراز تک خراجِ عقیدت وصول کیا ہے، تو دوسری طرف ہزار ہا اہلِ علم، بیشمار اہلِ فن، علماء، اور صوفیا حضرات نے علمی عملی، فکری اور روحانی روشنی سے ایک عالم کو روشن رکھا۔ اسی مشہور ومعروف شہر کو آپ کی جائے ولادت ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ابتدائی تعلیم کوئی خاص نہ تھی مگر خداداد ذہانت اور اس پر حضرت مخمور دہلوی جیسے صاحبِ نسبت، صاحب علم وفن کی صحبت نے آپ کی صلاحیتوں کو چار چاند لگا دیئے۔ صنعتِ آہن گری سے آپ کا آبائی رشتہ تھا، لیکن آپ نے لوہے کو نرم کر کے کارآمد کرنے کے بجائے انسانوں کے دلوں کو اپنی مخصوص روحانی بصیرت سے اسطرح نرم اور کارآمد کیا کہ ہزارہا افراد کی دنیا وآخرت سنور گئی۔

سخن فہمی کے ساتھ سخن گوئی کا سلیقہ فطری طور پر قسام ازل نے آپ کی طبیعت میں ودیعت فرمایا تھا۔ اسی لئے نام کے بجائے تخلص (صادق دہلوی) کے نام سے عوام وخواص میں مشہور ومقبول ہوئے۔ ہندوستان کی آزادی کا دور دورہ تھا۔ اس وقت بھی دہلی مرکزِ سیاست تھا۔ سیاسی بصیرت کی بنا پر اہلِ سیاست سے بھی آپ کے روابط بہت قریبی تھے۔ مدت تک آزادی کے متوالوں کے دوش بدوش میدانِ سیاست میں سیاست نوردی کی شہرت اور نام ونمود سے ہمیشہ گریز کیا اسی لئے سیاست کی پُرخار وادی سے اس طرح گذر گئے کہ ایک کانٹا بھی آپ کے

دامن کو نہ چھو سکا۔ شاعری چونکہ مزاج میں رچی بسی ہوئی تھی اِس لئے شعر تو کہنا ہی پڑتا تھا۔ سب سے پہلا شعری مجموعہ "حریمِ نور" کے نام سے جب شاعری کے اُفق پر جلوہ گر ہُوا تو اس کی نورانی شعاعوں نے عوام و خواص کے دِلوں کو روشن کر دیا۔ اس کے بعد سات اور کتابیں نغمۂ نور، شمعِ محبت، راہِ صادق، نگارِ صادق، فیضان، آج کی آواز، اور آخری کتاب "خضرِ منزل" کے نام سے مزین ہو کر زیورِ طبع سے آراستہ ہوئیں آپ کے کلام میں نغمگی، نُدرت اور وسعتِ نظر، مشاہدہ کی گہرائی اور گیرائی کے رنگ برنگے پھول کھلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ استاذِ محترم حضرت مخمورؔ دہلوی کے فیضان سے جو خاص وصف آپ کے کلام کو امتیازی شان عطا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ قلب و نظر کی سیرابی کے ساتھ رُوحانی شعاعوں کا بھرپور عکس بھی جلوہ گر ہے اِن شعاعوں میں مکمل تابانی اس وقت آئی کہ ایک رات کو ایک مبارک خواب کے ذریعہ ایک نورانی شکل کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ خواب سے بیداری کے بعد دل بیقرار ہو گیا، رُوح میں تڑپ پیدا ہو گئی۔ نہ جانے کون سی آگ دل میں لگی کہ تمام چیزوں کو جلا ڈالا۔ اب اگر کوئی خیال تھا تو یہ تھا کہ کسی طرح اِس خواب کی تعبیر سامنے آجائے۔ چنانچہ اپنے اس خواب کی تعبیر کی تلاش میں اُسی سمت کی طرف عالمِ بے خودی میں گامزن ہو گئے جو خواب میں دکھلائی گئی تھی۔ صادق صاحب کی طلب بھی صادق تھی، اس لئے کامیابی نے قدم چومے اور خوش نصیبی نے رہنمائی کی۔ آخر کار آپ بظاہر کسی کی راہبری کے بغیر مرشد نگر حاضر ہو گئے۔ حضرت قبلہ دولت کدہ پر تشریف فرما تھے۔ حاضرِ خدمت ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ "ہم تو بہت دنوں سے تمہارا انتظار کر رہے تھے"، "تم شاعر بھی ہو، لہٰذا کوئی غزل سناؤ!" صادق صاحب نے غزل پڑھنی شروع کی جب اس شعر پر پہونچے ؂

ہے کیا رہے گا مری دُنیائے محبّت کا وقار ؎ خانۂ دل میں اگر آپ ہی مہماں نہ رہے

شعر پڑھنے کے ساتھ صادق صاحب پر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت قبلہ بھی آبدیدہ ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت قبلہ نے آپ کو دامنِ کرم میں چھپا لیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اجمیر شریف میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اب تمام طرف سے یکسو ہو کر سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ اگرچہ آپ کا قیام دہلی میں رہتا تھا مگر طالبانِ حق کی رہنمائی کے لئے اندرون و بیرون مُلک سفر کیئے۔ دہلی کے علاوہ آپ کے دامنِ فیض سے وابستہ حضرات کا رابطۂ تعلق آگرہ، دھولپور، بگراسی، پنجاب سے بھی رہا، پھر پاکستان تشریف لے گئے تو لاہور اور کراچی میں ہزاروں لوگوں کو داخلِ سلسلہ کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی شخصیت میں ایسی کشش تھی کہ عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی، اور اعلیٰ عہدے کے افسران اور ذمہ دار حضرات آستانۂ صادق پر حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ لیکن ان وسائل کو حصولِ دُنیا کے لئے آپ نے کبھی استعمال نہیں کیا۔ البتہ حاجت مندوں کی دینی و دُنیوی جائز ضروریات کے لئے کوشش کرنے میں آپ نے کبھی پس و پیش نہیں کیا۔ یہی دیکھنے میں آیا کہ کسی کے لئے سفارشی تحریر لکھ رہے ہیں، کسی کے لئے دُعا فرما رہے ہیں۔ کسی کو ذکر و فکر کی تلقین کی جا رہی ہے۔ غرض کہ خدمتِ خلق کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی بالآخر ۲۲ رجون ۱۹۸۲ء کو سلسلۂ جہانگیریہ کی یہ اہم شخصیت ربِّ قدیر کی بارگاہ میں حاضر ہو گئی۔ اور اپنے پیچھے ہزاروں کی تعداد میں مُریدوں کو روتا بِسکتا ہُوا چھوڑ کر منزلِ مُراد پر پہونچ کر آرام فرما ہو گئی۔

خلفاء کرام کی تعداد پچاس سے کم نہیں، جن میں اکثر حضرات سلسلہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ وصال سے کچھ دنوں پہلے اپنے صاحبزادے صوفی محمد احمد شاہ کو سجّادگی اور اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ موصوف بھی سلسلہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت صوفی حاجی جمیل احمد شاہ قبلہ زیدت فیوضہم

اسم گرامی: جمیل احمد۔ سکونت: محلہ میراں کی پیٹھ، شہر بریلی، یوپی، ہندستان،
بیعت ۱۹۴۸ء، اجازت وخلافت ۱۹۵۹ء، مریدین کی تعداد کئی ہزار، خلفاء کی تعداد بہت کم
سلسلہ کی توسیع: صوبہ یوپی میں بریلی، لکھنؤ، لکھیم پور، سیتاپور، الہ آباد، گورکھپور،
بہرائچ وغیرہ۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے خلفاء کرام میں ہر ایک کی ایک نمایاں شان ہے،
ہر شخصیت اپنی جگہ ایک جہان ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جہان گیر ہے اور شان
جہانگیری کا علمبردار ہے۔ حضرت صوفی حاجی جمیل احمد شاہ قبلہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ
میں داخل ہوئے تو مرشد کی محبت کا ایسا رنگ چڑھا کہ مرشدِ گرامی کے وصال
کے بعد بھی اس کی تابانی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ یارانِ میکدہ کے درمیان ہیں
تو ذکرِ مرشد ان کا وظیفہ اور تنہا ہیں تو تصورِ شیخ ان کا مراقبہ۔ ذکرِ شیخ اور تصورِ
شیخ سے فرصت ہی نہیں کہ کسی اور کی جانب دیکھیں، اسی لئے اجازت وخلافت
کا ظہور بھی اپنے وقت پر ہوا، اگرچہ تاخیر سے۔ یہ صورت غالباً اپنی ذات میں انہماک
کی وجہ سے پیش آئی لیکن "اپنی ذات میں انہماک" جب یہ جملہ کسی کے لئے کسی کی
زبان سے ادا ہوتا ہے، تو عام طور پر اس کا مفہوم سمجھنے میں ذہن سے یہ بات نکل
جاتی ہے کہ جب کسی مرید (ارادہ کرنے والا) نے اپنے مرشد گرامی کے دست مبارک
پر بیعت کرلی یعنی اپنے آپ کو مرشد کے دستِ مبارک میں فروخت کر دیا، تو اب
مرید کا سب کچھ مرشد کا ہو گیا۔ یہاں تک کہ مرید کا وجود بھی، اب مرید کچھ نہ رہا صرف
مرشد ہی مرشد رہ گئے، تو اب مرید کا اپنی ذات میں انہماک نہیں بلکہ مرشد کی ذات

گرامی میں انہماک ہے، اسی کو کہا جاتا ہے "میں ہوں کہاں تمہیں تو ہو،

ماشاءاللہ کیا شان ہے ایسی شخصیت کی، جس کی جلوت ذکر مرشد سے آباد اور خلوت تصور مرشد سے معمور ہے

یاد نے تیری مجھے گھیر لیا ہے اے دوست ؛ اب تو تنہائی کے لمحے بھی حسیں لگتے ہیں

اپنے مرید ہونے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ قربان بھائی اور یعقوب علی (ساکن انولہ) حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے مرید تھے، دونوں کی بیویاں اپنے اپنے میکے میں رہتی تھیں اور یہ دونوں اپنی گھریلو زندگی سے کچھ لاپرواہ سے ہو گئے تھے، اس وجہ سے گھر میں اُداسیوں کا دور دورہ رہتا۔ اِن حالات کو دیکھ کر میں سوچتا تھا کہ ایسی کونسی ہستی ہے جس کی بناء پر ان لوگوں کے رنگ ڈھنگ بدل گئے، دوسری طرف یہ خیال بھی آتا کہ ایسے پیر سے مرید ہونے میں کیا فائدہ، کہ گھر کا ایسا ماحول ہو جائے، اگر مرید ہونا ہے تو بیلی بھیت میں حضرت عبد البصیر میاں قبلہ سے ہونا چاہیئے ابھی میں اپنے اس خیال کو عملی جامہ نہ پہنا سکا تھا کہ اسی عرصہ میں حضرت عبد البصیر میاں کا وصال ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت عبد القدیر میاں کی خدمت میں کچھ شیرینی اور نذرانہ لے کر حاضر ہوا، لیکن مُرید ہونے کا موقع نہ مل سکا پھر میرا فرید پور آنا ہوا، حضرت سلطان الاولیاء قبلہ حضرت صوفی حاجی عزیز اللہ شاہ کے مکان پر قیام پذیر تھے۔ میں بھی حضرت قبلہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، قدم بوسی کے بعد اہل مجلس کے درمیان بیٹھ گیا، نماز کا وقت ہو گیا تو حاضرینِ مجلس نماز کے لئے اُٹھ گئے۔ نماز کے بعد حضرت قبلہ نے مجھے اپنے پاس بُلایا اور فرمایا کیا عبد الجبار تمہارے ماموں ہیں اور عبد الرب تمہارے خالو ہیں؟ میں نے عرض کیا "جی ہاں" اسی گفتگو کے دوران دو آدمی حضرت قبلہ سے مرید ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت قبلہ نے ان دونوں آدمیوں کو اپنے سامنے

بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ اور میری طرف بھی عجیب انداز سے دیکھ لیتے تھے آپ کی اس عینی توجہ سے میرے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی جس کا بیان کرنا مشکل ہے اور میں نے حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کیا" حضور اس خادم کو بھی اپنا غلام بنا لیجئے حضرت قبلہ نے فرمایا، میں ایسوں کو مرید نہیں کرتا۔ تمہارے والد صاحب بھی دوسری جگہ مرید ہوئے۔ تم بھی کسی جگہ مرید ہو جاؤ۔ حضرت قبلہ کا یہ ارشاد سن کر ہماری توجہ ان خیالات کی طرف گئی جو ہمارے دل میں آتے تھے اور صاف محسوس ہو گیا کہ حضرت قبلہ ان خیالات سے باخبر ہیں۔ ہم نے ندامت سے گردن جھکا لی تھوڑی دیر بعد حضرت قبلہ نے نہایت شفقت اور محبت کے ساتھ میرا ہاتھ پکڑا اور مرید کر لیا۔ اور فرمایا" میاں چار برس سے ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے تعلق سے بے شمار واقعات کی تصویریں حضرت صوفی حاجی جمیل احمد شاہ قبلہ کے گوشۂ ذہن میں محفوظ ہیں، جن کا ذکر اس مقام پر طوالت کا باعث ہوگا۔ ایک واقعہ حاجی صاحب قبلہ نے یہ بتلایا کہ پہلی بھیت میں صالح بھائی کے برادرِ خاص کا کوئی رشتہ دار گرفتار ہو گیا تھا، شعیب بھائی حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور! ہمارا ایک رشتہ دار گرفتار ہو گیا ہے وہ بے قصور ہے حضور اس کو چھڑا دیں! آپ نے ارشاد فرمایا بہت خوب، وہ بے قصور ہے اور بندوق کے ساتھ پکڑا گیا ہے! ارے بھائی یہ کہو کہ سرکار دعا فرمادیں کہ وہ چھوٹ جائے۔ اور ہاں یاد رکھنا کہ جب وہ چھوٹ کر آجائے تو اس سے کہدینا کہ اپنے آپ کو ٹھیک کرے، اور ہمارے جیسا لباس پہنے۔!

اس کے بعد وہ لوگ گرفتار شدہ شخص کے سلسلہ میں تھانیدار کے پاس گئے تھانیدار نے اس شخص کو بلایا اور بہت ڈانٹا اور غصہ کیا، اور کہا کہ تجھ کو ذرا بھی

شرم نہیں آتی، یہ لوگ کتنے اچھے ہیں، تو اس قدر خراب کام کرتا ہے، اگر تو آج سے توبہ کرتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ آئندہ ایسا کام نہیں کرے گا تو تجھ کو چھوڑ دونگا اس شخص نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا کام نہیں کروں گا، پھر تھانیدار نے اس کو چھوڑ دیا، اور وہ بغیر کسی سزا اور جرمانے کے گھر آگیا۔ لوگوں کو بہت حیرت ہوئی کہ اتنا سنگین جرم پھر اس قدر آسانی کے ساتھ کیسے چھٹکارہ ہو گیا۔ درحقیقت یہ حضرت قبلہ کی دعا اور توجہ کا اثر تھا۔

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہونے کے دس برس بعد ۱۹۵۹ء میں آپ کو اجازت و خلافت ہوئی، جس کی تصدیق شہیدِ ملت عزیز الاولیاء قبلہ نے بھی فرمائی۔ اب آپ باقاعدہ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مصروف ہیں ہزاروں بندگانِ خدا کا رابطہ خالقِ حقیقی سے آپ کے ذریعہ مضبوط و مستحکم ہوا۔ اور اب تک بحمداللہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں دعا ہے کہ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی یہ چلتی پھرتی ڈائری اپنے محفوظاتِ ذہنی اور فیضانِ روحانی سے لوگوں کو فیضیاب کرتی رہے، اور سلسلہ عالیہ کی اشاعت کا کام آپ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ہو۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ اجمعین

راقم الحروف نے موصوف کو "سلسلہ کی چلتی پھرتی ڈائری" لکھا ہے، یہ میری اپنی بات نہیں ہے بلکہ آقائی و مرشدی الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ کی ذات گرامی سے متعلق واقعات اور اہلِ سلسلہ کے بارے میں معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ حاجی صاحب قبلہ کی یادداشت میں محفوظ ہے، اس کی تصدیق دیگر حضرات نے بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خاک پائے اولیائے کرام بنائے۔ آمین۔

حضرت صوفی قربان احمد شاہ قبلہ نور اللہ مرقدہٗ

حضرت سلطان الاولیاء رشد و ہدایت کے تبلیغی سفر میں ڈیبائی (ضلع علیگڈھ) تشریف لے گئے۔ وہاں کے ماحول کا جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت نہایت افراتفری اور بے عملی کا شکار ہے، روزہ، نماز اور دینی جذبات کے بجائے دین سے ناواقفیت بے عملی بلکہ بد عملی کا زور و شور ہے ہر شخص جنگ جو ہے، آداب و اخلاق، تہذیب و شائستگی سے کوسوں دور ہے بزرگوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا جذبہ ناپید ہے، خاندانی جھگڑے نسلی تفاخر، اور ذرا ذرا سی بات پر مہلک ہتھیاروں کا بیدھڑک استعمال، وہاں کا روزانہ کا معمول تھا۔

سلطان الاولیاء قبلہ نے جب حالات کا جائزہ لیا تو آپ کو بہت افسوس ہوا، اور یہاں کے لوگوں کی اصلاح کی فکر دامنگیر ہوئی۔ آپ کے ایک مرید حضرت صوفی قربان احمد شاہ آنولوی اس وقت مرشد گرامی کی خدمت کے لئے مرشد نگر ہی میں رہنے لگے تھے، اُن کے بارے میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ایک مرید سے فرمایا کہ بھینسوڑی شریف (مرشد نگر) سے قربان احمد کو بلالاؤ، اور ان کا پتہ و نشان بھی بتادیا چنانچہ حضرت قبلہ کی طلبی پر حضرت صوفی قربان احمد قبلہ ڈیبائی پہونچے اور سلسلہ عالیہ کا کام شروع کر دیا۔

حضرت صوفی قربان احمد شاہ قبلہ کا مولد مسکن "آنولہ" ہے، آنولہ تشریف آوری کے موقع پر حضرت قبلہ کا قیام حضرت صوفی اسلام احمد شاہ قبلہ کے مکان پر ہوا، اور وہاں کے معزز، صاحب علم، اور باوقار حضرات، حضرت قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہوئے، اِن وابستگان میں حضرت صوفی قربان احمد شاہ بھی تھے سلسلۂ تعلیم مکمل

کر کے محکمہ ریلوے میں اسٹیشن ماسٹر ہو گئے۔ اسی دوران آزادیٔ وطن اور تقسیم ملک کا مرحلہ سامنے آ گیا۔ موصوف نے سرکاری طور پر اپنا نام پاکستان جانے والوں میں لکھوا دیا، لیکن کسی وجہ سے وہاں جانا نہ ہو سکا۔ اب یہاں کی سرکاری ملازمت بھی ختم اور پاکستان بھی نہ جا سکے اس کشمکش کے دور میں ایک دن حضرت قبلہ کی قدم بوسی کی غرض سے مرشد نگر حاضری ہوئی حضرت قبلہ نے فرمایا کہ "اب کہیں جانے کی ضرورت نہیں بس ہمارے پاس رہو۔ سب کچھ مل جائے گا"۔ حضرت قبلہ کے حکم کے مطابق آپ مرشد نگر میں رہنے لگے۔ گھر کے کام کاج کے علاوہ کھیتوں کی دیکھ بھال آپ کے سپرد کر دی گئی۔ کھیت میں ایک جھونپڑی بنا کر آپ کی قیام گاہ کا انتظام کر دیا گیا۔ سوچنے کا مقام ہے کہ اس زمانہ میں پڑھے لکھے اور برسر روزگار آدمی کس طرح شاہانہ زندگی گذارتے تھے۔ اور اسٹیشن ماسٹر تو اس علاقے کے اسٹیشن کا راجہ ہوتا تھا۔ ایک طرف حضرت صوفی قربان احمد شاہ قبلہ کی شاہانہ زندگی، اور اب مرشد گرامی کی خدمت میں رہ کر اس قدر محنت و مشقت کا کام جس کا تصوّر بھی انھوں نے اپنی زندگی میں نہ کیا ہو گا، لیکن قربان جائیے آپ کی اس پیر پرستی پر کہ واقعتاً آپ نے اپنے آپ کو پیر و مرشد کی بارگاہ میں قربان کر دیا۔ اور اسم بامسمّٰی بن کر ایک مثال قائم کر دی، اور اس قدر محنت و مجاہدہ کی بھٹی میں تپ کر یہ سونا کندن بن گیا۔ نیز مرشد گرامی کی کرم فرمائی نے آپ کو اس قدر اعلیٰ درجہ عطا فرمایا کہ ڈیبائی جیسی سخت بنجر زمین میں کاشت کی ذمّہ داری آپ کے سپرد فرمائی۔ لیکن یہ کاشتکاری ہل بیل کی نہ تھی، بلکہ روحانی کاشت کاری تھی۔ اپنے بہت سے خلفا کی موجودگی میں ڈیبائی کے لئے حضرت صوفی قربان احمد شاہ کا انتخاب کرنا، اپنے حکم سے اپنے سامنے آدمی بھیج کر بلوانا، اور اپنے سامنے اپنے مبارک ہاتھوں سے یہ عظیم منصب آپ کو سونپ دینا کوئی معمولی بات نہیں۔ اس حقیقت کو اہلِ نظر ہی دیکھ سکتے ہیں اور اہلِ دل ہی جان سکتے ہیں۔

آپ ڈیبائی تشریف لائے اور بے مثال حکمتِ فقیرانہ سے یہاں کے لوگوں کے مزاج کو بدل کر رکھ دیا آپ کی خموشی میں شانِ جلالی اور جمالی دونوں موجود تھیں یہاں آکر آپ کی ذات گرامی سے ایسی ایسی کرامتوں کا ظہور ہونے لگا. جس کا چرچا حضرت سلطان الاولیار قبلہ تک پہونچا، آپ نے ایک دن حضرت صوفی قربان احمد شاہ سے فرمایا "خبردار کبھی کرامت کا ارادہ نہ کرنا، بیٹے ہم کار سب (مزدور) لوگ ہیں اللہ کے راستے میں محنت کرنا ہمارا کام ہے. کامیابی اُس کے اختیار میں ہے۔

اصل میں کرامتوں کی کثرت بھی شاہانہ زندگی کی ایک جھلک ہے. جسطرح شہنشاہِ وقت با اختیار ہوتا ہے اسی طرح رُوحانی تاجدار بھی با اختیار ہوتا ہے، لیکن اس اختیار کو وقت بے وقت استعمال کرنے سے ترقی میں رکاوٹ کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے پیرانِ عظام نے اس راہ پر بہت ہوشیاری کے ساتھ چلنے کی تلقین کی ہے. حضرت سلطان الاولیار قبلہ تو رُوحانی حکیم تھے، اور حکیم بھی اعلیٰ درجے کے، اس لئے آپ نے فوراً اس کا علاج فرما دیا۔

حضرت صوفی قربان احمد شاہ قبلہ نے اپنے مرشدِ گرامی کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے ساری زندگی لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی کوشش میں ختم کر دی اور لوگوں کا رجوعِ عام آپ کی طرف ہوا اور ہزاروں افراد کو سلسلۂ عالیہ میں داخل کیا، اور اسی مقام پر دارِ فانی سے دار البقار کا سفر اختیار کیا. یہیں آپ کا مزار مبارک ہے بڑے شاندار پیمانے پر عرس مبارک ہوتا ہے۔ اور ہزاروں عقیدتمند آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں، آپ کے بھانجے صوفی رُوح اللہ شاہ سجادہ نشین ہوئے جو سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف رہے حضرت سلطان الاولیار کے دستِ مبارک سے روشن کیا ہوا یہ چراغ آج بھی روشن ہے، صوفی رُوح اللہ شاہ کے وصال کے بعد ان کے بھائی صوفی عمران شاہ ان کی جگہ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

حضرت صوفی شمس الدّین شاہ قبلہ نوّر اللہ مرقدہٗ

آنولہ (ضلع بریلی، یوپی) میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے فیضانِ کرم سے جن حضرات نے دامنِ مُراد بھرا اُن حضرات میں حضرت صوفی شمس الدین شاہ قبلہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ مزاج میں ابتدا ہی سے سادگی، قناعت، اور وضع داری تھی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمۂ ڈاک میں پوسٹ مین ہو گئے۔ نہایت ذمّہ داری اور ایمانداری کے ساتھ فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت سُلطان الاولیاء قبلہ جب پہلی بار آنولہ تشریف لے گئے تھے تو پہلے ہی مرحلے میں بہت سے حضرات، حضرت قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہو گئے تھے۔ طالبانِ حق کے اِس گروہ میں حضرت صوفی شمس الدّین صاحب قبلہ بھی شامل تھے۔ اس وقت حضرت قبلہ نے موصوف کی طرف خاص توجّہ فرمائی اور ۱۹۴۳ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت سلطان الاولیاء کا یہ خاص مزاج تھا کہ آپ دُنیاداری اور دین داری کو توازن کے ساتھ ایک جگہ اکٹھا کرکے زندگی گذارنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کا ارشاد مبارک یہ ہوتا تھا کہ دُنیاداری کے پردے میں دِین داری کرنی چاہئیے دِین داری کے پردے میں دُنیاداری ہرگز مت کرنا۔ اسی وجہ سے حضرت قبلہ نے صوفی شمس الدین شاہ صاحب سے فرمایا کہ تم اپنی ملازمت کی ذمّہ داری پوری کرتے رہو۔ ہفتہ میں چھُٹّی کے دن قریب کی کسی بستی میں لوگوں کی اصلاح کے لئے چلے جایا کرو۔ نماز کی تاکید کرو۔ اور حلقۂ ذکر کا اہتمام کرو چنانچہ مرشد گرامی کے حکم کے مطابق آپ سب سے پہلے قریب ہی کے ایک موضع اختره

ضلع بدایوں میں تشریف فرما ہوئے۔ پیرانِ عظام کی دعاؤں سے یہاں کے رہنے والے طالبانِ حق آپ کی طرف رجوع ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ اختروہ کے قرب وجوار میں بھی آپ کی شہرت ہونے لگی۔ آپ نے ان تمام علاقوں میں سلسلۂ عالیہ کی خوب اشاعت فرمائی۔ ان ہی ایام میں ۱۹۴۷ء آگیا۔ اور ملک کا باقاعدہ بٹوارا ہوگیا مسلمان سرکاری ملازمین کو حکومت نے اختیار دیدیا کہ وہ پاکستان میں جاکر ملازمت کریں یا ہندستان ہی میں سلسلۂ ملازمت قائم رکھیں آپ کے ساتھیوں نے آپ کا نام پاکستان جانے والوں کی فہرست میں لکھوادیا۔ آپ کو جب اس بات کا علم ہوا تو مرشد گرامی حضرت سلطان الاولیاء کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ ابھی آپ نے اپنی زبان سے ایک حرف بھی ادا نہیں کیا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے فرمایا "کیا ہم کو چھوڑ کر سب لوگ چلے جاؤ گے"؟ مرشد گرامی کا یہ فرمان سُننے کے بعد آپ واپس آنولہ تشریف لائے اور پاکستان کا خیال بھی دل سے نکال دیا۔ اس کے بعد آپ نے سرکاری ملازمت کے بجائے سرکاروں کی ملازمت اختیار کرلی اور سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں پوری طرح منہمک ہوگئے۔

مُرادآباد، بدایوں، بریلی، اوران شہروں کے قرب وجوار کے قصبات ودیہات میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو داخلِ سلسلہ کیا۔ سات حضرات کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ جن میں سے جناب صوفی مہدی شاہ اور جناب صوفی نوشاد خاں موضع اختروہ، جناب صوفی ظہور احمد شاہ قصبہ بسولی، جناب صوفی ڈاکٹر ابرار حسن بیٹھا گھائیں، جناب صوفی حاجی رحمت اللہ شاہ عرف بابو بھائی، موضع ہتھرا، ضلع بدایوں میں سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ راہ حق کا یہ مخلص اور خاموش راہبر سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کرتے ہوئے ۴ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ

بمطابق ۲۹ر جنوری ۱۹۶۷ء کو واصل بحق ہو گیا۔ آبائی وطن کے بڑے قبرستان میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ جہاں ۱۵، ۱۶، ۱۷ محرم الحرام کو آپ کا عرس مبارک نہایت اہتمام سے ہوتا ہے۔ جس کی نگرانی اور اہتمام آپ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت صوفی شہاب الدین میاں کرتے ہیں اور سجادگی کی مسند پر بھی جلوہ فرما ہیں سرکاروں کے کرم سے سلسلہ عالیہ کی اشاعت میں آپ کی جدّ وجہد اور یکسوئی مبارک باد کے لائق ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب سجادہ کی سعیٔ مشکور کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔

حضرت صوفی اسلام احمد شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ العزیز

آنولہ میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی پہلی مرتبہ تشریف آوری ہوئی تو مسجد بارہ برجی میں قیام فرمایا۔ مسجد کے سامنے سے ایک تانگہ گذرا۔ آپ نے تانگہ والے سے دریافت کیا "بھائی تم یعقوب علی کو جانتے ہو؟ تانگہ والے نے عرض کیا حضور یعقوب تو میرا بھی نام ہے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا "وہ یعقوب دوسرا ہے۔ وہ ہمارا مُرید ہے اور فلاں جگہ رہتا ہے کیا تم اس کے گھر جاکر اطلاع کرسکتے ہو۔ تانگے والے نے اقرار میں سر ہلایا۔ اور یعقوب شاہ صاحب کے گھر جاکر اطلاع کی کہ اُن کے پیر و مرشد آئے ہوئے ہیں اور مسجد بارہ بُرجی میں قیام پذیر ہیں۔ اتفاق کی بات کہ یعقوب علی صاحب گھر پر موجود نہیں تھے۔ لیکن ان کے رشتے دار اسلام احمد صاحب اور دیگر حضرات، حضرت قبلہ کو اپنے مکان پر لے آئے۔ اس طرح آنولہ میں حضرت قبلہ کا قیام سب سے پہلے اسلام احمد شاہ قبلہ کے مکان پر ہوا، ۱۴ دن کے اس طویل قیام کے دوران بہت سے لوگ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت صاحب خانہ کے حالات معاشی اعتبار سے زیادہ مستحکم نہیں تھے، اس صورتحال کے پیش نظر بعض مریدین نے حضرت قبلہ کو اپنے یہاں دعوت دی مگر حضرت قبلہ نے کسی کی دعوت کو قبول نہ کیا دعوت دینے والے حضرات اپنی جگہ مخلص اور خدمتگزاری کے جذبے سے معمور رہی، لیکن اللہ والوں کی نظر اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ کی یہ فقیرانہ روش لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہوگئی۔ اگرچہ حضرت قبلہ کی ساری زندگی کا یہی معمول رہا۔ کسی بھی معاملہ میں نمود و نمائش یا امتیازی شان، یا خورد و نوش میں کوئی اہتمام، غرض ان تمام باتوں سے پرہیز آپ کی

فطرتِ ثانیہ تھی، لیکن یہاں کے لوگوں کو یہ بات بالکل نئی اور انوکھی معلوم ہوئی کہ اتنے بلند مرتبے کے بزرگ اور یہ سادگی، چنانچہ منجانب اللہ لوگوں کا رجوعِ عام ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے سیکڑوں حضرات سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوگئے۔ اسلام احمد صاحب کے گھر میں برکتوں کا ظہور ہونے لگا۔ موصوف بھی دل وجان سے مرشد گرامی کی خدمت اقدس میں ہمہ وقت حاضر رہتے۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت قبلہ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد حضرت صوفی اسلام احمد شاہ قبلہ نے سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کا کام شروع کردیا۔ اور ہزاروں طالبانِ حق کو ذکروفکر میں لگادیا۔ پیرانِ عظام کی دعاؤں سے ساری عمر مخلوقِ خدا کی خدمت، رشد وہدایت اور سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں گذار کر واصل بحق ہوگئے۔ آپ کے بعد صاحبزادہ گرامی قدر مولانا صوفی ریحان شاہ، مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں اور سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کے سلسلہ میں موصوف کی تمام کوششوں کو قبول فرمائے اور آپ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت ہو۔ آمین۔

حضرت صوفی عبدالعزیز خاں عرف عزیز بابا قبلہ قدس سرہٗ

اسم گرامی عبدالعزیز خاں ہے لیکن جب حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے آپ کو عزیز بابا کہہ کر پکارا، جب ہی سے یہی نام معروف و مستعمل ہے۔ بارہ بنکی ریلوے اسٹیشن کے مشرق کی جانب آبائی مکان ہے اور اسی جگہ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے اسم گرامی کی طرف منسوب خانقاہ جہانگیریہ حسنیہ بھی ہے۔ حضرت عزیز بابا قبلہ، حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامن عاطفت میں آنے سے پہلے ٹمبر مرچینٹ تھے۔ لکڑی کے کاروبار میں معقول آمدنی تھی، تجارت میں مصروفیت کے ساتھ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور اپنے حلقۂ احباب میں بااصول فرد کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں آپ کا داخل ہونا بھی حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی کرامت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ کیونکہ فرائض شرعیہ کی ادائیگی اور کاروباری مصروفیت میں اتنا موقع ہی نہیں ملتا تھا کہ آپ کسی کے فیضِ صحبت سے فیضیاب ہوتے۔ ۱۹۵۲ء کی بات ہے کہ عزیز بابا کے ایک قریبی رفیق صوفی معشوق علی صاحب جو حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے دامن فیض سے وابستہ تھے، حضرت سلطان الہند غریب نواز کے عرس مبارک کے موقع پر اجمیر شریف حاضر ہو کر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمت اقدس میں قدم بوسی کی سعادت ضرور حاصل کرتے۔

موصوف نے عزیز بابا سے کہا کہ اب کی مرتبہ آپ بھی اجمیر شریف میں حاضری دیں۔ انہوں نے حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ عالیہ کے فیوض و برکات کی کچھ اس انداز سے تعریف کی کہ عزیز بابا آمادۂ سفر ہو گئے۔ اجمیر شریف آکر صوفی معشوق علی صاحب حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کے

مکان پر حضرت کا قیام تھا۔ جس وقت یہ دونوں حضرات خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضرت قبلہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے نظر اوپر اٹھائی تو عزیز بابا کی قلبی کیفیت میں ایک انقلاب آ گیا۔ پھر حضرت قبلہ نے ایک نوالہ سالن میں ڈبو کر عزیز بابا کو کھلایا تو اس کے کھاتے ہی بقول عزیز بابا "ہماری دنیا ہی بدل گئی" قلب سے تمام بُرے خیالات مٹ گئے۔ اور قلب سے بس یہی صدا آنے لگی کہ یہ تمہارا کام مکمل کریں گے اور تم کو منزل تک پہونچا دیں گے، ان سے سب کچھ مل جائے گا۔ ان کیفیات کے سائے میں ہم نے حضرت قبلہ سے مرید ہونے کی خواہش کا اظہار کر دیا، پھر حضرت قبلہ نے اپنے دامن عاطفت میں لے کر دین و دنیا کی نعمتوں سے نواز دیا۔ مرید ہونے کے بعد عزیز بابا، اپنے مرشد گرامی کی خدمت میں شب و روز رہنے لگے' آپ کے جذبۂ خدمت اور خلوص و نیاز مندی اور سچی عقیدت کی بنا پر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے مرید ہونے کے ایک برس بعد ۱۹۵۳ء میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا، اس نعمت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ کے جذبۂ خلوص و اطاعت میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا، آپ نے مرشد گرامی کی خدمت اس انہماک کے ساتھ کی کہ اپنے آپ کو بالکل فنا کر دیا۔ مرشد کا تصور، مرشد کا خیال، مرشد کا ذکر، غرضیکہ آپ کے لئے سب کچھ مرشد کی ذات گرامی تھی۔ فنا فی الشیخ کی اس کیفیت کا یہ اثر تھا کہ نام و نمائش سے مکمل طور پر بیزاری ہو گئی۔ مرشد گرامی اور اہل سلسلہ حضرات کی خدمت کو سعادت دارین تصور کرتے، یہی وجہ تھی کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا قیام لکھنؤ صدر میں آستانۂ عالیہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ میں رہتا تو عزیز بابا اپنے گھر سے عمدہ اور تازہ کھانا بنوا کر پابندی کے ساتھ حضرت قبلہ کی خدمت میں نہایت خلوص و انکساری کے ساتھ پیش کرتے۔

لکھنؤ میں آستانہ عالیہ پر بجلی لگوانے میں عزیز بابا قبلہ، پتن شاہ قبلہ کے علاوہ صوفی پنڈت شیودرس رائے، نعیم شاہ، سریواستوا، اندو سیکھر سنگھ نے کافی محنت کی۔ سرکاروں نے ان حضرات کو خوب نوازا۔ اور روحانی فیضان سے مالا مال کر دیا۔ غرضیکہ حضرت قبلہ کے قدم مبارک جہاں جہاں پہونچے، رشد و ہدایت کے ان گنت چراغ روشن کر دیئے چنانچہ ۱۹۵۵ء میں کورٹ انسپکٹر نعیم شاہ صاحب داخل سلسلہ ہوئے، خانقاہ حسنیہ سے متصل سپرنٹنڈنٹ آف پولس خورشید احمد خاں بنگلے میں رہتے تھے۔ موصوف بھی حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دست مبارک پر بیعت ہو کر سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں داخل ہوئے۔ ان سے ملاقات کرنے کے لئے کورٹ انسپکٹر نعیم شاہ صاحب بنگلے پر اکثر آتے رہتے تھے۔ محمود الحسن کانسٹبل جو حضرت مولانا جلال الدین خضر رومی کے مرید اور خلیفہ تھے کورٹ صاحب کی اردلی میں تھے۔ عزیز بابا کے مکان پر حضرت قبلہ قیام فرما تھے، کورٹ صاحب حضرت قبلہ کو دیکھتے اور سلام کرتے ہوئے گذر جاتے۔ البتہ محمود الحسن کانسٹبل حضرت قبلہ کی قدم بوسی ضرور کرتے۔ یہ منظر کورٹ صاحب دیکھتے مگر زبان سے کچھ نہ کہتے، ایک دن حضرت قبلہ طریقت کے رموز بیان فرما رہے تھے جن کو سُن کر کورٹ انسپکٹر نعیم صاحب پر کیفیت طاری ہوگئی، فوراً ہی بیعت کے لئے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوس ہو گئے، حضرت قبلہ نے آپ کو دامن عاطفت میں لے لیا، اس کے بعد بہت سے کانسٹبل اور پولس افسران سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت قبلہ نے خانقاہ حسنیہ کے قریب ایک جگہ اپنے لئے منتخب کی تھی وہ کورٹ صاحب کے انتقال سے تین برس پہلے نعیم شاہ کو دے دی اور عزیز بابا سے فرمایا کہ ہمارا وہ آدمی ہے اُس کے لئے یہ جگہ اچھی ہے، یہیں پر کورٹ انسپکٹر نعیم شاہ کا مزار ہے۔ رمضان المبارک کی پانچ تاریخ کو ایک روزہ فاتحہ کی تقریب و محفل سماع ہوتی ہے۔

حضرت سلطان الاولیاء جب عزیز بابا کے مکان پر پہلی مرتبہ تشریف لائے اُس وقت پُتّن شاہ قبلہ کی عمر ۱۴ برس کی ہوگی۔ مقامی اسکول میں دسویں کلاس کے طالب علم تھے، لباس بھی انگریزی استعمال کرتے تھے، حضرت قبلہ کی ہمرکابی میں متعدد خلفاء کرام و مریدین بھی تھے۔ عزیز بابا نے اطراف و جوانب میں حضرت قبلہ کی تشریف آوری کا چرچا خوب اچھی طرح کر دیا تھا۔ لوگ ایسے خدا رسیدہ بزرگ کی زیارت کے لئے دور دراز سے آنے لگے۔ عزیز بابا اپنے خاندان والوں کو اور دیگر لوگوں کو حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر کر کے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں داخل کرا رہے تھے، والد صاحب نے مجھ سے بھی فرمایا کہ تم بھی مرید ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے طور پر مرید ہوں گا، اُس وقت حضرت قبلہ کی خدمت میں پنکھا جھلنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی، عصر کی نماز کے بعد حضرت قبلہ نے تین مرتبہ نفی اثبات کا ذکر بھی مجھ سے کرایا۔

پھر اس کے بعد ایک واقعہ ہوا، حضرت نے مجھے آواز دی "پُتّن میاں یہاں آؤ" میری کنڈیا (باسکٹ) میں سے وہ موٹی کتاب نکال لاؤ۔ میں نے کتاب لاکر خدمت عالی میں پیش کر دی، حضرت قبلہ نے کتاب کھول کر ایک شعر یاد کرنے کا حکم فرمایا، اور کہا کہ یہ شعر یاد کر کے سناؤ، تب تمہیں کہیں جانے کی اجازت ملے گی۔

اے بادشاہ اعظم، در بستہ بود محکم

پوشیدہ دل، کے آدم ناگاہ بر در آمد

(اے شہنشاہ اعظم دل کا دروازہ تو بہت مضبوطی کے ساتھ بند تھا، پھر اچانک یہاں پر یہ کون شخص چپکے سے دروازے میں داخل ہو گیا)

جیسے جیسے مجھے یہ شعر یاد ہوتا گیا، دل و دماغ کی حالت بدلتی چلی گئی، اور پھر یہ کیفیت طاری ہو گئی کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت قبلہ کا دستِ مبارک اپنے ہاتھوں میں مضبوطی کے ساتھ لے لیا، اور عرض کیا کہ حضرت اب مجھے بھی مرید فرما لیجئے۔ حضرت

قبلہ نے مسکراتے ہوئے والہانہ انداز میں مرید فرما کر اپنا جہانگیری تاج اور رومال ہم کو اڑھا دیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اُسی دن سے لباس مرشدی زیب تن ہے۔

حضرت قبلہ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بُتّن میاں میں تم سے فقیری کراؤں گا، میں بھی پیار میں عرض کر دیتا کہ جب حضرت مجھے فقیری کرائیں گے تو پھر میں شادی وغیرہ کے جھنجھٹ میں کیوں پڑوں؟ اس لئے حضرت قبلہ نے میری شادی کا اہتمام بھی عجب انداز میں کیا، نکاح کے بعد محفل سماع ہوئی، اس شعر پر مجھے بہت کیفیت ہوئی۔

بنواز گہ زلطفے کہ غریب و بینوائیم
زکرم کنند شاہاں نگہے بر گدا نگاہے

عالم کیف میں سہرا اور صافہ حضرت قبلہ کے قدموں پر نثار ہو گیا،

۱۹۵۷ء میں اپنے خاص حکم کے ذریعہ شادی کی سنت کی تکمیل کرائی، ۱۹۵۸ء میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ اس وقت حضرت قبلہ کا وہ فرمانِ مبارک کہ "بُتّن میاں، میں تم سے فقیری کراؤنگا" آج اس فرمان مبارک کی تکمیل کا منظر سامنے آگیا۔ حضرت قبلہ نے ہمیشہ دین اور دنیا کو ساتھ ساتھ رکھ کر فقیری کا درس دیا؛ اس سلسلہ میں حضرت قبلہ اپنے خلفاء اور مریدین کو اس بات کی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ "دُنیاوی زندگی اس طرح گذارو کہ دُنیا تمہارے اندر نہ رہے"۔ شادی بیاہ، کاروبار، رزق حلال کی جستجو کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی، اتباع سنّت اور بزرگوں سے عقیدت، مخلوق خدا کی خدمت اور محبت، ان چیزوں کو فقیری کی بنیاد قرار دیتے ہوئے سلسلۂ عالیہ کی اشاعت اور وسعت کے لئے جدوجہد کرنا آپ کا مقصد تھا۔

صوفی بُتّن شاہ سے حضرت قبلہ خصوصی محبت فرماتے تھے، اتنی کم عمری میں اجازت و خلافت عطا کرنا، تعلق خاص کی دلیل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت قبلہ کے وصال

کے بعد شہید ملت عزیز الاولیاء حضرت شاہ عبدالعزیز میاں قبلہ بھی بارہ بنکی کے اہل سلسلہ سے خصوصی شفقت کا معاملہ رکھتے تھے۔ عزیز بابا قبلہ اور مُتین شاہ قبلہ سے اس خصوصی تعلق میں بھی اضافہ کا مشاہدہ ہوتا رہا۔ شہید ملت کے وصال کے بعد شہزادۂ عالی وقار محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ قبلہ عرف مُنّے میاں تو مُتین شاہ صاحب کے ساتھ حضرت قبلہ کی حیات مبارک کے دور سے پُرخلوص تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ تعلق بحمداللہ تعالیٰ آج تک اضافہ کے ساتھ قائم ہے۔ حضرت صوفی خالق حسن عرف مُتین شاہ قبلہ، حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی دعاؤں اور توجہ سے بہ ہمہ اوصاف متصف ہیں۔ اُردو، فارسی، عربی، انگریزی، ہندی سنسکرت اور تامل زبان سے بخوبی واقف ہیں۔ پنجابی زبان سے بھی لگاؤ ہے۔

تعمیرِ خانقاہ : بارہ بنکی میں ۱۹۵۲ء میں حضرت قبلہ کے حکم سے والد گرامی حضرت صوفی عزیز بابا قبلہ نے بلا شرکت غیرے خانقاہ حسنیہ تعمیر کرائی۔ خانقاہ سے متصل حضرت قبلہ کے لئے خصوصی کمرہ تعمیر کرایا۔ حضرت قبلہ کے آخری سفر کے پروگرام میں بارہ بنکی بھی شامل تھا۔ اسی سفر میں عید الاضحیٰ کی ۷ تاریخ کو فخر العارفین حضرت مولانا شاہ سید عبدالحیٔ قبلہ کی فاتحہ اور حضرت خواجہ غریب نواز کی چھٹی بماہ رجب مقرر فرمائی۔ سرکاروں کے کرم سے یہ دونوں فاتحہ روز اوّل سے پابندی اور اہتمام کے ساتھ کی جاتی ہیں، جن میں عزیز بابا قبلہ اور مُتین میاں قبلہ کے مریدین کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ محفل سماع، قیام و طعام کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے، بارہ بنکی کے علاوہ اکبر نگر لکھنؤ میں بھی ایک خانقاہ ہے، حضرت صوفی مُتین شاہ صاحب کا قیام زیادہ تر اکبر نگر لکھنؤ کی خانقاہ میں رہتا ہے۔ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت لکھنؤ، بارہ بنکی، گونڈہ، نینی تال، لکھیم پور، اندور، بمبئی وغیرہ میں ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں دعا ہے کہ آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ کی خوب اشاعت ہو اور آپ کی کوششیں مقبول بارگاہ ہوں!

حضرت صوفی محمد احمد حسن شاہ قبلہ قدس سرہٗ

اسم گرامی: محمد احمد۔ مرشد گرامی کی نسبت سے محمد احمد حسن مشہور و معروف ہے
مولد و مسکن: پیلی بھیت۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے خلفاء کرام میں حضرت صوفی محمد احمد حسن شاہ قبلہ کی ذاتِ گرامی جذبۂ خلوص، فہم و دانش، حلم و بُردباری، خوش اخلاقی، تواضع انکساری اور خاموش خدمت گار ہونے کی حیثیت سے بلند مقام رکھتی ہے۔ شجرۂ طیبہ کے اس شعر کے مطابق جس میں یہ دُعا کی جاتی ہے ؎

؎ موسیٰ کاظم کا صدقہ علم و عمل و حلم دے۔ جعفر و باقر شہِ زین العباء کے واسطے

اس دعا کی قبولیت کا مشاہدہ آپ کی ذاتِ گرامی سے روزِ روشن کی طرح عیاں تھا، اسی لئے حضرت قبلہ نے اس قسم کے افراد کو ایسے مقامات پر سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کے لئے بھیجا جہاں علم و فہم، مستقل مزاجی کے ساتھ عمل اور سنجیدگی و حلم کی ضرورت تھی۔ ان خلفائے کرام نے پیرانِ عظام کے سایۂ عاطفت میں مخلوقِ خدا کو معرفت کی وہ راہ دکھائی جس میں اپنی معرفت کے پردے میں خالق کی معرفت پوشیدہ ہے، پہاڑ کھود کر دودھ کی نہر جاری کر دینا، فولاد کو پگھلا کر پانی بنا دینا، پتھر کو موم کر دینا، مشکل ضرور ہے مگر اس قدر مشکل نہیں جتنا کہ انسان کو انسانیت کے سانچے میں ڈھال کر اُس کی پہچان کرا دینا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ مشکل ترین کام مخلوق میں سب سے زیادہ برگزیدہ اور منتخب شخصیتوں کو سونپا گیا۔ نبی آخر الزّماں، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد یہ سلسلہ آپ کے وارثین کو عطا کیا گیا، اور علماء کو وارثین انبیاء کے اعزاز سے سرفراز فرما کر رشد و ہدایت کا معاملہ سپرد کیا گیا۔ حضرت

سلطان الاولیا قبلہ نے اسی مشن کو چلانے اور ترقی دینے کے لئے شب و روز محنت کی، اور ایسے افراد تیار کئے جنھوں نے انسان کو انسانیت کا سبق سکھا دیا، بلکہ انسانیت کے اعلیٰ مقام پر پہونچایا۔ ان افراد میں سے ایک شخصیت حضرت صوفی محمد احمد حسن شاہ قبلہ کی ہے۔ موصوف نے اپنی زندگی کا آغاز فوجی ملازمت سے کیا لیکن کاتب تقدیر نے دربار جہانگیری کی ملازمت لکھ دی تھی اسلئے فوجی ملازمت چھوڑ کر حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی غلامی میں آ گئے۔ اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد مرشد نگر سے سرَوَرا (ضلع بریلی) پاپیادہ سفر کرنے کا حکم ملا۔ فرمانِ مرشد کی تعمیل کرتے ہوئے پیدل سرَوَرا کی جانب روانگی اختیار کی۔ بریلی شہر کے قریب موضع دُنکا کی مسجد میں شب کو قیام فرمایا، صبح کی نماز کے بعد معمولات سے فارغ ہو کر پھر سرَوَرا کی جانب رُخ کیا، وہاں پہونچ کر آپ نے لوگوں کو اللہ و رسول کی اطاعت اولیائے کرام اور بزرگوں کی عزت و عظمت کا سبق دیا۔ پیرانِ عظام کی دعاؤں سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی جانب کشش پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ آپ کی خدمت کو عوام و خواص اپنے لئے باعثِ عزت سمجھنے لگے، آپ کی قربت کو باعث سعادت تصور کرنے لگے۔ آپ کی خلوصِ نیت اور بے لوث سلسلۂ عالیہ کی اشاعت سے اطراف و جوانب میں روحانی فضا تیار ہوتی چلی گئی اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں شامل ہو گئے۔ قصبات میں گروہ بندی کا ماحول عجب انداز کا ہوتا ہے، ذرا سی بات بڑھتے بڑھتے دو گھروں میں دو محلّوں میں دو بستیوں میں ایسی منافرت کا ماحول پیدا کر دیتی ہے کہ محسوس ایسا ہونے لگتا ہے کہ اب جنگ کے ذریعہ ہی فیصلہ ہو سکتا ہے۔

ایسے تمام موقعوں پر آپ نے پیرانِ عظام کی طرف سے عطا کی ہوئی دانشمندی اور فراست سے خون کا ایک قطرہ بہے بغیر معاملہ کو درست کر دیا۔ ٹوٹے ہوئے دِلوں کو

آپ نے اسطرح جوڑ دیا جیسے آپس میں کبھی اختلاف ہی نہ ہوا ہو، اور اپنے دامن میں پناہ دے کر ان تمام لوگوں کو ایک دوسرے کا ہمدرد و غم گسار بنا دیا۔

سَرُورا کے علاوہ، ٹھریا، بنجریا، من پوریا اور نواب گنج تحصیل کے بہت سے مقامات پر بھی آپ کے فیض کا چشمہ جاری ہوا۔ آپ کی ذاتِ گرامی سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا، مگر ان معاملات میں اپنے آپ کو اپنے مرشدِ گرامی حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی طرح ہمیشہ پردے کے پیچھے رکھا، اور کبھی اظہارِ فخر نہیں فرمایا۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ کی تعمیر کردہ پیلی بھیت کی خانقاہ میں بھی چار پانچ برس تک آپ کا قیام رہا۔ اجازت و خلافت کے باوجود خانقاہ میں آنے والے حضرات کی خدمت کرنا اپنے لئے باعثِ فخر تصور کرتے۔ حصولِ معاش کے لئے پیلی بھیت شہر میں کملّے کے چوراہے پر سائیکل مرمّت کی ایک دکان کھول رکھی تھی۔ دین کو دُنیا کمانے کا ذریعہ کبھی نہیں بنایا، بلکہ دُنیاداری کی آڑ میں دین داری کی، اِس طرح سلسلۂ عالیہ کی خدمت کرتے کرتے واصل بحق ہو گئے۔ ع : خدا رحمت کند بر عاشقانِ پاک طینت را۔

اپنی حیات میں صاحبزادے صوفی رئیس احمد شاہ صاحب کو اپنا جانشین و صاحب سجّادہ مقرر کیا لیکن ان کا عین شباب میں وصال ہو گیا۔ اس وقت آپ کے دو خلفاء حضرت صوفی عبدالرحمٰن شاہ اور حضرت حافظ محمد اسحٰق حسن شاہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مصروف ہیں، ماشاء اللہ نہایت خلوص، لگن اور محنت کے ساتھ کام کر رہے ہیں بارگاہِ خداوندی میں دُعا ہے کہ حضرت صوفی محمد احمد حسن شاہ قبلہ کے یہ عزیز نونہال اپنے پیر و مرشد کا نام روشن کرتے ہوئے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کیلئے زیادہ سے زیادہ کارآمد ہوں۔ آمین

حضرت صوفی نورالدین شاہ مدظلہ العالی

۱۹۳۲ء میں رامپور شہر میں جناب محمد طیب صاحب کے یہاں گلستان حسن کے لئے ایک پھول کھلا، نورالدین نام رکھا گیا۔ دہلی اور اس کے بعد بمبئی میں دنیاوی اور دینی ضروریات کی تعلیم حاصل کی۔ اور بھنڈی بازار بمبئی میں سیٹھ ابراہیم مین کے یہاں ملازمت کر لی سیٹھ صاحب حُسن صورت و سیرت کے پیکر تھے۔ اس زمانے میں حضرت صوفی حکیم الدین شاہ فیروزآبادی کا قیام بمبئی میں تھا اور سیٹھ صاحب سے مراسم دوستانہ تھے۔

۱۹۵۲ء میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ بمبئی تشریف لائے۔ اور ناگپاڑہ میں کیلے والوں کے یہاں قیام فرمایا، محترم بھائی حکیم الدین شاہ جو سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ تھے اپنے دوست کی دکان پر آئے اور اپنے دوست سیٹھ صاحب کو حضرت قبلہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت قبلہ نے سیٹھ صاحب پر ایسی شفقت و عنایت فرمائی کہ وہ مرید ہو گئے۔ بھائی حکیم الدین شاہ نے سیٹھ صاحب کے مرید ہونے کا ذکر اپنے پیر بھائیوں سے کیا جب اس کی خبر الحاج صوفی احمد حسن شاہ کو ہوئی تو موصوف بھائی حکیم الدین شاہ کے ہمراہ سیٹھ صاحب کی دکان پر آئے۔ دورانِ گفتگو موصوف کی نظر جب ہم پر پڑی تو بھائی حکیم الدین شاہ سے فرمایا کہ ان کو بھی حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں لیجانا چاہیئے۔ رات کو ہم ان دونوں حضرات کے ساتھ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان حضرات کی اتباع میں ہم نے بھی حضرت قبلہ کی قدم بوسی کی اور باادب کھڑے ہو کر حضرت قبلہ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا تو بس ایک نظر دیکھتے ہی دل اسطرح گرویدہ ہو گیا کہ ہم نے گذارش کی حضور! اپنے قدموں میں جگہ دیدیجئے۔ آپ نے حسب معمول نہایت شفقت آمیز انداز میں ہم کو دیکھا اور مرید فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا "آئی تھی تو کو، لے گئی مو کو" حضرت قبلہ کے اس ارشاد کو سُن کر ہم سب کو حیرت ہوئی۔ اور کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی کچھ عرصہ کے بعد سیٹھ ابراہیم مین صاحب

پاکستان تشریف لے گئے اور اپنا باکڑہ (چھوٹی سی دکان) مجھے دے گئے۔ اس کے بعد جب ۱۹۵۷ء میں حضرت قبلہ کی بارگاہ سے ہمیں اجازت وخلافت عطا ہوئی، تب یہ بھید کھلا، کہ یہ تاجِ جہانگیر! سیٹھ ابراہیم میمن صاحب کو عطا ہونے والا تھا، لیکن مشیتِ ایزدی نے ہم کو اس سے سرفراز فرمایا۔ اب حضرت قبلہ کے فرمانِ مبارک کی حقیقت ظاہر ہوئی۔

مُرید ہونے کے بعد حضرت نورالدین شاہ قبلہ کو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے ایسا تعلق ہوگیا، کہ ہر وقت دل و دماغ پر آپ کا خیال چھایا رہتا۔ اپنی تمام دنیاوی ذمہ داریوں کے باوجود حضرت قبلہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا جب بھی ذرا سا موقع ملتا حاضری کی سعادت حاصل کرتے۔ حضرت قبلہ بھی ان کے ساتھ مُربّیانہ شفقت فرماتے۔ چنانچہ ان کی شادی حضرت صوفی علاءالدین شاہ کی دُختر سے آپ نے طے کرائی، اور باقاعدہ اپنے خلفاءِ کرام اور مریدین کے ہمراہ شرکت فرما کر شادی کے مراحل کی تکمیل فرمائی۔

حضرت قبلہ کا یہ تعلق صرف حیاتِ مبارکہ تک محدود نہیں تھا، وصال کے بعد بھی ہے، اس تعلق کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت صوفی نورالدین شاہ قبلہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ وطن سے واپسی میں ناسک (مہاراشٹر) کے قریب کار کا ایکسیڈینٹ ہوگیا۔ زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ ناسک ہاسپٹل والوں نے جواب دیدیا تو ایمبولنس کے ذریعہ بمبئی لایا گیا، اور بمبئی ہاسپٹل (جو ایک مشہور اور بڑا ہاسپٹل ہے) میں ایک ماہ تک علاج ہوتا رہا۔ شدتِ درد سے ہر وقت بے چینی رہتی تھی، نہ دن کو آرام نہ رات کو چین، ایک رات شب کے آخری حصے میں تھوڑی سی آنکھ لگی تو دیکھا کہ حضرت قبلہ پریشاں گیسو، برہنہ سر اور برہنہ پا، ایک پُلیا (چھوٹا پُل) کے پاس ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے کھڑے ہیں، اتنے میں دو آدمی اسٹریچر پر ایک میت کو لئے ہوئے حضرت قبلہ کے سامنے سے گذر رہے تھے حضرت قبلہ نے ان کو روک لیا اور فرمایا "اسے یہاں رکھو" وہ لوگ میت رکھ کر چلے گئے، حضرت قبلہ نے ایک شعر پڑھا ؂

ورنہ کبھی کی موت سے ہوجاتی دوستی
اک یاد ہے تمہاری غم زندگی کے ساتھ

اس کے بعد ہماری آنکھ کھل گئی، درد غائب تھا اور طبیعت پُرسکون تھی۔ ڈاکٹر صاحبان حیران تھے کہ اچانک یہ مریض کس طرح صحتیاب ہوگیا۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ کی زبان مبارک سے بے مقصد اور بے کار الفاظ نہیں سُنے گئے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ بہت سی باتوں کی حقیقت اس وقت معلوم نہیں ہوسکی کچھ عرصہ گذرنے کے بعد حقائق کا علم ہوتا تھا۔ اِسی ضمن میں ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں، کہ ایک مرتبہ حضرتِ قبلہ، بھائی صوفی منصور الحسن کے ساتھ ٹیکسی میں ہماری جیولری کی دکان پر تشریف لائے ہم نے بٹن اور بچوں کی بالیاں ایک لفافے میں پیک کرکے حضرت قبلہ کی نذر کئے۔ حضرت قبلہ نے تین مرتبہ جیب میں ہاتھ ڈال کر پیسے نکالے اور ہمیں دیتے ہوئے فرمایا "رکھ لو" اور پھر فرمایا کیا یہ دُکان تمہاری ہے؟ ہماری زبان سے بے ساختہ نکل گیا "جی حضور" (جبکہ وہ دکان ہماری نہیں تھی) حضرتِ قبلہ کے وصال کے بعد آپ کے کرم سے پھر وہ دکان ہم نے خریدی۔ اس طرح حضرت قبلہ کا یہ فرمان بھی پورا ہوگیا۔

اس قسم کے بے شمار واقعات کا حضرت قبلہ کی حیاتِ مبارکہ میں مشاہدہ ہوا، جن کے ذکر کے لئے ایک کتاب درکار ہے، بہرحال حضرت نُورالدّین شاہ قبلہ حضرت قبلہ کی ذات گرامی سے متعلق تمام امور میں تن من دھن سے شریک رہتے ہیں، لیکن ابھی سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں حصّہ نہیں لے سکے۔ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے بارگاہِ خداوندی میں دُعا ہے کہ پیرانِ عظام کے مقصدِ اصلی کی خدمات کے لئے موصوف کو جلد موقع فراہم کردے ہمیں یقین ہے کہ گلستانِ حسن کا یہ پھول ایک نہ ایک دن اپنی خوشبو سے قلب و رُوح کو ضرور مُعطر کرے گا۔ اِنشاءَاللہ۔

حضرت صوفی سیّد مرتضیٰ علی شاہ قبلہ قدس سرہٗ العزیز

محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نور اللہ مرقدہٗ کا مولد مبارک "بدایوں" سیکڑوں برس سے عالمی پیمانے پر عوام و خواص میں متعارف و مشہور ہے اس علاقہ میں آپ کے روحانی فیضان کا مشاہدہ قدم قدم پر ہوتا ہے۔ علماء، صوفیاء، حکماء، شعراء، ادیبوں اور صنعت کاروں کی ایک لمبی فہرست ہے جن کے نام مستند کتابوں کے اوراق پر سنہرے حرفوں سے لکھے ہوئے ہیں، لکھے جارہے ہیں۔ اور لکھے جاتے رہیں گے۔

سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے مخلص اور خاموش خدمت گذار حضرت صوفی سیّد مرتضیٰ علی شاہ قبلہ کا تعلق بھی اسی بابرکت سرزمین سے ہے۔ تحصیل بسولی ضلع بدایوں کے سادات گھرانے میں آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۲۷ء میں جناب سیّد رضا علی صاحب کے یہاں ہوئی۔ تحصیل "بسولی" ضلع بدایوں میں شرفاء اور روساء کی آبادی پر مشتمل مشہور علاقہ ہے۔ دینی مدارس کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کا بھی یہاں معقول بندوبست ہے۔ شرفاء کے دستور کے مطابق آپ کو دینی اور دنیاوی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا گیا۔ معاش کے سلسلہ میں آپ کی تشریف آوری بمبئی میں ہوئی جے جے ہاسپٹل کے سامنے کیلے کی بہت سی "بکھار" (گودام) ہیں۔ جہاں کیلے کا تھوک بیوپار ہوتا ہے۔ یہیں آپ نے مکان اور دکان لے کر کاروبار شروع کیا۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی بمبئی تشریف آوری کا آغاز ۱۹۵۱ء سے ہوا حضرت قبلہ کے ایک رشتہ دار جناب خورشید بھائی کیلے والے کی کیلے کی "بکھار" (گودام) بھی یہیں پر تھی۔ بمبئی تشریف آوری پر حضرت قبلہ کا قیام یہیں ہوتا تھا۔ ذکر و اوراد کی مجلسیں اور سماع کی محفلیں بھی یہیں ہوتی تھیں۔ بغیر کسی پروپگنڈے اور شہرت کے سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کا کام جاری تھا۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے روحانی فیضان خلوص و للّٰہیت کے اثرات آہستہ آہستہ بڑھتے جارہے تھے جو بھی آپ کو دیکھتا، آپ کا ہو جاتا۔ مرتضیٰ علی صاحب کا آنا جانا عموماً اسی راستے سے ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت قبلہ بمبئی جلوہ افروز تھے اور کیلے کے گودام میں جہاں آپ

قیام پذیر تھے۔ حسب معمول پہلے حلقہ ذکر ہوا فاتحہ وغیرہ کے بعد محفل سماع منعقد ہوئی حضرت قبلہ مسند پر جلوہ افروز تھے۔ سید مرتضیٰ علی صاحب اسی راستے سے گذر رہے تھے کہ اچانک آپ کی نظر حضرت قبلہ کے چہرۂ مبارک پر پڑ گئی۔ پھر تو دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ نہ دل پر قابو رہا اور نہ جان پر اختیار، عالم بے خودی میں حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوس ہو گئے۔ حضرت قبلہ نے آپ کی پشت پر دست شفقت پھیرا، اور اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر سامنے بٹھا کر اسی وقت دامن عاطفت میں لے لیا۔ حضرت قبلہ جتنے دن بمبئی میں جلوہ افروز رہتے حضرت صوفی سید مرتضیٰ علی شاہ تمام شب خدمت اقدس میں حاضر رہتے۔ دن میں دنیاوی ذمہ داریاں اور کاروباری معاملات میں مصروف رہنا اور رات کو خدمت مرشد میں عقیدت و محبت کے ساتھ رہنا، آپ کے معمول میں شامل ہو گیا۔ اکثر و بیشتر مرشد نگر بھی حاضر ہو کر مرشد گرامی کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتے حضرت قبلہ بھی آپ پر خصوصی توجہ فرماتے۔ شعبان ۱۳۷۳ھ میں بذریعہ خط حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے بمبئی کے دس حضرات کی اجازت و خلافت کا اعلان فرمایا تھا، ان دس خوش نصیب افراد میں حضرت صوفی سید مرتضیٰ علی شاہ قبلہ کا اسم گرامی بھی تھا۔ خلافت سے سرفرازی کے بعد مرشد گرامی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے رسول پور، اسلام نگر، بسولی نظام پور میں سلسلہ عالیہ کی اشاعت کا کام شروع کر دیا۔ اور بہت سے افراد کو داخل سلسلہ کیا۔ یہ تمام علاقے آپ کے مولد و مسکن ضلع بدایون سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے متعلقین اور جان پہچان کے علاقوں میں لوگوں کے دلوں میں عقیدت و نیازمندی کے جذبات اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب کسی شخصیت میں کچھ حقیقت لوگوں کو نظر آ جائے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت صوفی سید مرتضیٰ علی شاہ قبلہ کس مقام پر فائز تھے کاروباری مصروفیات کے ساتھ سلسلہ عالیہ کی اشاعت کا کام جاری تھا کہ، ۲ جون ۱۹۸۹ء میں رحمت خداوندی نے آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ ناریل باڑی قبرستان بمبئی میں آرام فرما ہیں۔

آپ کے صاحبزادے جناب سید مصطفےٰ صاحب ماشاء اللہ سنجیدہ، ذی فہم، باعمل شخصیت کے حامل ہیں اور سلسلہ عالیہ جہانگیریہ سے خاص تعلق رکھتے ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ سلسلہ عالیہ کی اشاعت میسر فرمائے۔

حضرت صوفی الحاج سیّد محمد زکریا غلام صابر حسنی قبلہ

اُتر پردیش میں لکھنؤ اور کانپور ایسے شہر ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں لکھنؤ تہذیب و شائستگی، علم و ادب و اخلاق، وضعداری، مہمان نوازی، عالموں، صوفیوں، حکیموں ادیبوں اور شاعروں، اور سیاسی بصیرت رکھنے والوں کی وجہ سے تہذیبی شہر ہے۔ کانپور بڑی بڑی فیکٹریوں، کارخانوں اور مختلف قسم کی کلیدی صنعتوں اور جدّت طرازیوں کی وجہ سے صنعتی شہر کہلاتا ہے۔ ان دونوں شہروں کے درمیان ضلع "اُناؤ" ایک ایسا خطہ ہے جسمیں دونوں شہروں کی خصوصیات جمع ہیں۔ زیرِ تعارف شخصیت کا تعلق اسی خطہ کے قصبہ مُسنڈی سے ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۳۱ء میں سادات کے معزز گھرانہ میں جناب حاجی سیّد وارث علی صاحب کے یہاں ہوئی۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں کی تشریف آوری برابر اس قصبہ میں ہوتی رہتی تھی۔ بزرگوں کے فیضان کا لوگوں کے دلوں پر اثر تھا۔ سید محمد زکریا شاہ نے بھی اسی ماحول میں پرورش پائی بچپن ہی سے بزرگوں سے تعلق رہا، اور شعور کی پختگی کے ساتھ اس تعلق میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ بحمداللہ تعالےٰ سادات کے اس معزز گھرانے میں بھی مشائخ کرام کی خدمت و نیازمندی کو سعادت دارین تصور کرنے کا دستور العمل تھا، یہی وجہ ہے کہ آپکی گفتگو میں سادگی عمل میں خلوص، نمائش اور تصنع سے پرہیز محبت واستقلال، صبر و رضا اور توکّل کے بھرپور اثرات ہیں۔ علم اور علماء کی قدر، سخن فہمی و سخن گوئی کی صلاحیت، پیچیدہ معاملات کو احسن طریقے سے سلجھا دینا، آپ کے مزاج میں داخل ہے۔ ان تمام باتوں کا مشاہدہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جسکو آپ کی بابرکت صحبت یا کسی معاملہ کے سلسلہ میں واسطہ رہا ہو۔ ان خصوصیات کے علاوہ جو شئے شانِ انفرادیت پیدا کرتی ہے وہ ہے آپ کا دلِ دردمند، جسمیں مخلوق خدا کی خدمت اور محبتِ خالق کی شمع روشن ہے۔ عشق و محبت کی اس منزل کو پانے کیلئے، اور اس شمع کی روشنی کے دائرہ کو وسیع کرنے کیلئے ایک شیخ کامل کی تلاش تھی جسکی جستجو میں رات کی نیند اور دن کا سکون مفقود تھا، بارگاہِ خداوندی میں دست بہ دعا گریہ وزاری کا سلسلہ برسوں تک جاری رہا۔ دل کی بیقراری جب انتہا کو پہونچی تو رحمتِ باری جوش

میں آگئی، اور عالمِ غیب سے اسکے اسباب اس طرح ظاہر ہوئے کہ ایک دن اچانک صوفی سید احمد شاہ جبلپوری جو سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے دامنِ ارادت سے وابستہ تھے، آپکی ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو موصوف نے اپنے مرشدِ گرامی حضرت سلطان الاولیا کا ذکرِ مبارک کچھ اس انداز سے کیا کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوگئی۔ رُوح پکار پکار کر کہنے لگی کہ بس تمھاری منزل یہی ہے۔ صوفی سید احمد شاہ نے آپکے قلب کی اس کیفیت کو بھانپ لیا اور آپ کی قیام گاہ تک ساتھ ساتھ آئے۔ کمرے میں بیٹھکر اثبات ونفی کا ذکرِ جہری کرایا، یک گونہ دل کو تسلی ہوگئی مگر دیدارِ مرشد کا شوق اور بھی زیادہ ہوگیا، اسی کیفیت میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمتِ اقدس میں عریضہ لکھنا شروع کردیا، دل میں بیقراری آنکھوں سے اشک جاری لکھیں تو کیا لکھیں اور کس طرح لکھیں۔ فوری طور پر ایک قطعہ موزوں ہوگیا خط کا آغاز اسی قطعہ سے کیا ؎

دلِ حزیں کو حسن شاہ سے عقیدت ہے عیاں ہے فیضِ کرم اور نزولِ رحمت ہے
کرم سے شامِ الم، صبحِ مسرت ہوجائے مرے حضور مجھے آپ سے محبت ہے

مضمونِ خط کا خلاصہ یہ تھا کہ کاش حضور کی قدم بوسی اور زیارت کی سعادت میسّر ہوجاتی، یا کم ازکم خواب ہی میں حضور کا دیدار ہوجاتا، خط کے مضمون کو اس شعر پر مکمل کردیا۔

تجھ کو مانگوں میں تجھی سے کہ سبھی کچھ مل جائے ٭ سَو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

پندرہ دن کے بعد حضرت قبلہ کا عنایت نامہ موصول ہوا، خوشی کی انتہا نہ رہی، نامۂ مبارک کو آنکھوں سے لگایا، سر پر رکھا، اور نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ شفقت ومحبّت سے بھرپور، شستہ عبارت، ذکر واَوراد کی تلقین کے ساتھ یہ بھی تحریر کیا کہ ہمارے مرشدِ گرامی حضرت سُلطان العاشقین روحی فداہ کا عُرس مُبارک ہُوا، بہت سے کلام پڑھے گئے، ہمیں یہ اشعار بہت پسند آئے تمہیں بھی لکھ رہے ہیں، پڑھ لیا کرو ؎

ترے میہاں ہیں جہاں بٹھا، سرِ عرش روئے زمیں سہی ٭ ہمیں بیٹھے رہنے سے کام ہے، کوئی جا نہیں تو نہیں سہی
صفِ اوّلیں تو ہے خاص صف، وہاں پاؤں جائے کہاں نفس ٭ صفِ آخریں سے بھی دور تر، جو اشارہ ہو تو وہیں سہی

حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے گرامی نامے میں نصیحت و موعظت، تسلی و تشفی کے مضمون کو نہایت مختصر اور جامع انداز میں بیان کرنے کے بعد آخر میں حضرت قبلہ نے تحریر فرمایا تھا۔

فاصلہ کوچہ جاناں کا نہ پوچھو یارو ⁂ جیسا مشتاق ہو، نزدیک بھی ہے دُور بھی ہے۔

حضرت قبلہ کے گرامی نامہ سے تسلی تو ہوگئی، مگر ملاقات نہ ہونے کے غم نے پھر گھیر لیا سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مصروفیت کیوجہ سے حضرت قبلہ کا قیام کسی ایک جگہ نہیں رہتا تھا۔ اسلئے اگر موقع نکال کر خدمت اقدس میں حاضری کا ارادہ بھی کیا جائے تو پھر کسی ایک جگہ کا تعین مشکل، آخر کار اس مقام پر بھی حضرت قبلہ کی شفقت و عنایت نے یہ مشکل آسان کر دی! وہ اس طرح، کہ حضرت سُلطان الاولیا، قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ اور آپ کے کرم فرما الحاج حضرت صوفی احمد حسن شاہ عالمگیر، ہوٹل والے حضرت قبلہ کی خدمت اقدس سے بمبئی تشریف لائے موصوف نے تلاش کر کے آپ کو بُلایا آپ نے گھر جا کر ان سے ملاقات کی، بڑی محبت اور خلوص سے انھوں نے آپ کو گلے لگایا حاجی صاحب نے فرمایا کہ حضرت سلطان العاشقین قبلہ کے عرس کے بعد خطوط کی ایک گڈی حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں پیش کی گئی۔ حضرت قبلہ نے بغیر پڑھے ایک خط اس گڈی میں سے نکال کر ہمیں دیا، اور فرمایا کہ یہ تمہاری گلی کے اس پاس رہتا ہے، اسکو تلاش کر لینا، اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ہمیں اُتنا ہی کی فکر تھی، سرکاروں نے دُور کر دی۔

یکے بعد دیگرے کئی عریضے حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں لکھے، ہر خط میں مقصد تحریر یہی ہوتا "کاش خواب ہی میں حضور کا دیدار ہو جاتا"، دیدارِ شوق کی فراوانی اہلِ سلسلہ کی قربت کا باعث ہوئی۔ اسی لئے محفل خانہ جہانگیریہ بمبئی میں ہر جمعرات کو حلقہ ذکر میں برابر حاضری ہوتی رہی۔ مشائخِ سلسلہ کی سالانہ فاتحہ میں شرکت پابندی کے ساتھ ہوتی تھی۔ اگر کوئی اہلِ سلسلہ احوال پوچھتا تو عادم کا یہ شعر پڑھ دیتا۔ ؎

معلوم نہیں ہے جام میں کیا ⁂ اِس فکر میں کھویا بیٹھا ہوں پرہیز کروں یا پی جاؤں

اب تک آپ کا لباس یوپی طرز کا تھا۔ ٹوپی بھی رامپوری پہنتے تھے۔ البتہ اہلِ سلسلہ کی رفاقت

سے طبیعت اس بات کا تقاضہ کرتی تھی کہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کا تاج اور لباس پہنوں۔ بغیر اجازت پہننے کی ہمت نہ ہوتی تھی ۱۹۵۷ء میں والد صاحب قبلہ حج بیت اللہ اور روضۂ اطہر کی زیارت کی سعادت حاصل کرکے وطن واپس آچکے تھے، اسی سلسلہ میں آپکو وطن جانے کا موقع مل گیا۔ بمبئی واپسی میں والد صاحب کے ہمراہ لکھنؤ آنا ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ ربیع الاول کے مہینے میں سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا قبلہ کا عرس ہوتا ہے۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ تشریف لائے ہوں گے، جاؤ معلوم کرکے آؤ، صدر بازار اسلامیہ قبرستان میں آستانۂ مبارک پر حاضر ہوا معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت سلطان الاولیا قبلہ تشریف لانے والے ہیں۔ حضرت قبلہ کی تشریف آوری پر حاضر خدمت ہوکر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے دریافت فرمایا کہ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا حضور، اصابری ہوٹل کے پتے سے بمبئی سے خدمت اقدس میں عریضے ارسال کرتا تھا؛ آپنے فرمایا "اچھا اچھا" میرے ساتھ کلیر شریف چلنا تیرا نام غلام صابر رکھوں گا، اس دن کے بعد سے اہل سلسلہ کے درمیان یہی نام مقبول ہوگیا۔ ابھی باطنی تربیت کا سلسلہ جاری تھا کہ ۱۹۵۹ء میں سلطانُ الاولیا قبلہ آغوش رحمت میں چلے گئے حضرت قبلہ کے وصال کے بعد عزیز الاولیا حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ قبلہ مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے ۱۹۶۰ء میں عزیز الاولیا قبلہ کے ذریعہ اجازت وخلافت کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ کانپور، بمبئی، پونہ، کلیان، راجستھان، مدراس اور گونڈا (یوپی) میں سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں تین چار ہزار افراد آپ کے ذریعے داخل سلسلہ ہوچکے ہیں، ۹ نوافراد کو اجازت وخلافت سے سرفراز کیا جاچکا ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ سرکاروں کے کرم سے بمبئی جیسے مصروف شہر میں صابری ہوٹل اور دیگر مشاغل وذمہ داریوں کے باوجود سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مصروف ہیں بمبئی شہر سے کچھ فاصلہ پر "کلیان" میں آپ کی خانقاہ بھی ہے جہاں مریدوں کی برابر آمدورفت رہتی ہے اور ذکر وفکر کا سلسلہ تسلسل اور پابندی کے ساتھ جاری ہے۔ وقتاً فوقتاً سلسلۂ عالیہ کی اشاعت کیلئے بیرونِ بمبئی کا سفر بھی کرتے ہیں اور تشنگانِ معرفت کو سیراب کرتے ہیں۔ دنیا وآخرت دونوں کو سامنے رکھ کر زندگی کے خاکے میں عملی رنگ بھرنا مومن کی شان

ہے۔ حضرت صوفی الحاج سید محمد زکریا غلام صابر حسنی قبلہ میں یہ شان خصوصی امتیاز کے ساتھ موجود ہے۔ دنیوی معاملات بھی احسن طریقے پر انجام دینے کے ساتھ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں شب و روز کوشاں ہیں وابستگانِ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے ساتھ مخلصانہ تعلقات بھی استوار رکھتے ہیں۔

زیرِ نگرانی لڑکوں میں سب سے چھوٹے لڑکے جُنید اقبال پر سرکاروں کی عنایتِ خاص ہے اور وابستگانِ سلسلہ کی نظریں بھی اسی کی طرف ہیں۔ حضرت سُلطان الاولیا قبلہ کی توجہات قائم رہیں، تو انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ سلسلہ کی اشاعت کی ذمہ داری بخوبی سنبھال سکتا ہے۔" راقم کی گذارش پر موصوف نے اپنا ایک قطعہ مرحمت فرمایا، وَھُوَ ھٰذا۔

ہمارے وعدے ہوئے نہ ایفا، ہماری فطرت میں بے وفائی
تمہارا عہدِ وفا ہے سچّا، جو مجھ سا کمتر نبھا رہے ہو
تمہارے لُطف و کرم کے صدقے، تمہاری جود و سخا کے قرباں
کتابِ عالی میں نام میرا بھی ساتھ اپنے لکھا رہے ہو

بارگاہِ خداوندی میں التماس ہے کہ آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو اور آپ کی سعیٔ مشکور مقبولِ بارگاہِ ایزدی ہو۔ آمین۔

حضرت صوفی سیّد نواب علی شاہ حسنی قبلہ مدظلہ العالی

(اسلامیہ بیکری۔ کرلا بمبئی)

اسم گرامی۔ سیّد نواب علی۔ والد محترم کا اسم گرامی: صوفی سید محمود علی صاحب آبائی وطن: موضع نظام مئی ڈاکخانہ: علی پور جیتا تحصیل: کڑا۔ ضلع: الٰہ آباد (یوپی)

۱۹۳۰ء میں ولادت باسعادت ہوئی۔ دینی ضروری تعلیم کے ساتھ اسکول میں بھی درجہ چہارم تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ کے والد گرامی موضع قاضی پور، ڈاک خانہ: منڈوہ، ضلع: فتح پور ہسوہ، یوپی میں قیام پذیر ہوئے۔ گھر کا ماحول بحمداللہ دینی تھا، اس لئے تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ عملی تربیت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ بچپن کے بہترین نقوش عملی زندگی میں راہبر ثابت ہوئے۔ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کا یہ انمول رتن آج بھی مزاجی پاکیزگی، تواضع، خلوص و محبت کے اعتبار سے ہزاروں میں پہچانا جاسکتا ہے۔ روزگار کے سلسلے میں ۱۹۴۳ء میں اپنے قصبے سے عروس البلاد بمبئی آئے اور بیکری کا کام کرنا شروع کردیا۔ تحصیلِ علم کا مشغلہ بھی جاری رہا۔ قرآن پاک کی تعلیم تجوید کے ساتھ شیخ القراء حضرت علامہ ابومسعود سعداللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی "حضرت علامہ حضرت شیخ صالح کمال مکی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل فخر شاگرد تھے"۔ دینی امور کی طرف توجہ بچپن ہی سے تھی، اس لئے کہ آپ فاطمی نسل کے بزرگ حضرت سید برہان الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ (ہتھ گام ضلع فتح پور ہسوہ، یوپی) کے خانوادے سے متعلق تھے، آپ کے سگے پھوپھا کے بہنوئی سیّد شاہ نذیر الحسن اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، فقیہ اور بزرگ تھے، آپ کی بہت سی کتابیں عوام و خواص میں مقبول تھی، جن میں "تخریب الاعداء"

اپنے موضوع پر ایک اچھوتی تصنیف ہے۔
آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے مُرید ہونے کے ایک برس بعد ہمارا ایکسیڈنٹ ہو گیا جو کافی خطرناک تھا، تکلیف کی انتہا کی وجہ سے جب میں حضرت قبلہ کو یاد کرتا تو حضرت قبلہ جاگتے میں بصورت مثالی نظر آتے اور بہت تسلی دیتے" بات دراصل یہ ہے کہ مرشد سے مُرید جتنا سچائی اور خلوص کے ساتھ تعلق رکھے گا اسی قدر مرشد کے فیضان سے فیضیاب ہو گا، اسی روحانی تعلق کا نام تصورِ شیخ ہے کہ ہر وقت نگاہِ تصور میں مرشد کا سراپائے مبارک قائم رہے، دماغ میں یار کا تصور اور دل میں یار کی تصویر، بس یہ صورت ہونی چاہیئے کہ ے

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ حضرات میں مذکورہ کیفیت عمومی طور پر مشاہدہ میں آئی؛ چنانچہ حضرت سیّد نواب علی شاہ مدظلہٗ العالی کا ایک دوسرا واقعہ مرشد گرامی حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ العزیز سے روحانی وابستگی کا روشن ثبوت ہے" آپ نے فرمایا کہ ہم مرشد نگر میں بارگاہ حسنی میں حاضر تھے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا وصال ہو چکا تھا۔ ہمارے دل میں بیقراری ہوئی اور حضرت قبلہ کی یاد نے چاروں طرف سے گھیر لیا، لاشعور سے ایک ہی آواز آتی، کاش حضرت قبلہ کا دیدار ہو جاتا، شعور کہتا تھا کہ یہ ایک ناممکن بات ہے۔ ہم شعور اور لاشعور کی سرحد پر کھڑے ہی تھے اور کوئی فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ کس کی بات صحیح ہے کس کی غلط ہے کہ ہم نے دیکھا "حضرت قبلہ مزار مبارک کی عمارت سے باہر تشریف لا رہے ہیں، ہم نے دوڑ کر قدم بوسی کی، حضرت قبلہ نے فرمایا "کیا یہ سمجھتا ہے کہ میں مر گیا ہوں" یہ فرماتے ہوئے حضرت قبلہ

سرکار سلطان العاشقین قبلہ کے مزار مبارک کی جانب چل دیئے۔ ہم ابھی عالمِ حیرت میں تھے اور حضرت قبلہ کو جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے، اُسی لمحے ہم حضرت قبلہ کے پیچھے پیچھے دوڑے، لیکن آپ درگاہ میں جاکر نہ معلوم کہاں غائب ہوگئے، بہت تلاش کیا۔ لیکن کوئی نشان نہ ملا۔ اس واقعہ سے اتنی بات ضرور معلوم ہوگئی کہ حضرت صوفی سید نواب علی شاہ مدظلہ العالی کی نسبت حضرت سلطان الاولیار قبلہ سے کس قدر مستحکم ہے۔ آج اسی نسبت کے فیضان سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہے۔

سنہ ۱۹۵۲ء میں حضرت سلطان الاولیار قبلہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، اس وقت بمبئی شہر کے قرب و جوار میں بھی حضرت قبلہ کے روحانی فیض کا سلسلہ جاری ہونے لگا تھا۔ اور مریدین و معتقدین کی کثیر تعداد میں آمد و رفت جاری رہتی۔ کیفیات کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی بھی سچی عقیدت کے ساتھ حضرت قبلہ کی محفلِ مبارک میں پہونچ جاتا، دامنِ مُراد بھر کر واپس آتا۔ حضرت سید نواب علی شاہ بھی اس بابرکت محفل میں حاضر ہوئے تو ایک ہی نظر میں سب کچھ نچھاور کرنے کا جذبہ اپنے اندر محسوس کرنے لگے۔ سونا تو کھرا تھا اور زیور بنانے والا بھی اپنے فن میں کامل، بلکہ اکمل تھا۔ پہلی ہی نظر میں ایسا ڈھال دیا کہ انمول ہوگئے ؎

جب تک بکا نہ تھا تو کوئی پوچھتا نہ تھا۔ تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

تربیت کی تکمیل تو ہو چکی تھی، لیکن سرکاروں کی طرف سے اسکا باضابطہ اعلان ہونا باقی تھا کہ سنہ ۱۹۵۹ء میں حضرت سلطان الاولیا کا وصال ہوگیا۔ اہلِ سلسلہ پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، ایک ایسا نگرانی کرنے والا جو باپ سے زیادہ نگراں ہو، ایک ایسا مشفق و کرم فرما، کہ جس کی نظیر اس دور میں مشکل، ایسا ہمدم و غم گسار جس کی نظر میں امیر و غریب اپنے پرائے کا فرق نہ ہو، ایک ایسا سایۂ لطف و کرم جس کی کوئی حد نظر نہ آئے، ان تمام چیزوں سے ایک لمحہ میں محروم ہو جانا کتنا بڑا امتحان تھا، سید صاحب نے مشیت

ایزدی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد عزیز الاولیا حضرت عبدالعزیز شاہ قبلہ مسندِ سجادگی پر رونق افروز ہوئے تو ۱۹۶۰ء میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے عرس مبارک کے موقع پر حضرت عزیز الاولیا قبلہ نے حضرت سید نواب علی شاہ کی اجازت و خلافت کا اعلان کیا، عرس مبارک سے واپسی کے بعد آپ نے سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کا کام شروع کیا۔ اور مہاراشٹر میں بمبئی شہر، کرلا، بھیونڈی وغیرہ۔ گجرات، ددھڈ، کاٹھیہ واڑ، احمد آباد۔ یوپی میں الہ آباد، فتحپور ہسوہ، کانپور، گونڈہ وغیرہ میں بیس ہزار سے زائد افراد کو سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ میں داخل کیا۔ پچاس سے زائد حضرات کو اجازت و خلافت سے سرفراز کیا، جو سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ فی الحال متعدد مقامات پر سلسلۂ عالیہ کی اشاعت ترتیب اور تنظیم کے لئے آپ نے خانقاہوں کی تعمیر کی، نمبر (۱) کرلا بمبئی (مہاراشٹر) نمبر (۲) دوحد (۳) احمد آباد (گجرات)، الہ آباد (یوپی)۔

بفضلہ تعالیٰ نہایت ذوق و شوق، توجہ اور تسلسل کے ساتھ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں نہایت مستعدی کے ساتھ مصروف ہیں۔ آپ کی ذات گرامی سے اہلِ سلسلہ کو بہت امیدیں وابستہ ہیں۔ بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی خوب اشاعت ہو۔ آمین

صد افسوس کہ کتاب کی اشاعت سے قبل ۳۰ جون ۱۹۹۳ء مطابق شب عاشورہ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ بروز جمعرات بمبئی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ موضع قاضی پور، ڈاکخانہ منڈوہ، ضلع فتح پور ہسوہ، یوپی میں تدفین ہوئی، ۹ تا ۱۲ شوال کو یہیں پر آپ کا عرس ہوتا ہے، آپ کے صاحبزادے صوفی سید محمد عزیز الحسن نوابی جہانگیری کو آپ کا سجادہ نشین مقرر کیا گیا ہے، جو سلسلہ کی اشاعت میں شب و روز اسی خلوص و توجہ کے ساتھ مصروف ہیں جس طرح آپ کے گرامی قدر والد و مرشد مصروف رہے۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ آپ کے ذریعہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی خوب اشاعت ہو۔ آمین

حضرت صوفی گلشیر حسن شاہ قبلہ مدظلہ العالی

ھندستان میں ہی نہیں بلکہ بیرون ہند بھی شہر الہ آباد ایک متعارف ومشہور شہر ہے۔ گنگا جمنا کے سنگم کے علاوہ صوفیاء اور سنت لوگوں کا مشترکہ گہوارہ ہے عالموں اور پنڈتوں کی درسگاہ ہے، یہاں پر ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ جن کے علم وفن صنعت وحرفت، سیاست وتجارت اور شریعت وطریقت کے کارناموں پر تمام عالم نے خراج تحسین پیش کیا۔

قربان جائیے حضرت سلطان الاولیاء کی بصیرت کے، کہ آپ نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے نادر جواہرات سے تاج جہانگیری کو مزین فرمایا جن کی چمک دمک اور روشنی سے ایک عالم جگمگا رہا ہے۔ حضرت صوفی گلشیر حسن شاہ قبلہ بھی اسی سرزمین کی امانت ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے موصوف کو اپنے دامن عاطفت میں لے کر الہ آباد کی سرزمین مین سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کا ایک سایہ دار درخت لگایا۔ اور اس روحانی درخت کا سایہ صرف الہ آباد تک ہی محدود نہ رہا، کیونکہ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ اپنے اندر شان جہانگیری لئے ہوتے ہے۔ اس جہانگیری دربار سے فیضیاب ہونے والا ہر فرد اپنی اپنی جگہ شان جہانگیری کا علم بردار ہے۔

حضرت قبلہ کے دامن فیض سے وابستہ ہونے کے بعد حضرت صوفی گلشیر حسن شاہ قبلہ طریقت کی منزل کی طرف برابر قدم بڑھاتے رہے، لیکن ابھی منزل کے نشان واضح طور پر ظاہر نہیں ہوئے تھے کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے اس طرح کے تمام مخلص حضرات کو روحانی اور جسمانی طور پر شہید ملت عزیز الاولیاء قبلہ کے سپرد فرما کر سفر آخرت اختیار فرمایا، چنانچہ حضرت صوفی گلشیر حسن شاہ قبلہ کی اجازت وخلافت

کا اعلان شہیدِ ملت حضرت عزیزالاولیار قبلہ کے زمانۂ مبارک میں حضرت سلطان الاولیار قبلہ کے اشارہ پر، حضرت قبلہ کی جانب سے کیا گیا۔

اجازت وخلافت سے سرفراز ہونے کے بعد حضرت صوفی گلشیر حسن شاہ قبلہ نے اپنی تمامتر صلاحیتوں کو سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت کے لئے وقف فرما کر شب وروز لوگوں کی اصلاح میں صرف کرنے شروع کئے۔ خلوص اور للٰہیت کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قدم رکھا جائے تو پیرانِ عظام کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ضرور معاون ومددگار ہوتی ہے۔ اگرچہ رشد وہدایت کے کام میں پریشانیوں اور رکاوٹوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے مگر حضرت سلطان الاولیار قبلہ کے فرمان کے مطابق "مرد بچہ ہمیشہ ہمتِ مرداں اور مددِ خدا" پر بھروسہ رکھتا ہے اور اپنی مخلصانہ جد وجہد سے ایک دن منزل پالیتا ہے، مگر خبردار منزل پر پہونچ کر آرام نہ کرنا بلکہ رفتارِ عمل اور بھی تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ہماری نظریں اس بات کا مشاہدہ کر رہی ہیں کہ حضرت صوفی گلشیر حسن شاہ قبلہ نے روحانی طور پر حضرت قبلہ کی بارگاہ سے یہ سبق سیکھ لیا، آپ کی ہمت مردانہ پیرانِ عظام کے سائے میں نہایت عمدہ طریقے پر روحانیت کے پیاسے لوگوں کو سیراب کر رہی ہے۔

آپ کو جو قبولیتِ عامّہ حاصل ہوئی ہے وہ پیرانِ عظام کا خاص کرم ہے جو آپ کی ذات پر ہے، خوش اخلاقی تواضع، انکساری اور طریقت کے ضابطوں پر عمل، آپ کی درس گاہ کا پہلا سبق ہے۔ خلوصِ نیت اور حسنِ عمل کے ساتھ خود بھی اس راہ پر گامزن ہیں اور دوسروں کی رہنمائی بھی فرما رہے ہیں۔

شب وروز سفر میں رہنے کے باوجود سلسلۂ عالیہ کی منظم طریقے پر اشاعت کے لئے آپ نے ایک اقامتی خانقاہ حسن نگر خیاون پور ضلع مرزا پور میں قائم فرمائی ہے جہاں پر پابندی کے ساتھ حلقۂ ذکر و فاتحہ اور محفلِ سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور

مریدین کی تربیتِ اخلاق وحسنِ عمل کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے، ہزاروں کی تعداد میں آپ کے ذریعہ لوگ سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوئے۔ ان میں کچھ افراد کو آپ نے اجازت وخلافت سے بھی نوازا، جو بحمداللہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے سرزمین الہ آباد کی اس منفرد شخصیت کی شکل میں ایک جہانگیری چراغ روشن فرمایا، اب اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہو گئے۔ اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ ان چراغوں کی روشنی کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اپنے محبوب کے صدقے اور پیران عظام کے وسیلے سے آپ کو صحت وعافیت اور سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی مزید اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت صوفی امانت رسول شاہ قبلہ مدظلہ العالی

بھولی بھالی پُرنور صورت حسنِ سیرت سے مزین ہو تو قدرتی طور پر اس میں کشش پیدا ہو جاتی ہے گفتگو نہ بھی ہو مگر تب بھی بار بار دیکھنے کی دل میں خواہش ضرور ہوتی ہے، حضرت صوفی امانت رسول شاہ قبلہ کی شخصیت کچھ اسی انداز کی ہے۔ شب بیداری کے خمار سے مخمور آنکھیں، مزاج میں سادگی، پُرنور چہرہ اور چہرے پر حوادث زمانہ کی ہلکی سی پرچھائیں، مگر قلب و دماغ سکون سے لبریز، اور دُنیا سازی سے الگ تھلگ ــــــــ آپ کی ولادت باسعادت باقی نگر، رحیم آباد، ضلع لکھنؤ میں ۱۹۲۶ء کو ہوئی۔ حضرت مولانا فضل صاحب سے عربی اور دینیات کی تعلیم رحیم آباد میں حاصل کی، اس کے بعد ترک سکونت کر کے اپنے ننیھال مُسنڈی ضلع اُناؤ آ گئے۔ ابھی تک روزگار کی کوئی معقول صورت نہ پیدا ہو سکی تھی، عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا جب وقت کے آنے جانے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ کاروانِ زندگی پُرپیچ راہوں سے گذر رہا تھا، لیکن پست ہمتی کو قریب نہ آنے دیا، اِسی دوران حضرت سلطان الاولیاء قبلہ حضرت صوفی الحاج سیّد محمد زکریا غلام صابر حسنی کے مکان پر مُسنڈی تشریف لائے۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت مولانا صوفی غلام آسی پیا حسنی، حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ، حضرت صوفی منصور شاہ فریدپوری۔ اور دیگر خلفاء و مریدین بھی حضرت قبلہ کے ساتھ آئے تھے۔ رات کو حلقۂ ذکر، فاتحہ اور محفلِ سماع ہوئی۔ پورے قصبہ میں آپ کی تشریف آوری کا چرچا ہو گیا تھا، حضرت قبلہ کی زیارت کے لئے لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی، ہم بھی زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اس وقت محفلِ سماع شباب پر تھی ہم بھی شرکائے محفل میں شریک ہو گئے، قلب میں ایک

عجیب انداز کا طوفان برپا ہو گیا، اور بے اختیاری کے عالم میں حضرت قبلہ کی قدم بوسی کی۔ محفلِ سماع ختم ہو گئی، لیکن ہماری کیفیت ختم نہ ہوئی۔ پھر حضرت قبلہ نے ہمیں بلایا اور نہایت شفقت و محبت کا برتاؤ کیا، فرمایا "بیٹے تمہارا کیا نام ہے؟ ہم نے عرض کیا" امانت رسول" آپ نے فرمایا" بیشک تم رسول کی امانت ہو" لو آج وہی امانت ہم تمہارے سپرد کر رہے ہیں اور پھر ہم کو مرید فرمالیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا "بیٹے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، سب کام ٹھیک ہو جائیں گے کچھ دنوں کے بعد کان پور کسی کام سے ہمارا جانا ہوا وہاں آرڈی ننس فیکٹری میں غیر متوقع طور پر ملازمت مل گئی، ہم اپنی ڈیوٹی پر لگ گئے۔ حضرت قبلہ کی توجہ اور دُعا سے معاشی مسئلہ بہتر طریقے پر حل ہو گیا۔ معاشی حالات کی درستگی سے یک گونہ سکون کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ہمارے سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں ذکر فکر اور اللہ اللہ کرنے کے ساتھ ساتھ معاشی مسئلہ کے حل کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ دُنیوی پریشانیوں میں مبتلا آدمی بکھرا ہوا ہوتا ہے، ایسے فرد کا یکسو ہو کر پوری توجہ کے ساتھ دوسرا کام کرنا محال نہیں مشکل تو ضرور ہے۔ اور بعض افراد کے ساتھ تھوڑا بہت امتحان کا معاملہ بھی ہوتا ہے اس وقت صبر و ضبط اور ہمت و دُعا سے کام لینا چاہیئے، کیونکہ مقصدِ امتحان یہ ہے کہ طبیعت میں کچا پن دُور ہو کر پختگی آجائے۔

حضرت قبلہ کی اس مرتبہ منڈی تشریف آوری، آخری تھی اسی برس آپ کا وصال ہو گیا۔ اب عرس مبارک میں مرشد نگر ہماری حاضری ہونے لگی، شہید ملت عزیز الاولیاء قبلہ مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے تو ہم اسی نیاز مندی کے ساتھ آپ کی خدمتِ اقدس میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ ۱۹۶۲ء میں عزیز الاولیاء قبلہ نے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی جانب سے اجازت و خلافت کا اعلان کیا۔ ابتداء میں ملازمت کی وجہ سے سلسلہ کی اشاعت کا کام کان پور میں کیا، اسکے

بعد غازی پور کا علاقہ بطور خاص عطا کیا گیا۔ پیرانِ عظام کی دُعاؤں سے دس ہزار سے زیادہ افراد کو داخل سلسلہ کیا، دیگر مذاہب کے افراد بھی مشرف باسلام ہوکر آپ کے دست حق پرست پر مُرید ہوئے، سلسلہ عالیہ کے کام کو منظم طریقے پر جاری رکھنے اور وسعت دینے کے لئے موضع شہاب الدین پور میں خانقاہ کی بنیاد رکھی چھ افراد کو اجازت وخلافت سے نوازا۔ سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں شب وروز منہمک ہیں، دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت صوفی سعید احمد شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی

محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کا مولدِ مبارک "بدایوں شریف" اپنی خصوصیات کی بناء پر تاریخ ساز اور مردم خیز اور روحانیت کا مرکز رہا ہے یہاں کی روحانی عطر بیز ہواؤں نے آس پاس کے علاقوں کو بھی معطر کیا۔ ضلع بدایوں میں قصبہ سہسوان بھی ایک ایسا ہی خطہ ہے جہاں کے مفسر قرآن، محدث وفقیہ، صوفیاء و شعراء دنیائے علم وادب کو فیضیاب کرتے رہے ہیں۔ بحمد اللہ چراغ سے چراغ روشن ہونے کی روایت مختلف انجمنوں میں اب تک کسی نہ کسی صورت میں برقرار ہے۔ خواہ وہ انجمن علم دین کی ہو یا علم دنیا کی، شعراء کی ہو یا صوفیاء کی۔

اسی قصبہ سہسوان کے ایک روشن چراغ حضرت صوفی سعید احمد شاہ قبلہ ہیں جن کا تعلق سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ سے ہے۔ محلہ قاضی میں جناب شیخ عبدالمجید انصاری کے گھر ۱۲ جنوری ۱۹۳۳ء بروز جمعہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ رحمت خداوندی کا یہ نظارہ بھی قابل صد رشک ہے کہ چاند کی تاریخ کے حساب سے یہ وہ مبارک مہینہ تھا جس کا ذکرِ مبارک کلامِ الٰہی میں شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کے ساتھ موجود ہے۔ رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ تھی کہ اس جہان رنگ و بو کو زینت بخشی۔ گویا اس ماہ مبارک کی نصف برکتیں دامن میں لئے ہوئے آئے باقی نصف کی تکمیل کا آغاز اُس وقت ہوا جب آپ سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے عرس کے موقع پر ۱۹۵۳ء مطابق پانچ شوال المکرم ۱۳۷۲ھ کو مرشد نگر میں حضرت سلطان الاولیاء کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

یہ سعید اور نیک بخت ذات گرامی عنفوان شباب سے بزرگانِ دین کی جانب قلبی میلان رکھتی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے ایام جوانی ہی میں دل کی دنیا آباد

کردی۔ روحانی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری تھا کہ ۱۹۵۹ء میں حضرت سلطان الاولیا قبلہ نے اس دارِ فانی سے سفر آخرت فرمالیا۔ اب آپ کی روحانی تربیت کا تعلق حضرت سلطان الاولیا قبلہ کے سجادہ نشین شہید ملّت عزیز الاولیا حضرت صوفی عبدالعزیز شاہ قبلہ کی ذات گرامی سے قائم ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں حضرت عزیز الاولیا قبلہ نے آپ کی خلافت واجازت کا اعلان فرمایا۔ شہید ملت حضرت عزیز الاولیا قبلہ کے وصال کے بعد خلافت نامہ محبوب الاولیا حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ قبلہ عرف منّے میاں (موجودہ سجّادہ نشین) کے دورِ زرّین میں عطا ہوا۔ ان تین نسبتوں کے بعد رمضان المبارک کے نصف اوّل کی برکتوں کی تکمیل ہوگئی، آج آپ کی ذات گرامی سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے فیضان کو عام کرنے میں مشغول ہے۔ معاش کے سلسلہ میں آپ کا قیام ہندستان کے دل "دہلی" میں رہتا ہے یہاں پر آپ کی کاروباری مصروفیت کے ساتھ ساتھ مخلوق خدا کو رشد وہدایت کی تعلیم دینا بھی آپ کے معمولات میں شامل ہے۔ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کی توسیع کے لئے آپ کی جد وجہد کا دائرہ صرف دہلی تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ دہلی میں کاروباری مصروفیات کے ساتھ ہی جھانسی، ہمیر پور، چیرکھاری، چھترپور، چندیری شریف ضلع گنا میں بھی آپ نے نہایت خلوص وجانفشانی کے ساتھ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں ہزاروں افراد کے قافلے کو شریک سفر کرلیا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس کارِ خیر میں آپ کی جدّ وجہد رنگ لائی۔ اور ان ہزاروں افراد میں سے کچھ پُر خلوص اور باعزم افراد کو اجازت وخلافت کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا جن کے اسمار گرامی یہ ہیں۔ حضرت صوفی سید ظفر علی شاہ جھانسی، حضرت صوفی شفیع احمد خاں غوری، جھانسی حضرت صوفی طفیل احمد خاں جھانسی، حضرت صوفی خلیل احمد شاہ دہلی کشمیری گیٹ، حضرت صوفی رئیس احمد شاہ، حضرت صوفی شریف احمد شاہ ان حضرات کے علاوہ صوفی قمرالحسن شاہ صاحب کو اپنا جانشین ہونے کا اعزاز بھی عطا فرمایا۔ مرشد گرامی کی طرح یہ حضرات بھی سلسلۂ عالیہ کی توسیع واشاعت میں مشغول ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ فیضانِ نسبت کا ظہور مرید کے خلوص وعقیدت پر ہے۔ حضرت

صوفی سعید احمد شاہ نے تینوں نسبتوں کا احترام کیا اور خلوص کے ساتھ عقیدت بھی بھرپور رکھی، موجودہ سجادہ نشین محبوب الاولیاء قبلہ سے آپ کو خصوصی ربط ہے۔ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کا مرکز "مرزاکھل شریف" چاٹ گام (بنگلہ دیش) ہے۔ اُس دربارِ عالیہ میں بھی موصوف، محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ قبلہ عُرف مُنّے میاں قبلہ کے ہمراہ حاضری سے فیضیاب ہو چکے ہیں۔ یہ بھی فیضانِ نسبت کی ایک خاص علامت ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں دُعا ہے کہ سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے لئے آپ کی مخلصانہ جدّوجہد کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو اور بارگاہِ ایزدی میں قبولیت سے سرفرازی ہو۔ (آمین)۔

حضرت صوفی میاں جان شاہ قبلہ مدظلہ العالی

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کو فرید پور اور اہل فرید پور سے جو قلبی لگاؤ اور محبت تھی یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، اور محبت کیوں نہ ہوتی جبکہ آپ اپنے مرشدِ گرامی سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ کے حکم سے فرید پور آئے تو یہاں کے باشندگان نے اپنے دلوں کو، اپنی آنکھوں کو آپ کے لئے فرش راہ بنایا، خلوص و محبت کے ساتھ آپ کا استقبال کیا، اور سچی عقیدت کے ساتھ آپ کے مرشد گرامی کی اور آپ کی اور اہلِ سلسلہ کی خدمت و تواضع میں رات دن ایک کر دیا۔ اسی تعلق خاطر کی بنا پر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ فرید پور کو اپنا وطنِ ثانی فرمایا کرتے تھے، خطوط میں اپنے نام کے ساتھ بھینیوڑی شریف، ثم فرید پوری تحریر کراتے تھے، یہاں تک کہ روایات معتبرہ کے مطابق اپنی آخری آرام گاہ کے لئے بھی اسی مقام کو منتخب فرمایا، لیکن یہ مشیت ایزدی تھی کہ بھینیوڑی شریف (مرشد نگر) کو سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کا مرکز بننا تھا، اس لئے مرشد گرامی کے قدموں میں آپ کی آخری آرامگاہ وجود میں آئی۔

اسی محبت و عقیدت کی سرزمین میں حضرت صوفی عزیز اللہ شاہ قبلہ کے یہاں حضرت صوفی میاں جان شاہ قبلہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ فرید پور کے تعارف کے عنوان کے تحت حضرت قبلہ کی تشریف آوری کا ذکر ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے وہاں بنگال والے سرکار کی سالانہ فاتحہ مقرر فرمائی تھی جو مختلف جگہ پر ہوتے ہوئے آخر کار حضرت صوفی عزیز اللہ شاہ قبلہ کے مکان پر مستقل طور پر قائم کر دی گئی۔ جو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے زمانۂ مبارک میں نہایت اہتمام سے ہوتی تھی

اور اس کے بعد سے آج تک پیران عظام کی دعاؤں کے طفیل روز افزوں اہتمام کے ساتھ جاری ہے۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے ابر کرم سے ہزاروں تشنگان معرفت فرید پور میں سیراب ہوتے رہے جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر انھوں نے قدم بوسی کی حضرت قبلہ نے حسب معمول نہایت شفقت و محبت کا معاملہ کیا اور دست مبارک ہماری پشت اور سر پر پھیرتے رہے۔ پھر دریافت فرمایا بیٹے تمہارا کیا نام ہے، حالانکہ ہم خدمت اقدس میں برابر حاضر رہتے تھے اور حضرت قبلہ کو ہمارا نام بھی معلوم تھا۔ لیکن اس وقت خدا جانے کس کیفیت میں تھے کہ ہمارا نام ہم سے معلوم فرمایا۔ ہم نے عرض کیا "حضور! میاں جان" آپ نے فرمایا بے شک تم تو "میاں کی جان ہو" پھر فرمایا "ہمارے ساتھ رہو گے؟ ہم نے عرض کیا۔ آپ مالک ہیں جو حکم ہو، اس کے بعد حضرت قبلہ نے صحیح معنی میں اپنی ملکیت میں ہم کو لے لیا، اور بفضلہ تعالیٰ آج تک حضرت قبلہ کی ملکیت میں ہیں ؎

بڑا کرم کیا اپنا بنا لیا تو نے
میں کیا تھا اور مجھے کیا بنا دیا تو نے

سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے تمام معاملات میں خواہ وہ تعمیر کا ہو یا لنگر خانے وغیرہ کے انتظام کا حضرت صوفی میاں جان شاہ قبلہ اور آپ کے برادر حضرت صوفی محمد رفیق صاحب اور آپ کے ایک قریب ترین مخلص و ہمنوا حضرت صوفی چھوٹے بھائی بریلی والے رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار دھنیلی سے مرشد نگر آتے ہوئے ایک باغ میں ہے) اور دیگر افراد کا قافلہ سلسلۂ عالیہ کی ہر طرح کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے جذبۂ

اخلاص و عقیدت کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سلطان الاولیاء کے تعلق سے فرید پور کے حالات کے بارے میں راقم الحروف نے جب حضرت صوفی میاں جان شاہ قبلہ سے ملاقات کی تو معلوم ہوا کہ سلسلہ عالیہ کا یہ خاموش خدمتگار کس قدر متواضع، خلیق اور ملنسار ہے، پہلی ہی ملاقات میں اجنبیت کا احساس ختم ہوگیا، اگرچہ یہ خصوصیت میں نے حضرت قبلہ کے خلفاء کرام اور مریدین میں بالعموم دیکھی کہ پہلی ہی ملاقات میں اجنبیت کے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ طرفین کا تعلق قدیم ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی یہ کتنی بڑی کرامت ہے کہ آپ نے انسان کو اس کی اصلیت "اُنس" کی پہچان کرادی، اسی اُنس اور محبت سے انسان میں وہ صفات پیدا ہوئیں کہ فرشتے بھی اس پر رشک کریں —— لیکن حضرت صوفی میاں جان شاہ کے یہاں انکساری، جذبۂ خدمت اور تواضع کا عنصر کچھ زیادہ ہی محسوس ہوا، تصنّع، بناوٹ دُور دُور تک نہیں، کسی بات سے برتری اور تعلّی کا شبہ تک نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی پاکیزہ صحبت نے کثافت کی تمام تہوں کو مٹا کر قلب کو مجلّی بنادیا، حضرت قبلہ کے بعد شہیدِ ملّت عزیز الاولیاء قبلہ کے زمانۂ مبارک میں آپ کی بے لوث خدمت کا سلسلہ جاری رہا، اور شہیدِ ملّت کے فیضان سے قلب میں نورانیت کا اضافہ ہوتا رہا، اب جبکہ محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں قبلہ کا زمانِ سعادت قران ہے آپ کے کام کی رفتار اُسی مستعدی اور خلوص و لگن کے ساتھ جاری ہے۔ ہمارے مرشد گرامی حضرت الحاج صوفی میاں احمد حسن شاہ قبلہ کے ساتھ بھی آپ کے مخلصانہ تعلق کا مشاہدہ بچشم خود ہوا۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی مجلسِ مبارکہ کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے

حضرت صوفی میاں جان شاہ قبلہ نے ارشاد فرمایا "ہمارے حضرت کی مجلس کی کی یہ خاص بات تھی کہ جو طالبِ صادق حضرت قبلہ کی محفل میں آتا بے اختیار زار زار قطار رونا شروع کر دیتا، گویا اس صاف شفّاف آئینہ میں اسکو اپنی اصلی تصویر نظر آرہی ہے اور ماضی کی تمام باتوں کا وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے، اب اس ہستی کے سامنے اپنے گناہوں پر اس کو ندامت ہے اور پھر وہ توبہ کرتا ہوا، ندامت کے آنسو بہاتا ہوا حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے حضرت قبلہ اس کو تسلی دیتے ہیں اور مُرید فرما کر دامنِ عاطفت میں چھپا لیتے ہیں۔

یہ چھوٹا سا نظر آنے والا ایک واقعہ اپنے اندر کس قدر گہرائی رکھتا ہے کہ جو فرد معاشرہ کے لئے باعث شرم ہے، انسانیت کے نام پر ایک دھبہ ہے، تھوڑی ہی دیر میں پاک صاف ہو کر صرف راہ رو نہیں بلکہ راہبر بن جائے۔ اور راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ دکھائے۔ سبحان اللہ قابل صد تحسین ہے؛ آپ کی اجازت وخلافت کا اعلان محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین عرف مُنّے میاں کے زمانہ مبارک میں ہونا تھا، سو ہُوا حضرت محبوب الاولیاء نے آپ کی اجازت وخلافت کا اعلان حضرت قبلہ کی طرف سے فرمایا۔ اور اب آپ باقاعدہ سلسلہ کی اشاعت کے کام میں بھی لگ گئے ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں دُعا ہے کہ آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ کی خوب اشاعت ہو۔ آمین۔

حضرت صوفی حاجی محمد حسین شاہ حسنی مدظلہ العالی
گلاب شاہ عرف حاجی ہری ہر شاہ

اسم گرامی محمد حسین، والد گرامی شاہ عبدالرحمن ادروسی رفاعی، آپ کا وطن مالوف اور جائے پیدائش، بمقام جمبو، ضلع بھروچ (گجرات) ہندوستان ہے حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ کے خاندان مبارک سے موصوف کے والد گرامی پیرزادہ ہونے کی نسبت سے مشرف ہیں اسی وجہ سے ادروسی رفاعی مشرب رہا۔

حضرت حاجی ہری ہر شاہ نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی جہاں نسبت ادروسی رفاعی کا بحر بیکراں موج زن تھا۔ دینوی تعلیم میٹرک تک اس کے علاوہ اردو، گجراتی، فارسی عربی اور فقہ، حدیث کی تعلیم بھی حاصل کی۔ بچپن ہی سے عمل صالح و صحبت صالحین کی طرف رغبت تھی، سلسلہ عالیہ ابوالعلائیہ جہانگیریہ سے وابستہ جناب صوفی اعجاز احمد شاہ صاحب حسنی (ساکن بریلی، ثم پاکستان) سے دوستانہ مراسم ہونے کی وجہ سے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا ذکر مبارک اکثر موضوع سخن بن جاتا اس کی وجہ سے حضرت قبلہ کا غائبانہ تعارف تو ہو گیا، لیکن ابھی تک ملاقات کی سعادت حاصل نہ ہوئی تھی ۱۹۵۲ء میں حضرت سلطان الاولیاء قبلہ، محترم الحاج صوفی احمد حسن شاہ کے دولت کدہ واقع مسجد اسٹریٹ بھنڈی بازار بمبئی میں تشریف لائے بلڈنگ کی تیسری منزل پر قیام تھا۔ ادھر صوفی اعجاز احمد حسن شاہ دو تین روز سے دکان سے غائب تھے۔ ان کو تلاش کرتے کرتے حاجی ہری ہر شاہ صاحب صوفی الحاج احمد حسن شاہ قبلہ کے مکان تک پہونچ گئے۔ یہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سے ملاقات کا ایک بہانہ تھا، اس لئے میں تو یہی کہوں گا کہ پہونچا دیئے گئے اور سچ بات بھی یہی ہے کہ رحمت خداوندی سے جب کسی کام کی تکمیل منظور ہوتی ہے تو اسکے اسباب بھی اسی

طرح کے ہو جاتے ہیں۔ بہر حال حاجی ہری ہر شاہ صاحب جب وہاں پہونچا دیئے گئے تو انھوں نے موجودہ حضرات سے صوفی اعجاز احمد شاہ کے بارے میں معلوم کیا کسی نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ اسی دوران آپ کی نظر مجلس کے آخری حصّے کی طرف اٹھی جہاں مسند پر حضرت قبلہ جلوہ افروز تھے۔ حاجی صاحب نے سوچا کہ چلو اپنے دوست کا پتہ دریافت کریں۔ اس ارادے سے آپ نے موزے اور جوتے اُتارے، ابھی آپ صحیح طرح سیدھے کھڑے بھی نہ ہوئے تھے کہ کسی نے پیچھے کی طرف سے پکڑتے ہوئے مسند نشین بزرگ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم مکمل طور پر باہوش تھے، ہم نے یقین کر لیا کہ ہماری پشت پکڑ کر ان بزرگ کی خدمت میں حاضر کرانے والے کوئی صاحب مجلس ہی ہوں گے ہم نے بیٹھنے سے پہلے ہی فوراً مڑ کر دیکھا تو حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی ہمارے قریب نہ تھا۔ عالمِ حیرت میں ہم ان بزرگ کے قریب بیٹھ گئے اسی دوران ایک صاحب نے آکر ان بزرگ کے گلے میں ہار ڈالا اور مٹھائی کا ڈبہ پیش کیا، حضرت قبلہ نے ہار اپنے گلے سے نکال کر ہم کو پہنا دیا اور مٹھائی کے ڈبے سے ایک ٹکڑا نکال کر دندانِ مبارک سے نصف حصّہ کاٹ کر ہمارے منھ میں رکھ دیا مٹھائی کھانے کے بعد ہماری کیفیتِ قلب میں بہتر تبدیلی محسوس ہونے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد محفلِ سماع منعقد ہوئی۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ محفلِ سماع میں ہم کو سُرور ہوا یہاں تک کہ بے خودی طاری ہو گئی۔ محفلِ سماع کے بعد حضرت قبلہ نے اپنے دامنِ عاطفت میں لے کر ہمیں مرید فرما لیا۔ اس کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت سُلطان الاولیاء الحاج خواجہ محمد حسن شاہ قبلہ یہی ہیں جن کی خدمت میں دوست کی تلاش کے بہانے ہم کو پہونچایا گیا، اور واقعتاً حضرت قبلہ نے دوست کا صحیح پتہ بتا دیا، "حقیقی دوست کا"۔

اس مبارک مجلس میں جن حضرات سے بحیثیت پیر بھائی تعارف ہوا اُن میں چند حضرات یہ ہیں جو مقربِ بارگاہ مرشد ہونے کے علاوہ اجازت وخلافت کی نعمت بے بہا سے مالا مال

ہوئے ۔ محترم حاجی احمد حسن شاہ صاحب، مولانا غلام آسی شاہ صاحب صوفی عبد المجید شاہ صاحب
صوفی علاؤ الدین شاہ صاحب صوفی حکیم الدین شاہ صاحب، صوفی محمد ادریس شاہ صاحب
صوفی محبوب حسن شاہ صاحب وغیرہم۔

اس پہلی ملاقات کے بعد طبیعت کی ایسی کیفیت ہو گئی کہ حضرت قبلہ سے ایک لمحہ کی جدائی ناگوار خاطر ہونے لگی۔ بحمداللہ تعالیٰ تین شبانہ روز حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل رہی۔ تین دن کے بعد جب حضرت قبلہ نے وطن کی واپسی کا ارادہ فرمایا تو دیگر متعلقین کے ہمراہ موصوف بھی رخصت کرنے کے لئے وی ٹی اسٹیشن تک گئے۔ ٹرین روانہ ہونے سے پہلے حضرت قبلہ نے خصوصی شفقت کا اظہار فرمایا اور اپنی سیٹ کے قریب بٹھا کر کچھ ایسی حقیقتوں کو بیان کیا جن سے یہ گذر چکے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت قبلہ کو سب کچھ معلوم ہو۔

ایک مرتبہ حضرت غریب نواز کے عرس مبارک میں حاضری ہوئی، اس وقت حضرت قبلہ خواجہ بزرگ کے بائیں دروازے پر مولسری کے درخت کے نیچے وارثی دالان کے قریب تشریف فرما تھے۔ نوراہیرا قوال کلام پڑھ رہا تھا۔ حضرت قبلہ نے ہم کو پنکھا کرنے کی خدمت عطا فرمائی، اس وقت حاجی صاحب کوٹ پینٹ پہنتے تھے۔ تھوڑی دیر میں ان پر کیفیت طاری ہو گئی اور کوٹ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بعد سماع حضرت قبلہ اپنے ہمراہ شاہ جی کی حویلی لے گئے، اور بکس سے ہرے رنگ کی کلاہ مبارک نکال کر حاجی صاحب کو پہنائی اور پیر بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ" نہیں اب محمد حسین تو کوئی نہیں کہے گا، آج سے سب لوگ "حاجی ہری ہر شاہ" کہا کرنا۔

حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے وصال کے بعد عزیز الاولیاء قبلہ نے مرشد نگر میں ۱۹۶۶ء میں اجازت و خلافت عطا کرتے ہوئے گلابی رنگ کی کلاہ مبارک مرحمت فرمائی اور گلاب شاہ کا لقب دیا، سلسلہ کی اشاعت مہاراشٹر اور یوپی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت صوفی حسین الدین شاہ قبلہ مدظلہ العالی
عرف منے بھائی

نام بھی حسین، صورت بھی حسین، سیرت بھی حسین، ظاہری و باطنی حسن سے مالامال، مرشدِ گرامی کے عاشقِ زار، راقم الحروف کی سنہ ۱۹۸۶ء میں آگرہ میں موصوف سے ملاقات ہوئی۔ تعجب ہوا یہ دیکھ کر کہ موصوف حضرت سلطان الاولیاء کے چہیتے مرید ہیں (اور اب اجازت وخلافت سے نوازے ہوئے بھی ہیں) ڈاڑھی مونچھ صاف سر پر غیر شرعی بال، مگر نماز پنجگانہ کے پابند۔ درود شریف پڑھنے سے عشق کی حد تک لگاؤ۔ صبح شام، رات دن اٹھتے بیٹھتے درود شریف کا ورد زبان پر جاری رہتا۔ شاید اس کے علاوہ کوئی اور وظیفہ یاد بھی نہ ہو سکا۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں شاہجہاں پور (یوپی) میں نواب معزالدین خاں صاحب کے گھر چراغِ معرفت روشن ہوا۔ ابھی بچپن کے آنگن میں کھیل رہے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پھر والدِ محترم نواب صاحب بھی رحلت فرما ہو گئے، زندگی کے سہارے ختم ہو گئے۔ طبیعت میں خودداری تھی۔ کسی کے سامنے دستِ طلب پھیلانا گوارا نہ کیا۔ اور توکل علی اللہ ۱۲ برس کی عمر میں آگرہ آ گئے۔ اور سرکار آگرہ حضرت سیدنا ابوالعلیٰ قدس سرہٗ العزیز کی بارگاہِ بیکس پناہ میں مقیم ہو گئے، پڑھنے لکھنے کا موقع نہ ملا۔ گذر بسر کے لئے کام کی تلاش کی۔ آخر کار ایک سینما آپریٹر کی ماتحتی میں مشین وغیرہ کی صفائی اور خدمت کے لئے مامور ہو کر نہایت محنت اور لگن سے کام کرتے کرتے خود بھی بہترین مشین آپریٹر بن گئے۔ اور ایک سینما میں آپریٹر کے درجے پر ملازمت مل گئی۔ ابھی سکون کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ سنہ ۱۹۴۷ء کا زمانہ آ گیا۔ ملک کی تقسیم کی وجہ سے بعض بعض مقامات کی فضا بہت خراب تھی، فرقہ وارانہ ذہنیت کا بازار گرم تھا، آگرہ بھی اس گرم ہوا

کی لپیٹ میں تھا۔ ان حالات میں بھی سیدنا سرکار کی حاضری تسلسل کے ساتھ بلاناغہ جاری رہی۔ دن کے بارہ بجے سے رات کے بارہ بجے تک ڈیوٹی انجام دیتے، اور بارہ گھنٹے تک درود شریف پڑھنا معمول تھا۔ اس افراتفری کے عالم میں ہر آدمی مستقبل کے اندیشوں سے پریشان نظر آتا تھا۔ اور آپ تو بالکل تنہا، نہ کوئی یار و مددگار، نہ کسی سے جان پہچان اس لئے آپ کا پریشان ہونا کوئی تعجب خیز بات نہ تھی۔ اسی دوران آپ نے ایک خواب دیکھا کہ چاروں طرف سناٹا اور افراتفری کا ماحول ہے اور سامنے ایک سبز گنبد ہے، جس کو دیکھ کر آپ کو تسلی ہو گئی، آنکھ کھلی تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ گھبراہٹ اور پریشانی جو اس سے پہلے تھی، بالکل نہ رہی۔ گویا ایک محفوظ قلعہ میں ہیں جہاں کسی قسم کا کوئی خطرہ یا اندیشہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ درود شریف پڑھنے کے زمانے میں عالمِ خواب میں آواز آتی تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ اور جب شبیہ مبارک نظروں کے سامنے آجاتی تو سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے کسی صاحبِ لباس بزرگ سے ملتی جلتی ہوتی تھی، پانچ برس تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ بالآخر جب پہلی مرتبہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی زیارت ہوئی۔ تو یقین ہو گیا کہ یہی وہ شبیہ مبارک ہے جو پانچ برس تک عالمِ خواب میں دکھلائی جاتی تھی۔ حضرت قبلہ سے پہلی ملاقات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ سیدنا سرکار کے حکم سے اٹھارہ برس تک مسلسل دربارِ حضرت خواجہ غریب نواز میں حاضری ہوتی رہی۔ ۱۹ ویں مرتبہ جب دربارِ غریب نواز میں حاضری کی سعادت میسر ہوئی، اس وقت، نوازؔ[1] صاحب میرے ہمراہ تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ شاہ جی کی حویلی میں سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے ایک بزرگ قیام پذیر ہیں۔ بے اختیار زبان سے نکلا "بھائی ہم کو بھی زیارت کرا دو"،

---

[1] حضرت صوفی انوار شاہ صاحب، حضرت صوفی سید ابرار حسین شاہ قبلہ خلیفہ حضرت قبلہ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین ہیں۔

حاضریٔ خدمت کے بعد پہلی ہی نظر میں پانچ برس کے خوابوں کی تعبیر ہمارے سامنے تھی، ہم نے سلام عرض کیا اور قدم بوسی کی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا، ارے بھائی ابرار اس لڑکے کو وضو کرا دو جب وضو کر کے ہم حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا "میرے پاس وقت کم ہے، تم دیر میں پہونچے۔" پھر حضرت قبلہ نے آپ کو مرید کیا، اور ذکر کی تلقین کی، محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین عرف مُنّے میاں قبلہ نے آپ کی اجازت و خلافت کا اعلان فرمایا۔ پانچ برس پہلے ۱۹۸۷ء میں ملازمت سے سبکدوشی کے بعد سلسلۂ عالیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے عرس مبارک کے موقع پر مرشد نگر میں موصوف سے ملاقات ہوئی تو پہلی ملاقات کا نقشہ ہی بدلا ہوا نظر آیا۔ چہرہ پر سنّتِ مبارکہ کا نور، داڑھی رکھنے سے دوبالا ہو گیا، سر پر سنّت کے مطابق بال، سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ کے بزرگوں کا لباس، ان کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں کہ اللہ والوں کی نگاہیں کس مقام سے حالات کا مشاہدہ کرتی ہیں، اور ان حضرات کے معاملات کی مصلحت کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

حضرت قبلہ کے دامن فیض سے وابستہ ہونے کے بعد حضرت سیّد ناسرکار کے عرس مبارک کے موقع پر حضرت سلطان الاولیاء قبلہ جب آگرہ تشریف لاتے تو میزبانی کا شرف ان کو ضرور حاصل ہوتا تھا۔ پیر و مرشد اور پیر بھائیوں کی خدمت گذاری، تواضع، اور دیکھ ریکھ میں تن من دھن سے حاضر رہتے۔ آج بھی سلسلہ کا کوئی فرد اگر موصوف کے گھر جاتا ہے تو ان سے مل کر، موصوف کے رویئے سے یہ ظاہر ہوتا ہے گویا ان کو کوئی بڑی دولت مل گئی ہو۔ مہمان کی خدمت کرنے میں ذرا سی بھی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔

اب سلسلہ کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں، لوگوں کا رجوعِ عام بھی شروع ہونے لگا ہے، بارگاہِ خداوندی میں دعا ہے کہ پیرانِ عظام کی دعاؤں کے صدقے میں آپ کو رشد و ہدایت اور سلسلہ کی اشاعت کیلئے قبولیتِ عامہ حاصل ہو۔ اور آپکے فیضان نور سے قلوب منوّر ہو جائیں۔ آمین

حضرت صوفی غلام حضور شاہ صاحب قبلہ

اسم گرامی حضور احمد تھا، حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے آپ کو غلام حضور کہہ کر پکارا، پھر لوگوں کی زبان پر یہی نام آنے لگا، چنانچہ اب اسی نام سے معروف ہیں۔ یوپی کے قدیم شہر پیلی بھیت شریف محلہ منیر خاں میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی یہیں پر آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ بچپن کی دہلیز پار کر کے جوانی کی بہاریں بھی وطن مبارک تک محدود رہیں۔ مزاج میں سادگی اور انکساری کا غلبہ تھا۔ اہل علم اور بزرگوں کی صحبت سے رغبت تھی۔ قلب میں گداز تھا حضرت سلطان الاولیاء قبلہ سلسلہ عالیہ کی اشاعت کے سلسلہ میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔ اس لئے زیادہ تر وقت سفر میں گذرتا تھا۔ یہاں پر بھی حضرت قبلہ کی تشریف آوری سلسلہ عالیہ کی اشاعت کیلئے ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کا قیام پیلی بھیت میں حضرت نعمت اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر تھا۔ غلام حضور شاہ صاحب سامنے سے گذر رہے تھے۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی جوہر شناس نظر نے آپ کو پرکھ لیا۔ اور آواز دی۔ "میاں اِدھر آؤ" یہ بے اختیار کھنچے چلے گئے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے حضرت قبلہ نے آپ کا نام معلوم کیا، اس کے بعد فرمایا میاں کچھ پڑھنا لکھنا آتا ہے؟ انھوں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور پڑھا دیں گے! اس کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا کوئی کلام بھی یاد ہے؟ حضرت قبلہ کے ارشادِ گرامی کے مطابق انہوں نے یہ غزل پڑھنی شروع کی۔

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے ٭ اتنا کہدو کہ تو ہمارا ہے

نذر کرتا ہوں دل کو یہ کہکر ٭ اب ہمارا نہیں تمہارا ہے

اس دوسرے شعر پر حضرت قبلہ کو رقت ہو گئی۔ تمام حاضرین کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں، خود ان کا حال بھی بے حال ہو گیا۔ بار بار یہی شعر دُہرایا جانے لگا۔ اسی کیفیت میں حضرت قبلہ نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے لیا اور مُرید فرما کر مفہومِ غزل کو مکمل فرما دیا۔ یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ مُرید ہونے کے بعد اُن کی ظاہری اور باطنی کیفیت میں تبدیلی ہوئی حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت میسّر ہونے لگی۔ یہاں تک کہ جب گردشِ ماہ و سال حرمتِ خاص کی آغوش میں سکون پذیر ہوئی تو حضرت قبلہ کے موجودہ سجادہ نشین محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں نے اجازت و خلافت کا اعلان فرمایا اب آپ سلسلہ کی اشاعت اور بندگانِ خدا کی روحانی سیرابی میں لگے ہوئے ہیں۔

پہلی بھیت میں اس وقت جو خانقاہ جہانگیریہ ہے، اس کے سلسلہ میں حضرت صوفی غلام حضور شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ یہ جگہ ہمارے پیر بھائی سکندر شاہ صاحب کا رہائشی مکان تھا۔ ایک دن حضرت سلطان الاولیاء قبلہ نے سکندر شاہ سے فرمایا "سکندر اب تم اپنے بچّوں کو لے کر چھتری چلے جاؤ، وہاں امیر نگر کی مسجد میں قیام کرنا، وہاں پر تمہیں اپنے نانا سیّد کاظم علی شاہ کا سجادہ بننا ہے۔ اور وہاں مسجد میں نماز بھی پڑھانا ہے۔ کوئی اُجرت نہ لینا۔ اور نہ کسی سے کوئی سوال کرنا، البتہ اگر کوئی نذر پیش کرے تو قبول کر لینا! سکندر شاہ صاحب نے ایسا ہی کیا۔ اور مرشد گرامی کے حکم کے مطابق چھتری چلے گئے، کچھ عرصہ کے بعد وہاں کے لوگ سکندر

شاہ صاحب سے متاثر ہونے لگے۔ آہستہ آہستہ ان کا حلقۂ اثر وسیع ہونے لگا اور پھر ایک ایسا وقت آیا کہ چھتری کے لوگوں نے حضرت سکندر شاہ صاحب کو رہنے کے لئے مکان دیا۔ اور اصرار کیا کہ آپ اپنے اہل و عیال کو امیر نگر لے آئیں، چنانچہ حضرت سکندر شاہ صاحب اپنی اہلیہ اور بچوں کو لے کر مستقل طور پر امیر نگر میں منتقل ہو گئے آج بحمد اللہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی نگاہ عاطفت کے طفیل امیر نگر میں حضرت سکندر شاہ صاحب کے ذریعہ سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کی خوب خوب اشاعت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

پہلی بعیت میں سکندر شاہ صاحب نے اپنے مکان کو حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی نذر کر دیا آج بھی مکان نئی تعمیر کے ساتھ خانقاہِ جہانگیریہ کی صورت میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ہر سال یہاں پر موجودہ سجادہ نشین محبوب الاولیاء حضرت خواجہ لیاقت حسین شاہ قبلہ عرف مُنّے میاں کے سایہ عاطفت میں عرسِ جہانگیری کا شاندار پیمانے پر اہتمام ہوتا ہے۔ جس میں قرب و جوار کے علاوہ دور دراز سے وابستگانِ سلسلہ شرکت فرما کر، سلسلہ کی زینت میں چار چاند لگاتے ہیں۔

حضرت صوفی محمد ظہیر الحسن شاہ قبلہ زیدت فیوضہم

قصبہ بھیرا، ضلع لکھیم پور (یوپی) میں ۶ر فروری ۱۹۲۰ء کو ایک متوسط اور معزز گھرانے میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی گھر میں دینی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ اسکول میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، باشعور ہو کر تجارت میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد شادی ہو گئی اور بفضلہ تعالیٰ صاحبِ اولاد بھی ہو گئے یہاں تک کہ آپ کی زندگی ایک بہتے ہوئے پرسکون دریا کی طرح تھی، اس میں تلاطم اس وقت آیا جب سلطان الاولیاء قبلہ کا اسم گرامی آپ نے سنا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ موضع گکرا ضلع لکھیم پور میں جناب صوفی عبدالغنی خان عرف راجہ منن حسنی رئیس اعظم کے دولت کدہ میں جلوہ افروز ہیں اشتیاق دیدار ہوا اور آپ بے اختیار خدمت اقدس میں حاضری کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستے بھر یہی سوچتے رہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جس نے راجہ منن جیسے رئیس اعظم کو بندۂ بے دام بنالیا ہے۔ موضع گکرا آکر آپ نے دیکھا کہ ایک پرنور اور باوقار شخصیت مسند ارشاد پر بصد ناز و نیاز جلوہ افروز ہے۔ چہرۂ مبارک پر نظر پڑتے ہی دل سے آواز آئی کہ یہی ذات گرامی اپنے وقت کے ولی کامل اور سلطان الاولیاء ہیں۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں جون کا مہینہ تھا۔ گرمی کا موسم شباب پر تھا۔ مگر آتش عشق کی گرمی اس سے بھی کہیں شدید تھی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی حضرت سلطان الاولیاءؒ قبلہ نے نہایت شفقت و محبت کے ساتھ احوال دریافت فرمائے اور پھر اپنے دامنِ شفقت میں چھپالیا، اس دولت لازوال سے دامنِ مراد بھرنے کے بعد آپ گھر واپس آگئے۔ ایک ہفتہ تک کیفیات کا عالم رہا۔ اسی عرصہ میں معلوم ہوا کہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ موضع گورا رائے پور تشریف لائے ہیں۔ ہمارے خاندان کے بہت سے افراد خدمت اقدس میں حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔ ۹ برس تک حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمت کی سعادت حاصل رہی، ایک مرتبہ مرشد نگر میں حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ اب گھر جاؤ

اور حلقۂ ذکر کا سلسلہ جاری کرو، حلقۂ ذکر کی تاکید کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گذارنا، اگر تمہارے پیر کو کوئی بُرا بھلا کہے تو اُسے برداشت کرلینا۔ یہ راز کچھ سمجھ میں نہ آیا، کچھ دنوں کے بعد خواب میں حضرت قبلہ کے وصال کا منظر بھی دکھایا گیا، مگر مرضیٔ مولیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اب جاکر تمام حالات کی نقاب کشائی ہوئی، آپ کے وصال کے بعد آپ کے ہمشیرہ زادے عزیز الاولیاء قبلہ مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ حضرت عزیز الاولیاء قبلہ نے بھی خصوصی محبت و فیضانِ کرم سے نوازا۔ ۱۲ ؍برس تک آپ کی خدمت کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ حضرت عزیز الاولیاء قبلہ آپ کے مکان پر تشریف لاتے اور تشنگانِ معرفت کی سیرابی فرماتے۔ سالانہ نیاز فاتحہ کا بھی انتظام آپ کی سرپرستی میں ہوتا تھا ایسی ہی ایک مجلس میں ۱۹۶۲ء؁ حضرت عزیز الاولیاء قبلہ نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرماکر سلسلہ عالیہ کی اشاعت کیلئے آپ کو معمور فرمادیا، شہید ملت عزیز الاولیاء قبلہ کے وصال کے بعد آپ کے نورِ نظر محبوب الاولیاء حضرت خواجہ صوفی لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں قبلہ مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں۔ آپ کی ذات گرامی سلسلہ عالیہ جہانگیریہ کے لئے ابر رحمت ہے۔ صرف ہندستان میں مختلف شہروں اور مقامات پر ۲۵ خانقاہیں آپ کی تعمیر کردہ ہیں جن میں پیرانِ عظام کے سالانہ عرس اور فاتحہ وغیرہ کا انتظام آپ کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ حضرت صوفی ظہیر الحسن شاہ کے قصبہ بھیرا میں بھی محبوب الاولیاء حضرت خواجہ صوفی لیاقت حسین شاہ عرف مُنّے میاں قبلہ نے زمین لے کر ایک خانقاہ تعمیر کرائی ہے۔ جس میں عرس عزیزی کا سالانہ پروگرام محبوب الاولیاء قبلہ کی سرپرستی اور صوفی صاحب کی نگرانی میں اہل سلسلہ کی شمولیت سے ہوتا ہے۔ حضرت صوفی ظہیر الحسن شاہ نے حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی خدمت اقدس میں جذبۂ بندگی کی دولت حاصل کرلی تھی، یہی کیفیت فنائیت بحمد اللہ اب تک موجود ہے۔ اس وجہ سے سلسلہ عالیہ کی اشاعت کی طرف آپ کی ہمہ گیر توجہ نہ ہو سکی پھر بھی ہزار افراد سے زائد آپ کے ذریعہ سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہیں اور ابھی اشاعت کا کام جاری ہے۔

محبوب الاولیاء قبلہ نے صوفی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے عزیزم معروف کرخی میاں کو آپ کی سجادگی کیلئے منتخب فرمایا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور سلسلہ عالیہ کی مزید اشاعت کی توفیق دے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شجرۂ طیبہ
بمطابق
شجرۂ سلطان الاولیاء قدس اللہ سرہ العزیز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ اَحۡمَدِ مُجۡتَبٰی مُحَمَّدِنِ الۡمُصۡطَفٰی وَاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَہۡلِ بَیۡتِہٖ الَّذِیۡنَ سَلَکُوۡا عَلٰی شَرِیۡعَتِہٖ وَطَرِیۡقَتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۔

اَمَّا بَعۡدُ:

اوپر والوں کے فرمان کے مطابق دامنِ مرشد سے وابستہ حضرات کے لئے محاسبہ و مراقبہ اور ذکر و شغل کا طریقہ اس لئے لکھا جا رہا ہے کہ سالکانِ راہِ طریقت معمولاتِ شیخ سے پوری طرح واقفیت حاصل کر کے مستقل مزاجی اور یکسوئی کے ساتھ ان معمولات کو اختیار کریں اور ان پر عمل کر کے دین و دنیا میں سکونِ قلب اور کامرانی حاصل کریں۔

شجرۂ طیبہ دراصل ایک دستور العمل ہے جو معمولاتِ شیخ کی روشنی میں "نسبتِ رابطہ"[1] کا سبب بنتا ہے اور مرید ہونے کے بعد شیخ کی طرف سے اس لئے عطا کیا جاتا ہے کہ شیخ سے ظاہری دوری کے باوجود حضوری کی کیفیت قائم رہے۔

دامنِ مرشد سے وابستہ ہونے کے بعد طالبِ حق مرید کی پوری پوری توجہ اس طرف ہونی چاہئے کہ وہ ذکر و فکر اور نسبتِ رابطہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہو۔ کیونکہ نفس اور شیطان دو ایسے دشمن ہیں جو ہر وقت اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ اولادِ آدم کو سیدھی راہ سے ہٹا دیں۔ ان دونوں کو شکست دینے کی بس یہی صورت ہے کہ سالک کا قلب اور زبان بلکہ اس کی روح بھی ہمہ وقت ذکر میں مشغول ہو۔ جب ذکرِ الٰہی سالک کے قلب اور روح میں پیوست ہو جاتا ہے تو پھر اس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، کاروبار اور دیگر مصروفیات عبادت میں شمار ہوں گی۔

---

[1] نسبتِ رابطہ کا مطلب یہ ہے کہ بوقت بیعت مرشد سے جو قول و قرار اور عہد کیا ہے اس کا ہر وقت دھیان رکھے اور تصوراتی اعتبار سے شیخ کو ہمہ وقت اپنے ساتھ تصور کرے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ اگر کسی وقت کسی غیر شرعی کام کی طرف قدم اٹھ رہا ہے تو شیخ کی موجودگی کی وجہ سے شیطان سے رابطہ ٹوٹ کر رحمان کی طرف توجہ مبذول ہو جائے گی اور فوراً توبہ کی توفیق حاصل ہو جائے گی۔ انسان بہر حال انسان ہے اس سے لغزشوں کا امکان ہے اس لئے نسبتِ رابطہ قائم رہنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی بے شمار نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت زندگی ہے اور زندگی بھی وہ زندگی جو ایمان اور یقین کے نور سے منوّر اور اعمالِ صالحہ کے زیور سے آراستہ اور للّٰہیت کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو۔ اس چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور حدیثِ پاکؐ کے مفہوم کے مطابق اس دنیاوی زندگی کو آخرت کے لئے کھیتی بنا کر ذخیرۂ آخرت کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ اسلام ترکِ دنیا اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ دنیا کو دارُالعمل اور دارُالاسباب کی حیثیت عطا کرتا ہے۔ اکلِ حلال اور صدقِ مقال اور کسبِ حلال کے لئے روزگار کے اسباب تلاش کرنا نہایت ضروری ہے دنیا بقدرِ ضرورت ہی بہتر ہے۔ شانِ مومن یہ ہے کہ وہ دولت آل اولاد، مال واسباب اور دیگر متعلقین یہاں تک کہ اپنی جان بھی ایک امانت تصور کرتا ہے مالک نہیں بلکہ امین کا منصب عطا کرتا ہے اسی لئے فرائض کی ادائیگی جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق ہے، ہر وقت مردِ مومن کے پیشِ نظر رہے۔ فرائض کی ادائیگی کے بعد سُنَن اور نوافل، تسبیحات، اوراد، اشغال قربتِ ذات کا ذریعہ ہیں۔ ان میں اپنی بساط کے مطابق زیادہ سے زیادہ انہماک کی ضرورت ہے۔

شجرۂ طیبہ منظومہ قادریہ جہانگیریہ حسنیہ [۱]

خدا بحرمتِ ارواحِ انبیاء مدد دے — پئے محمد و محمود و مصطفٰے مدد دے

برائے پنجتنِ پاک چار یارِ نبی! — بہ برکتِ ہمہ ارواحِ اولیاء مدد دے

حمد بے حد ہے جنابِ کبریا کے واسطے — تحفۂ صلوات شاہِ مصطفٰے کے واسطے

یا مرے اللہ جملہ انبیاء کے واسطے — حاجتیں بر لا مری کُل اولیاء کے واسطے

پڑھ تحیۃ اہلِ بیت اور چار یاروں کی ضرور — پھر ادب سے ہاتھ اٹھا اپنے دُعا کے واسطے

[۲]

بندۂ عاجز ہوں یا رب کر مری توبہ قبول — حضرتِ خواجہ محمد حسن سلطان الاولیاء کے واسطے

آفتابِ دین و ملت شاہ محمد عنایت حسن — ماہتابِ صبر و تسلیم و رضا کے واسطے

ہو دُعا مقبول میری صدقۂ لا تقنطوا — شہنشاہ محمد نبی رضا کے واسطے

دل کو میرے یا خدا دے زندگی اور تازگی — شاہ عبد الحیٔ مقبول الدُعا کے واسطے

مجھ کو اپنی بارگاہِ احدیت میں کر قبول — مخلص الرحمٰن جہانگیرِ ہدیٰ کے واسطے

کر مدد میری خدایا ہر گھڑی ہر حال میں — شاہ امداد علی باصفا کے واسطے

مجھ کو اپنے ذکر و فکر و شغل میں مصروف رکھ — شہ محمد مہدی نور الوریٰ کے واسطے

نورِ ایماں سے مرے دل کو منور کر خدا — حضرتِ مظہر حسین حاجت روا کے واسطے

فرحتِ دل دے مجھے یا رب نہ ہووے فکرِ غیر — فرحت اللہ افتخار الاولیاء کے واسطے

حُسن و خوبی سے مرے دِل کو خدایا کر حسن — حسن علی شاہِ حسن ابرِ سخا کے واسطے

---

[۱] حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کی مجلس مبارکہ میں یہی شجرۂ طیبہ پڑھا جاتا تھا۔ [۲] یہاں پر مرید اپنے مرشد گرامی کے نام کا شعر پڑھے۔

نعمتِ دیں سے مجھے کر یا الٰہی سرفراز — شاہ منعم[1] پاکبازِ اتقیاء کے واسطے

رکھ شریعت اور طریقت پر مجھے ثابت قدم — شہ خلیل الدین سیّد مہ لقا کے واسطے

نفس کی روباہ بازی سے خلاصی دے مجھے — میر سیّد جعفر شمس الضحیٰ کے واسطے

دُور کر میری خودی اور اہلِ دل کر دے مجھے — سیّد اہل اللہ میر اہلِ صفا کے واسطے

نظم کر میرا قبول اے بادشاہِ دوجہاں — شہ نظام الدین سیّد اولیاء کے واسطے

شہ تقی الدین کا صدقہ مجھے کر متّقی! — شہ نصیر الدین سیّد بے بہا کے واسطے

سیّدِ محمود سیّد میر فضل اللہ شاہ — شاہ قطب الدین دُرِ دُرجِ فنا کے واسطے

شاہ نجم الدین قلندر سیّد مبارک غزنوی — شہ نظام الدین سیّد ثانیا کے واسطے

غنچۂ دل کو کھلا میرے الٰہ العالمین — شہ شہاب الدین صاحب پر ضیا کے واسطے

قادرِ مطلق ہے تو اپنی عنایت مجھ پہ رکھ — قادرِ جیلان قطب الاولیاء کے واسطے

از برائے بوسعید و بوالحسن یا ذا الجلال — رحم کر بو یوسفِ رحمت نما کے واسطے

مجھ کو اپنے عشق میں متوالا کر دے اے خدا — حضرت عبد العزیز اُلفت رسا کے واسطے

شہ رحیم الدین و شہ بوبکر و شبلی کا طفیل — فضل کر حضرت جُنیدِ پیشوا کے واسطے

شہ سری سقطی و شہ معروف کرخی کا طفیل — شہ امام دیں علی موسیٰ رضا کے واسطے

موسیٰ کاظم کا صدقہ علم و عمل و حلم دے — جعفر و باقر شہِ زین العبا کے واسطے

راہ میں تیری رہوں ثابت قدم اے بے نیاز — صبر دے مجھکو شہیدِ کربلا کے واسطے

معرفت کے نور سے دل کو مرے معمور کر — پیشوائے دیں علی مرتضےٰ کے واسطے

یا الٰہی میرے عصیاں مجھکو شرماتے ہیں اب — بخش دے مجھکو محمد مصطفےٰ کے واسطے

عشق دے محبوب کا اپنے الٰہ العالمین — سیّدہ معصومہ حضرت فاطمہؓ کے واسطے

---

[1] حضرت منعم پاکباز رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ خلیل الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی تھی۔ اور فیضانِ نسبت حضرت میر سیّد اسد اللہ شاہ سے ابو العلائی سے ہوا۔ اس لئے نسبتِ اول کے پیشِ نظر بعض حضرات قادری رنگ و نکہت کی طرف میلانِ طبع کی بنا پر شجرہ طیبہ قادریہ منعمیہ جہانگیریہ حسنیہ کو معمول قرأت رکھتے ہیں۔ اور بعض حضرات فیضانِ نسبت کے پیشِ نظر حضرت میر اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے سلسلہ نقشبندیہ ابو العلائیہ منعمیہ کو معمول قرأت رکھتے ہیں۔

عشق دے مرشد کا مجھ کو یا الٰہ العالمین — انبیاء و اولیاء و اصفیاء کے واسطے

اب تو بگڑی کو بنا دے اے مرے پروردگار — شیخ اعظم شہ امیر ابوالعلیٰ کے واسطے

رہتی دنیا تک رہے اس باغ کی یارب بہار — پھولتا پھلتا رہے یونہی گلستانِ حسن

صبر و استقلال سے ہم سب کو تو مضبوط رکھ — یا الٰہی ہاتھ سے چھوٹے نہ دامانِ حسن

کیسے کیسے معرفت کے پھول کھلتے ہیں یہاں — آکے دیکھے تو کوئی رنگِ گلستانِ حسن

اپنے مولیٰ کے قدم کے سائے کے نیچے جئیں — اور مرنا ہو تو ان کے آستانے پر مریں

زندگی اور موت ہو ان کی رضا کے واسطے

میرے احبابِ طریقت بھی رہیں آباد و شاد — دین و دنیا میں باعزاز و کرام و بامُراد

فضل فرما جملہ اخوان الصفا کے واسطے

تا ابد مولا ہمارے شمعِ بزمِ جاں رہیں — اور ہم سو جاں سے پروانہ صفت قرباں رہیں

کر عطا ہم سب کو سو جانیں فدا کے واسطے

طریقہ فاتحہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ ـــــــ ایک بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــــــ سُوْرَۃ تکاثر

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ○ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ○ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّھَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ○ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ○ ـــــــ ایک بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــــــ سُوْرَۃ کافرون

قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ○ ـــــــ ایک بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــــــ سُوْرَۃ اخلاص

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○ ـــــــ تین بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـــــــ سُوْرَۃ فلق

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○ ـــــــ ایک بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــ سُوْرَۃُ النَّاسِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِکِ النَّاسِ ۙ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۬ۙ الْخَنَّاسِ ۙ
الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ؏ ــــ ایک بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــ سُوْرَۃُ فَاتِحَۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ اِیَّاکَ
نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ؕ اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ۬ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ــــ ایک بار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۚ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۚۖۛ فِیْہِ ۚۛ ہُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ
یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ ۙ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِکَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَۃِ ہُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ہُدًی مِّنْ رَّبِّہِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ
ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۙ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَ لَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۔
وَ اِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ
مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ
رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۔ اِنَّ اللّٰہَ
وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ اَللّٰہُمَّ
صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ۙ
اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ پھر شجرہ پڑھکر ایصالِ
ثواب کرے "یا اللہ جو کچھ پڑھا گیا ہے اسکا ثواب، طعام کا ثواب، ماحضر کا ثواب آقائے نامدار احمد
مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں

چار یار، اہلِ بیت، شہدائے بدر، شہدائے اُحد، شہدائے کربلا، جنت البقیع، جنت الماوی، چودہ خانوادے، نو قادری، پانچ چشت، پانچ جہانگیر، سلسلۂ عالیہ جہانگیریہ ابو العُلائیہ خاندان قادریہ شریف چشتیہ شریف کی شاخ شاخ کو ثواب پہونچے جملہ انبیاء، اولیاء، کلمہ گو اُمتیانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ارواحِ پاک کو ثواب پہونچے، ہندوستان میں خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری، خواجہ قطب، بابا فرید، نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی، سیدنا علی احمد صابر کلیری کی شاخ شاخ کو اس کا ثواب پہونچے خصوصاً ہمارے پیر و مرشد صوفی و صافی سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد حسن شاہ قبلہ قدس سرہٗ، سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ قبلہ قدس سرہٗ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قبلہ قدس اللہ سرہٗ العزیز قطب عالم فخر العارفین حضرت شاہ عبد الحیٔ قبلہ قدس اللہ سرہٗ العزیز، شیخ العارفین حضرت شاہ مخلص الرحمٰن قبلہ جہانگیر قدس اللہ سرہٗ العزیز اور تمام وابستگانِ سلسلہ کی ارواح پاک کو ثواب پہونچے، تمام اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات کو ثواب پہونچے، الٰہی خیر گردانی بحقِ شاہ جیلانی، خداوندا ادریسِ پاک کی نیکی کے صدقے۔ ہمیں بھی خاک پا رکھیو ہمارے پیرو مرشد کی۔

نوٹ:۔ مضمون طریقہ بیعت صرف خلفاء حضرات کیلئے ہے جنہیں اجازت بھی ہو۔

طریقۂ بیعت

جس کو مرید کرنا ہو، اُس کو دو زانو اپنی طرف رخ کر کے بٹھائے، مرید ہونے والا شخص شیخ کے داہنے ہاتھ کو (مصافحہ کے انداز میں) اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ لے۔ پھر شیخ یہ پڑھے اور اسی کے ساتھ مرید ہونے والا شخص بھی پڑھتا جائے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاھِرِ الزَّکِیِّ۔ صَلٰوۃً تَحُلُّ بِہَا الْعُقَدُ وَتُفَکُّ

بِہَا الْکُرَبُ۔ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًی وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

ایمان لایا میں اللہ پر، اس کے رسول پر، تمام پیغمبروں پر، سب کتابوں پر، سب فرشتوں پر، نیکی وبدی پر، دوزخ وجنت پر، حشر پر، میزان پر، بعد اٹھنے موت کے، سب حکم قبول کیے اللہ کے اور رسول کے، سب گناہوں سے توبہ کی، سب گناہوں سے توبہ کی، سب گناہوں سے توبہ کی، اے اللہ تو مجھے میری اس توبہ پر قائم رکھ بطفیل رسول اللہ کے اس کے بعد شیخ تین مرتبہ یہ عبارت ادا کرے، اور مرید سے تین مرتبہ اقرار کرائے۔ تَابِعْتَہٗ سَیِّدَنَا وَمُرْشِدَنَا وَمَوْلَانَا (...... یہاں پر شیخ اپنے مرشد کا نام لے) قبلہ کی طرف سے شیخ الشیوخ محبوب سبحانی قطب ربانی میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کے سلسلہ عالیہ جہانگیریہ ابوالعلائیہ خاندان قادریہ شریف میں چشتیہ شریف میں تم کو داخلِ سلسلہ مرید کیا (تین بار تم نے قبول کیا (مرید کہے) میں نے قبول کیا۔

پھر شیخ مرید سے کہلوائے:۔ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ اقرار کیا میں نے ساتھ زبان کے، تصدیق کیا بیچ دل اپنے کے

پھر شیخ مرید سے کہلوائے:۔ کلمہ پڑھتا ہوں میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تین مرتبہ پھر کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اس کے بعد مرید شیخ کی دست بوسی کرے اور شیخ مرید کو دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرنے کو فرمائے اور ذکرِ جلی و خفی کی تعلیم دے۔ مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ معمولاتِ شیخ پر مستقل مزاجی کے ساتھ پابندی کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرۂ طیبہ قادریہ جہانگیریہ حسنیہ

عہ:

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز شیخ الواصلین سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ صاحب[ا]

قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز فخر السالکین سلطان العاشقین حضرت محمد عنایت حسن شاہ صاحب[۱]

قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سراج السالکین سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ صاحب[۲]

قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز فخر العارفین سلطان الکاملین حضرت مولانا عبد الحیٔ شاہ صاحب[۳]

قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان جہانگیر شیخ العارفین حضرت مولانا مخلص الرحمٰن شاہ صاحب[۴]

قدس اللہ سرہٗ العزیز

ا حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے مطبوعہ شجرۂ طیبہ کے مطابق۔ عہ اس جگہ مرید اپنے مرشد گرامی کا نام پڑھے۔

۱ شب ۶ ر جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ بھینوڑی شریف ضلع رامپور۔ یوپی۔

۲ ۳ ر شوال المکرم ۱۳۶۰ھ بھینوڑی شریف۔

۳ ۲۴ ر ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بمقام لکھنؤ شریف یوپی۔

۴ ۷ ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ بمقام مرزا کھیل شریف چاٹگام۔

۵ ۱۲ ر ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ مرزا کھیل شریف چاٹگام۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین حضرت امداد علی شاہ صاحب[۱]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز امام الموحدین محبوب العارفین حضرت محمد مہدی حسن شاہ صاحب[۲]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز عاشق رسول الثقلین حضرت مظہر حسین شاہ صاحب[۳]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت فرحت اللہ شاہ صاحب[۴]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت حسن علی شاہ صاحب[۵]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز امام العارفین حضرت شاہ محمد منعم پاکباز صاحب[۶]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سیّد خلیل الدّین شاہ صاحب[۷]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سیّد جعفر دیوان شاہ صاحب[۸]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید اہل اللہ شاہ صاحب[۹]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید نظام الدّین شاہ صاحب[۱۰]
قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

۱؎ ۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۳ھ محلہ قاضی ولی چک بھاگلپور، ۲؎ ۶ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۸۶ھ محلہ کریم چک جھجرا، ۳؎ ۱۳ ربیع الثانی محلہ کریم چک جھجرہ، ۴؎ ۹ شعبان المعظم سنہ ۱۲۲۶ھ محلہ کریم چک چھپرہ، ۵؎ ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۴ھ خواجہ کلاں گھاٹ پٹنہ سٹی، ۶؎ ۱۲ رجب المرجب سنہ ۱۱۸۵ھ ملا بیتن گھاٹ پٹنہ سٹی ۷؎ ۱۹ ذی قعدہ، قصبہ باڑھ بہار ۸؎ ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۱۱۴ھ محلہ میر باڑھ بہار، ۹؎ بارہ دری بہار شریف، ضلع نالندہ، ۱۰؎ ۴ محرم الحرام محلہ نئی سرائے موسیٰ کڑہ باغ بارہ دری بہار شریف۔

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سیّد تقی الدین شاہ صاحب[1]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سیّد نصیر الدین شاہ صاحب[2]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سیّد محمود شاہ صاحب[3]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سیّد فضل اللہ شاہ صاحب[4]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شاہ قطب الدین بینائے دِل شاہ صاحب[5]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شاہ نجم الدین قلندر شاہ صاحب[6]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سیّد مبارک غزنوی شاہ صاحب[7]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید نظام الدین شاہ صاحب[8]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

الٰهی بحرمتِ راز و نیاز شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی شاہ صاحب[9]

قدّس اللہ سِرّہٗ العزیز

---

[1] بارہ دری بہار شریف، [2] بارہ دری بہار شریف [3] ۵؍ جمادی الآخر بارہ دری بہار شریف [4] ۲۵؍ شعبان المعظم سنہ ۹۲۵ھ محلہ علی پورہ جونپور [5] ۲۰؍ ذی الحجہ مالوہ (ایم پی) قریب گڈھ مانڈو قصبہ نالچھہ [6] ۱۳؍ ربیع الآخر سنہ ۶۲۲ھ شرقی حوض شمسی دہلی، [7] بمقام بغداد شریف یا غزنی، [8] جمعہ چاند رات محرم سنہ ۶۳۲ھ بغداد شریف، [9] شب جمعہ ۹ یا ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ھ بغداد شریف

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز غوث الثقلین محبوب سبحانی سید محی الدین عبد القادر جیلانی[۱]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت ابو سعید مبارک مخزومی[۲]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز ابو الحسن علی الھنکاری الغزنوی صاحب[۳]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت ابو یوسف طرسوسی صاحب[۴]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شیخ عبد العزیز یمنی[۵]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شیخ رحیم الدین عیاض[۶]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ ابو بکر شبلی[۷]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز سیّد الطائفہ حضرت جُنید بغدادی[۸]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شیخ سرّی سقطی[۹]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی[۱۰]

قدس اللہ سرّہٗ العزیز

۱؎ ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ بغداد شریف ۲؎ ۷ محرم ۵۱۳ھ ۳؎ ۱۵ ربیع الاول ۴۸۶ھ ۴؎ ۳ھ یا ۱۰ ذی قعدہ ۴۴۷ھ ۵؎ محرم یا ۲ ربیع الاول ۳۸۶ھ ۶؎ ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ یا ۳۴۲ھ بغداد شریف ۷؎ ۱۶ رجب ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ بغداد شریف ۸؎ سہ شنبہ ۳ رمضان ۲۵۳ھ بغداد شریف ۹؎ ۲ محرم ۲۰۰ھ بغداد کرخ ۱۰؎ جمعہ ۹ صفر ۲۰۳ھ مشہد مقدس

الٰہی بحرمتِ راز ونیاز حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ [1]

۲۰ محرم سنہ ۲۰۳ھ | علیہ السّلام | بغداد کرخ

الٰہی بحرمتِ راز ونیاز حضرت سیدنا موسیٰ کاظم [2]

جمعہ ۹ صفر سنہ ۲۳۶ھ | علیہ السّلام | مشہد مقدس

الٰہی بحرمتِ راز ونیاز حضرت سیدنا امام جعفر صادق [3]

جمعہ ۱۵ رجب سنہ ۱۸۳ھ | علیہ السّلام | کاظمین شریف

الٰہی بحرمتِ راز ونیاز حضرت سیدنا محمد باقر [4]

جمعہ ۱۸ رجب سنہ ۱۸۲ھ | علیہ السّلام | جنت البقیع

الٰہی بحرمتِ راز ونیاز حضرت سید الساجدین امام زین العابدین [5]

دوشنبہ ۱ ذی الحجہ سنہ ۱۱ھ | علیہ السّلام | جنت البقیع

الٰہی بحرمتِ راز ونیاز قرۃ العین رسُول الثقلین سیدنا امام حسین [6]

۸ محرم الحرام سنہ ۹۴ھ | علیہ السّلام | جنت البقیع

الٰہی بحرمتِ راز ونیاز حضرت اسد اللہ الغالب سیدنا ومولانا علی ابن ابی طالب [7]

۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ | علیہ السّلام | نجف اشرف

الٰہی بحرمتِ راز ونیاز سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین سید الثقلین
نبی الحرمین صاحبِ قاب قوسین اَو اَدنیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مدینہ منورہ

لِمَن صَارَتَائِبًا وَھُوَ .... مکمل پتہ ....

تاریخ بیعت .... علیٰ یدِ اَضعفِ عبادِ اللہِ القویِّ الشیخ ....

قادری ابو العلائی جہانگیری عفی اللہ عنہ تلقنتہ کلمۃ التوحید والتوبۃ والانابۃ الی اللہ تعالیٰ و
امتثالِ اوامرہٖ واجتناب عن نواھیہ، اللّٰھم وفقہ لمرضاتک وثبت اقدامہ علیٰ طاعتک واحفظہ عن
الشرک والمعاصی واختم لہ بالایمان والاسلام واحشرہ فی زمرۃ مشائخنا العظام بحرمۃ نبیک و
رسولک شفیع الانام صلی اللہ علیہ وآلہ واھل بیتہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

یہ شجرہ شریف عرس کے موقع پر قُل کے وقت پڑھا جاتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ❊ اِقۡرَءۡ قُلۡ بِاسۡمِ اللّٰہِ

حَسۡبِیۡ رَبِّیۡ جَلَّ اللّٰہ مَافِیۡ قَلۡبِیۡ غَیۡرُ اللّٰہ

نُوۡرُ مُحَمَّدۡ صَلَّی اللّٰہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ کلمہ ۳ بار کہا جائے

اٰمَنَّا بِرَسُوۡلِ اللّٰہِ

اس کو دو مرتبہ پڑھیں

[1] .. ..

.. ..

....

سَیِّرِ اَعۡظَمُ بَحۡرِ مُعَظَّمۡ شَاہِ وِلَایَتۡ غَوۡثِ زَمَانۡ!

نَہۡرِ شَرِیۡعَتۡ بَحۡرِ طَرِیۡقَتۡ، عَیۡنِ حَقِیۡقَتۡ نُوۡرُ اللّٰہ!

حَسۡبِیۡ رَبِّیۡ جَلَّ اللّٰہ....

قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ تَحۡتَ قَدَمَیۡكَ مُحَمَّدۡ حَسَنۡ یَا مُرۡشِدَنَا

تم کو عطا مرشد کے کرم سے ہے عین مقام بقا با اللہ[2] - حَسۡبِیۡ رَبِّیۡ....

مُوۡسٰی عِمۡرَانۡ عِیۡسٰی دَوۡرَانۡ، نُوۡرِ مُجَسَّمۡ کَلَامُ اللّٰہ

آقا میرے حاجی محمد عنایت حسن شاہ نورُ اللّٰہ!

حَسۡبِیۡ رَبِّیۡ جَلَّ اللّٰہ.....

---

[1] عربی کا یہ شجرہ طیبہ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ قل شریف میں ضرور پڑھواتے تھے۔ [2] یہاں پر مرید اپنے مرشد کے نام کا شعر پڑھے گا۔

صورتِ انساں سیرتِ رحماں قبلۂ عالم شاہ رضا
عبدالحق مخلصِ رحماں روحی فداک رحمہ اللہ۔ حسبی ربی.......

امداد علی مہدی مظہر، فرحت اللہ حسن علی
منعم صافی خلیل الدین سید جعفر اہل اللہ
حسبی ربی جل اللہ ....

شاہ نظام و تقی و نصیر سید محمود، فضل اللہ
شاہ قطب نجم الدین علام مقام بقا باللہ
حسبی ربی جل اللہ ......

غزنوی میر مبارک شاہ، شاہ نظام و شہاب الدین
قطب و غوث محی الدین عبد القادر سر اللہ
حسبی ربی جل اللہ........

شاہ سعید، ابو الحسن بو یوسف طرطوسی مرشد
عبد العزیز رحیم الدین معطی مرشد علم اللہ
حسبی ربی جل اللہ.........

حضرت شبلی میر جنید، سری سقطی عالم دین
عارف رمز نبی کرخی، شاہ امام علی اللہ
حسبی ربی جل اللہ.........

موسیٰ رضا و موسیٰ کاظم حامل سر علم نبی
جعفر صادق سید باقر زین العباد دین اللہ
حسبی ربی جل اللہ.........

قُرَّۃُ عَینِ رَسُولِ اللّٰہ شَاہِدِ حَالِ فَنَا فِی اللّٰہ
اِبنُ عَلیِ فَاطِمَہ زَہرا یَعنِی حُسَین خَلِیلُ اللّٰہ

حَسبِی رَبِّی جَلَّ اللّٰہ ......

بَرزَخِ کُبریٰ مَولَی الکُلِّ مَطلُوبُ طَالِبُ اِسمُ اللّٰہ
سَیِّدِ مَولیٰ عَلِی وَلِیّ شَاہِ وِلَایَتُ اَسَدُ اللّٰہ

حَسبِی رَبِّی جَلَّ اللّٰہ .....

خَیرُ الخَلقِ نَبِیُّ اللّٰہ حَبِیبُ اللّٰہ اَمِینُ اللّٰہ
اَطیَب اَبرَق اَزکیٰ اَنمَا اَثنَاء اَعلیٰ صَلوٰۃُ اللّٰہ

حَسبِی رَبِّی جَلَّ اللّٰہ ......

سَیِّد اَجمَل اَکمَل، اَفضَل، اَحمَد حَامِد اِسمِ مُحَمَّد
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم صَلَّی اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ

حَسبِی رَبِّی جَلَّ اللّٰہ ......

وَاغفِر وَارحَم تَائِب خَاطِی وَاحشُرنَا عَلیٰ مِلَّتِ اَحمَد
شَرِّفنَا وَعَزِّزنَا ثَبِّتنَا بِوِلَایَتِ اللّٰہ

حَسبِی رَبِّی جَلَّ اللّٰہ .....

اَللّٰھُمَّ نَوِّر قَلبِی اَسئَلُکَ مِن خَیرٍ نَصر
اَخلِص دِینِی خَلِّص سِرِّی اَصلِح کُلِّی یَا اَللّٰہ

حَسبِی رَبِّی جَلَّ اللّٰہ ......

درودِ تاج

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ
وَالْعَلَمِ ○ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمِ ○ اِسْمُہٗ مَکْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ
مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِی اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ○ سَیِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ط جِسْمُہٗ مُقَدَّسٌ
مُّعَطَّرٌ مُّطَھَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِی الْبَیْتِ وَالْحَرَمِ ○ شَمْسِ الضُّحٰی بَدْرِ الدُّجٰی صَدْرِ الْعُلٰی
نُوْرِ الْھُدٰی کَھْفِ الْوَرٰی ○ مِصْبَاحِ الظُّلَمِ ○ جَمِیْلِ الشِّیَمِ ○ شَفِیْعِ الْاُمَمِ
صَاحِبِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ ط وَاللّٰہُ عَاصِمُہٗ وَجِبْرِیْلُ خَادِمُہٗ وَالْبُرَاقُ مَرْکَبُہٗ
وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُہٗ وَسِدْرَةُ الْمُنْتَھٰی مَقَامُہٗ وَقَابَ قَوْسَیْنِ مَطْلُوْبُہٗ وَالْمَطْلُوْبُ
مَقْصُوْدُہٗ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُہٗ ○ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ شَفِیْعِ
الْمُذْنِبِیْنَ اَنِیْسِ الْغَرِیْبِیْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ رَاحَةِ الْعَاشِقِیْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِیْنَ
شَمْسِ الْعَارِفِیْنَ سِرَاجِ السَّالِکِیْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِیْنَ ط مُحِبِّ الْفُقَرَاءِ وَالْغُرَبَاءِ
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ ○ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَیْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَیْنِ وَسِیْلَتِنَا فِی الدَّارَیْنِ
صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَیْنِ جَدِّ الْحَسَنِ
وَالْحُسَیْنِ مَوْلَانَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ ○ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ نُوْرٍ مِّنْ
نُّوْرِ اللّٰہِ یَا اَیُّھَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِہٖ بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا ۔

عنایتِ پیر

کیا کہوں کیسی ہوئی مجھ پر عنایت پیر کی — اپنی صورت ہی نظر آتی ہے صورت پیر کی

بندۂ ناچیز کو یکتا و ہمتا کر دیا! — یہ توجہ یہ عطا ادنیٰ کرامت پیر کی

کفر و ظلمت شرک و بدعت ہوگئی معدوم سب — جب سے قائم ہوگئی ہے دل میں صورت پیر کی

فی الحقیقت راہ مشکل ہے سلوک و عشق کی — طے اسی نے کی ہوئی جس پہ عنایت پیر کی

اس جہاں میں ہوگیا دیدارِ حق جس کو نصیب — اس سے پوچھے جا کے کوئی کیا ہے صورت پیر کی

ہے قطب کوئی کوئی ابدال ہے کوئی ولی — زیر سایہ پیر کے، اللہ رے رفعت پیر کی

واصلِ حق جو ہوا تفریق پھر کیا رہ گئی — شانِ کثرت میں عیاں ہے شانِ وحدت پیر کی

جیسے تھا معراج کی شب آنا جانا آن میں — ویسے ہی مشکل کشائی ہے کرامت پیر کی

ہاتھ کو احمد کے جب حق نے کہا خود اپنا ہاتھ — کیوں نہ ہو پھر صبغۃ اللہ رنگ و صورت پیر کی

ہوں اُویسِ قرنی و خسرو کہ مولانائے روم — جانتے یہ لوگ تھے بے شبہ عظمت پیر کی

شوق ہے گر حق پرستی کا تو سن اے بے خبر
کر پرستش ذاتِ مولا دیکھ صورت پیر کی

اسمائے مبارک سیّدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا محی الدین امر اللہ۔ شیخ محی الدین فضل اللہ۔ اولیا محی الدین امان اللہ۔ مسکین محی الدین نور اللہ۔ غوث محی الدین قطب اللہ۔ سلطان محی الدین سیف اللہ۔ خواجہ محی الدین قربان اللہ۔ مخدوم محی الدین برہان اللہ۔ درویش محی الدین آیت اللہ۔ بادشاہ محی الدین غوث اللہ۔ فقیر محی الدین شاہد اللہ

ھدایات

① مرید کو چاہیئے کہ ہر حالت میں صدق اختیار کرے۔

② باوضو رہنا نہایت اولیٰ ہے۔

③ نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرے۔

④ نماز جمعہ قضا نہ کرے۔

⑤ کم بولنے کم کھانے اور کم سونے کی عادت ڈالے۔

⑥ صداقت کو اپنا شعار بنائے کیونکہ صدیقوں کا مرتبہ بلند ہے۔

⑦ تجارت یا محنت کچھ نہ کچھ کرے اس کے بعد توکّل پر گامزن ہو جائے۔

⑧ قرآن مجید کی تلاوت باعث خیر و برکت ہے۔

⑨ محض عبادت کی غرض سے ریاضت کرے کیونکہ یہ اولیائے کرام کا منصب ہے۔

⑩ ہر حال میں اپنے پیران عظام کی ظاہری و باطنی پیروی اور احکام پر عمل کرے۔

⑪ بحث و مباحثہ سے پرہیز کرے۔

⑫ کدورت سے سینہ کو صاف رکھے۔ بندگان خدا کا خود کو غلام سمجھے مخدوم بننے کا خیال کبھی دل میں نہ لائے۔

⑬ اتفاق پیدا کرنے کا بہترین طریقہ اپنے کو دوسروں سے کمتر سمجھنا ہے۔

⑭ اپنے پیر و مرشد سے رابطہ مضبوط رکھے جس قدر مضبوط پیر کی گرفت ہوگی اسی قدر فائدہ ہوگا۔

⑮ دنیا بقدر ضرورت دنیا نہیں ہے۔ موت کا ہر وقت خیال رکھے۔

معمولاتِ شیخ

(ماخوذ از "سیرت فخر العارفین")

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں معمولاتِ شیخ اُن امور کو کہتے ہیں جنکو شیخ نے اختیار کیا۔ مرید پر اپنے حضرت شیخ کے معمولات کو اختیار کرنا واجب اور لازم ہے لا توفیق الا باللہ۔ اس سلسلۂ عالیہ کے پیران عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فرائض اور سنن کے بعد ذکر اور مراقبۂ مذکورہ اور ان معمولات میں مشغول رہنا بہتر ہے (اس وقت تک کہ فنا حاصل ہو جائے۔

اوراد (الف) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ گیارہ مرتبہ۔ (ب) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ (ت) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۲۰ مرتبہ

سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَار

(ث) اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ؛ سید الاستغفار ہر نماز پنجگانہ کے اختتام اور دعا کے بعد ایک بار پڑھنے کا معمول شریف ہے۔ اور نماز عصر و مغرب کے درمیان کم سے کم تین بار زیادہ جہاں تک ہو سکے۔

وظیفہ غوثیہ

(ج) اَلْمُحِیْطُ الرَّبُّ الشَّھِیْدُ الْحَسِیْبُ الْفَعَّالُ الْخَالِقُ الْبَارِیُٔ الْمُصَوِّرُ ۔ گیارہ مرتبہ۔

چہل کاف

(ج) کَفَاکَ رَبُّکَ کَمْ یَکْفِیْکَ وَاکِفَۃً ؛ کِفْکَافُھَا کَکَمِیْنٍ کَانَ مِنْ کَلَکَا۔ تَکُرُّ کَرًّا کَکَرِّ الْکَرِّ فِیْ کَبَدٍ ؛ تَحْکِیْ مُشَکْشَکَۃً کَلُکْلُکٍ لَکَا ؛ کَفَاکَ مَا بِیْ کَفَاکَ

اَلْکَافُ کُرُبَتَہٗ ۔ یَا کَوْکَبًا کَانَ تَحْکِیْ کَوْکَبَ الْفَلَکَا۔ جہاں تک ممکن ہو یا کم سے کم تین مرتبہ۔

ترجمہ چہل کاف اے دل! جس پروردگار نے بہت مصیبتوں میں تیری کفایت (وحمایت) کی ہے وہ ہی پروردگار ان مصائب میں جو بھاری لشکر کی طرح گھات میں ہیں اب بھی تیری کفایت کرے گا (۲) اُن مصائب میں تیرے لئے کافی ہوگا جو مصائب کہ پے درپے، (اور) سخت (اور مضبوط رسی (کی مانند) اور نیزہ زن مسلح لشکر اور فربہ اور قوی اونٹ کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ (۳) اے ستارے! (اے قلبِ روشن) جو آسمانی ستارے کے مانند (منور اور درخشاں) ہے (یقین رکھ کہ)

تیرا رب (تیرا مولیٰ) تمام پریشانیوں سے اب بھی تجھے کفایت کرے گا۔ جیسے کہ گزشتہ پریشانیوں میں (اُس قادر و کریم نے) تیری کفایت کی' وَاللّٰہُ قَادِرٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔)

حل لغات چہل کاف وَاکِفَۃٌ۔ مصیبت ناگہانی یا بلائے آسمانی۔ کِفَاف۔ روکنا۔ پھیرنا، دفع کرنا۔ کَمِیْن گھات لگانا۔ کَلَکَا: بڑا بھاری لشکر۔ تَکَرُّ۔ باربار حملہ کرتا ہے۔ کَرًّا۔ بار بار حملہ کرنا۔ کَرَّ الْکَرِّ۔ خوب بل کھائی ہوئی (اچھی طرح بٹی ہوئی) مضبوط رسی، کَبَدٌ۔ سختی و درشتی و تکلیف۔ تَجَلّٰی۔ ظاہر ہوتا ہے۔ مُکَشْکَکَۃٌ۔ مسلح نیزہ زن فوج و لشکر۔ کَلَاکِیْ۔ خوب موٹا اونٹ۔ لَکِکٌ۔ گٹھے ہوئے گوشت والا اونٹ۔ اَلْکَاف۔ مخفف الکافی۔ کفایت کرنے والا۔ کُرُبَتٌ۔ سختی و دشواری۔ کَوْکَبٌ۔ ستارہ۔ فَلَکٌ۔ آسمان تَحْکِیْ۔ مشابہت رکھتا ہے۔

ارشاد ہمارے حضرت قبلہؒ کا ارشاد ہے کہ ہم چہل کاف بہت پڑھا کرتے تھے۔ ایک پیر بھائی نے کہا۔ (ہمارے والد ماجد) "حضرت قدس سرہٗ چہل کاف بہت پڑھتے تھے۔"

درود شریف

(خ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔
ہمارے حضرت قبلہؒ کا ارشاد ہے کہ یہ درود شریف بعد عصر ٹہلتے ہوئے پانچسو مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ یا کم سے کم تین سو مرتبہ۔"

درود شریف غوثیہ

(د) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الطَّاهِرِ الزَّكِیِّ صَلٰوةً تَحُلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُفَكُّ بِهَا الْكُرَبُ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًی وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ، گیارہ مرتبہ۔

(ذ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی سَیِّدِنَا الْغَوْثِ الْاَعْظَمْ۔

معمولات شریف یہ ہیں (۱) پچھلی رات تہجد کی نماز ادا کرنا (۲) بعدہٗ فجر تک ذکر و مراقبہ میں مشغول رہنا۔ (۳) نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر مراقبہ کرنا (۴) اس کے بعد تلاوت قرآن مجید (۵) پھر دلائل الخیرات شریف بروایت علی حریری رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک ارشاد اس کے متعلق دربار عالی میں ایسا ارشاد ہوا ہے۔ "جن مریدوں کو میرے استاد حضرت سید رضوان مرحوم و مغفور مدنی سے اجازت حاصل ہے یا ان کے صاحبزادہ سے۔ یا مولوی عبدالحق صاحب گورکھپوری مکی سے اجازت ہے۔ ان کو میری طرف سے بھی اجازت ہے۔ بار دیگر مجھ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی اجازت عین میری اجازت ہے۔ (۶) بعدہٗ دعائے **حزب البحر** بروایت مولوی برہان صاحب فرنگی محلی لکھنوی پڑھنا۔ (۷) بعد اس کے نماز چاشت چار رکعتیں دو سلام کے ساتھ پڑھنی (۸) پھر دنیا کے کاموں کو دیکھنا۔ (۹) دوپہر کو کھانا کھا کر فرصت ہو تو قیلولہ کرنا (۱۰) بعد نماز ظہر امورات دنیوی (۱۱) بعد نماز عصر تسبیح پر اذکار مذکورہ میں سے کسی ورد کو اور درود شریف کو ۳۰۰ مرتبہ شغل یا بے شغل پڑھنا ٹہلتے ہوئے۔ (۱۲) نماز مغرب کے بعد عشاء تک مراقبہ (۱۳) عشاء

کے بعد کھانا کھانا۔ مرید کو ان معمولات پر مداومت چاہیئے ؎

کارکن کار بگذر از گفتار   کاندریں راہ کار دارد کار

ایک دُعا حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا "ہم کبھی کبھی یہ دُعا پڑھا کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ ؕ

دعا نماز چاشت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَہٗ وَلَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَہٗ، وَلَا حَاجَۃً لِّیْ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ؕ

سورہ مریم سورہ مریم کا وِرد بھی آپکا معمول رہا ہے آپ نے اس سورہ شریف کو وظیفہ کے طور پر پڑھا ہے۔ اور ترقی حافظہ کے لئے سورہ یوسفؑ کا پڑھنا، آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

نماز جمعہ جمعہ کے دن آپ خانقاہ شریف میں وضو فرما کر (حجرہ شریف میں) دوٗ رکعت ایک سلام کے ساتھ پھر چار رکعت سنت ایک سلام کے ساتھ ادا فرماتے اس کے بعد مسجد تشریف لے جاتے۔ اوّل داہنا قدم مبارک مسجد شریف میں رکھتے پھر بایاں مسجد میں تشریف لاکر دو رکعتیں ادا فرماتے (غالبًا تحیۃ المسجد) اس کے بعد منبر پر تشریف لے جاتے۔ اور خطبہ ارشاد فرماتے۔ اس کے بعد نماز جمعہ، (دوٗ رکعت فریضۂ جمعہ کے بعد) پھر چار رکعت سنت، پھر دوٗ سنت، دو نفل ادا فرماتے۔ مسجد سے باہر تشریف لانے کے وقت اوّل بایاں قدم مبارک باہر رکھتے۔ پھر داہنا۔

آیت قطب شمالی

ثُمَّ اَنزَلَ عَلَیکُم مِّن بَعدِ الغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغشٰی طَآئِفَةً مِّنکُم وَطَآئِفَةٌ قَد اَهَمَّتهُم اَنفُسُهُم یَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَیرَ الحَقِّ ظَنَّ الجَاهِلِیَّةِ یَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الاَمرِ مِن شَیءٍ قُل اِنَّ الاَمرَ کُلَّهٗ لِلّٰهِ یُخفُونَ فِی اَنفُسِهِم مَّا لَا یُبدُونَ لَكَ یَقُولُونَ لَو کَانَ لَنَا مِنَ الاَمرِ شَیءٌ مَّا قُتِلنَا هٰهُنَا قُل لَّو کُنتُم فِی بُیُوتِکُم لَبَرَزَ الَّذِینَ کُتِبَ عَلَیهِمُ القَتلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِم وَلِیَبتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِی صُدُورِکُم وَلِیُمَحِّصَ مَا فِی قُلُوبِکُم وَاللّٰهُ عَلِیمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ (آل عمران ۱۵۴)

آیاتِ قطب جنوبی

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِینَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَینَهُم تَرٰهُم رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبتَغُونَ فَضلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضوَانًا سِیمَاهُم فِی وُجُوهِهِم مِّن اَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُم فِی التَّورٰةِ وَمَثَلُهُم فِی الاِنجِیلِ کَزَرعٍ اَخرَجَ شَطأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاستَغلَظَ فَاستَوٰی عَلٰی سُوقِهٖ یُعجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیظَ بِهِمُ الکُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنهُم مَّغفِرَةً وَّاَجرًا عَظِیمًا ۝ ۲۹ سورہ فتح

ماخوذ :- از سیرت فخر العارفین

ذکر عربی لفظ ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں "یاد کرنا" اور صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں "تمام عالم سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔ اور ایک دھیان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا" بمصداق آیہ کریمہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (سورۃ المزمل ع ۱) یعنی اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو۔ اور سب سے الگ ہو کر اُسی کے ہو رہو۔

سلسلۂ عالیہ کے اذکار و اشغال

ذکر نفی و اثبات لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو ذکر نفی و اثبات کہتے ہیں۔ جس کے چار طریقے ہیں۔

① قادریہ جلی ② ضرب خفی ③ پاس انفاس خفی ④ حبس دم خفی

ذکر قادریہ جلی مرید خدمتِ شیخ میں چار زانو بیٹھے۔ اگر مرید شیخ کی خدمت میں حاضر نہیں ہے تو پھر شیخ کو سامنے تصور کرے اور بلند آواز سے کہے۔ حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰهُ مَافِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰهِ۔ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اگر مجلس میں مرید زیادہ ہوں تو مرید حلقہ بنا کر بیٹھیں۔ اور سب کے سب موزوں اور بلند آواز سے مل کر یہ ذکر کریں۔

ذکر ضرب خفی ذاکر چار زانو قبلہ رُخ ہو کر حضوری شیخ میں بیٹھے۔ اگر مجلس شیخ میں حاضر نہیں ہے تو پھر شیخ کا تصور کرے۔ اور بائیں گھٹنے کے نیچے جو رگ ہے جسکو "کیماس" کہتے ہیں اس کو اپنے دائیں پاؤں کی دو بڑی انگلیوں سے مضبوط پکڑے۔ کمر سیدھی رکھے۔ اور دونوں ہاتھ دونوں زانو پر رکھ کر اور سر کو بائیں طرف جھکا کر بائیں گھٹنے کے قریب لے جائے اور وہاں سے لفظ لا شروع کرے پھر سر کو داہنے گھٹنے پر لے آئے اور وہاں اِلٰہ شروع کرے اور داہنے شانے پر ختم کرے سر کو تھوڑا سا پشت کی جانب خم کر دے۔ اور تصور کرے کہ ماسوی اللہ کی نفی کی۔ اور وہاں سے لفظ اِلَّا اللّٰهُ

پھر قلب پر زور سے ضرب لگائے اور تصور کرے کہ ہستی حق کا اثبات کیا اور آتش عشق الٰہی دل میں بھڑکی۔ یہ ذکر خفی ہونا افضل ہے۔ خیال سے دل ہی دل میں ذکر کرے۔ زبان سے تلفّظ نہ کرے۔ اس ذکر کو ذکر چار ضربی بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ بائیں گھٹنے پر پہلی ضرب۔ داہنے گھٹنے پر دوسری ضرب۔ داہنے شانہ پر تیسری ضرب۔ اور قلب پر چوتھی ضرب ہوتی ہے۔ اس طرز عمل میں رمز یہ ہے کہ بائیں گھٹنے میں خطرۂ شیطانی داہنے گھٹنے میں خطرۂ نفسانی۔ اور داہنے شانہ میں خطرۂ ملکوتی۔ اور قلب میں خطرۂ رحمانی کو دل میں قائم اور ثابت کیا۔ شب کے وقت ذکر کرے۔ اس حالت میں کہ معدہ نہ تو پُر ہو نہ خالی۔ جو شخص چلّہ میں ہو اس کے لئے دن اور رات برابر ہیں۔ تاریک مقام ذکر کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

ذکر پاس انفاس خفی جب سانس باہر آئے (تب ذاکر تمام کائنات اور اپنے کو نفی کرے) اُس وقت لَا اِلٰہَ دل سے کہے (سانس باہر پھینکے) اور جب سانس اندر جائے۔ (تب اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی کو قائم اور باقی تصور کرکے قلب میں اُس کا اثبات کرے) اور اُس وقت اِلَّا اللّٰہُ خیال کے زور سے قلب پر ضرب کرے (اور سانس اندر کھینچے) سر یا کسی عضو کو نہ ہلائے۔ یہ ذکر بھی خفی ہونا افضل ہے۔ تلفّظ نہ ہونا چاہیئے۔ ذاکر ہمیشہ اس ذکر میں مشغول رہے۔ چلتے، بیٹھتے، سوتے، کام کرتے غرضکہ ہر وقت پاس انفاس کا ذکر جاری رکھے۔ ایک دم بھی اس سے خالی نہ رہے۔

ذکر حبس دم خفی طریقۂ اوّل ذاکر چار زانو بطریق مذکورہ ورنہ جس نشست سے اُس کو آرام ہو بیٹھے بعدہٗ سانس کو بند کرے۔ اور پھر کلمہ لَا اِلٰہَ کو ناف سے کھینچکر اُمّ الدماغ تک پہنچائے۔ اور کلمہ اِلَّا اللّٰہُ کو دماغ سے قلب پر دل کی زبان سے ضرب کرے۔ اور اُس وقت ذات وحدۃ الوجود کو قلب میں قائم اور ثابت کرے۔ یہ ذکر بھی خفی کرے۔ کسی عضو کو نہ ہلائے۔ اسی طرح پہلے ایک دم میں تین ذکر کرے۔ اور دم کو چھوڑے۔ بعد اس کے پھر اسی طرح دم بند کرکے تین ذکر کرے۔ اس طور پر جبتک کہ قلب میں اطمینان اور ذوق رہے۔ ایک نشست میں ذکر کرتا رہے۔ اس طریقہ سے ہر رات جتنی دیر تک توفیق ہو ذکر کرتا رہے دوسرے ہفتے ایک دم میں پانچ ذکر کرے۔ تیسرے ہفتے ایک دم میں سات

ذکر کرے۔ اور اس ترکیب سے ہر ہفتے ایک دَم میں دو دو ذکر بڑھاتا رہے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ یہ ذکر خصوصاً دن میں نماز ظہر کے بعد کرے۔

ذکر حبس دم خفی طریقہ ثانی : ذاکر سانس کو بند کرے۔ اس ترکیب سے کہ دونوں ہاتھوں کے دونوں انگوٹھوں سے دونوں کان۔ اور پہلی انگلیوں سے دونوں آنکھیں۔ اور دوسری دونوں انگلیوں سے دونوں نتھنے۔ اور تیسری دونوں انگلیوں سے دونوں لب بند کرے۔ اور سانس کو روک کر ایک ایک سانس میں حسب ترتیب متذکرہ بالا ذکر کرے ؎

گوش بند و چشم بند و لب بہ بند گر نہ بینی نورِ حق بر من بخند

برکاتِ ریاضت : سالک کو لازم ہے کہ بہ قلبِ سلیم بلا لحاظ کمال نفسانی و مراتبِ باطنی ایک دھیان سے ذکر میں مشغول رہے۔ اور ذکر میں محو و مستغرق ہو جائے۔ اپنے کو فراموش کرے۔ اور خود ذِکر بن جائے۔ ذاکر کو جب تک فنا حاصل نہ ہو گی۔ اُس وقت تک ذکر کا مطلب بھی حاصل نہ ہو گا۔ ذکر کی کثرت و مداومت اور رحمتِ مولیٰ سے جب ذاکر مقام فنا میں پہنچے گا۔ تب زُہد، تقویٰ، توکّل، قناعت، صبر، شکر، رضا، تسلیم، بلا قصد حاصل ہو جائیں گے۔ اور قلب کے اندر انوار و تجلّیات کا ظہور ہو گا۔ اس مقام میں ذاکر کے حواس خمسہ ظاہری بالکل ساقط ہو جائیں گے۔ نہ ذاکر رہے گا نہ ذِکر۔ ذاکر و مذکور ایک ہو جائیں گے بندہ کا ذکر وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (یعنی گواہی دیتا ہے اللہ کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی اللہ) صادق آئے گا ؎

یہ تصوّر یاد رکھیو یارو وقتِ ذکرِ ھُوْ ذکر ہو جسکا وہی ذاکر وہی مذکور ہے

طریقہ توجہ : ذکر کی تعلیم کے ساتھ شیخ مرید کو توجہ دے مگر بمصلحت جائز ہے کہ توجہ ظاہری کو موقوف رکھے، توجہ کے وقت شیخ ذکر کرے کیونکہ ذکر کی کیفیت قلب شیخ سے قلب مرید میں پہنچتی اور اثر پیدا کرتی ہے مرید تصور کرے کہ قلب شیخ سے فیضِ رحمانی اس کے قلب میں پہونچتا ہے اور اُسکا قلب فیضِ رحمانی سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر رحمت ایزدی شامل حال ہے تو فوراً قلب مرید میں ذکر جاری ہو کر سرور یا جذبہ

طاری ہوگا۔ اگر پہلے دن کسی مرید کے قلب میں ذکر جاری نہ ہو یا کیفیت طاری نہ ہو تو مرید کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اپنے وقت پر ذکر جاری ہو جائیگا اور کیفیت طاری ہو جائیگی۔

طالب کیلئے ہدایت ضروری طالب کو چاہیئے کہ اپنے ہر سانس پر بیدار اور ہوشیار رہے۔ جب تک پاس انفاس کی تائید نہ ہوگی۔ کدورتوں سے دل کا صاف ہونا دشوار ہے۔ سوتے وقت بھی ذکر پاس انفاس کرتا رہے۔ تاکہ سو جانے پر بھی ذکر جاری رہے۔ مبتدی آخر شب میں روزانہ گھنٹہ دو گھنٹہ یا اس سے کم (مطلب یہ کہ) جس قدر بھی توفیق ہو ذکر کرتا رہے تاکہ قلب میں ۲۴ گھنٹے ذکر جاری اور اس کا اثر قائم رہے دن رات میں ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں۔ اور ہر گھنٹہ میں تخمیناً ایک ہزار سانس ہیں۔ پس اس حساب سے ایک دن رات میں چوبیس ہزار مرتبہ ذکر اِنْشَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ہو جائے گا۔ اور پھر کوئی سانس ذکر سے خالی نہ جائے گا اور جب رات دن سوتے جاگتے قلب میں ذکر جاری ہو جائیگا۔ تو اس قلب کو قلبِ ذاکر، قلبِ زندہ، قلبِ بیدار کہیں گے۔ طرق مذکورہ سے ذکر کے وقت کبھی بیخودی اور کبھی جذبہ طاری ہوگا۔ پس جب تک کہ بیخودی یا جذبہ غالب رہے۔ ذاکر کو ذکر میں کوشش کرنے کی حاجت نہیں۔ لیکن جب بیخودی نہ رہے تو ذکر میں پھر مشغول ہونا چاہیئے آخر میں وہ کیفیت سالک کی ملک اور حال ہو جاتے گی۔

ایک علاج کثرت ذکر کی وجہ سے اگر ذاکر کے دماغ میں بے انتہا گرمی محسوس ہو ہو یا مرض ہیجش کی علامت نمودار ہو تو چند روز ذکر کو ترک کر کے فقط درود شریف پڑھا کرے۔ ہر روز قریب ایک ہزار، جب طبیعت میں اعتدال پیدا ہو جائے تو اپنی عادت کے موافق پھر ذکر شروع کردے۔ اگر کثرتِ ذکر سے ذاکر کا بدن گھلنے لگے تو غذا سے پہلے دو چار لقمے کچے گھی کے ساتھ کھالیا کرے۔ جس کی مقدار ایک چھٹانک ہو۔ (ساٹھ گرام، یا کم سے کم پچاس گرام)

اس سلسلۂ عالیہ کی تعلیم مختصر ہے اس سلسلۂ عالیہ میں عموماً اسی طور سے ذکر کی تعلیم کی جاتی ہے۔ اور اسی پر ختم! اس لئے کہ کثرتِ ریاضت اور رحمتِ مولیٰ سے جب مرید سلوک میں ترقی کرے گا تو خود ہی اُس کے مراتب طے ہوتے رہیں گے۔ اور ذکر مقام قلب سے مقام روح میں سرایت

کرے قلب میں اللہ ذکرِ اسمِ ذات جاری ہو گا۔ اگر اس پر مرید نے اور ترقی کی تو قلبِ مُدوّر یعنی اُمّ الدِّماغ میں جس کو مقام لاھوت کہتے ہیں۔ ذکر ھُو آپ سے آپ جاری ہو گا۔

نِسبت

ضرب سے صفائی قلب، پاس انفاس سے اجرائے قلب اور حبس دم سے دفع خطرات یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں اور ان اذکار کی کثرت سے قلب میں ایک **شعاع نوری** انشاء اللہ پیدا ہو گی جس طرح چھت کے سوراخ یا روزنِ دیوار سے روشنی آفتاب اندر داخل ہوتی ہے، اور روشنی کا ایک تار نظر آتا ہے۔ اسی طرح قلب کے اندر سے بھی نور کا ایک تار اوپر کی طرف نمودار ہو گا اس کیفیت کو نسبت کہتے ہیں۔ سالک جب اس مقام پر فائز ہو گا تو خود اپنے قلب میں **شعاعِ نوری کا مشاھدہ** کرے گا اور ایک لذّتِ خاص اُسے محسوس ہو گی حضرت مولانا رومؒ نے اس مقام کی طرف مثنوی شریف میں یوں اشارہ کیا ہے ؎

دوزخ است آں خانہ کاں بے روزن است

اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن است

مُراقبہ

مراقبہ عربی لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں "**رقیب ھونا**" یعنی "نگہبان ہونا"۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں غیر اللہ سے قلب کا نگہبان ہونا۔ اور غیر اللہ کے جتنے خطرات ہیں اُن سب کو قلب سے بالکل دور کرنا۔ اس لئے کہ وہ سب فانی ہیں۔ بمصداق آیہ کریمہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (سورۃ الرحمٰن ع) (یعنی سب کچھ فنا ہونے والا ہے، اور باقی رہے گی صرف اللہ کی ذات صاحبِ اکرام اور صاحبِ جلال) اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار اپنے باطن میں مشاہدہ کرنے کے لئے ایک دھیان اور ایک تصور

میں بہ نشست قرفصا دوزانو بیٹھنا اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ ابتداء میں طالب کو لازم ہے کہ بمصداق آیۂ کریمہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (یعنی صبح وشام اپنے پروردگار کو یاد کرو) فجر اور مغرب کی نماز کے بعد کچھ دیر مراقبہ کرے۔ اور ایک زمانہ تک اس کی مداومت کرے۔ اگر ہو سکے تو ہر نماز کے بعد تھوڑی دیر مراقب رہے۔ مراقبہ کو روز بروز ترقی دے۔ یہاں تک کہ ایک لمحہ بھی قلب سے مراقبہ ساقط نہ ہونے پائے۔

ہدایت مبتدی کیلئے : مبتدی ہر قسم کا مراقبہ مقام تاریک میں کرے۔ اگر روشن جگہ میں ہو، تو چادر میں چھپ کر یا نقاب ڈال کر مراقب ہو۔ چادر میں اپنے کو پوشیدہ کر کے مراقب ہونا دونوں حالتوں میں بہتر ہے۔

اقسامِ مراقبہ

مراقبہ برزخ شیخ

طالب دوزانو بطریق نشست قرفصا یعنی داہنی پشتِ پا کو بائیں پاؤں کے تلوے پر رکھ کر بیٹھے۔ آنکھیں بند کرے۔ اور بمصداق آیۂ کریمہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (پ ۱) (یعنی جدھر پھروگے اُدھر اللہ ہی اللہ ہے) برزخِ شیخ کو چہرۂ حقیقی سمجھ کے اور یقین کر کے صحیح ملاحظہ کے ساتھ مراقب رہے اُس وقت طالب کے قلب میں جو تجلّی پیدا ہو اس کو وہاں قرار دے۔ وہ صورت کبھی سامنے کبھی قلب کے اندر نظر آئے گی۔ کبھی موجود ہوگی۔ اور کبھی غائب ہو جائے گی۔ لیکن طالب کو چاہیئے کہ اپنے تصوّر سے برزخِ شیخ کو ایک لمحہ بھی نہ اُترنے دے۔ مراقبہ میں برزخِ شیخ کے علاوہ اقسام طرح کے انوار و تجلّیات ظاہر ہوں گے لیکن ان کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہونا چاہیئے۔ صرف برزخِ شیخ ہی کو مطمح نظر رکھے۔ اور اپنے قلب کے اندر مشاہدہ کرے۔ اس کو طریقۂ رابطہ بھی کہتے ہیں۔ اس مراقبہ کی مداومت سے اور ظاہر میں متصف بصفاتِ شیخ ہونے سے شیخ کے جمیع کمالات مرید میں پیدا ہو جائیں گے۔ شعر

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من　　صورتش بت معنیٔ او بت شکن

شکر یزداں را کہ چوں او شد پدید　　در خیالش جاں خیال حق بدید

مراقبہ لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سالک اپنے سر کو لفظ محمد کی میم دھیان کرے۔ گردن سے کمر تک حاء اور کمر کو میم ثانی اور کمر سے نیچے کے دھڑ کو دال خیال کرے۔ لفظ محمد ہر انسان کی عین حقیقت ہے، اور یہ بھی دھیان کرے کہ اسم عین مسمّٰی ہے۔ اس میں سالک اپنی ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی تصور کرے گا، حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

محمد کش قلم چوں نامور ساخت　　ز میمش حلقۂ طوق و کمر ساخت

مراقبہ وحدت شاغل مراقبہ کی نشست سے تاروتاریک جگہ آنکھیں بند کرکے ایک دھیان میں بیٹھے اور تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولے اس وقت اس کو کچھ تجلی محسوس ہوگی۔ پھر آنکھیں بند کرے اور قلب کی طرف مشغول رہے۔ اور جبتک نسبت نہ آئے۔ اسی طرح اکثر اوقات عمل کرتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ نسبت آجائے گی۔

مراقبہ توحیدِ افعالی لَا فَاعِلَ اِلَّا هُوَ (کوئی فاعل نہیں مگر اللہ) کی حقیقت کو طالب اپنے قلب میں دھیان کرے۔ یعنی اس عالم میں جتنے افعال، حرکات، سکنات صادر ہوتے ہیں۔ سب کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے۔ اور اپنے کو اور تمام عالم کو محض آلہ تصوّر کرے۔ اور یقین کرے کہ اس کو کسی فعل کا اختیار نہیں ہے بلکہ کسی اور کی قوت سے وہ حرکت کرتا ہے۔ جیسا کہ قلم لکھتا ہے۔ لیکن جبتک ہاتھ اس کو نہ چلائے اس وقت تک وہ کچھ بھی نہیں لکھ سکتا۔ اور جب تک روح کے ارادہ سے ہاتھ جنبش نہ کرے ہاتھ کو قلم چلانے کی مجال نہیں۔ اسی طرح اس کائنات میں جتنے افعال صادر ہوتے ہیں۔ حقیقۃً وہ اللہ تعالیٰ سے ہی صادر ہوتے ہیں۔ طالب اور تمام موجودات مثل قلم اور ہاتھ کے ہیں۔

توحیدِ افعالی کے مراقبہ میں طالب اپنے دل میں اس تصوّر کو جگہ دے اور اس میں مستغرق رہے۔ ؎

دریں نوعے از شرک پوشیدہ است　　کہ زیدم بیازرد و عمرم بخست

شغل حضرت موسیٰ علیہ السلام | شاغل اپنی ہستی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہستی تصور کرے اور اُم الدماغ کو کوہِ طور خیال کرے۔ اور دل سے رَبِّ اَرِنِی (اے پروردگار! تو اپنے آپ کو مجھے دکھادے) کہتا رہے اور اُم الدماغ کی طرف جس کو قلبِ مُدوّر بھی کہتے ہیں۔ تفکّر اور بصیرت کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی تجلّی کی طرف متوجہ رہے اِنشاءَ اللہ تعالیٰ کوہِ طور کی تجلّی اس مقام پر جلوہ گر ہوگی۔ بیت

شعلۂ نورِ قدم بر دلِ طورم تابید   سوختم خاک شدم سوزشِ جانم باقیست

شغل معراج | طالب اپنی ہستی کو حضرت سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی تصور کرے اور قوتِ خیال سے اپنے آپ کو مقامِ معراج میں کمالِ عروجِ انسانی اور قربِ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے پہنچاکر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا رہے۔ اور وہاں جیساکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی کا خطاب ہوا تھا ویسا ہی اللہ تعالیٰ سے سنتا رہے۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

شغل حضرت ابراہیم علیہ السلام | طالب حسبِ قاعدہ مراقبہ میں بیٹھے۔ اور مانند حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام عالم کو آفل (فانی) یقین کرے۔ اور آیۂ کریمہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (یعنی میں نہیں دوست رکھتا فنا ہو جانے والوں کو) کے معنی کے مطابق اپنے قلب کو افلانِ یعنی کائنات کی محبت سے پاک کرکے بمصداق آیۂ کریمہ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (یعنی جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا) یقین کی نظر سے اللہ تعالیٰ کی طرف بالکل متوجہ ہو۔ جس طرح عالمِ ظاہر میں کسی شئے کو موجود جان کے انسان اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُسی طرح اللہ تعالیٰ کو یقین کامل سے واحد، موجود، اور باقی جان کے اس کی طرف طالب کو متوجہ ہونا چاہئے۔ اور اپنے کو بھی آفل جان کر بمصداق آیۂ کریمہ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ (میں سب سے منہ پھیر کر اُس ذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں) اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر جانے۔ اور وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں) کہ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کا کلمہ ہے' اپنے دل کے اندر رکھے اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالٰی وَاللہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے) کی حقیقت ظاہر ہوگی۔

شغل محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم طالب حسبِ قاعدہ مراقب بیٹھے اور یقین کامل سے تصوّر کرے کہ اپنی ہستی صورتِ ظاہری محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اپنی ہستی باطنی اللہ جل شانہ ہے۔ اور ایک ظاہری نظر پترہ بینی پر جسکو مقام سُلْطَانًا نَصِیْرًا کہتے ہیں۔ یا کہ دونوں ابروؤں کے درمیانی مقام پر جس کو مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کہتے ہیں رکھے۔ اور اس تصوّر میں اپنے آپ کو مستغرق کردے اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالٰی باب رحمت وا ہوگا۔

شغل درود شریف طالب اپنی ہستی کو ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تصوّر کرے۔ اور درود شریف پڑھنے کے وقت تصوّر کرے کہ اللہ جل شانہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بواسطہ جبرئیل علیہ السلام صلوٰۃ وسلام بھیج رہا ہے۔ اور طالب کی زبان جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے۔ اس شغل کی برکت سے اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالٰی محبت اور ذوق و شوق میں اِزدیاد اور رحمتِ حق کا ظہور ہوگا۔

طریق دیگر سالک اپنے سینہ کی داہنی طرف مقام رُوح کو اللہ تعالیٰ کا عرش تصوّر کرے۔ اور بائیں طرف مقام قلب کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سمجھے اور تصوّر کرے کہ اَللہُ جل شانہ عرش سے محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجتا ہے۔ اور درود شریف کا نور ذاتِ اطہر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر روح اور قلب کے درمیان جو راستہ ہے اُس راستہ سے پہنچ رہا ہے مراقبہ کرنے سے وہ نور جو روح اور قلب کے درمیان راستہ میں ہے اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالٰی ظاہر ہوگا۔

اصولِ فنا ہر شئے پر فنا ممکن ہے۔ پس سالک جس شئے پر فنا اس کو مقصود ہو اُس شئے کو اپنی ہستی خیال کرکے مراقب رہے اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالٰی فنا حاصل ہوجائے گی جسطرح فنا فی العالم میں سالک سارے عالم کو اپنی ہستی میں ملاحظہ کرتا ہے۔ اور اپنی ہستی کو سارے عالم میں ملاحظہ کرتا ہے۔ اسی طرح خلفائے راشدین میں سے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہستی اپنی ہستی تصوّر کرکے مراقب رہے۔ اسی طور سے جملہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کی بھی فنا حاصل ہوسکتی ہے

اور اگر کسی بزرگ کی خاص حالت کے ساتھ فنا مقصود ہو تو اسی حالت کے ساتھ اُس بزرگ کی ہستی اپنی ہستی دھیان کرکے مراقب رہے۔ غیر اللہ کی محبت کم ہونے کے واسطے اکثر اوقات یہ مراقبہ کرے کہ سالک اپنے آپ کو قبر میں مردہ تصور کرے اور سمجھے کہ سارے عالم سے واسطہ منقطع ہوگیا ہے۔ اور اب صرف رحمتِ الٰہی کا انتظار ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ رحمتِ ایزدی شامل حال ہوگی۔

بیس برس سے پہلے فنا نہیں ہوسکتی

اصولِ فنا لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کو کسی بزرگ سے محبت کم ہو تو اس طریقہ سے محبت زیادہ ہوسکے گی۔ ورنہ طریقت میں تو تین ہی فنائیں مقصود ہوتی ہیں۔ ① فنا فی اللہ ② فنا فی الرسول ③ فنا فی الشیخ۔ جو بیس برس کے اندر کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ طریقت میں اگرچہ فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ اصل ہے لیکن اکثر فنا فی الشیخ کی تعلیم کی جاتی ہے کیونکہ فنا فی الشیخ کے بعد فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ دونوں آپ ہی حاصل ہوجاتی ہیں۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

شجرات طیبات

شجرہ

ماخوذ:۔ از سیرت فخر العارفین

واضح ہو کہ مولائی و مرشدی حضرت فخر العارفین مولانا شاہ محمد عبد الحی صاحب قدس سرہٗ العزیز کو حضرات پیران عظام سے سات سلاسل شریف میں مرید کرنے کی اجازت تھی

نوٹ:۔ حضرت سلطان الاولیاء قبلہ کے دامنِ فیض سے وابستہ حضرات کے لئے تین ناموں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ابو العلائیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العاشقین حضرت الحاج صوفی محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العارفین حضرت صوفی محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبد الحی قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارثِ علوم النبیین الفانی فی ذات السبحان حضرت شاہ مخلص الرحمٰن قدس اللہ سرہٗ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمّٰی باسم المسعود نائب النبیؐ وارثِ علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز امام موحدین محبوبِ ربانی حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز عاشق رسول الثقلین مقبول کونین وسیلتنا فی الدارین حضرت شاہ مظہر حسین قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم شاہ حسن دوست الملقب بشاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز محبوب بارگاہِ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت سید اسد اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز قطب الوقت محب اللہ مسند آرائے ہدایت و ارشاد شیخنا و امامنا حضرت شاہ فرہاد صاحب قدس سرہٗ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز عارف کامل واقف اسرار احد حضرت دوست محمد قدس سرہٗ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خلاصۂ احفاد صاحبِ خدمات عالیہ ماہ سپہر ارتقا حضرت امیر سید ابو العلا قدس سرہٗ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز مقبول اللہ حضرت امیر عبد اللہ صاحب قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز واقفِ اسرارِ کلماتِ اللہ العلیا حضرت خواجہ محمد یحییٰ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز ناطق بالحق والصدق حضرت خواجہ عبد الحق قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سر الابرار والاخیار ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت قدوۂ مشائخ سمرقندی و بلخی حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز اعرف العرفا تاج الاولیاء الزاہدین حضرت خواجہ بزرگ بہاء الحق والشرع والدین قدس سرہٗ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز افضل الخلق معدنِ محبت ذوالجلال حضرت سید امیر کلال قدس سرہٗ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز افضل الخلق من الجن والانس حضرت محمد باباسماسی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز مقبول الحق الغنی حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز مختار مجلس مصطفٰے حضرت خواجہ محمودُ الخیر فغنوی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز ہادیٔ آدمی و پری حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز مظہرِ انوارِ سبحانی مصدرِ استمرارِ ربانی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز وادعِ ودائعِ رحمانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز صاحبِ مرآت ولی شیخ ابوالعلی فارمدی طوسی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز کاشفِ اسرارِ نہانی حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمتِ رازونیاز موردِ انوارِ ذاتِ سبحانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ

الٰہی بحرمتِ رازونیاز قدوۃ الاولیا رصاحب الیقین سلطان العارفین عالم حقائق الاشیار والاسامی حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز مظہر کرامات والخوارق الفارق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز حضرت خیرالتابعین وافضل العالم حضرت محمد قاسم علیہ السلام۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز مقبول العربی والفارسی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز افضل الاصحاب اکمل اُولی الالباب جانشین حضرت خیر البشر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز ختم المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واہلِ بیتہٖ واصحابہٖ وسلم۔

نسبت دُوم امام ہمام حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام

موسوم بسلسلۃ الذہب بین الخاص والعام

الٰہی بحرمتِ رازونیاز عالم الخفیات والظواہر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز سید الزاہدین والصابرین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام۔

الٰہی بحرمتِ رازونیاز ابن بنت رسول اللہ سیدنا امام حسین شہید کربلا علیہ السلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت مولیٰ مشکل کشا علی علیہ السلام۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز شفیع المذنبین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واہل بیتہ واصحابہ وسلّم۔

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ چشتیہ قلندریہ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العاشقین حضرت الحاج صوفی محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العارفین حضرت صوفی محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبد الحی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارث علوم النبیین الفانی فی ذات السبحان حضرت مولانا شاہ مخلص الرحمٰن جہانگیر قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمّٰی باسم المسعود نائب النبی وارث علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام موحدین محبوب ربانی حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمت راز و نیاز عاشق رسول الثقلین مقبول کونین وسیلتنا فی الدارین حضرت شاہ مظہر حسین قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان المعرفت حضرت مخدوم شاہ حسن دوست الملقب بشاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز امام العارفین سلطان الواصلین حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید خلیل الدین صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید جعفر صاحب قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید اہل اللہ صاحب قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید نظام الدین قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید نصیر الدین قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید محمود قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید فضل اللہ عرف سید گسائیں قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شاہ قطب الدین بینائے دل قلندر قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شاہ سید نجم الدین قلندر قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید مبارک غزنوی[1] قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت سید نظام الدین غزنوی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خضر رومی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ مودود چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ محمد چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ احمد چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت ابو اسحاق چشتی قدس سرہٗ۔

---

[1] اس مقام پر ان دو نام پاک کے مقدم و مؤخر ہو جانے کی وجہ سیرت فخر العارفین حصہ اول صفحہ ۲۶ کے فٹ نوٹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری چشتی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت ہُبیرہ بصری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت حُذیفہ مرعشی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت سلطان ابراہیم ادہم قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

شجرہ شریف سلسلۂ عالیہ فردوسیہ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العاشقین حضرت الحاج صوفی محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحیٔ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العارفین والعاشقین وارثِ علوم النبیین الفانی فی ذات السُّبحان حضرت مولانا شاہ مخلص الرحمٰن جہانگیر شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز قطب العارفین سلطان الواصلین المسمّٰی باسم المسعود نائب النبی وارث علوم المرتضوی حضرت شاہ امداد علی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز امام الموحدین محبوبِ ربانی حضرت شاہ محمد مہدی الفاروقی القادری قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز عاشق رسول الثقلین مقبول کونین وسیلتنا فی الدارین حضرت شاہ مظہر حسین قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العرفا حضرت مخدوم شاہ حسن دوست الملقب بشاہ فرحت اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز محبوب بارگاہ لم یزلی حضرت مولانا مخدوم شاہ حسن علی قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز امام العارفین سلطان الواصلین حضرت مخدوم شاہ محمد منعم صاحب پاکباز قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید خلیل الدین صاحب قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید محمد جعفر صاحب قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید مبارک حسین صاحب قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت میر سید اشرف عُرف میر سید میر قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شاہ رکن عالم نظامیہ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شاہ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست نظامیہ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ علا عرف شیخ قاضنؔ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شیخ ایوب کاہی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ محمد بہرام فردوسی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ حسن بلخی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ حسین نوشہ توحید قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت مخدوم شاہ مظفر شمس بلخی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت مخدوم شیخ شرف الدین شرف الحق شرف جہاں منیری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت رکن الدین فردوسی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ بدر الدین فردوسی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ سیف الدّین باخرزی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ نجم الدین کُبریٰ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ ضیاء الدین ابو نجیب سُہروردی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ وجہ الدّین ابو حفص قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ احمد اسود دینوری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ محمّد المعروف لعمویہ قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ سری سَقطی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہٗ۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت امام حسین علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت مولیٰ مشکل کشا علی علیہ السّلام۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔

شجرہ شریف سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ سلطان الاولیاء حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز باتو دارد

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ سلطان العاشقین حضرت الحاج صوفی محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز باتو دارد

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ مولانا عبد الحیٔ قدس سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین محی السنۃ شیخ الشیوخ پیر دستگیر امام الاولیاء مبین الوقت فقیرِ کامل شیخِ واصل پیشوائے عشاق مقبول قادر علی الاطلاق حضرت مولانا مولوی حافظ محمد عبد الرزاق قدس اللہ سرہٗ و اَدام فیوضہٗ و برکاتہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین شیخ الشیوخ پیر دستگیر امام الاولیاء فقیر کامل حضرت مولانا حافظ محمد عبد الوالی قدس سرہٗ العزیز و اَدام فیوضہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ حضرت قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین شیخ الشیوخ پیر دستگیر مولانا مولوی احمد انوار الحق قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ حضرت پیر دستگیر زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین فقیرِ کامل مولانا مولوی احمد عبد الحق قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین فقیرِ کامل حضرت سید شاہ عبد الرزاق قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین پیر دستگیر حضرت سید شاہ عبد الصمد خدا نما قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ ہدایت اللہ قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الشیوخ قدوۃ السالکین حضرت شاہ حسین خدانما قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ قدوۃ عرفا حضرت شاہ امان اللہ قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ قدوۂ عارفین حضرت شاہ ابراہیم بھکری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ ابراہیم ملتانی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت میران سید بخش فرید بھکری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت شاہ جلال قادری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام حضرت میر سید محمد قادری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ ابو العباس احمد قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سید حسن قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ موسیٰ قادری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ حضرت میر سید علی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سید احمد برادر میر سید محمد بغدادی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت میر سید محمد ابن ابو صالح قادری قدس اللہ سرہٗ باتو دارد

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ المشائخ حضرت شاہ تاج الدین میر سید عبد الرزاق قدس اللہ سرہٗ ابن حضرت قطب الاقطاب قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ قطب الاقطاب غوث الاعظم رأس الاولیاء حضرت شیخ عبد القادر میر سید محی الدین قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی قدس اللہ سرہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاری قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ ابوالفرح یوسف طرطوسی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ حضرت شیخ عبدالواحد الیمنی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ عبدالعزیز یمنی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ عبداللہ ابوبکر شبلی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ سیدالطائفہ سیدالمشائخ حضرت خواجہ جُنید بغدادی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ سری سقطی خالِ سیدالطائفہ قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام حضرت داؤد طائی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام حضرت شیخ حبیب عجمی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ امام الائمہ حضرت امام حسن بصری قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ سیدالاولیاء امیرالمومنین علی ابن عم النبی کرم اللہ وجہہٗ باتو دارد
الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ سیدِ عالم سرورِ کائنات مفخرِ موجودات رسولُ الثقلین اکرم الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلوٰت اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الکرام اجمعین باتو دارد۔

بدانکہ حضرت معروف کرخی را از حضرت امام علی موسیٰ رضا ابن امام موسیٰ کاظم علیہما السلام بطریق آبائی رسیدہ

الٰہی بحرمتِ راز و نیازیکہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرّہٗ باتو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام علی موسیٰ رضا ابنِ امام موسیٰ کاظم علیہما السلام با تو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق علیہما السلام با تو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام جعفر صادق ابنِ امام محمد باقر علیہما السلام با تو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام محمد باقر ابن امام زین العابدین علیہما السلام با تو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام زین العابدین ابن امام حسین علیہما السلام با تو دارد۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ امام الائمہ حضرت امام حسین ابن امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام با تو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ سید الاولیاء خلیفۃ اللہ امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ با تو دارد۔

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز یکہ سید العالم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلّم با تو دارد۔

کائے محبّ عفو از ما عفو کن ⁂ وئے طبیب رنج و ناسور کہن

بہ بخشائے بر من کہ بیچارہ ام ⁂ گرفتار نفسِ ستمگارہ ام

خدایا تو این شجرہ پیرانِ ما ⁂ چو میوہ رسان در دل و جانِ ما

شجرہ شریف حضرات چشتیہ صابریہ قدوسیہ

الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان الاولیا حضرت الحاج خواجہ صوفی محمد حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز
الٰہی بحرمت راز و نیاز سلطان العاشقین حضرت الحاج صوفی محمد عنایت حسن شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز

الٰہی بحرمتِ راز و نیاز سلطان العارفین حضرت محمد نبی رضا شاہ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر مولانا عبدالحیٔ قدس سرہٗ۔
الٰہی بحرمتِ راز و نیاز عارف باللہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ۔

باید دانست کہ در کتاب ضیاء القلوب حضرت عارف باللہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ چناں نوشتہ اند کہ مرا نسبت بیعت و ارتباط صحبت و اجازت و خرقہ از حضور ہدایت فیض گنجور قطب دوراں پیشوائے عارفاں نور الاسلام حضرت مولانا و مرشدنا و ہادینا میا نجو شاہ نور محمد جھنجھانوی چشتی است قدس اللہ اسرارہٗ وایشاں را از شیخ المشائخ حاجی شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی، وایشاں را از شاہ عبدالباری امروہوی، وایشاں را از شاہ عبدالہادی امروہوی، وایشاں را از شاہ عضدالدین وایشاں را از شاہ محمد مکی، وایشاں را از شاہ محمدی، وایشاں را از شیخ محب اللہ الہ آبادی وایشاں را از شیخ ابوسعید گنگوہی، وایشاں را از شیخ نظام الدین بلخی وایشاں را از شیخ جلال الدین تھانیسری، وایشاں را از قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی، وایشاں را از شیخ محمد صاحب، وایشاں را از شیخ عارف احمد ردولوی، وایشاں را از شیخ المشائخ قطب الاقطاب مخدوم الملک عالم پناہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی، وایشاں را از شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی وایشاں را از شیخ شمس الدین ترک پانی پتی، وایشاں را از مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر، وایشاں را از شیخ فریدالدین شکر گنج مسعود اجودھنی، وایشاں را از خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، وایشاں را از خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری وایشاں را از خواجہ عثمان ہارونی، وایشاں را از خواجہ حاجی شریف زندنی، وایشاں را از خواجہ مودود چشتی، وایشاں را از خواجہ ابو یوسف چشتی، وایشاں را از خواجہ ابو محمد محترم چشتی، وایشاں را از خواجہ ابو احمد ابدال چشتی، وایشاں را از خواجہ ابو اسحاق شامی، وایشاں را از خواجہ ممشاد علو دینوری، وایشاں را از خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری، وایشاں را از خواجہ حذیفہ مرعشی، وایشاں را

از خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی وایشاں را از خواجہ جمال الدین فضیل بن عیاض وایشاں را از خواجہ عبدالواحد بن زید، وایشاں را از امام العارفین خواجہ حسن بصری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، وایشاں را از امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، وایشاں را از سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔